## مقالہ پی ایچ ڈی

کلیہ علوم اسلامیہ و ادبیات شرقیہ جامعہ پنجاب
لاہور

نگران
ڈاکٹر وحید قریشی صاحب
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی لٹ
صدر شعبہ اردو و پرنسپل یونیورسٹی اورینٹل کالج
لاہور — ۰

مقالہ نگار
ریاض الحق طاہر عرف ریاض مجید
اسسٹنٹ پروفیسر
گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج، کہوٹہ
(ضلع راولپنڈی)

بہ اجازت جامعہ پنجاب، لاہور مراسلہ نمبر جی ایم/۵۶۷ بتاریخ ۱۰ مارچ ۱۹۷۶ء

مرحلے بھی بہت کٹھن ہیں۔ اِن کٹھن مرحلوں میں جن مشفقوں نے میری راہنمائی فرمائی ہے، اُن کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔

اُستاذِ محترم ڈاکٹر وحید قریشی نے جس محبت سے، خاکہ سے لیکر مقالہ کی تکمیل تک شفقت و معاونت فرمائی ہے، اِس کیلئے اُن کا سراپا ممنون ہوں۔ اُن کے مفید مشوروں کے بغیر اِس پھیلے ہوئے اور وسیع کام کو سمیٹنا مشکل ہی نہیں، ناممکن تھا۔ اُن کی خصوصی توجہ نے میرے لئے اِس کام کو آسان بنایا۔ محترمی ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار صاحب، ڈاکٹر خواجہ زکریا صاحب کی تائید اور توجہ بھی ممد و معاون رہی۔

برادرِ محترم عبدالرحمن شاکر صاحب نے نہ صرف بعض امور کے سلسلہ میں میری راہنمائی فرمائی بلکہ میرے اور ڈاکٹر محمد وحید قریشی صاحب) کے درمیان رابطہ کا مستقل ذریعہ انجام دیا۔ اُن کی محبت اور محنت کیلئے جو انہوں نے اِس مقالہ کے سلسلہ میں میرے لئے کی ہے، میں اُن کا شکر گزار ہوں۔ افتخار حسین صاحب (مامور من اللہ) نے بعض نایاب کتابیں فراہم کی ہیں، اعجاز نازش، کاشف، عامر، شاہدہ، عشرت زیدی اور ناصر اللہ دتّہ صاحب نے مختلف ابواب تحریر کئے ہیں۔ میں اُن سب کی معاونت کا ممنون ہوں۔ اِن کے علاوہ اور بہت سے احباب ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی طور مشورہ، تائید، توجہ اور تعاون سے اِس کام میں آسانیاں پیدا کیں۔ میں سب حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔

ان سب کیلئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں، خدا انہیں زندگی و آخرت کی حقیقی خوشیوں اور نعمتوں سے نوازے۔

آمین

ریاض مجید

۵۔۶۔۱۹۸۱ء

# اردو نعت

●

## ابواب کی تقسیم

●



●

## ضمیمے

●



●

## کتابیات

●

فہرست —

ابتدائیہ —

## پہلا باب

## تمہیدی مباحث

---

(۱) نعت کے مفاہیم و مطالب

(ا) لغوی — عربی لغات میں — انگریزی لغت میں —

فارسی اور اردو لغات میں

(ب) اصطلاحی —

(۲) نعت کے موضوعات

(۳) فن

لوازمات فن (عشق رسولؐ، حفظ مراتب، اخیال، ادب اور احترام،

حقیقت نگاری وغیرہ)

(۴) نعت کی قسمیں

(ا) رسمی نعت — حقیقی نعت

(ب) نعت کے مختلف انداز و اسالیب

(توصیفی انداز نعت، متصوفانہ انداز نعت، غزلیہ انداز نعت، معتقدی انداز نعت،

تاریخی انداز نعت، نعت میں استمداد و استغاثہ اور سلام و صلوٰۃ کا انداز)

(ج) زمانی اعتبار سے نعت کے اسالیب

قدیم انداز نعت، جدید انداز نعت

(۵) اردو نعت کے مضامین اور فن پر ہندوستانی اثرات

# نعت - لغوی مفہوم

نعت (ن ع ت) بالفتح (مونث) عربی زبان کا ایک مادہ ہے[1]۔ جو عام طور پر وصف کے مفہوم میں مستعمل ہے[1]۔ لیکن اگر اس لفظ کے لغوی مفہوم کی تلاش میں عربی لغت نگاروں کے خیالات کا بنظرِ غائر جائزہ لیں تو اس لفظ کی کئی معنوی پرتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

اس لفظ پر سب سے تفصیلی بحث "تاج العروس" کے مصنف نے کی ہے۔ اور اس مادہ کی مختلف نحوی صورتوں کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔[5] "النعت" کے ضمن میں کہتے ہیں "نعت صوتی اعتبار سے منع کی طرح ہے (یعنی اس کا کلمہ عین (درمیانی حرف) ماضی اور مضارع دونوں میں مفتوح ہوتا ہے) نعت کے معنی وصف کے ہیں خصوصاً جب آپ کسی چیز کے وصف میں مبالغہ سے کام لیں تو اُس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وصف میں جو بڑھ کر کہا جائے اُسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وصف بیان کرنے والے کو ناعت کہتے ہیں اور اُس کی جمع نعات ہے۔ جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے

انعتھا انی من نعاتھا (میں نے اُس کی تعریف کی میں اُس کے ثناخوانوں میں ہوں)

---

۵۔ (النعت كالمنع) أي في كونه مفتوح العين في الماضي والمضارع (الوصف) نعت الشيء بما فيه وتبالغ في وصفه والنعت ما نعت به نعته ينعته نعتا وصفه ورجل ناعت من قوم نعات قال الشاعر * أنعتها إني من نعاتها * وفي صفته صلى الله عليه وسلم يقول ناعته لم أر قبله ولا بعده مثله قال ابن الأثير النعت وصف الشيء بما فيه من حسن ولا يقال في القبيح إلا أن يتكلف متكلف فيقول نعت سوء والوصف يقال في الحسن والقبيح * قلت وهذا أحد الفروق بين النعت والوصف وإن صرح الجوهري والفيومي وغيرهما بترادفهما وقيل النعت بالحلية كالطويل والقصير والصفة بالفعل كضارب وقال ثعلب النعت ما كان خاصا بعضو من الجسد كالأعرج مثلا والصفة للعموم كالعظيم والكريم فالله تعالى يوصف ولا ينعت (كالانتعات) يقال نعت الشيء وانتعته إذا وصفته وجمع النعت نعوت قال ابن سيده لا يكسر على غير ذلك (و) النعت من كل شيء جيده وكل شيء كان بالغا تقول هذا نعت أي جيد قال الأزهري و(الفرس العتيق السباق) الذي يكون غاية في العتق والسبق (كالمنتعت والنعتة) بالفتح (والنعيت والنعيتة) كل ذلك بمعنى العتيقة وفرس منتعت إذا كان موصوفا بالعتق والجودة والسبق قال الأخطل

إذا غرق الآل الإكام علونه * بمنتعتات لا بغال ولا حمر

والمنتعت من الدواب والناس الموصوف بما يفضله على غيره من جنسه وهو مفتعل من النعت يقال نعته وانتعته كما يقال وصفه واتصفه وقد غفل عن ذلك شيخنا فجعل قول المصنف العتيق السباق من غرائبه مع كونه موجودا في دواوين اللغة وأمهاتها واختلت رأيه فيما بعده من قوله والنعتة إلى آخره وجعل عبارة المصنف قلقة والحال أنه لا قلق فيها على ما فسرنا وانتعت من غير عمدة (وقد نعت) الفرس (ككرم نعاتة) إذا عتق ونعت الإنسان ككرم نعاتة إذا كان النعت له خلقة وسجية فصار ماهرا في الإتيان بالنعوت قادرا عليها كذا في المصباح (وأما نعت كفرح) ينعت نعتا (فللمتكلف م) فعرف من ذلك أن نعت من المثلثات باختلاف المعنى وقال شيخنا في هذا الأخير إنه غريب لأن فعل المكسور ليس مما يدل على التكلف لكنه جاء كأنه موضوع لذلك من غير الصيغة (واستنعته استوصفه) هو في التهذيب (و) قال ابن الأعرابي (أنعت) الرجل إذا (حسن وجهه حتى ينعت) أي يوصف بالجمال (والنعيت) الرجل الكريم الجيد السابق والمسمى به (شاعران) النعيت بن عمرو بن مرة اليشكري والنعيت الخزاعي واسمه أسيد (و) النعيت (رجل) آخر (من بني سامة بن لؤي) ذكره أبو فراس وهو النعيت بن سعيد السامي (و) تقول (عبد الله نعتة) بالضم أي غاية في الرفعة) وعلو المقام وهو مأخوذ من قولهم فرس نعتة إذا كان عتيقا وقد تقدم وعبارة الأساس وعبد الله نعت وأمثاله نعتة وفيه وهو منعوت بالكرم وبخصال الخير وله نعوت ومناعت جليلة وتقول هو كريم المنابت حسن المناعت وشيء نعت جيد بالغ انتهى (وناعتون أو ناعتين ع) واقتصر على الأول في الصحاح وفي اللسان وقول الراعي

حي الديار ديار أم بشير * بنويعتين فشاطئ التسرير

إنما أراد ناعتين فصغره

نقل تاج العروس (الزبیدی) جلد اول ص ۵۹۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کو بھی نعت کہتے ہیں جیسے کہ آپکی نعت بیان کرنے والا کہتا ہے

" لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ " ( میں نے آپؐ سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا )

نعت سے باب افتعال انتعات کے وزن پر آتا ہے ۔ انتعات کا لفظ بھی وصف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ نعت کی جمع نعوت ہے ۔

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ہر عمدہ اور جید چیز کو جس کے اظہار میں مبالغہ سے کام لیا جائے نعت کہتے ہیں ۔ جو چیز بہت خوب ہو اس کے متعلق کہا جاتا ہے " ھذا نعت " ازھری کہتے ہیں کہ نعت کا لفظ اُس گھوڑے کے وصف کیلئے استعمال ہوتا ہے ۔ جو بہت ہی خوبصورت اور دوڑ میں سبقت لے جانے والا ہو ۔ اسی طرح منتعت ، نعتۃ ، نعیت اور نعیتۃ کے الفاظ بھی اس گھوڑے کیلئے استعمال ہوتے ہیں جو عمدگی ، جودت اور تیز رفتاری کا وصف رکھتا ہو ۔ بقول اخطل ؎

اذا غرق الآل الاکام علونہ　　بمنتعتات لا بغال ولا حمر

یہ سراب نے ٹیلوں کو جب غرق کر دیا ہم اُن پر سوار ہو گئے ایسے عمدہ گھوڑوں کے ساتھ جو نہ خچر تھے نہ گدھے )

منتعت ( بروزن منتعل ) اُس ذی حیات ( انسان یا حیوان ) کو کہتے ہیں جبکہ اُس میں کوئی ایسا خاص وصف ہو جو اُسے اپنے ہم جنسوں میں فضیلت بخشے مثلاً نعتتہ فانتعت ( میں نے اُس کی نعت بیان کی پس وہ صاحب نعت ہوا ) جیسے کہا جاتا ہے وصفتہ فاتصف ( میں نے اُس کی صفت بیان کی اور وہ موصوف ہوا ۔ )

ابن الاعرابی لکھتے ہیں کہ نعت کا لفظ اُس انسان کیلئے بھی استعمال ہوگا جو نہایت خوبرو اور حسن وجمال سے [illegible] پذیر ہو ۔ ( اسی حوالے سے ) نعیت نہایت عمدہ ، معزز اور سبقت لے جانے والے کو کہتے ہیں ۔ [illegible] علو مقام پر فائز ہو اُسے نعتیۃ کہتے ہیں ۔ بہتر خوبیوں اور عمدہ اوصاف کے لئے مناعت جید [illegible] کی ادائیگی کے لئے خیر المناعت ، حسن المناعت اور نعت جید کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں

ناعت کی جمع ناعتون اور ناعتین آتی ہے ۔ جب کہ صحاحؐ اور لسانؐ میں صرف پہلے صیغہ پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ راعی کا ایک شعر ہے ؎

" حتی الدیار دیار اُمّ بشیر　　بنو نعتین فشاطئ التسریر " [3]

( اے اُمّ بشیر کے علاقے میں رہنے والے قبیلے جو ناعتین میں تسریر کے کنارے پر ہے )

لغت اور وصف کا فرق

نعت کا لفظ عام طور پر وصف کا مترادف خیال کیا جاتا ہے ۔ لیکن اہل لغت نے ان دونوں لفظوں کے معنوی اختلاف کی نشاندہی کی ہے ۔

---

۱ - الصحاح ( جوہری ) ص ۲۶۹

۲ - لسان العرب ( ابن منظور ) جز اوّل ص ۲۰۵

۳ - تاج العروس ( سید محمد مرتضیٰ الزبیدی ) جلد اوّل ص ۵۹۳

اس ضمن میں ابن اثیر کہتے ہیں "النعت وصف الشی بما فیہ من حسن و لا یقال فی القبح الا ان یتکلف متکلف فیقول نعت سوء والوصف فی الحسن والقبح"[۱] (نعت کسی شے کی اچھائیوں کے بیان کا نام ہے قبح میں اس کا استعمال نہیں ہے سوائے اس کے کہ کوئی تکلف کرے تو کیا جاتا ہے۔ نعتِ سوء[۲] یعنی بری نعت جب کہ وصف حسن اور قبح دونوں میں استعمال ہوتا ہے)

صاحب قاموس اللغات نے جوہری اور فیومی سے جنہوں نے ان دونوں لفظوں (نعت اور وصف) کو مترادف قرار دیا ہے اختلاف کرتے ہوئے ابنِ اثیر ہی کی مذکورہ رائے (جسے کئی دوسرے لغت نگاروں اور مفسرین حدیث نے بھی نقل کیا ہے) کے حوالے سے ان لفظوں کے معنوی فرق کی وضاحت میں کہا ہے کہ " نعت جسمانی خوبی یا حلیہ کیلئے مستعمل ہے۔ جیسے طویل (دراز قد والا) یا صغیر (چھوٹے قد والا) مگر صفت افعال کی ادائیگی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ضارب (مارنے والا) انہوں نے اس ضمن میں ثعلب کی رائے بھی نقل کی ہے کہ نعت جسمِ انسانی کیلئے مخصوص ہے مثلاً الاعرج (لنگڑاپن) اور صفت کا استعمال عام ہے جیسے عظیم و کریم، میں اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کیا گیا ہے نعت نہیں "[۳]

عربی کے لغات میں لفظ نعت اور اس کی دوسری تصریفی صورتوں کے جو مفاہیم و مطالب سامنے آتے ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔

(نَعَتَ) کسی چیز کو بیان کرنا (نعت ینعت نعتاً) اوصاف بیان کرنا خصوصاً تعریف میں (نعت) صفت، وصف، جوہر تعریف، خاصیت، گن (نَعْتُ) کسی شے کی خوبیوں کا بیان جب کہ اس کے وصف میں مبالغہ کیا جائے (انعتُ نعتاً) بہ تکلف عمدہ صفات دکھانا (نَعُتَ) خلقتاً عمدہ صفات والا ہونا۔ النَّعَت (صفت) مثلاً المنعت من الخیل تیز رفتار ہونا، گھوڑ دوڑ میں سبقت لے جانے والا گھوڑا، اسی طرح صرف و نحو میں صفت کو موصوف کے ساتھ ملانا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف بھی نعت کے مفاہیم میں شامل ہے[۴]۔

عربی لغت نگاروں کے خیالات کے مطالعہ سے لفظ نعت کے مفہوم کے بارے میں جو نمایاں تاثرات ابھرتے ہیں وہ اسے اپنے قبیل کے دوسرے الفاظ مثلاً وصف، صفت، تعریف، ثنا، حمد اور منقبت وغیرہ سے منفرد اور ممتاز ٹھہراتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تو یہ لفظ خاص طور پر تعریف میں یعنی اوصافِ حسنہ یا وصفِ محمود کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ لفظ کسی شئے یا شخص کے محض سرسری اوصاف بیان کرنے کیلئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ بہ تکلف عمدہ صفات دکھانے کا مفہوم

---

۱۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (ابنِ اثیر) جلد ۵ ص ۷۶

۲۔ مسند ابنِ حنبل کی ایک حدیث ... قال فجاءت علی النعت المکروہ (جلد پنجم ص ۳۳۴) میں برے وصف کیلئے نعتِ سوء کی بجائے نعتِ مکروہ کے لفظ بھی ملتے ہیں اس حدیث کو دارمی نے (طلاق : ۲۷) اور ابنِ ماجہ نے (سنن ابنِ ماجہ طلاق : ۲۷) بھی نقل کیا۔

۳۔ تاج العروس (سید محمد مرتضیٰ الزبیدی) جلد اوّل ص ۵۹۳

۴۔ الصحاح (ص ۲۶۹) القاموس المحیط (جز اوّل ص ۱۵۹) صراح (ص ۶۹) منتہی العرب (ص ۱۸۶۷) فاکہۃ البستان (ص ۱۲۷۰) المعجم الوسیط (ص ۹۳۱) معجم العربیہ (ص ۱۱۳۱) المعجم الاعظم (ص ۳۹۴۳) الرائد (ص ۱۵۱۳) المنجد (ص ۱۲۹۳) (جلد دوم ص ۲۲) القاموس العصری (ص ۷۱۶) تاج العروس (جز اول ص ۵۹۳) لسان العرب (جز اول ص ۸۰۵) لغات الحدیث (ص ۸۹ جلد ششم)

اندر رکھتا ہے ۔ بقول الزبیدی "ننعت الشی بما فیہ و یبالغ فی وصفہ"[۱] (یعنی کسی شئے کی خوبیوں کا وہ بیان جب کہ اس
ف میں اُس کے متضمنات کی بنا پر مبالغہ کیا جائے ) تیسرے یہ کہ یہ لفظ خلقتاً "عمدہ صفات کے مالک کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی اس
ص کیلئے جو پیدائشی طور پر خوبصورت ہو ، عمدہ خصلتوں اور اچھے اخلاق والا ہو چوتھے یہ کہ یہ لفظ اوصاف کے انتہائی درجے کے مفہوم
میں آتا ہے ۔

قرآنِ مجید میں اس مادہ "نعت" کا کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا البتہ بعض مفسرین نے قرآن کی تشریح و ترجمہ میں اس لفظ کو
وصف کے معنی میں استعمال کیا ہے ۔ احادیثِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شمائل نبوی ( حافظ محمد بن عیسیٰ ) میں نعت کا لفظ اپنی
مختلف نحوی اور صرفی صورتوں میں قریباً بچاس مقامات پر استعمال ہوا ہے ۔ یہاں یہ لفظ اپنے متنوع مفاہیم اور مختلف معانی میں نظر آتا ہے

احادیث[۲] میں یہ لفظ مطلق اظہار اور بیانِ محض سے لے کر عام اشیاء و افراد کی تعریف ، صفت ، حالت ، کیفیت ، صورت احوال
وصیت، علامت اور کسی چیز کی خاصیت یا کسی شخص کے حلیہ کے بیان میں استعمال ہوتا ہے ۔ اسی مفہوم کی رعایت اور نسبت سے یہ لفظ
بعض مقامات محمود مثلاً سدرۃ المنتہیٰ اور مسجدِ اقصیٰ کی تعریف و توصیف میں ملتا ہے اور اسی حوالے سے بعض صحابہ کرام کے اوصاف اور
دینِ اسلام اور اُس کے ارکان یعنی نماز وغیرہ کی تعریف میں بھی نظر آتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
اور قرآت کی تعریف اور حضور کی مدح کے ضمن میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے ۔

احادیث میں لفظ نعت کا استعمال اگرچہ صفتِ محمود ہی کے معنی میں ہے ۔ اور وصفِ مذموم کے لئے اس کے ساتھ قرینہ
ساتھ مکروہ کی اضافت ملتی ہے تاہم یہ لفظ نامبارک اشیاء کی کیفیت اور وضاحت کے بیان میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ مثلاً
مسند ابنِ حنبل ( جلد ۳ ص ۱۴ ) میں یہ لفظ جہنم کی زنجیروں اور سلاخوں کی کیفیت کے بیان میں آیا ہے ۔ ایک دو جگہوں پر یہ
لفظ نشان دہی اور تجویز و سفارش ( Recomendation ) کے مفہوم میں بھی ملتا ہے

احادیث میں اگرچہ نعت کا لفظ تخصیصی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور مدح و ثنا میں نہیں آیا پھر بھی لفظ
اس مفہوم کا سراغ لگانے میں ہمارا اولین مرجع احادیث ہی قرار پاتا ہے ۔ نعت کے اصطلاحی مفہوم کی تلاش میں جب ہم
احادیث سے رجوع کرتے ہیں تو ہمیں چند احادیث میں یہ لفظ واضح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں نظر آتا ہے مثلاً
سننِ دارمی میں " کیف تجد نعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ "[۳] والی روایت ۔

مطالعۂ حدیث ہی کی روشنی میں بعض شارحین و مفسرینِ حدیث نے اپنی تحریروں میں نعت کو مطلق وصف کی عمومیت سے
نکال کر اسے آنحضرت کی توصیف و تعریف سے وابستہ کیا اور اسے ایک تخصیصی مفہوم کا حامل ٹھہرایا ۔ غالباً " النہایہ
فی غریب الحدیث والاثر " وہ پہلا ماخذ ہے جس میں اسکے مرتب ابنِ اثیر ( ۵۴۴ — ۶۰۶ ھ ) نے لفظ نعت کو اصطلاحی
مفہوم میں پیش کیا وہ لکھتے ہیں کہ

" نعت (س) فی صفتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ناعتہٗ لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ "[۴]

---

۱ ۔ تاج العروس ( الزبیدی ) جلد اول ص ۵۹۳
۲ ۔ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی ص ۴۸۳ ۔ ۴۸۴ ( ضمیمہ ملاحظہ فرمایئے )
۳ ۔ سننِ دارمی ( ابو محمد عبداللہ ) جز اوّل ص ۶
۴ ۔ النہایہ فی غریب الاثر ( ابن اثیر ) جز پنجم ص ۷۵

رسول اکرم کی صفت کو کہتے ہیں جیسے کہ ناعت (نعت کہنے والا) کہتا ہے میں نے آپ سے قبل اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔)
ابنِ اثیر کے بعد ابن منظور (مصنف لسان العرب) اور الزبیدی (مصنف تاج العروس) نے لغت کے باب میں (مدحِ رسول کے معنی میں) ابن اثیر
الفاظ اور مثال کو دہرایا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ لغت کے عمومی مفہوم کے بیان پر زیادہ زور دیا مولانا شیخ محمد طاہر (مصنف مجمع الانوار)[1]
نعت کے ضمن میں اگرچہ ابنِ اثیر ہی کی مثال کو دہرایا مگر مفہوم مطلق وصف ہی کا پیش کیا۔
لغت کے باب میں یہ امر باعثِ تعجب ہے کہ بعد کے عربی لغات سے لفظِ نعت کا یہ مفہوم (وصفِ رسول) غائب ہوتا چلا گیا اور اپنی تمام تر
مثبت اور موزوں خصوصیات (جن کا ذکر ہم پہلے بالتفصیل کر چکے ہیں) کا حامل یہ لفظ جو اپنی دلالتِ وضعی اور دیگر معنوی خوبیوں کے سبب وصفِ
رسول کے بیان کے لئے اپنے دوسرے مترادفات مدح، مدیح وغیرہ سے بلیغ اور وقیع تھا مطلق وصف ہی کے معنوں میں کیوں ترویج پاتا رہا۔
عربی میں اسے وہ تخصیص اور اصطلاحی درجہ کیوں نہ عطا ہوا جو اسے بہت بعد میں فارسی اور اردو میں ہوا۔
لغات کے علاوہ عربی زبان وادب کا مطالعہ کریں تو اس میں بھی یہ لفظ اپنے عمومی معنوں میں ملتا ہے۔ مثلاً رویم بن محمدؒ کے اس قول
میں نعت الفقیر حفظ سرّہٖ و صیانۃ نفسہٖ واداء فریضتہٖ " (فقیر کی خوبیوں میں سے اپنے راز مکتوم کی محافظت اور اپنے نفس کے نگہبانی
ہوشیار رہ کر فرائض کا ادا کرنا ہے)[2] اور ابوالحسنؒ کے قول " نعت الفقیر السکوت عند العدم والبذل عند الوجود " (فقیر کی تعریف
ہے کہ جب نہ ہو تو خاموش رہے اور جب ہو تو خوب خرچ کرے)[3] اور جنید بغدادی کے قول " التصوف نعتٌ وقیمُ العبدِ فیہ قیل
نعتِ للعبد ام للحق فقال نعتَ الحق حقیقۃً ونعتَ العبد رسمٌ " (تصوف ایک ایسی صفت ہے کہ بندہ اس صفت کے ساتھ
قائم ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے صفت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ یا بندہ کے لئے تو فرمایا بمعنی حقیقی تو یہ صفت مخصوص بذاتِ باری تعالیٰ ہے
اور رسماً صفت بطورِ مجاز بندہ کیلئے ہوتی ہے)[4] میں نعت کا لفظ مطلق خوبی، تعریف اور صفت ہی کے مفہوم میں آتا ہے۔
علاوہ ازیں، نعت البدایات وتوصیف النہایات، تبیین الغوض فی نعت العروض، النعت المرصع بالجنس المسجع، اور نعوت الحیوان
وغیرہ نام کی کتابوں[5] میں لفظِ نعت غیر اصطلاحی مفہوم ہی میں ہے۔

## ✓ فارسی زبان میں لفظ نعت

✓ فارسی لغات میں نعت کا لفظ مطلق وصف اور ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں معنوں
میں آیا ہے۔ فرہنگ آموزگار میں اس کا مطلب ستائش، وصف، صفت،[6] اور منتخب اللغات میں ✓ " صفت و وصف کردن " ہے[7]
جب کہ غیاث اللغات میں تعریف و وصف کردن از منتخب کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ " اگرچہ لفظِ نعت بمعنی مطلق وصف است لیکن
اکثر استعمال این لفظ بمعنی مطلق ستائش وثنائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است "[8] فرہنگِ آنندراج کے مصنف نے لفظ نعت
کے ضمن میں صاحب غیاث اللغات ہی کے مفہوم کو دہرایا ہے البتہ میر معزی کے اشعار سے مطلق وصف کے معنی میں لفظِ نعت کے استعمال

---

۱۔ مجمع بحار الانوار (مولانا شیخ محمد طاہرؒ) جلد سوم ص ۳۶۱
۲۔ ۳۔ ۴۔ کشف المحجوب (شیخ علی ہجویریؒ) ترجمہ ص ۱۰۵، ص ۱۱۷، ص ۱۲۱
۵۔ کشف الظنون (حاجی خلیفہ) جلد اوّل
۶۔ فرہنگ آموزگار (حبیب اللہ آموزگار) ص ۸۸۳
۷۔ منتخب اللغات (حاشیہ غیاث اللغات) ص ۵۱۲
۸۔ غیاث اللغات ص ۵۳۸

کی درج ذیل مثالیں دی ہیں ۔

ہ جاوید ہمی باش بایں نعت و بایں وصف ۔ پاکیزہ باخلاق و پسندیدہ با فعال ۔

ہ تاپدید آید ہمیں نعت جوانی در بہار ۔ ہمچناں چوں وصف پیری از خزاں آمد پدید ۔

ہ وصفش ہمہ تقدیس ز پیوند و ز فرزند ۔ نعتش ہمہ تنزیہ ز امثال و ز اقران [1]

میر معزّی سے تقریباً ایک صدی پہلے ابوالحسن مجدالدین کسائی ( پیدائش ۳۴۱ ھ ) کے ہاں بھی نعت کا لفظ مطلق وصف کے معنی میں [illegible] ہے ۔ وہ بہار کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

ہ کہسار چوں زمرّد نقطہ زدہ ز لسّد ۔ در نعت او مشعبد حیران شداست و شیدا ۔ [2]

وصف و ستائش ہی کے حوالے سے نعت کا لفظ فارسی میں خدا تعالیٰ کی حمد اور حضرت علیؓ کی منقبت کے ضمن میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ میر معزّی ( متوفی ۵۴۲ ھ ) خدا تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

ہ نہ اندر نعت او تالیف و ترکیب ۔ نہ اندر نعتِ او اعراض و جوہر [3]

میرزا حسن بیگ معلوم تبریزی کے ہاں منقبت کے ضمن میں لفظ نعت ملاحظہ ہو ۔

ہ علی ولی صاحبِ ذوالفقار ۔ وصی نبیؐ ، رحمتِ کردگار ۔

بہ نعتش بکن صد زبان خامہ ام ۔ بہ مہر نبوت رسد نامہ ام ۔ [4]

سید ضیا الدین دہشتری کی کتاب " نعتِ حضرتِ رسول اکرمؐ در شعر فارسی " کے دیباچے میں اُن کی زیر ترتیب کتاب نعت امیر المومنین علیؓ در شعر فارسی " کا ذکر بھی ملتا ہے ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے ذہن میں نعت کا وہ جداگانہ مفہوم نہیں جو اُردو میں مروّج ہے ۔ بلکہ اُنہوں نے نعت کو حضرت رسول اکرمؐ اور جناب امیر المومنین علیؓ دونوں کے ضمن میں وصف مطلق کے مفہوم میں برتا ہے ۔ اس خیال کی تائید اس کتاب کے دیباچے میں ایک اور جگہ سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں " ...... از قرن ہفتم و بعد ہم بر اثر حمد جہانسوز مغول و ہم بہ سبب روی کار آمدن سلسلہ ہائے چون صفویہ [illegible] ہجہ بدین ذوات اولیاء و مرسلین رواج گرفت " [5]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نعت کا لفظ آج بھی فارسی میں کسی صنفی و اصطلاحی تشخص کے بغیر بلا تخصیص ( خاص طور پر نعتِ رسولؐ نہیں بلکہ اپنے لغوی معنوں ' وصف کردن از منقبت ' یعنی اولیا و مرسلین وغیرہ کیلئے مستعمل ہے

## ۱۳ اُردو زبان میں لفظِ نعت

اُردو لغات [6] میں اگرچہ عربی و فارسی لغات کی پیروی میں نعت کا لفظ مطلق وصف اور

---

۱ ۔ فرہنگِ آنندراج ( محمد بادشاہ ) جلد ہفتم ص ۴۳۵۶

۲ ۔ گنجِ سخن ( دکتر ذبیح اللہ صفا ) جلد اوّل ص ۶۰

۳ ۔ " " ( ایضاً ) ص ۲۴۱

۴ ۔ تذکرہ شعرائے کشمیر ۔ ص ۳۳۱

۵ ۔ نعتِ حضرتِ رسول اکرمؐ در شعر فارسی ( سید ضیا الدین دہشتری ) ص ۵

۶ ۔ جامع اللغات ص ۴۱۶ ۔ لغات کشوری ص ۶۰۱ فرہنگِ عامرہ ص ۶۵۸

ئے رسول دونوں معانی میں آیا ہے مگر جیسا کہ نوراللغات کے مرتب نے لکھا ہے ۔ " ــــــ یہ لفظ بمعنی مطلق وصف ہے لیکن استعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ستائش و ثنا کے لئے مخصوص ہے "[1] اردو زبان وادب میں مطلق وصف کے معنی میں اس کا استعمال قریب قریب نایید ہے ۔ تلاشِ بسیار کے بعد علی خان کی مثنوی " قصۂ زیتون و محمد حنیف " میں لفظِ نعت، صحابۂ کرام کی منقبت کے جزو کے طور پر استعمال ہوا ہے ۔ وہ یوں درج کرتے ہیں " در نعتِ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم "[2]

اس مقام کے علاوہ اردو شعر وادب میں لفظ نعت کا وصفِ رسول ؐ کے علاوہ استعمال دیکھنے میں نہیں آیا[3] اس کی سب سے بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ عربی سے فارسی اور پھر فارسی سے اردو شعر وادب کے آغاز تک یہ لفظ وصف مطلق کی عمومیت سے نکل کر آنحضرت ؐ کی تعریف و مدح کیلئے مخصوص ہو چکا تھا ۔ اور لفظِ محض کی بجائے ایک مخصوص ادبی و شعری اصطلاح کے طور پر رواج پا چکا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی بعض جدید لغات میں اس کے اصطلاحی معنی ہی درج ہیں اور اس کا تعمیمی پہلو ( وصف مطلق ) غائب ہے ۔ مثلاً " اردو لغت " میں نعت کا مطلب اصطلاحی حوالے ہی سے درج ہے ۔ مرتب لکھتے ہیں " وہ نظم جو رسول اکرم کی شان میں کہی جائے "[4]

یعنی اردو لغت زبان اور شعر وادب میں اس ( نعت ) کے معنی سرکارِ دوعالم رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ہی کے مفہوم سے منسوب و مختص ہے "[5]

## ۲۔ اصطلاحی مفہوم

جیسا کہ ہم نعت کے لغوی مفہوم کے ضمن میں دیکھ آئے ہیں یہ لفظ اردو تک پہنچتے پہنچتے ایک خاص مفہوم سے وابستہ ہو چکا تھا اس لئے اردو میں اس کا استعمال ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر ہی نظر آتا ہے یعنی اس سے صرف آنحضرت ؐ کی مدح مراد لی جاتی ہے ۔ بقول ڈاکٹر یونس حسنی " ۔ ۔ ۔ ایسی تمام نظمیں جن میں رسول خدا سے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا ان کے محاسن بیان کئے جائیں نعت کی تعریف میں آتی ہیں "[6]

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ نعت کی اصطلاح شاعری ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف سے متعلق نثر پر بھی اس عنوان اور اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے ۔ اور جیسا کہ ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے کہا ہے کہ " اصولاً آنحضرت ؐ کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا لیکن اردو اور فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ تو اس سے عام طور پر آنحضرت ؐ کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے "[7]

---

۱ ۔ نوراللغات ( مولوی نورالحسن کاکوروی ) جلد چہارم ص

۲ ۔ اردو کی قدیم منظوم داستانیں ( مرتبہ ۔ خلیل الرحمٰن داؤدی ) جلد اول ص ۳۲۶

۳ ۔ پنجابی زبان میں البتہ حافظ شمس الدین ( متوفی ۱۹۰۲ء ) کی " نعتِ موسیٰ " کے نام سے ایک نظم کا ذکر ملتا ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور توصیف و منقبت کا بیان ہے ۔ بحوالہ راوی دیاں چھلاں ( مرتب زیر وی ) ص ۱۱۳

۴ ۔ اردو لغت ( مرزا مقبول بیگ بدخشانی ) ص ۴۳۷

۵ ۔ آہنگِ حجاز ( چودہری فضل حق ) ص ک

۶ ۔ اختر شیرانی اور جدید اردو ادب ( ڈاکٹر یونس حسنی ) ص ۲۵۲

۷ ۔ اردو کی نعتیہ شاعری ( ڈاکٹر فرمان فتحپوری ) ص ۲۱

ممتاز حسن نے "خیرالبشر کے حضور میں" میں نعتیہ شاعری اور نعت کے موضوع و فن پر گفتگو کرتے ہوئے اس کی بڑی بلیغ اور جامع تعریف کی ہے۔ وہ کہتے ہیں "میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور نبی کریمؐ کی ذات گرامی سے قریب لائے جس میں حضور کی مدح ہو یا حضور سے خطاب کیا جائے صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکر نبوت کے صوری محاسن سے لگاؤ کی جائے مقصد نبوتؐ سے دل بستگی پائی جائے جس میں جناب رسالتمآبؐ سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضور کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق موجود ہو وہ مدح یا خطاب بالواسطہ یا بلا واسطہ اور وہ شعر نظم ہو یا غزل، قصیدہ یا مثنوی، رباعی یا مثلث، مخمس یا مسدس، اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر و قیمت کا دار و مدار اُس کے نفس مضمون پر ہے اگر اس کا مقصد ذات رسالت کے حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور آقائے دو جہاں کی بعثت کی جو اہمیت نوع انسانی اور جملہ موجودات کیلئے ہے اسے نمایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کا مستحق ہے"۔ [1]

ممتاز حسن نے نعت کی تعریف کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ نعت کے معیار کی نشاندہی کی ہے بلکہ اخلاقی، مذہبی اور اسلامی شاعری اور نعتیہ شاعری میں جو ایک نازک سی حد فاصل ہے اس کی بھی وضاحت کردی ہے یعنی نعتیہ شاعری صرف وہ شاعری ہوگی جس کے شعری پیکر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا جلی یا خفی حوالہ موجود ہو۔ جس کا تاثر ہمیں رسول اکرم کی طرف لے جائے گویا نعت کے لئے ضروری نہیں کہ اس میں حضور اکرمؐ کا نام ظاہری طور پر لیا جائے یا حضور کے متعلقات و مناسبات کا ضروری ذکر کیا جائے نعت کے شعر کی فضا ایسی ہونی چاہئیے۔ کہ اس کا تاثر ہمیں حضور اکرم کی ذات گرامی اُن کے منصب نبوت، کار رسالت، سیرت و سوانح یا جذبۂ عشق رسول کی طرف لے جائے۔ مثلاً علامہ اقبال کا یہ شعر دیکھئے۔

؎ شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام - میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب [2]

اس شعر میں اگرچہ حضور کے نام اور اُن کے متعلقات و مناسبات کا (رسالت، نبوت، وحی، قرآن، حرا، حدیث، گنبد خضرا، صحابہ کرام وغیرہ) ذکر نہیں مگر شعر کی مجموعی فضا میں جس شوق کا تاثر ابھرتا ہے اس کا حوالہ حضور اکرم کی ذات گرامی ہی سے مختص ہے لہذا اس شعر میں خارجی حوالوں کے بغیر نعت کی فضا موجود ہے اسی سبب ہمارے نعتیہ ادب میں بہت سی منظومات ایسی ہیں جن پر نعت کا عنوان نہیں ہوتا اور نہ ہی اسمائے رسول، صفات رسول یا مناسبات و متعلقات رسول میں سے کسی کو زیب عنوان بنایا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اپنی داخلی فضا اور اجتماعی تاثر (تاثر رسولؐ) کی بنا پر ہو کہ اس کے لئے نعت کا عنوان ضروری نہیں۔ نعت غزل کی طرح بے عنوان بھی ہوسکتی ہے اس پر غیر نعتیہ عنوان بھی ہوسکتا ہے اور اس پر لفظ نعت یا اسمائے رسولؐ یا مناسبات و متعلقات رسول کا کوئی واضح اور نمایاں حوالہ بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی اُس کا عنوان نعتیہ بھی ہوسکتا ہے۔ پہلی طرح کی نعتوں میں نعتیہ دواوین میں چھپنے والی ہزاروں نعتیں شامل ہیں عموماً غزل کی ہیئت میں لکھی جانے والی نعتوں پر نعتوں کا عنوان نہیں ہوتا مثلاً علامہ اقبال کی وہ نعت جو بال جبریل میں شامل ہے اور جس کا پہلا شعر یہ ہے

؎ سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا [3]

---

۱۔ خیرالبشر کے حضور میں۔ (ممتاز حسن) ص ۱۵
۲۔ بال جبریل (علامہ اقبال) ص ۱۴۳ کلیات اقبال اردو ص ۴۰۵
۳۔ بال جبریل (علامہ اقبال) ص ۲۲ کلیات اقبال اردو ص ۳۱۴

دوسری طرح کی نعتوں میں علامہ اقبال کی "ذوق و شوق"[1] احسان دانش کی "دادِ حق" مہدی نظمی کی "رحلِ نظر" کی مثال دی
جا سکتی ہے جن کے عنوان بظاہر غیر نعتیہ ہیں مگر جن کا موضوع اور مجموعی فضا نعتیہ ہے۔ تیسری طرح کی نعتوں میں علامہ اقبال
کی نظم "حضور رسالت مآب میں" شیخ عبدالعزیز خالد کی کتاب "فارقلیط اور منحمنّا" محشر رسول نگری کی "فخر کونین" اور
حفیظ تائب کی "صلو علیہ وآلہ" کے علاوہ وہ سارا نعتیہ کلام شامل ہے جس کا عنوان واضح طور پر نعتیہ ہوتا ہے یا جس پر
لفظ نعت لکھا ہوتا ہے۔

## وصفِ رسول میں لفظِ نعت کا اوّلین استعمال

اس امر کا تعین کہ نعت کا لفظ حضور اکرمؐ کے وصف میں سب سے پہلے
کب اور کس نے استعمال کیا اگرچہ مشکل ہے تاہم احادیث اور سیرت کی اُمہات الکتب میں کچھ ایسی روایات مل جاتی ہیں جن سے
کسی حد تک اس امر کا سراغ مل جاتا ہے کہ حضور اکرمؐ کے وصف کے بیان میں پہلے پہل یہ لفظ کب استعمال ہوا۔
سید رفیع الدین اشفاق کا خیال ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے حضور اکرمؐ کے وصف کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے استعمال
کیا۔ اُن کے اس خیال کا مرجع شمائل ترمذی کی وہ طویل حدیث ہے جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے۔ "—— من رآہ بدیہۃ
ہابہ ومن خالطہ معرفۃ احبہ یقول ناعتہ لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم"
(آپ پر یکایک جس کی نظر پڑتی ہے ہیبت کھاتا ہے جو آپ سے تعلقات بڑھاتا ہے محبت کرتا ہے آپ کا وصف بیان کرنے والا کہتا ہے
کہ آپ سے پہلے نہ آپ کے جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا دیکھا")[2]
اشفاق اس حدیث میں لفظ ناعت سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہتے ہیں "غالباً اسلامی ادب میں اس معنی میں اس کا استعمال
پہلی دفعہ کیا گیا ہے اس حدیث میں آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اپنے لئے بجائے واصف کے ناعت استعمال کیا ہے"[3]
اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی سے منقول مذکورہ بالا روایت حضور اکرمؐ کے حلیہ مبارک کا ایک خوبصورت اظہار ہے حضور صا
لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ[4] والا ٹکڑا حضور کے اوصاف کے بیان میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور لفظ نعت
کے ضمن میں کئی نعت نگاروں نے اسے بطور مثال بھی پیش کیا ہے مگر اس اہمیت اور بلاغت کے باوجود اسے لفظِ نعت (بمعنی وصف رسول اکرم)
کی اولین مثال کے طور پر پیش کرنا محل نظر ہے۔
اس روایت کا سلسلۂ اسناد جسے سید رفیع الدین اشفاق نے غالباً طوالت کے خیال سے نقل نہیں کیا ابراہیم بن محمد بن علیؓ
تک جا ملتا ہے ابراہیم بن محمد جو اس روایت کے اولین راوی ہیں حضرت علیؓ کے پوتے تھے جن کا زمانہ حضور اکرم کی وفات کے کئی
سال بعد کا ہے اس سے بہت پہلے حضور اکرم کی حیاتِ طیبہ ہی میں یہ لفظ مختلف احادیث[5] میں حضور اکرم کے اوصاف و فضائل کی
تعریف اور مجموعی طور پر آپ کی مدح کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

---

۱۔ بانگ درا (علامہ اقبال) ص ۱۹۷ کلیات اقبال اردو ص ۱۹۷
۲، ۳ ۔ اردو کی نعتیہ شاعری (سید رفیع الدین اشفاق) ص ۳۱
۴ ۔ شمائل ترمذی میں اس روایت سے پہلے والی روایت کے آخر میں یہی ٹکڑا حضرت علیؓ کے حوالے سے ملتا ہے دیکھئے ص ۱۶
شمائل ترمذی ترجمہ (مولانا زکریا) یہ روایت نافع ابن جبیر نے روایت کی ہے۔
۵ ۔ مسند ابن حنبل ص ۳۲۸ و ص ۴۳۹ جلد دوم و ص ۱۴۲ جلد سوم ۔ ابو داؤد ص ۲۷ جلد اوّل ، جامع ترمذی ص ۵۶ جلد چہارم

سننِ دارمی میں کعب الاحبار والی روایت میں بھی نعت کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آیا ہے ملاحظہ ہو "عن ابن عباس افلا سال کعب احبار کیف تجد نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ ۔ ۔ ۔"[1] آپ تورات میں حضور کی تعریف کیسی پاتے ہیں

خصائص الکبریٰ میں جلال الدین سیوطی نے بھی ایسی کئی روایات نقل کی ہیں مثلاً مقاتل بن حاصم، سہل مولیٰ خیثمہ، ابو ہریرہ، ... عقیل اور ابن عباس سے منقول روایات میں قال نجد نعتنا مثل نعتک ومثل ... فقتقہما ... فیہا نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ... فیہا نعت النبی احمد ... صفتہ ونعتہ ... التوراۃ ... احمد فی التوراۃ نعتی وصفتی ومخرجی ۔ ۔ ۔ ۔ ، ۔ ھذا النبی ... ۔ ۔ ۔[2]

... میں نعت کا لفظ کا لفظ حضور اکرمؐ کے وصف کے حوالے سے استعمال ہوا ہے ان میں کچھ مثالیں ایسی بھی ہیں جہاں آپ نے اپنے اوصاف و خصائص کے بارے میں خود استعمال کیا ہے

قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر کے حوالے سے لفظ نعت کا استعمال (حضور اکرمؐ کے وصف میں) آپ کی بعثت و ولادت سے پہلے ... تک جا پہنچتا ہے ۔ وہ آیت یہ ہے ۔ "وکانو من قبل یستفتحون علی الذین کفرو فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ" (پ ۱ ع ۱۱) اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا اُن کے پاس وہ جانا پہچانا تو اُس سے منکر ہو بیٹھے)

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مستند مفسرینِ کرام علیہم الرحمہ نے کہ یہودی کس طرح دعا مانگتے تھے یہ عبارت نقل کی ہے ۔ "اللھم انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجدُ نعتہٗ وصفتہٗ فی التوراۃ" (اے اللہ ہماری مدد فرما اُس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے جن کی نعت اور صفت ہم تورات میں پاتے ہیں)[3]

ان روایات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعت کا لفظ حضرت علیؓ کی زیرِ بحث روایت سے پہلے حضور اکرمؐ، صحابہ کرامؓ اور اس زمانے کے یہودی عالموں کی زبان سے بلکہ آپ سے پہلے یہود کی دعاؤں میں آپ کی مدح و توصیف اور اوصاف و خصائص کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے ۔

## ۲۔ نعت کا موضوع

بظاہر نعت کے موضوع کا تعین بہت آسان نظر آتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ نعت حضور اکرمؐ کی مدح ہی کا نام ہے ۔ لیکن اگر عربی، فارسی اور اردو میں موجود نعتیہ کلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس موضوع کی عظمت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ "مدح" نعت کا اہم موضوع ہے ۔ اور صنفِ نعت کے آغاز ہی سے اسے نعت کے ایک مرکزی عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے ۔ جب عربی میں باقاعدہ نعت نگاری شروع ہوئی تو کفار مکہ کی ہجو اور گستاخیٔ رسول کے جواب میں مسلمان شاعروں نے مؤثر طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا ۔ نعت اسی لسانی جہاد کی پیداوار ہے ۔ دربارِ رسالت کے شاعروں نے کفار کے رد میں حضور اکرمؐ کے حسب نسب اور کردار و صفات کی توصیف و ستائش میں جو مدحیہ منظومات لکھیں انہیں عربی نعت کے اولین نمونوں میں شمار کیا جاتا ہے ۔

---

۱ ۔ سننِ دارمی جلد اوّل ص ۶
۲ ۔ خصائص الکبریٰ (سیوطی) ص ۱۴، ص ۱۵، ص ۱۶، ص ۱۹، ص ۱۸
۳ ۔ انوارِ محمدیہ فی سیرۃ المصطفویہ (محمد ضیاء اللہ قادری) ص ۲۰۵ بحوالہ تفسیر جلالین ص ۱۳، تفسیر نیشاپوری ص ۳۲۶ ... سراج المنیر ص ۴۵، مدارک ص ۲۲ جلد اوّل، ابو السعود ص ۳۶۲ جلد اوّل، جامع البیان ص ۱۶

عربی کے اس ابتدائی سرمایہ نعت ہی کے مطالعہ سے اس موضوع کی وسعت کا اندازہ ہونے لگتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دربار رسالت والبتہ شاعروں کی نعتوں میں آپکی سیرت مبارکہ کی صفت وثنا، جمال ظاہری، شجاعت وسخاوت، دیانت و امانت اور صداقت وعدالت باطنی حسن کی تعریف، حضور کے خلق وہدایت کا بیان، آپ کے آباؤ اجداد اور اصحاب و آل کی مدح، دوسرے پیغمبروں کے مقابلہ میں کی فضیلت کا بیان اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی عقائد اور اسلامی تحریک کا تذکرہ اور تبلیغ اسلام میں حضور اکرم کی مساعی جمیلہ کر ملتا ہے۔ یوں مدح کے ساتھ اسلام اور سیرت رسول کے لا محدود پہلوؤں کا تذکار، نعت کے موضوعات میں شامل ہو گیا۔ بعد کی شاعری خصوصاً فارسی میں شاعر کے اپنے احساسات بھی نعت کے مضامین میں شامل ہونے لگے۔ اب نعتوں میں مدینے سے دوری احساس، ہوا کے ذریعے روضۂ رسول تک پیغام رسانی، درپیش مصائب میں آپ سے فریاد اور دادرسی کی خواہش یعنی استغاثہ استمداد کے مضامین بھی نعت میں داخل ہو گئے۔ ملت اسلامیہ کے اجتماعی مسائل بھی نعت میں قلمبند ہونے لگے۔ اور یوں نعت کا دائرہ 'مدح' سے پھیل کر مسلمانوں کے قومی و ملی محسوسات کو محیط ہو گیا۔

زمان و مکان کی بدلتی ہوئی صورت حال میں جب آپ کی سیرت مبارکہ کے نئے نئے پہلو اور امکانات ظاہر ہوئے تو آپ کے حوالے تہذیبی اور سماجی، تمدنی اور معاشرتی، معاشی اور اقتصادی، سیاسی اور تاریخی ان گنت موضوعات و مضامین نعت آشنا ہوئے۔ آج کے دور میں نعتوں میں موضوعات کی یہ بوقلمونی اور رنگا رنگی بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ نعت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کے علاوہ آپ کی ذات، حیات، غزوات، معجزات، صفات، تعلیمات، احسانات، عادات و معمولات کے اذکار، شخصی واردات و کیفیات کے بیان، قومی و ملی مسائل کے ذکر، اور انسانی و آفاقی تصورات و نظریات کے مختلف پہلوؤں کو ایک قرینہ و سلیقہ سے اپنے اندر سمو لیا ہے۔ نعت نگاروں نے جن مضامین کو اپنے نعت پاروں میں کثرت سے استعمال کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

نعت کے موضوعات کا ایک بڑا حصہ آپ کی ذات سے متعلق ہے جس میں آپ کی دوسرے انبیاء کرام پر فضیلت و برتری، آپ کا خاندانی شرف، نسلی امتیاز و بزرگی، آپ کا باعث تخلیق کائنات ہونا، کتب سماوی میں آپ کی تشریف آوری کی بشارت، آپ پرتو جمال الٰہی اور مظہر ذات خداوندی ہونا، آپ کا نور من نور اللہ ہونا، آپ کا صاحب خلق عظیم ہونا، آپ کا خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ آپ کی حیات طیبہ کے بارے میں ہے جس میں آپ کی ولادت، پرورش، بچپن کے واقعات سے لے کر آپ کی بعثت، اعلان نبوت، کفار مکہ کی ایذا رسانی، ہجرت، مدینہ میں آمد، اسلامی سلطنت کے قیام کا بیان اور وفات مبارک کا بیان ہوتا ہے۔ آپ کی سیرت اور سوانح ہی کے ضمن میں آپ کے غزوات (جنگ بدر، جنگ خندق اور فتح مکہ وغیرہ) کا خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ نیز آپ کے معجزات معجزۂ رجعت شمس و شق القمر، کنکری کا کلمہ پڑھنا، حیوانات و نباتات کا سجدۂ تعظیمی کرنا، بتوں کی فریاد اور سر کے بل گرنا، واقعۂ معراج وغیرہ کو بھی نعت کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

آپ کی ذات، حیات، غزوات اور معجزات کے ساتھ نعت کے دوسرے موضوعات آپ کی صفات، تعلیمات اور بنی نوع انسان پر آپ کے احسانات سے متعلق ہیں۔ آپ کی صفات میں آپکی امانت، صداقت، دیانت، عدالت، شجاعت، نجابت، سخاوت، شرافت، اخوت، محبت، بخشش، عنایت، جود وسخا، فضل و عطا، علم و حلم جیسے اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حمیدہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تعلیمات کے باب میں آپ کے ارشادات، خطبات، فرمودات، اسلامی تحریک کا تذکرہ اور تبلیغ اسلام کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ کا بیان ہوتا ہے۔ احسانات نبوی میں دین اسلام، قرآن کریم، آپ کے منشور اور اسوۂ و شریعت جیسے عطیات کے ساتھ آپ کی رحمت و شفاعت اور اُس محبت و شفقت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جو آپ کو اپنے اُمتیوں سے ہے۔

موضوعات کا بیان تمام تر جزئیات کے ساتھ نعت میں نظر آتا ہے ، یوں ہم دیکھتے ہیں کہ نعت گو شعراء نے آپ کے تذکارِ مبارک
میں آپ کی عادات ، معمولات اور متعلقات کے ذرا ذرا سے پہلوؤں کو بھی مدِ نظر رکھا ہے ۔ اور انہیں انتہائی احترام اور شیفتگی سے
بنایا ہے ۔ اس انداز میں مضامین نعت میں آپ کے ایفائے عہد ، عیادت و تعزیت کے طریق ، انسانی ہمدردی اور غمخواری ، مہمان
دشمنوں سے حسنِ سلوک ، عفو و درگزر ، حسنِ معاملات ، وسعتِ قلبی و عالی ظرفی ، ایثار و احسان ، اور اسماء و صفات کے
پ کی رفتار ، گفتگو اور آپ کی مجلس کے آداب وغیرہ شامل ہیں ۔ اسی طرح آپ کے لباس ، خوراک ، آپ کی مہرِ نبوت ، حلیہ مبارک
ات جن میں قدم ، پنجے ، ایڑیوں اور ناخنوں تک کا ذکر ملتا ہے[1] نعت کے موضوعات میں شامل ہیں
سے والہانہ محبت کے سبب نعت گو شعرا نے آپ کے نعلین ، لعاب ، پسینہ اور نقشِ پا کو بھی نعت کا موضوع بنایا اور آپ کی
سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے اپنا دلی تعلق ظاہر کیا اسی سبب نعت میں مدینے کی گلیوں ، مکانِ کوچہ و بازار ، خاکِ راہ ، سنگِ در
عقیدت و محبت کا اظہار ، روضۂ اقدس کی سبز جالیاں ، گنبدِ خضرا ، روضۂ رسول اور مسجدِ نبوی کا ذکر کثرت سے ملتا ہے ۔
رت ، ہوا کے ذریعے آپ تک سلام و فریاد رسانی ، مسجدِ نبوی میں حاضری اور روضۂ رسول پر سلام و درود پڑھنے کی خواہش کا اظہار
کے اہم موضوعات میں شامل ہیں نیز " اپنے گناہوں کا احساس ، اشکِ ندامت ، رسول سے شفاعت طلبی ، اپنے غموں کے مداوا کیلئے
سے فریاد ، مدینہ جاکر رسول کے روضہ پاک کی زیارت کی تمنا ، خواب میں دیدار کی آرزو ، مدینہ میں دفن ہونے کی خواہش جیسے مضامین
کا موضوع ہیں " [2]
ذاتِ رسالتمآب کے محاسن ، آنحضور کی صفات و تعلیمات کے تذکار اور آپ سے محبت و شیفتگی کی واردات و کیفیات کے اظہار
محدود نہیں بلکہ اس نے اپنے اندر تہذیبی و معاشرتی ، قومی و ملی اور سیاسی و تاریخی احوال و واقعات کو بھی سمویا ۔ بقول نظیر لدھیانوی
" قومی شاعری سے نعت کا رشتہ مولانا حالی کی اس نعت سے ہوا ہے ۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے ۔ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

حالی نے اس نعت میں اسلام کی شوکت و عظمت اور ادبار و زوال کی دوگونہ داستان نہایت موثر انداز میں بیان کی ہے غالباً
ت سے متاثر ہو کر علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان نے بھی نعتیہ نظموں میں قومی اور سیاسی واقعات بیان کیے اور قومی شعراء نے
ات کا مرکز حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کو بنایا " [3]
کی رسالت تمام بنی نوع انسان کیلئے ہے آپ ساری اقوامِ عالم کے لئے رحمت اور پوری انسانیت کے محسن بن کر آئے لہٰذا آپ
ن رسالت اور پیغامِ نبوت کو کسی ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا جاسکتا عصرِ حاضر میں روشن خیالی ، انسانی مساوات
ت اور آفاقی تصورات کے جو چرچے ہو رہے ہیں اور انسان ترقی کی جو منزلیں طے کرتا نظر آرہا ہے اُن کے پس منظر
آپ ہی کی اعلیٰ شخصیت اور روشن تعلیمات کارفرما ہیں آپ کے پیغام نے انسانی زندگی ثقافت و مدنیت ، معاشرت و
یات ، اور تاریخ و تہذیب پر جو صحت مند ، روح پرور اور خوشگوار اثرات ڈالے ہیں اُن کا عکس بھی نعت میں نظر آتا ہے

---

۱ ۔ عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں ۔ عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
دو قمر ، دو پنجۂ خور ، دو ستارے دس ہلال ۔ اُن کے تلوے ، پنجے ، ناخن ، پائے اطہر ایڑیاں (مولانا احمد رضا خان)
حدائق بخشش ص ۳۵

۲ ۔ مضمون " آدابِ نبوی " (شمیم احمد) سیرت پاک ص ۸۹

۳ ۔ اردو شعراء پر تنقیدیں (اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی) ص ۲۵

ر نعت گو شاعروں کے ہاں آپؐ کی عظمتِ کردار ، خلقِ عظیم ، اسوۂ حسنہ ، منشور و شریعت کا مطالعہ اپنی ذات و قوم کے دائرے سے
کر انسانی اور آفاقی تصورات کے حوالوں سے نظر آنے لگا ہے ۔ یوں عصرِ حاضر کی نعتوں میں آپ کا ذکر 'پیغمبرِ اسلام' کے ساتھ ساتھ محسنِ
انسانیت کے طور پر بھی دکھائی دیتا ہے ۔

آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع ( مدحِ رسولؐ ) سے پھیل کر کائنات بھر کے مسائل کو محیط نظر آتی ہے ۔ نعت کا موضوع بلاشبہ
ارتقاء پذیر اور بتدریج بڑھنے اور پھیلنے والا موضوع ہے ۔ اس کے مضامین میں عہد بہ عہد وسعت پیدا ہو رہی ہے ۔ جیسے جیسے زمانہ
ترقی کر رہا ہے اور نئے نئے سائنسی انکشافات رونما ہو رہے ہیں ویسے ویسے حضور اکرمؐ کی سیرتِ طیبہ اُن کی تعلیمات اور انسانی
تہذیب و معاشرت اور تاریخ و سیاست پر اُن کے بڑھتے ہوئے اثرات سے پیدا ہونے والے نت نئے محسوسات نعت کا موضوع بن رہے
ہیں ۔ جدید طرزِ احساس رکھنے والے تخلیقی شاعروں نے نعت کے لامحدود امکانات سجائے ہیں بقول حفیظ تائب " گزشتہ چند
برسوں سے نعت میں اس معیار و مزاجِ انسانیت کے حوالے سے اپنے احوال کا جائزہ لینے کا رجحان بہت عام ہو رہا ہے اور زندگی
کا ہر مسئلہ نعت کا موضوع بن رہا ہے یوں نعت کا کینوس وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے " [1]

اس ضمن میں ممتاز حسین کی یہ رائے نہایت بلیغ ، دقیع اور اہم ہے کہ " ہر وہ شے نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور رسالتمآبؐ کی
ذاتِ گرامی سے قریب لائے " [2] نعت میں یہی صورت موضوعات اور مضامین کی ہے ۔ یعنی ہر وہ موضوع یا مضمون جس میں بالواسطہ
یا بلاواسطہ حضور اکرمؐ کی ذات ، سیرت یا صفات کا کوئی نہ کوئی حوالہ آ جائے نعتیہ کلام میں شامل ہے یا ہر وہ موضوع
جو معاشرت و تمدن سے متعلق ہو یا معاشیات و اقتصادیات ، تہذیب و ثقافت سے متعلق ہو یا عمرانیات و سیاسیات سے جسے
حضور اکرمؐ کے حوالے سے قلمبند کیا جائے نعت کا موضوع ہو گا ۔ یعنی حضورؐ کا حوالہ ایک ایسا مقناطیس ہے جسے مس کرنے والا ہر
موضوع نعت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے ۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ نعت کے مرکزی موضوع حضورؐ کی مدح ، اُن کا تذکار اور اُن سے محبت کی کیفیات و واردات
کا اظہار ہی ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور حوالہ کے سبب جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے سینکڑوں ایسے موضوعات
بھی دائرہ نعت میں شامل ہو گئے اور ہو رہے ہیں جن سے بظاہر نعت کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا ۔ مثلاً حضور اکرمؐ کی بعثت
سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی عادات و معاشرت اور تہذیب و تمدن کا احوال ، سرزمینِ عرب کا جغرافیہ ، پہاڑ ، ریگستان ، موسم
آب و ہوا اور تاریخ وغیرہ ۔ یہ موضوع بظاہر تاریخ و جغرافیہ سے متعلق ہیں مگر نعتوں میں ان کا بیان بکثرت نظر آتا ہے
اسی طرح عمرانیات و سیاسیات اور اقتصادیات و اخلاقیات ، ملت کی اخلاقی کمزوری اور انتشار ، مغرب پرستی اور عصرِ حاضر کی مادیت زدہ
زندگی اور اس سے پیدا ہونے والی گمراہی اور بد اخلاقی کو بھی نعت نگاروں نے اپنے فن کا موضوع بنایا ہے ۔

یہی حال نعت کے ضمن میں لکھی جانے والی حمد و منقبت کا بھی ہے ۔ ان موضوعات کی اگرچہ اصنافِ شعر میں جداگانہ اہمیت ہے
مگر یہ بھی اب حقیقت ہے کہ نعت کے حوالے سے بھی خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کی منقبت تخلیق ہوتی ہے عربی
فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جن میں حمد اور منقبت کے عناصر ضمنی حیثیت ہی میں سہی مگر نمایاں طور پر
دکھائی دیتے ہیں دراصل بنی نوعِ انسان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان اور احسانات اس قدر ہیں کہ اُن کے تذکار کے وقت

---

۱ ۔ ورفعنا لک ذکرک (راجا رشید محمود) ص ۱۲۶

۲ ۔ خیر البشر کے حضور (ممتاز حسین) ص [illegible]

ے ذہن کا اُس خالقِ لم یزل کے حضور سجدۂ شکر بجا لانا جس نے حضور مبارک کی شکل میں کائنات کو اپنے سب سے بڑے کرم وازا عین فطری عمل ہے۔ [1]

اسی طرح حضور اکرمؐ کی سیرتِ طیبہ نے جس طرح اپنے اصحاب کے ذہن و کردار کو جلا بخشی اور اُن کی تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرام کے بعد ، تبع تابعین ، آئمۂ کرام ، اولیائے عظام اور بزرگانِ دین کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے ۔ جن کی شخصیت و کردار کی تکمیل میں کسی نہ نکل میں حضور اکرمؐ ہی کے فیضان ، تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کی معجز نمائی اور کارفرمائی ملتی ہے ۔ سو نعت کی تخلیق میں صحابہ کرام اور بزرگانِ ی مدح و تعریف اور فیوض و برکات کا ذکر اور اُن کی توصیف بھی نامناسب اور غیر متعلق نہیں ۔

اسی سبب نعتیہ قصائد ، مسدّس اور منظومات کے آغاز میں حمد کے بہترین نمونے بھی نظر آتے ہیں اور نعتیہ کلام کی دوسری شکلوں میں نوی طور پر حمد کی جھلکیاں مل جاتی ہیں اسی طرح نعت میں کہیں کہیں صحابہ کرام ، خلفائے راشدین اور اہلِ بیت کی فضیلت اور منقبت نظر آتی ہے ۔ خصوصاً استغاثہ و استمداد کے انداز میں ——— بہ حضرتِ فاطمہ ، بہ حسن ، بہ حسینؑ اور ... ترقّم از آلِ عبا' قسم کے حوالہ جات اور مضامینِ منقبت عام مل جاتے ہیں ۔ اہلِ تشیع کی نعتوں میں اہلِ بیت اور آلِ رسول کی منقبت ں نظر آتی ہے ۔ شیعہ دبستانِ نعت میں منقبتِ اہلِ بیت کا رنگ بعض اوقات اتنا غالب ہو جاتا ہے کہ نعتِ رسول پر منقبتِ بیت کا گمان ہونے لگتا ہے ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نعت متنوع موضوعات اور رنگا رنگ مضامین کی حامل صنف ہے اس میں اگرچہ حضور اکرمؐ کی مدح اور ار کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے مگر نعت گو شاعروں کو درپیش مسائل ان کے عہد اور زمانے اور مزاج و ماحول کے مطابق اس مرکزی ارے میں دوسرے موضوعات کی لہریں بھی ملتی ہیں ۔ نعت کا موضوع چونکہ مسلسل ارتقاء پذیر موضوع ہے اور ہر دور کے تقاضوں ، و معاشرت اور علوم کے مطابق اس موضوع کے تحت نئے امکانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں ۔ اہلِ شعر و سخن حضور اکرم کے حوالے سے ان کانات کا جائزہ لے کر اپنے متنوع محسوسات شاملِ نعت کرتے رہے ہیں ۔

حضور اکرم کی صفات کے ذکر میں بھی زمانے اور ماحول کو کافی دخل ہے ۔ مختلف ادوار میں آنحضرت کی مختلف صفات نعت کا موضوع اور بن رہی ہیں ۔ مثلاً ملتِ اسلامیہ کے عہدِ ابتلا کی نعتوں میں حضور کی رحمت کا ذکر ، فتنۂ قادیانیت اور تحریکِ محاسبۂ قادیانیت کے ایام نعتوں میں آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر ، قومی جنگوں کے زمانے کی نعتوں میں آپ کی شجاعت اور جذبۂ جہاد سے متعلق غزوات آپ کے غزوات کے حوالے بکثرت نظر آتے ہیں ۔ شاعر کی طبیعت ، عقاید ، ذہنی افتاد اور اس کے عہد کے شعری رویوں اور میلانات اثرات بھی موضوعاتِ نعت پر نمایاں نظر آتے ہیں اہلِ حدیث اور اہلِ سنت والجماعت شاعروں نے اپنے اپنے عقاید کے مطابق موضوعاتِ نعت تخاب کئے کہیں آپ کے سراپا مبارک کا بیان نمایاں ہے کہیں فضائل و اخلاق کا ، کسی کے ہاں آپ کی رسالت کے پہلو پر زور ہے تو کسی کے ہاں ریت پر ، کہیں آپ کے معجزات کا بیان غالب ہے تو کہیں آپ کے پیغامِ رسالت کے پہلو کا بیان ہے ۔ اسی طرح کہیں آپ کی سیرت و سوانح کو منظوم کرنے کوشش کی گئی ہے تو کہیں آپ کے اسمائے صفات کو نظم کرنے کا شوق غالب ہے ۔ اور کہیں ان تمام موضوعات کی ملی جلی صورت نظر آتی ہے ۔

---

1۔ اسی طرح حمد کے ضمن میں نعت کی ضرورت و اہمیت کی بھی نشاندہی کی گئی ہے ۔ بقول مولانا انور شاہ کشمیری

شعر قہوہ حمد را سنور اوز ——— دار چینی ز نعتِ پیغمبر ۔

جب یہ شعر ایک مجلس میں امیرِ شریعتؒ کی موجودگی میں پڑھا گیا تو فرمانے لگے " اس سے معلوم ہوا کہ حمد خدا پوری ہی نہیں ہوتی جب تک نعت نہ شامل کی جائے ۔ " انوار احمدی (مولانا محمد صاحب لدھیانوی) ص ۱۱۲

۲۔ [illegible] (رشید محمد ترمذی) ص ۵۶

## نعت کا فن

مروجہ اصنافِ سخن میں نعت نہایت مشکل صنفِ سخن ہے۔ نعت کا موضوع بظاہر بڑا آسان، عام اور قریب کا موضوع دکھتا ہے۔ لیکن اگر فنِ نعت کی باریکیوں کا بغور جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس موضوع سے عہدہ برا ہونا آسان نہیں۔

صنفِ نعت کی اس نزاکت کا احساس اُن شعرا کو ہی ہے جنہوں نے نعت گوئی میں اس کے لوازمات اور متقضیات کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور جو ادب و احترام سے پوری واقف ہیں۔ دوسری طرف اُن ناقدین نے بھی نزاکتِ نعت کے اسی پہلو کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے صنفِ نعت یا کسی نعت گو کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ نعت کے بارے میں لکھی گئی کم و بیش ہر مختصر رائے میں یا طویل مضمون میں نعت کے موضوع و فن کے اسی اہم اور نازک پہلو کا ضرور ذکر کیا گیا ہے اس ضمن میں نعت گو شعراء و ناقدینِ نعت کے خیالات درج ذیل ہیں۔

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں "حقیقتہً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اس جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے" [۱]

عبدالکریم ثمر رقم طراز ہیں کہ "نعت نہایت مشکل صنفِ سخن ہے۔ نعت کی نازک حدود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کی آفاقیت تک پہنچنا آسان کام نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ذرا سی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش خیال و الفاظ ایمان و عمل کو غارت کر دیتی ہے۔" [۲]

مجید امجد اسی ضمن میں لکھتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ جنابِ رسالت مآب ؐ کی تعریف میں ذرا سی لغزش نعت کو حدود کفر میں داخل کر سکتی ہے ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذرا سی شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آ سکتا ہے۔ ذرا سا عجزِ بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے۔" [۳]

ابو اللیث صدیقی کہتے ہیں کہ "نعت کے موضوع سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں موضوع کا احترام، کلام کی بے کیفی و بے رونقی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ نقاد کو نعت گو سے باز پرس کرنے میں تامل ہوتا ہے دوسری طرف نعت گو کو اپنی فنی کمزوری چھپانے کیلئے نعت کا پردہ بہت آسانی سے مل جاتا ہے شاعر ہر مرحلہ پر اپنے معتقدات کی آڑ پکڑتا ہے اور نقاد جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے لیکن نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اُتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے۔" [۴]

بقول ڈاکٹر اے۔ ڈی۔ نسیم "نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کٹھن ہے اس پر بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے اس لیے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے جس ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے۔" [۵]

ڈاکٹر فرمان فتحپوری کے بقول "نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے اس کی عظمت و وسعت

---

۱۔ الملفوظ (مولانا احمد رضا بریلوی) حصہ دوم ص ۳

۲۔ شاخِ سدرہ (عبدالکریم ثمر) ص ۶

۳۔ بامِ عرش (منظور احمد ہمور) ص ۴ (دیباچہ) تاج کمپنی لمیٹڈ۔

۴۔ لکھنؤ کا دبستانِ شاعری (ابو اللیث صدیقی) ص ۵۴۲ اُردو مرکز لاہور ۱۹۵۵ء

۵۔ اُردو شاعری کا مذہبی اور فلسفیانہ عنصر (ڈاکٹر اے۔ ڈی۔ نسیم) (مقالہ) ص ۲۹۱

حدیں ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں۔ شاعر کے پائے فکر میں ذراسی لغزش ہوئی اور وہ نعت کی بجائے گیا حمد و منقبت کی حدود میں۔ اس لئے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ عرفی نے اپنے ایک نعتیہ قصیدے میں جس کا مطلع ہے۔

اقبال کرم می گزد ارباب ہمم را ۔ ہمت نہ خورد نیشتر لا ونعم را

میں بہت صحیح کہا ہے

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را ۔[1]

یہی سبب ہے کہ نعت کا فن دوسری بہت سی اصنافِ سخن کے برعکس خصوصی لوازمات اور مقتضیات سے مشروط ہے۔ اور نعت گو شعراء سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ ان لوازمات اور مقتضیات کو ملحوظ رکھیں گے وہ شعراء جن کے ہاں ان لوازمات کا لحاظ اور احترام نہیں ان کو البتہ یہ فن آسان لگتا ہے۔ بقول نواب دہلوی "نعت گوئی آسان بھی ہے اور مشکل سے مشکل تر بھی۔ آسان تو اُن شعراء کیلئے جو مبالغہ آرائی کریں یا کہیں نعت میں حمد یا غزل کا نام نعت رکھ دیں، اور مشکل اُن کے لئے جو پابندِ حدود ہیں، مشکل تر اُن کے لئے جن کی نگاہ میں حد سے آگے بڑھنا سوئے ادب سمجھیں لکھنا ترک ادب ہے۔ غرض نعت کا مقام عجب مقام ہے بقول جگر ؎ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں"[2]

نعت کے لوازمات میں کچھ کا تعلق نعت کے موضوع کی نزاکت و احترام اور کچھ کا تعلق اس کی پیشکش کے سلیقہ اور فنی تقاضوں سے ہے۔ ذیل میں اُن لوازمات کی نشاندھی کی جاتی ہے۔

## ۱۔ عشقِ رسول ﷺ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کو نعت کے لوازمات میں اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے نعت گو شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ سے والہانہ عقیدت و شیفتگی رکھتا ہو۔ وہ جس قدر آپ کے عشق میں سرشار ہوگا۔ اسی قدر اس کے کلام میں کیف اور اثر پیدا ہوگا۔ جس طرح حفیظ جالندھری نے دینِ حق کیلئے حضور ﷺ کی محبت کو شرط اول قرار دیا ہے۔

؎ محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے ۔[3]

اسی طرح تخلیقِ نعت کیلئے بھی آپ کی محبت کو لازمہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک شاعر نظمیں اور غزلیں تو بہت لکھ سکتا ہے لیکن اگر اُس کے دل میں محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چمک موجود نہیں تو اچھی اور کیفیت انگیز نعت کبھی نہیں لکھ سکتا۔ اس میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے دل محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار کئے ہوئے ہیں۔ اپنی فکر و نظر کی تربیت کی ہے اور قلب و روح کو احتیاط کا خوگر بنایا ہے۔ ورنہ جذبات ہمیشہ دامنِ احتیاط چھوڑ کر ادھر اُدھر نکل جانے کے عادی ہیں۔[4]

لوازماتِ نعت میں عشقِ رسول کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے نظیر لدھیانوی سمجھتے ہیں کہ نعت کی دلآویزی، دلکشی اور خوبی کے لئے عشقِ رسول اولین شرط ہے اگر شاعر کے دل میں عشقِ رسول کا جذبہ پورے طور پر کارفرما نہیں تو نعت روکھی پھیکی اور واجبی سی رہے گی۔[5]

---

۱۔ اُردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) ص ۱۳ آئینۂ ادب لاہور
۲۔ نعتِ مصطفیٰ ﷺ (تنویر قاسمی) ص ۱۰
۳۔ شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) ص ۱۱۲ جلد ۲
۴۔ ہفت روزہ چٹان ۶، نومبر ۶۲ء ص ۱۹
۵۔ فنِ شعر اور شعرا پر تنقید (اصغر حسین نظیر لدھیانوی) ص

سبب اشفاق احمد نے نعت کو صنفِ سخن کی بجائے "تعلق، رابطے اور گذارشِ احوال کا ایک ذریعہ کہا ہے" جس سے معمولی غلام اور بردے ... دوجہاں کی کائناتِ کرم سے دامن بھرنے کے لئے اپنا رخ متعین کرتے ہیں" [۱] سید عبداللہ نے بھی نعت کو "سرتاسر کاروبارِ محبت" سے تعبیر کیا ہے ... بھی ایسی جس "محبت کی وجہ سے اپنے محبوب کی ایک ایک بات پیاری لگتی ہے۔" [۲]

کامیاب نعت گوئی کیلئے جس سوز و گداز، تڑپ اور تشنگی رسیت و جاذبیت کی ضرورت ہے اس کا منبع عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے بقول ضمیر جعفری ... ایک نعت کو دوسری سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعر کے دل کا سوز و گداز (اور) عشقِ رسول میں سرشاری کا مرتبہ ... ذوق و شوق ... گیتوں میں ڈوب کر گذرنے کے بعد نعت کی لے میں جب عشق اور الفاظ کی دھڑکنیں ہم آہنگ ہو جاتی ہیں تو شعروں میں سوز و گداز کی ہزاروں ... جھلک اٹھتی ہیں" [۳]

## ۲ ۔ حفظِ مراتب کا خیال

فنِ نعت نعت نگار سے سب سے پہلے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدود شریعت کی پاسداری ... خدا اور بندے کے اور الوہیت و نبوت کے فرق کو پیشِ نظر رکھے۔ دراصل حفظِ مراتب کے ادراک کا یہ نازک مقام نعت نگار کیلئے پل صراط عبور ... کے مترادف ہے۔ بقول معین الدین احمد ندوی اس راہ میں (نعت کی تخلیق میں) سب سے بڑی لغزش الوہیت اور نبوت کی حدود کو سمجھنے میں ہوتی ... اکثر شعراء نبوت کے ڈانڈے الوہیت سے ملا دیتے ہیں مثلاً یہ ؎

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر ۔ اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر [۴]

... کا بڑا مشہور و مقبول شعر سمجھا جاتا ہے مگر یہ شعر نہ صرف توحید کے سراسر منافی ہے بلکہ نبوت کی حقیقت کے بھی خلاف ہے ---- اس ... کی لغزشیں زیادہ تر صحیح اسلامی تصورات سے ناواقفیت اور غلو کا نتیجہ ہوتی ہیں نبوت و عبدیت کا کمال اس میں نہیں ہے کہ بندے اور نبی ... خدا بنا دیا جائے بلکہ اس کا اصلی کمال یہ ہے کہ نبی جامۂ بشریت میں رہتے ہوئے عبدیت اور نبوت کا ایسا کامل نمونہ ہو کہ اس کے بعد کمال ... کوئی درجہ تصور میں نہ آسکے" [۵]

"اسی طرح حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو احمد بلا میم اور عرب بلا عین کہنا بلکہ ان کو حدیثِ نبوی قرار دینا انتہائے ضلالت و جہالت ..." [۶] دراصل نعت میں ہر ایسا اشارہ جس سے خدا اور رسول، احد اور احمد اور الوہیت اور نبوت کے مقام میں واضح فرق نہ ہو ... حفظِ مراتب کا نازک احساس نظر انداز ہو اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور شرک ہے۔ اس بارے میں ممتاز حسن کہتے ہیں "خدا اور بندے کا فرق اسلام کے بنیادی تصورات میں سے ہے رسول کی بشریت پر قرآن نے اور خود رسول نے بار بار زور دیا ہے "قل انما بشر مثلکم" اور "ما عرفناک حق معرفتک" اس پر شاہد ہیں" [۷]

---

۴ ۔ یہ شعر آسی غازی پوری کا ہے جو ایک صوفی شاعر تھے اور جنہیں دبستانِ ناسخ کا پیر کہا جاتا ہے۔ بحوالہ ص ۱۳۰ مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی (بشیر احمد قادری) مقالہ ایم ۔ اے پنجاب یونیورسٹی

۱ - ۳ ۔ ورفعنا لک ذکرک (راجہ رشید محمود) ص ۲۳، ص ۱۱۸

۲ ۔ آہنگِ حجاز (چوہدری فضل حق) ص ۱۱

۵ ۔ ادبی نقوش (شاہ معین الدین احمد ندوی) ص ۲۸۶

۶ ۔ فاران سیرت نمبر ص ۲۹۰

۷ ۔ خیر البشر کے حضور (ممتاز حسین) ص ۲۰

یہاں ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ " مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام
کو بڑھا دیا میں تو صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو " علامہ بوصیری کا یہ شعر بھی دیکھئے ۔

ع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم — واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

یعنی حضور علیہ السلام کی تعریف کرتے وقت وہ بات چھوڑ دو جو نصاریٰ اپنے نبی جناب مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں ( یعنی ——————
آنحضرت کو شانِ الوہیت نہ دو )[1]

مگر بقول اشفاق " اس قسم کے مضامین سے اردو ادب کا تختہ کلام پُر ہے جس میں الفاظ کو توڑ مروڑ کر میم کے حرف کو احد سے اور عرب کے عین کو
گرا کر احد کو احد اور رسول عربی کو عرب ہی نہیں بلکہ رب کی شان میں جلوہ گر دکھانے کی کوشش کی گئی ہے "[2]

ع نگاہِ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر — وہ بزمِ یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

اس قسم کی نعت گوئی حد ادب ہی سے متجاوز نہیں ہے دین کے دائرے سے بھی باہر ہے کوئی اور شاعر تو صاف صاف کہہ گیا ہے ۔

ع ذکی کیونکر نہ ہر دم احد بے میم کی رٹ ہو — کہ الفت میں لحاظِ کفر و ایماں ہو نہیں سکتا ۔

اس قسم کے افکار و اقوال اکثر صوفیہ کرام اور ان کے معتقدین پر وارد ہوتے ہیں ان کی صفائی یہ پیش کی جاتی ہے کہ یہ حالتِ سکر میں وارد ہوئی ہیں
ہم بھی عقیدت کی رو میں بہہ کر انہیں قابلِ مواخذہ نہیں سمجھتے یہاں صحو اور سکر سے بحث نہیں البتہ یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اول تو صحو
غیر حالتِ سکر کی کہی ہوئی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور دوسرے یہ کہ سکر اور جہاں کہیں بھی جائز سمجھا جائے دربارِ نبوی میں جائز
نہیں کہا گیا ہے ۔

ع با خدا دیوانہ باش و با مصطفیٰ ہوشیار باش "[3]

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ شاعر نعت گوئی کے منصب سے صحیح طور پر اس وقت ہی عہدہ برا ہو سکتا ہے جب وہ توحید و رسالت اور الوہیت و عبودیت
کے نازک رشتوں کو پوری طرح سمجھتا ہو اور اسے خدا اور رسول کے حفظِ مراتب کا کامل شعور اور احساس ہو ۔

## ۳ ۔ ادب و احترام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نعت گو شعرا سے اس انتہائی ادب و احترام کا بھی تقاضا کرتی ہے جو امت مسلمہ
آپ کی ذات ستودہ صفات سے رکھتی ہے اور جس کی تاکید قرآن اور احادیث میں کئی موقع پر آئی ہے ۔

قرآن میں آیا ہے " لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی " ( الحجرات : ۲ ) " اے ایمان والو ۔ اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو "
آئمہ اسلام اس حکم کو دوام کے لئے قرار دیتے ہیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے یا نعت میں آپ سے ہمکلام ہوتے ہوئے شاعر اس
ادب و احترام کو ملحوظ رکھے جس کا حکم قرآن نے دیا ہے ۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کی مدح بھی کی ہے جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں آگے چل کر ارشاد
ہوا ہے " جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان اللہ تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے ( الحجرات : ۳ )
اس ضمن میں صحابہ کرام کا یہ قول بھی ملاحظہ ہو کہ ہم حضور کی مجلس میں ایسے بیٹھتے تھے کہ " کان علیٰ رؤسنا الطیر " جیسے ہمارے سروں پر پرندے
بیٹھے ہوں ( کہ سر اٹھانے سے ان کے اڑنے کا احتمال ہو )[4]

---

۱ ۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعت گوئی ( بشیر احمد قادری ) ص ۱۳۲

۲ ۔ اردو میں نعتیہ شاعری ( ڈاکٹر اشفاق ) ص ۱۰۳

۳ ۔ خیر البشر کے حضور میں ( ممتاز حسن ) دیباچہ

درگاہِ رسالت مقامِ ادب ہے اور جس طرح اس کا احترام ہمارے ایمان کا خاصہ ہے اسی طرح نعتیہ مضامین کے اظہار اور پیشکش میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و
کا احترام نہ صرف ضروری بلکہ لازم بھی ہے یہاں موضوع یا طرزِ ادا میں کسی قسم کی بے باکی نہ صرف یہ کہ خطاکاری ہے بلکہ ناقابلِ معافی گناہ بھی ہے بقول عزت
ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر ۔ نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

حضور اکرمؐ کی محبت کے اظہار میں اگر ہوش و بصیرت سے کام نہ لیا جائے تو ہر قدم پر لغزش کا امکان ہے اس لئے ہر راہرو اس مقدس راہ سے کامیا
زر سکتا یہ کوئی دنیا کا مرحلہ نہیں ہے کہ قدم پس و پیش کو نظرانداز کرکے بلا خوف و احتیاط کے گرد و غبار اڑاتا بڑھتا چلا جائے "[1]
اسی سبب عرفیؔ نے کارِ نعت کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے کہا ہے ۔

عرفی مشتاب این رہِ نعت است نہ صحراست ۔ ہشیار کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را ۔

چونکہ آپ کے ادب و احترام اور شانِ اقدس میں ذرا سی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش نعت نگار کے خیالات و الفاظ کو تو کیا ایمان و اعمال تک کو غارت
یتا ہے

نعت گو شعراء نے اسی ادب و احترام کے باعث اپنے گنہگار ہونٹوں سے آپ کا نام مبارک لینے اور خود کو کسی بھی حوالے سے آپ کی ذاتِ اقدس سے نسبت دینے
بڑی بے ادبی قرار دیا ہے ۔ کسی کا کتنا خوبصورت شعر ہے ۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ۔ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

نعت کے ناقدین نے نعت کے ادب کے پیشِ نظر اکثر اپنی تحریروں میں اس شعر کا حوالہ دے کر نعت کے صنفی مقام و مرتبہ کی نشاندہی کی ہے ۔
حضور اکرمؐ کی ذات سے ادب و احترام کو ناقدینِ نعت اور شعرائے نعت نے صرف موضوع و مضامین اور طرزِ بیان و ادا تک محدود نہیں رکھا
نعت کی مجموعی فضا کا اس سے معمور ہونا ضروری خیال کیا ہے ۔

## (۱) مضامین

بقولِ مولوی عبدالحق "نعت میں وہی ذکر ہونا چاہئیے جو خدا کے نبی کے لئے شایان ہے اور جس کے پڑھنے اور سننے سے
ل پر روحانی اور اخلاقی اثر پڑے اور معلوم ہو کہ کمالِ بشریت اسے کہتے ہیں نہ یہ کہ تمام نعتیہ قصائد سننے کے بعد دل پر یہ اثر ہو کہ کسی شاہدِ رعنا
وش و خوش اندام ، نازک بدن کی تعریف ہے "[2]

مضامینِ نعت میں ادب و احترام کے تقاضے ہی کے پیشِ نظر ممتاز حسین نے نعت میں اس عاشقانہ اور جذباتی شاعری کی حوصلہ شکنی کی ہے جو ہندی
ں کا انداز لئے ہوئے ہے اور جس کا مرکز کرشن جی مہاراج ہیں ۔

مثلاً ۔ مدینے میں مورا پیا بالا ہے رے

یا اسی طرح غزل سے خاص مضامین کی حامل نعتوں کو بھی حقیقی کلام سے فروتر سمجھا ہے ۔

مثلاً ۔ اے دوستو فرقت میں مری مرتے ہو ناحق
اے چارہ گرو فکرِ دوا کرتے ہو ناحق

اچھا نہ کبھی ہوں گا میں بیمارِ نبیؐ ہوں

بقولِ ممتاز حسین "یہ اس ذاتِ گرامی کے متعلق کہا گیا ہے جو جسم و روح کی بالیدگی اور توانائی کا سرچشمہ ہے ۔"[3]

---

۱ ۔ ارمغانِ نعت (شفیق بریلوی) ص ۳۶
۲ ۔ عبدالحق ، ڈاکٹر ، مولوی ۔ چند ہم عصر ص ۳ بار اول
۳ ۔ ممتاز حسین (خیر البشر کے حضور) ص ۱۷

نعت کے ادب و احترام کا تقاضا ہے کہ ایسے مضامین سے اجتناب کیا جائے ۔

نعت کے مضامین میں ایک نمایاں موضوع " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر " سے متعلق ہی ہے اس مضمون نعت میں نعت گو شعرا
زیدہ ملائکہ اور جملہ انبیاء پر آپ کی برتری اور فضیلت کا ذکر کرتے ہیں بعض اوقات اس شرف فضیلت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے زور بیان میں ا
ن بھی ہو جاتا ہے جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکل آتا ہے ۔ میر حسن کے یہ شعر دیکھئے

مسیح اُس کے خرگاہ کا پارہ دوز ۔ تجلیٔ طور اُس کی مشعل فروز
خلیل اُس کے گلزار کا باغباں ۔ سلیماں سے کئی مہر دار اُس کے ہاں
خضر اُس کی سرکار کا آب دار ۔ زرہ ساز داؤد سے واں ہزار [1]

اسی طرح سودا کا یہ شعر ۔

کرے جو ہمسری اُس سے کسے تاب ۔ کہ نبیوں سے ہیں بڑھ کے اُس کے اصحاب [2]

بقول ریاض الحسن " نعت چونکہ الفت رسول کی ولولہ انگیزی اور جوش محبت کی ترجمان ہوتی ہے اس لئے نعت گو شعراء سرور و محبت کی بے خو
یں منہاج اعتدال سے لغزش کر جاتا ہے اور دوسرے انبیاء سے رحمت عالم کا تقابل کر کے ایسے الفاظ کہہ جاتا ہے جو درحقیقت نعت رسول نہیں ہوتے
مداح میں توہین انبیاء کرام کا مفہوم مضمر ہوتا ہے ۔" [3]

نعت میں اس انداز کے مضامین ہی نعت گوئی کے ادب و احترام کے منافی ہیں اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام پر فضیلت اور شر
صل ہے مگر اس شرف کے اظہار میں کسی ایسے پیرایہ اور تقابل سے گریز کرنا چاہیے جس سے دوسرے انبیاء کی شان میں کسی گستاخی یا توہین کا
حتمال بھی ہو تا ہو کیونکہ دوسرے انبیاء کی توہین گمراہی اور کفر کے مترادف ہے

احادیث رسول اکرم میں حضور اکرم نے جس محبت سے دوسرے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے اُسے ملحوظ رکھنا چاہیئے ۔ حضور اکرم نے اپنے شرف
و فضیلت کا اظہار (کسی مقام پر بھی) کرتے ہوئے کسی دوسرے نبی یا پیغمبر کا ذکر استخفاف اور استہزاء و توہین کے انداز میں نہیں کیا ۔ اور اس آیہ مبارک
دہان مبارک سے کسی ایسے فقرے، جملے یا اشارے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ۔

فن نعت، نعت گو شعراء سے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ اظہار شرف خیر الانبیاء میں اس موضوع کے جملہ تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھیں ۔ صحیح
سلامی تصور یہ ہے کہ دیگر انبیاء کرام کی پیغمبرانہ عظمت اور شان رسالت کا شعور رکھتے ہوئے اور اُن کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ
شان فضیلت اور شرف و بزرگی کا ذکر کیا جائے ۔

## ب) طرز اظہار

مضامین نعت کے ساتھ وہ چیز جس کا تقاضا نعت گو شعراء سے کیا جاتا ہے وہ طرز اظہار و بیان میں شائستگی
ور خوش سلیقگی کا وہ انداز ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کا مظہر ہو ۔

جیسا کہ بابائے اردو نے کہا ہے " نعت کا جو طرز ہمارے شعراء نے اختیار کیا ہوا ہے وہ بہت قابل اصلاح ہے ہمارے ہاں شاعری کی بنیاد
غزل پر سمجھی گئی ہے جو ایک لحاظ سے کمترین قسم شعر ہے اس لئے تغزل کا رنگ کچھ ایسا چھا کہ ہر جگہ جا و بے جا اس کی جھلک نظر

---

۱ ۔ سحر البیان ۔ [illegible] (میر حسن) ص ۲۳ مرتبہ احسان الحق
۲ ۔ کلیات سودا ۔ جلد دوم ص ۸۶
۳ ۔ حنفی لائل پور (اعلیٰ حضرت نمبر) ص ۲۴ اپریل ۷۳ء (مقالہ : شعری حسن اور کلام رضا)

ہے بھلا نعت میں زلف و کمر، خال و خط سے کیا تعلق ۔ ۔ ۔ ۔ "[۱]

فضا میں نعت کے تغزلیہ طرزِ اظہار کی مذمت کرتے ہوئے کم و بیش ہر ناقدِ نعت نے عاشقانہ انداز کی اُن غزل نما نعتوں کو حقیقی نعتیہ کلام سے فرو تر سمجھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کا ایسا پیرایۂ اظہار جو غزل گو شعراء کے ہاں دنیاوی بلکہ بازاری معشوقوں کیلئے مروّج ہے نعت ، و احترام کے سراسر منافی ہی نہیں ناقابلِ معافی گناہ ہے ۔ اے ۔ ڈی ۔ نسیم ایسی ہی نعتوں (جن میں حضور اکرم ؐ کی ذاتِ اقدس کو عام محبوبوں کے روپ میں پیش کیا گیا ہے) کے بارے میں کہتے ہیں کہ " یوں معلوم ہوتا ہے شاعروں کے عام محبوب کی جگہ رسول کا نام رکھ دیا ہے فرق صرف کے نام میں ہے شخصیت میں نہیں ۔"[۲]

لانا ابوالاعلیٰ مودودی نعت میں اس انداز کو سوئے ادب خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ " عام نعت گو شعراء جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ رق نازنین فرض کرکے آپ کے سراپا کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور آپ کے جسمِ عنصری بلکہ اعضائے مبارک کی تعریف کرتے ہیں یہ انداز کلام یدہ اور سوئے ادب کا پہلو لئے ہوئے ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و محاسن بیان کرتے وقت وقار اور متانت اور تعظیم و توقیر ن اختیار کرنی چاہیئے "[۳]

نعت میں ادب و احترام کی اسی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے مرزا محمد منورؔ کہتے ہیں ۔ " نعت کے ہر شعر میں نعت کا ایسا قرینہ موجود ہونا چاہیے عام مضامینِ غزل سے متمیز ہو اور ظاہر ہے کہ یہ آسان کام نہیں اس کے لئے خالی قادر الکلامی ہی نہیں مزاج کے ذہنی رکھ رکھاؤ اور ماغ کی بیداری درکار ہے "[۴]

ج) انتخابِ الفاظ

طرزِ ادا ہی سے متعلق ایک اور نازک مقام جو نعت گو سے احتیاط اور ذمہ داری کا تقاضی ہے وہ نعت فاظ کا انتخاب ہے نعت کی فضا چونکہ غزل سے مختلف ہے لہٰذا موضوع کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب میں بھی ایک پاکیزگی اور شائستگی ساس کارفرما ہونا چاہیئے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور شیفتگی کا شرف اس امر کا متقاضی ہے کہ نعت میں ایسے کسی بھی لفظ کے استعمال سے و کیا جائے جس سے کسی گستاخی ، غیر شائستگی یا سوقیانہ پن کا اظہار ہوتا ہو یہ مقام اتنا نازک ہے کہ آدابِ نعت سے واقف بڑے پختہ شاعروں سے بھی کہیں اس مقام پر لغزش ہوجاتی ہے

عرفی کا وہ نعتیہ قصیدہ جس کا مطلع ہے ۔

جہدم چون در دمعدل صور شیون زائے من ۔ آسمان حسن قیامت گرد و از غوغائے من

اس میں ایک شعر ہے ۔

سایۂ من ہمچو من در ملک ہستی اقتست ۔ سایۂ تو در عدم پیغمبر یکتائے من ۔

ز فتحپوری کے بقول عرفی صرف یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس طرح رسول اللہؐ کا سایہ معدوم تھا اسی طرح میرا ثانی بھی معدوم ہے لیکن

---

۱ ۔ چند ہم عصر ۔ مولوی عبدالحق ص۴

۲ ۔ اُردو شاعری کا مذہبی و فلسفیانہ عنصر (اے ۔ ڈی ۔ نسیم) ص۲۲۶

۳ ۔ ماہنامہ محدث لاہور (رسول نمبر) ۱۳۹۶ھ

۴ ۔ در فغان کہ ذکر ک (راجا رشید محمود) ص۱۲۷

مفہوم کو اس قدر الجھے ہوئے الفاظ میں بیان کیا ہے کہ سچ پوچھئے تو مفہوم ہی غائب ہو جاتا ہے۔ پہلے مصرعہ میں ہمہ تن اشارت، ملک تکلف و آورد ہے اور دوسرے مصرع میں "پیغمبر سہتا ہے من" لکھنا بے ادبی اور گستاخی کی حد تک پہنچتا ہے۔ سامنے کا کھلا ہوا لفظ "یکتا" تھا مگر اسے چھوڑ کر "سہتا" لکھنا عجیب بات ہے۔

عرفی نے یہ قصیدہ مدحِ رسول اللہ میں لکھا ہے اور اس قصیدہ میں ایک شعر یہ بھی پایا جاتا ہے

ہ شاہدِ عصمت تلاش محبت من کہ کند ۔ خونِ حیض دختر رز جو شد از لب ہائے من۔

کیا اس سے زیادہ فحش، گندہ شعر کوئی اور ہو سکتا ہے "[1]

اس طرح کے الفاظ کا استعمال آدابِ نعت تو دور کی بات ہے معیاری غزل گوئی کے سلیقہ کے بھی خلاف ہے

## (ب) تشبیہ و استعارات

✓ نعت گو کیلئے ضروری ہے کہ وہ تشبیہات و استعارات میں بھی موضوع کے آداب و احترام کو ملحوظ رکھے اور نعت کے اظہار میں ایسی تشبیہ یا استعارہ سے گریز کرے جس سے نعت کی پاکیزگی اور شائستگی متاثر ہوتی ہو۔

بشیر احمد قادری نے اس ضمن میں اطہر ہاپوڑی کے اس مطلع نعت کو رقم کیا ہے جس پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے اس کی قلم برداشتہ اصلاح فرمائی۔ مطلع ہے۔

ہ کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے ۔ مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے۔

مولانا نے یہ مطلع سن کر فرمایا کہ مصرع ثانی مقامِ نبوت سے فروتر ہے حضور علیہ السلام کو لیلیٰ سے اور گنبد خضریٰ کو خیمہ لیلیٰ سے تشبیہ دینا عاشقانِ رسول کے شایانِ شان نہیں "[2] آپ نے اس کی اصلاح یوں فرمائی۔

ہ کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے ۔ قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے

اس طرح نہ صرف یہ کہ تشبیہ کا عامیانہ پن ختم ہو گیا بلکہ مطلع میں فن نعت کی مطلوبہ طہارت و پاکیزگی بھی پیدا ہو گئی

نعت میں اس طرح کی تشبیہات و استعارات کا استعمال دراصل شاعروں کے فکر و فن پر غزل کے گہرے اثرات کا نتیجہ ہے وہ شعراء جنہوں نے غزل کے ساتھ ساتھ نعت بھی لکھی اُن کی نعت گوئی میں تغزل کا رنگ، غزل کے مخصوص علائم و رموز اور تشبیہات و استعارات کا استعمال بھی آتا ہے جو ایک خاص حد تک تو گوارا ہے مگر حسن کا رنگ عامیانہ اور بازاری ہے ان تشبیہات و استعارات سے گریز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تشبیہ و استعارہ کا سوقیانہ مزاج نعت گوئی کے آداب کے خلاف ہے۔

## (۵) اندازِ خطاب

✓ نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے بھی اس امر کا احساس رہنا چاہیئے کہ شاعر کے لب و لہجہ میں منصبِ رسالت کا پورا پورا خیال ہے۔ اور آپ سے خطاب کرتے وقت وہ کوئی ایسا لفظ یا پیرایۂ خطاب استعمال نہ کرے جس سے شانِ رسالتمآب میں گستاخی کا احتمال ہو۔

رنگینی اور تغزل نگاری کی کوشش میں بعض اوقات نعت گو شعراء عامیانہ اندازِ بیان پر اتر آتے ہیں اور حضور اکرم سے خطاب کرتے ہوئے معاذ اللہ بت، سنگدل، قاتل اور ستمگر ایسے نازیبا الفاظ استعمال کر جاتے ہیں جو دنیوی محبوبوں کیلئے موزوں ہوں

---

۱۔ نگار پاکستان فروری ۶۵ء نیاز فتحپوری ص ۱

۲۔ مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی (مقالہ) بشیر احمد قادری ص ۱۲۱ بحوالہ ماہنامہ "عرفات" لاہور اعلیٰ حضرت نمبر اپریل ۶۹ء ص ۳

ں مگر محبوبِ خدا کی شانِ اقدس کے سراسر منافی ہیں اس طرح وہ شعراء نہ صرف نعت میں تفریط کے مرتکب ہوتے ہیں [illegible]
یانہ اور بازاری سطح پر لے آتے ہیں۔

نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے اور آپ کا نام نامی لیتے ہوئے انتہائی ادب و احترام کی ضرورت ہے [illegible] نعت کے ناقدین
صوفیائے کرام نے اس لازمہ نعت کی اہمیت اور فضیلت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں قرآنِ کریم کے اُن مقامات کا ذکر کیا ہے
ں خدا تعالیٰ نے حضور اکرمؐ سے خطاب فرمایا ہے۔

واضح ہو کہ قرآنِ مجید میں آپ کو ہر جگہ اسمائے صفات سے یاد فرمایا گیا ہے کہیں یا ایہا المدثر، کہیں یا ایہا المزمل اسی طرح یا ایہا النبی
و یا ایہا الرسول وغیرہ جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن میں اُن کے نام یا عیسیٰ، یا موسیٰ، یا یحییٰ وغیرہ
لئے ہیں۔

نعت گو شعراء کو بھی قرآن کے انداز و آداب کی پیروی کرتے ہوئے کوشش کرنی چاہئے کہ نعت میں بھی جہاں تک ممکن ہو اس کا
رکھنا چاہیئے کہ نام والا کی بجائے اسمائے صفات آئیں کسی شاعر نے اسی اصول کے تحت ہی کہا ہے

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب — ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است[1]

اس ضمن میں قرآنِ کریم کا یہ ارشاد بھی پیشِ نظر رہنا چاہیئے۔ " و تعزروہ و توقروہ (اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو) "[2]
نعت کے لوازمات میں ادب و احترام کے بہت سے پہلو (جن کا تعلق موضوع، زبان و بیان، انتخابِ الفاظ، تشبیہ و استعارہ اور [illegible]
اندازِ خطاب سے ہے اور جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے) نعت کی مجموعی فضا کو ادب و احترام کے ان جذباتِ عالیہ سے سرشار کرتے ہیں
کہ نعت متقاضی ہے درحقیقت نعت بے ہی شانِ رسالت کا ادب و احترام —— احترام وہ نقطۂ مستنیر ہے جہاں سے جملہ نعت
جملہ لوازمات کی شعاعیں پھوٹتی ہیں اور اسی نقطہ پر اُس کے مقتضیات کے تمام دھارے آکر سمٹتے ہیں ایک اعتبار سے نعت کی توضیح
رسول اکرمؐ کا احترام ہی سب کچھ ہے باقی لوازماتِ نعت دراصل اسی کی مختلف شکلیں اور تفسیریں ہیں اور اسی لازمۂ نعت کے
سبب ماجد کے لفظوں میں " نعت لکھنے والوں کا مرتبہ انسانی اکتسابات کی معراج ہے اُس کا سر ساکنِ دیوارِ حبیب کی منزل ہے
فرشتوں کا ہم زبان ہے اور تمام ارواحِ مبارکہ کا ہم نوا ہے اُس کی زبان پر اُس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدح ہے جس کی
مدح خود ذاتِ باری نے کی ہے"[3]

(۲) حقیقت نگاری

نعت کا ایک اور اہم لازمہ مبالغے سے پرہیز اور حقائق کے بیان سے متعلق ہے اگرچہ تخیل اور محاکات
شعر کے ترکیبی عناصر ہیں اور ندرت و مبالغہ اس کی روحِ رواں، جب تک شعر میں تخیل کی نادرہ کاری
اور مبالغہ کی رنگ آمیزی نہ ہو شعر ایک پارۂ بے کیف، گلِ افسردہ اور شمعِ بے دود بن کر رہ جاتا ہے مگر نعت میں تخیل کی مینا کاری صرف
خوبیِ بیان، طرزِ ادا، بندشِ الفاظ، حسنِ تشبیہ اور رنگین استعارہ تک محدود ہے نعت کے معانی و مضامین میں تخیل کی جدت طرازی اور
مبالغہ کی حسن آرائی شجرِ ممنوعہ اور ام الخبائث کی حیثیت رکھتی ہیں۔

نعت میں کوئی ایسا مضمون بیان کرنا جو واقعیت کے خلاف اور اصلیت کے منافی ہو اور جس کی اساس محض خیال اور آرائشِ مبالغہ

---

۱۔ [illegible] "بریلی" ص ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳
۲۔ قرآنِ مجید پ ۲۶ ع ۹
۳۔ بامِ عرش (سید منظور احمد مجبور) ص

نعت کے جادہ جمال پر بادہ گوئی کی گرد ، ہرزہ سرائی کا غبار اور دروغ بافی کی سیاہی مل دیتا ہے ۔ اور وہ نعت اظہارِ عقیدت اور جلوۂ ایقا
ن شاعر کی خود نمائی اور شعر کی کیفیتِ ذہنی کا مظہر بن جاتی ہے

ت درحقیقت وزن و بحر اور قافیہ ردیف کی حد بندی میں موزونیتِ الفاظ ، سلاست زبان اور چستی بندش کے ساتھ عشقِ رسول کی نغمہ سنجی
سرائی کا نام ہے ۔ اس لئے اس میں صداقتِ مضمون ، واقعیتِ مفہوم اور حسنِ محاکات کے سوا رنگینیٔ خیال اور ندرتِ تخیل کی کوئی گنجائش
ارباب سخن نے مضمونِ شعر کی اصلیت کو فنِ شعری میں سب سے زیادہ اہمیت کا درجہ اور اولیت کا رتبہ دیا ہے ۔ لیکن اس کے مفہوم کو اتنی وسعت
کہ حقیقتِ نفس الامری کی حدود و قیود سے تجاوز کر کے امکانِ عقلی ، تصورِ شعری اور مسلماتِ شعری کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے نعت
ت ۔ اصلیتِ مضمون کی اس وسعت کی متحمل ہی نہیں اور حقیقتِ نفس الامری اور واقعیتِ متعینہ سے سر مو انحراف کرنا یہی مسلک
گوئی میں ضلالِ مبین ، حرام قطعی اور گناہِ کبیرہ کی حیثیت رکھتا ہے " [۱]

یہ اقتباس ریاض الحسن کے مضمون " شعری حسن اور کلام رضا " سے لیا گیا ہے جس میں انہوں نے نعت میں مبالغہ سے اجتناب اور حقیقت
کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت کی ہے ۔ اسی موضوع پر " نعت گوئی کے آداب اور حدودِ شریعہ " کے عنوان سے ( ایک سوالنامے کے
میں ) عصرِ حاضر کی معروف مذہبی شخصیات نے ماہنامہ " محدث " لاہور کے رسولِ مقبول نمبر ( ۱۳۹۶ھ ) میں اظہارِ خیال
ہوئے نعت میں مبالغہ کی حیثیت پر شرعی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی ہے ۔

مولانا مفتی محمد شفیع کہتے ہیں " شریعتِ اسلامیہ میں چونکہ حدود کی رعایت بہت زیادہ اہمیت ہے لہٰذا نعت گوئی میں
کی تو بالکل گنجائش نہیں اور ایسا مبالغہ جو حدودِ جھوٹ میں شامل ہو وہ بھی جائز نہیں تشبیہ و استعارہ کلام میں استعمال کر لیا
تو اس کی گنجائش ہے " [۲]

مولانا محمد یوسف بنوری کے خیال میں " مبالغہ اگر حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہ کرے تو گنجائش ہے وہ مبالغہ جو کفر و شرک اور صریح
ب پر مشتمل ہو کسی حال میں درست نہیں " [۳]

مولانا حافظ محمد گوندلوی کی رائے میں " مبالغہ ایسا جائز نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ نبوت اور مقامِ رسالت سے اٹھا کر
ت کی حدود میں داخل کر دیں اس طرح کرنا ناجائز ہے باقی مقامِ رسالت کے اندر ہر قسم کی تعریف جائز ہے " [۴]

مولانا محمد چراغ کے بقول " شعر کی بنیاد ہی مبالغہ پر ہے اس لئے شعر میں مبالغہ کی گنجائش ہوتی ہے بشرطیکہ کسی نصِ قطعی یا عقل کے خلاف
نعتِ نبوی میں بھی اس حد تک جائز اور روا ہے " [۵]

مولانا مودودی نے نعت میں مبالغے کے جواز اور عدمِ جواز کی حدود کو مثالوں سے واضح کیا ہے وہ کہتے ہیں " صرف نعت ہی نہیں ہر طرح کے کلام
مبالغہ صرف اس حد تک جائز ہے کہ اس کے پیچھے یا اس کے نیچے اصل حقیقت بالکل چھپ کر یا دب کر نہ رہ جائے بلکہ سامع و قاری باآسانی
لے کر حقیقتِ نفس الامری کیا ہے جسے مبالغے کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے مثال کے طور پر یہ شعر ہے ۔

---

۱ ۔ ماہنامہ حنفی لائل پور اپریل ۷۲ء ص ۳۲ ( ریاض الحسن کا مضمون " شعری حسن اور کلام رضا )
۲ ۔ ماہنامہ " محدث " لاہور ( رسول مقبول نمبر ) ص ۲۰۹
۳ ۔ ایضاً ص ۲۰۹
۴ ۔ ایضاً ص ۲۰۸
۵ ۔ ایضاً ص ۲۰۹

؎ حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری ، آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں مبالغہ تو ہے لیکن دوسرے مصرعہ نے واضح کر دیا ہے کہ مقصودِ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و صفات معیت اور ہمہ گیری تھی، دوسرا شعر یہ ہے۔

؎ کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے ۔ ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے ۔

اس شعر میں ایسا مبالغہ ہے جس کی اجازت ذاتِ باری کی شانِ واحدانیت و خلاقیت نہیں دیتی اور اس کے ڈانڈے شرک سے جا ملتے ہیں [۱]

اس ضمن میں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ نعت "ایک ایسے ممدوح کی مدح ہے جس کی بارگاہ میں مبالغہ قربتِ ممدوح کا ذریعہ نہیں بن سکتا اور زبان اس بیان کو باریابی حاصل ہے جو صادق البیانی کی ترجمانی سے محروم ہے پھر صدق و صفا کی زندگی کو سمجھنے صدق و صفا کی حقیقت اور اس کی کیفیت کو قلب و نظر میں بسائے بغیر کام نہیں چلتا" [۲] اس لئے نعت گو شاعر کے لئے ضروری ہے کہ دوسری اصنافِ سخن سے نعت کو یکسر مختلف سمجھے اور تخلیقِ نعت کے دوران میں تخیل کی پرواز کو شرعی حدود و قیود کے اندر رکھے اور حقیقت محمدی ... میں عقاید کی تفصیلات اور جزئیات تک کی صحت کا خیال رکھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھے آپ سے محبت کے باب میں ...تی کی بجائے، شیفتگی اور شوریدگی کی بجائے سپردگی کا مظاہرہ کرے اور آپ کے ذکر میں جوش کے ساتھ ہوش کو بھی ملحوظ رکھے۔

## ۵) متفرق لوازمات

مذکورہ بالا لوازمات کے ساتھ نعت کے بعض ناقدین اور نعت گو شعراء نے اپنی تحریروں میں معیاری نعت نگاری کے کچھ اور مقتضیات کی بھی نشاندہی کی ان میں شاعر کے لئے عقیدت کے ساتھ سیرتِ طیبہ پر گہری نظر [۳] تعلیماتِ رسالت سے قلبی اور ذاتِ رسالت و پیکرِ رسالت سے دلبستگی بلکہ والہانہ شیفتگی [۴] مقصدِ بعثت سے آگاہی، شعورِ مقامِ رسالت، دینی امور و مسائل واقفیت [۵] دینی بصیرت بلکہ عہدِ رسالت کی تاریخ [۶] سے بھی کما حقہٗ بہرہ ور ہونا ضروری ہے اس کے علاوہ تزکیۂ باطن قلب و نظر کی پاکیزگی، روح کی طہارت خیال و عقیدہ کی پختگی اور دل و نظر کی مسلمانی [۷] نیز جذبات کی صحت و صداقت [۸] بھی نعت کے لوازمات میں ہیں۔ موضوع کی اہمیت اور پیشکش میں احترام کے ساتھ شاعر کا زبان و فن پر عبور نیز ادبی زاویہ نظر سے شاعر کی ذہنی اور تخلیقی صلاحیت [۹] کی کارفرمائی کے بغیر بھی اچھی نعت کا تصور نہیں کیا جا سکتا نعت میں کیف و تاثر کیلئے، مزاج کے داخلی رکھ رکھاؤ اور ... دماغ کی بیداری [۱۰] کی بھی ضرورت ہے خالی قادر الکلامی سے بھی اچھی نعت نہیں کہی جا سکتی نعت میں حقیقی کیف اور لطافت

---

۱۔ ماہنامہ "محدث" لاہور رسول مقبول نمبر ص ۲۰۶

۲۔ اُردو کی نعتیہ شاعری (سید اشفاق احمد) ص ۵۶

۳۔ شاخِ سدرہ (عبدالکریم ثمر) ص ۵

۴۔ خیر البشر کے حضور (ممتاز حسین) ص ۱۴

۵۔ ظفر علی خان (ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار) ص ۱۶۴ (ب) نوائے ظہوری (محمد علی ظہوری) دیباچہ عزیز حاصل پوری ص ۶

۶۔ شاخِ سدرہ (عبدالکریم ثمر) ص ۵

۷۔ ہدیۂ عثمانی (عثمان احمد قاسمی) ص ۲ دیباچہ معین ندوی

۸۔ آہنگِ حجاز (چوہدری محمد فضل حق) ص ۱۱ " ضمیر جعفری

۹۔ ورفعنا لک ذکرک (راجا رشید محمود) ص ۱۲۷ تاثر (دیباچہ) مرزا منور

...س وقت پیدا ہو گی جب شاعر لوازماتِ فنِ نعت سے نہ صرف آگاہ ہو بلکہ یہ اس کے تخلیقی مزاج میں رچ بس جائیں۔ بقول مجید امجد حقیقتِ رسالت ...عظمت کے ادراکِ کامل، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذباتِ صادق سے بہرہ مند ہونا اور شاعر کے لئے اس جذبہ (عشقِ رسول) کو اپنے اعمال ...تصورات پر حاوی کرنا نعت گوئی کی ضروری شرائط ہیں ان کی نظر میں عشقِ رسول کا جذبہ روحِ نعت ہے اور مقامِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سچا ادراک ...نِ نعت ہے دونوں صفات ایک ہی جلوے کا پرتو ہیں اور یہ صفات جب آئینۂ شعر میں منعکس ہونگی تو نعت اس رتبہ کو پہنچ سکے گی جو اس کا مقصود ہے...
... فنِ شعر کے لحاظ سے اس کمال کے لئے کمالِ سخن وری اور نفسِ مضمون کے لحاظ سے اس کے لئے کمالِ آگہی درکار ہے اور پھر ان دونوں چیزوں کو جلا جس ...ز سے ملتی ہے وہ عشق کا سرمدی جذبہ ہے۔ جو لفظوں کو تجلیات سے بھر دیتا ہے اور معانی میں وسعتیں سمو دیتا ہے یوں نعت ایک مقدس آزمائش ہے ...نِ عقیدت کی رو سے جو ہر ایمان کی آزمائش اور غایتِ غایات کی جستجو کے ضمن میں قوتِ ادراک کا امتحان ۔ ۔ ۔ ۔ (نعت گو) کی فکر لامحدود کی حدیں ...ین بھی ہیں وہ قدم قدم پر نصِ قرآنی کا پابند ہے اُس کا ہر لفظ سرشارِ احترام ہی ہے احتیاط کی قدغن یہ کہ کہی گئی بات قرآنِ حکیم کے ارشاد کے مطابق ... اور احترام کا تقاضا یہ کہ مدح مرتبۂ رسالت کی حقیقی سطح پر فائز ہو جب تک زمان و مکان کے رموز جس طرح کہ وہ کلامِ الٰہی سے منکشف ہیں اس ...نگاہ میں نہ ہوں اُس کا بیان نا تمام اور اظہار نارسا ہے۔ نعت اُن ذی فضیلت لوگوں کا منصب ہے جن کی عمر عزیز معانیٔ قرآن کو پرکھنے ...ر اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے میں صرف ہوئی ہو اور جو اس روحانی سفر کے دوران پیش آنے والے مقامات کو شعری اظہار کی منزلوں تک ...ا سکیں "[1]

مجید امجد کے یہ خیالات (جو ایک نعتیہ مجموعہ میں دیباچہ کی حیثیت میں شائع ہوئے) صنفِ نعت کے لوازمات اور مقتضیات کے ضمن میں اب تک ...موضوع پر کی گئی گفتگو کا ماحصل ہیں مجید امجد کی رائے اس صنف کے تنقیدی جائزہ تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کی تخلیق میں پیش آنے وال...ن مشکلات کو بھی محیط ہے جس کا اندازہ ایک حساس اور ذمہ دار شاعر ہی کر سکتا ہے حقیقی اور معیاری نعت گوئی ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ...نے لوازمات کے سبب نعت نہایت دقیق اور ادق صنفِ سخن ہے نعت لکھتے وقت شاعر کو عقیدت وارادت کے نازک مقامات اور محسوسات کی جن لطیف ...حلوں سے گذرنا پڑتا ہے وہاں عام روش کی شعر گوئی کام نہیں آتی شاعر کا کمالِ فن اور الفاظ کا سلسلہ اپنی تمام اثر اندازیوں کے باوجود حضورِ اکرم ... توصیف کے مقام پر آکر عاجز ہو جاتا ہے مرزا غالب کی فارسی نعت کا یہ مشہور مقطع نعت گوئی میں شاعرانہ صلاحیتوں کے اسی عجز کا اعتراف ...ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است [2]

## ہیئتی تنوع

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی جا چکی ہے نعت کا تعلق صرف موضوع سے ہے کسی مخصوص ہیئت سے نہیں۔ اس میں پابند...رف اس صنف کے داخلی پہلو یعنی مواد اور موضوع کی کی جاتی ہے اور اس کے مضامین حضورِ اکرمؐ سے عقیدت و محبت، اُن کی سیرت مبارک...تذکار اور بنی نوع انسان پر اُن کے فیوض واحسانات کے ذکر سے متعلق ہوتے ہیں موضوع کی پابندی اور التزام ہی دراصل نعت کہلاتا ...ہ پیرایۂ اظہار کچھ بھی ہو موضوع کا یہ تعلق اور نسبت برقرار رہنی چاہیئے کہ اس نسبتِ گرامی کی عدم موجودگی سے نعت نعت نہیں رہیگی
جہاں تک نعت کے خارجی پہلو کا تعلق ہے اس کے لئے کسی ہیئتی ڈھانچے کی ضرورت نہیں اس کے لئے زبان وادب کے کسی بھی

---

۱۔ بامِ عرش (سید منظور احمد مہجور) ص۔
۲۔ غزلیاتِ غالب (فارسی) (مرزا غالب) ص ۶۹ (مرتبہ وزیر الحسن عابدی)

یہٴ اظہار، طرزِ بیان اور ہیئت کو اختیار کیا جاسکتا ہے اگرچہ عام طور پر نعت سے مراد حضور اکرمؐ کی منظوم مدح ہی لی جاتی ہے اور مروجہ مفہوم میں اس کا
نظم ہی سے ہے لیکن اصولی طور پر اس امر کی پابندی نہیں لگائی جاسکتی کہ نعت لازماً نظم ہی میں لکھی جائیگی نعت خطاب اور نثر میں بھی ہوسکتی ہے اسی سبب
کے ناقدین اور مرتبین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ستائش میں کہے جانے والے بعض خطابیہ جملوں اور نثر پاروں کو بھی نعت ہی میں شمار کیا ہے اس
میں شاہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کا خطبہ اور ام معبدؓ کی زبان سے حضور اکرمؐ کے حلیہ مبارک کا بیان قابلِ ذکر ہیں ۔[1]

خطابیہ نعت پاروں کے علاوہ نثر میں بھی دو طرح کے نعتیہ نمونے نظر آتے ہیں ایک کو نثر کی کتابوں (داستانوں، تذکروں اور دینی و مذہبی رسالوں) کے
میں حمد کے بعد نعت کے التزام کے نتیجہ میں لکھی جانے والی نعتیہ نثر شامل ہے جیسے بعض اوقات مصنف اپنے طور پر بھی نعت کا نام دیتے ہیں مثلاً
ور بخش حیدری " گلِ معرفت" کے آغاز میں (حمد کے بعد) نعت کے عنوان سے رقم طراز ہیں " نعت ہے اُس رسولِ مقبول کی جسکو حق تعالیٰ نے
نورِ خاص سے پیدا کیا کہ وہ ہر دم گمراہوں، گنہگاروں کا شافع و راہنما ہو رحمت خدا کی نازل ہو جیو اس پر اُس کی آل پاک و وصی برحق پر "[2]
نثری نعت کی اس روایت کا التزام عربی و فارسی اور اردو نثر کی کم و بیش تمام کلاسیکی کتابوں میں نظر آتا ہے آجکل بھی (نثری ادب کی کتابوں کے سوا)
مذہبی اور علمی کتابوں کے آغاز میں اس التزام کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں

نثری نعت کی دوسری قسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں لکھے گئے وہ نثر پارے ہیں جنہیں اُن کے مصنفین نے نعت کے عنوان سے تو نہیں لکھا
ان کی بعض داخلی خصوصیات اور نعتیہ خوبیوں کے سبب بعض مرتبین و ناقدینِ نعت نے اپنے اپنے طور پر منتخب کرکے نعت کا مقام و مرتبہ اور نام دے دیا
اس ضمن میں کتبِ سماوی اور صحائفِ آسمانی میں سے وہ مقامات جن کا تعلق آنحضرتؐ کے بارے میں پیش گوئیوں اور مبشرات سے ہے خاص طور پر قابلِ ذکر
سیرت و نعت کی کئی کتابوں میں ایسے نثریہ کلمات کو جداگانہ طور پر نعت کے عنوان سے نقل کیا گیا ہے ۔[4]

اسی طرح مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبیؐ کا وہ حصہ جو "ظہورِ قدسی" کے عنوان سے درج ہے[3] اور جس میں حضور اکرمؐ کی ولادت مبارک کا بیان
قابلِ ذکر ہے بعض مرتبینِ نعت نے آنحضرتؐ کی سوانح و سیرت میں لکھے جانے والے اسی انداز کے بعض اہم حصوں خصوصاً جن میں شعری محاسن کے سبب
کا عنصر بھی موجود ہو کو بھی نعت شمار[5] کیا جاتا ہے

نعت نگاری کا ایک انداز وہ ہے جہاں نثر و نظم میں ملی جلی نعتوں کے نمونے ملتے ہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نثر کی بعض کتابوں کے آغاز میں مضامین نعت
اظہار کیلئے کہیں نثر اور کہیں نظم کا پیرایۂ اظہار اختیار کیا گیا مثلاً میر شیر علی افسوس "آرائشِ محفل" کے شروع میں حمد کے تین شعروں کے بعد نعت کی
یوں رجوع کرتے ہیں ۔

ہے اب نعتِ پیمبر کی مجھے فکر — کہ بہتر اس سے کوئی اب نہیں ذکر
محمدؐ نام ہے اُس پیشوا کا — خلاصہ ہے وہ سارے انبیاء کا ۔

زہے نصیب کہ ہم اُس کی امت ہوئے اب دغدغہ ہنگامۂ محشر کا مطلقاً نہ رہا اور خوف حساب کتاب کا یک لخت دل سے اُٹھ

---

۱ ۔ بحوالہ ارمغانِ نعت (مرتبہ شفیق بریلوی) ص ۱۷
۲ ۔ گلِ مغفرت "حیدر بخش حیدری" ص ۷
۳ ۔ سیرت النبیؐ (علامہ سید سلیمان ندوی)
۴ ۔ مثلاً غزل الغزلات ، عہد نامہ قدیم باب پنجم آیت ۱۰ ۔ ۱۶ میں تشبیہاتِ سلیمان ملاحظہ ہو
۵ ۔ آرائشِ محفل (میر شیر علی افسوس) ص ۳

ابیات ۔

کیسے اب گناہوں کا ہے اپنے غم ۔ کہ اپنا نبیؐ ہے شفیعِ امم

ہیں اک ذرا ترسِ نارِ جحیم ۔ کہ حامی ہے اپنا رسولِ کریمؐ ۔ ۔ ۔ ۔ " [۱]

نظم و نثر کا یہ امتزاج نعت کے جداگانہ اسلوب کا حامل ہے عربی، فارسی اور اردو کے کلاسیکی نثری ادب میں ایسے بے شمار نمونے مل جاتے ہیں جہاں [illegible]ین و مصنفین نے نثر و نظم کے ملے جلے انداز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت تحریر کی ہے ۔

خطابیہ نعت، نثری نعت اور نثری و شعری نعت کے بعد ہم اپنے اصل موضوع یعنی شعر و شاعری (اصنافِ نظم) کے حوالے سے نعت کا جائزہ لیتے ہیں۔

نعت کا موضوع شاعری کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں حضور اکرمؐ کی توصیف اور اُن کی سیرت کا تذکار شعر کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں [illegible]کتا ہے ۔ نعت کے مضامین کو شاعروں نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن میں قلم بند کیا ہے جو صنفِ شعر جس عہد میں زیادہ مقبول و مروّج رہی ہے [illegible]ں صنف کو نعت کیلئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا ۔ غزل چونکہ ہماری شاعری کی مقبول ترین صنف ہے اور ہر دور میں اپنی داخلی خصوصیات اور مخصو[illegible] [illegible]ں کے سبب پسندیدہ رہا ہے لہذا نعت کے مضامین کیلئے بھی سب سے زیادہ غزل کی صنف ہی مستعمل رہی ساجد لکھنوی کے بقول " ابتدائے اُردو شاعر[illegible] اگر آپ بنظرِ غائر مطالعہ کریں تو آپ کو ۹۵٪ نعتیں غزل کے فارم میں ملیں گی " [۲]

نعت کے موضوع کیلئے صنفِ غزل کی مقبولیت کا بڑا سبب تو یہ ہے کہ کم و بیش ہر شاعر اپنی مشقِ سخن کا آغاز غزل ہی سے کرتا ہے اور غزل کے [illegible]وص ماحول اور مخصوص مزاج کے زیرِ اثر دوسری اصنافِ شاعری سے زیادہ غزل کہنے کی طرف ہی میلان و رغبت رکھتا ہے دوس[illegible] [illegible]یلاد کی محفلوں اور مجلسوں میں ترنم سے پڑھنے کے لئے غزل کی ہیئت ہی موزوں ہے اسی طرح قوالی اور سماع کے لئے غزل کی ہیئت سے بہتر کو[illegible] [illegible]سری ہیئت نہیں ۔ سماع میں جو اثرات اور وجد کی کیفیات سامع پر طاری ہونا چاہئیں وہ غزل کی ہیئتی خوبی (قافیہ و ردیف کی تکرار وغیرہ) [illegible] [illegible]طور پر اور کامیابی سے پیدا ہوتی ہیں ۔ نعت میں غزل کی ہیئت کو ان شاعروں نے خاص طور پر برتا جنہوں نے نعت کے جداگانہ دیوان مرتب [illegible] اور یوں دیوان کی ترتیب و تشکیل کیلئے کثرت سے غزل کی ہیئت میں نعتیں کہیں ۔ نعتیہ مشاعروں (خصوصاً طرحی مشاعروں) کے سبب بھی اس [illegible]ضوع کے لئے صنفِ غزل کے استعمال کا دائرہ وسیع ہوا ۔

غزل کے ساتھ نعتیہ مضامین کے اظہار کیلئے دوسری مقبول صنف جو دراصل غزل ہی کی مانند ہے (ہیئتی اعتبار سے) قصیدہ ہے [illegible] صنف چونکہ مدح و توصیف سے متعلق ہے لہذا قصیدے میں بھی نعت گوئی کی ایک طویل روایت موجود ہے عربی نعت کا تو قریباً سارا سرمایہ [illegible] قصیدہ پر مشتمل ہے معدودے چند نعتوں کے جو قصیدہ کی ہیئت سے باہر لکھی گئیں ۔ فارسی نعت کی تاریخ میں بھی نعتیہ قصائد کا ایک [illegible]قیع اور اہم حصہ ہے ۔ عربی، فارسی سے یہ روایت اُردو میں بھی منتقل ہوئی اور جیسا کہ ہم اُردو نعت کی تاریخ کا عہد بہ عہد جائزہ [illegible]یں گے اور اردو کے نعتیہ قصائد اور انکے ارتقاء و تاریخ کا بھی آئندہ ابواب میں مطالعہ کریں گے ۔

نعتیہ مضامین کیلئے قصیدے کی صنف کا بڑا سبب اس میں مدحت طرازی کا غالب عنصر ہے اس کے علاوہ دوسری خصوصیات جو [illegible]صیدہ کا لازمہ ہیں مثلاً شوکتِ الفاظ، اظہارِ علم و فضل، علوئے خیال، زورِ بیان، طمطراقِ تراکیب، مضمون آفرینی، بلند [illegible]پروازئ خیال، اور شکوہِ بحر وغیرہ جن کے باعث بھی قصیدہ کی صنف نعت گوئی کے لئے مستعمل رہی اگرچہ عہدِ جدید کے بعد نعت کیلئے [illegible] قصیدہ کا چلن بتدریج کم ہوتا گیا مگر ایک خاص طور تک شاعروں نے قصیدے میں اپنی ذہنی رسائیاں ضرور دکھائیں اور بطور ابتدا[illegible]

---

۱ ۔ آرائشِ محفل (میر شیر علی افسوس) ص ۳

۲ ۔ نغمۂ فردوس (شکیل بدایونی) ص ۱۰

میں اپنی فنی صلاحیتوں کا اظہار کیا ۔

عصر حاضر میں قصیدہ کی طرف رجحان میں کمی کا احساس ان طویل نعتیہ منظومات کے سبب دور ہو گیا ہے[1] جو غزل و قصیدہ ہی کی ہیئت میں ہیں اگرچہ اپنی قصیدے کے خاص لوازمات فنی اور اجزائے ترکیبی کی عدم موجودگی کے سبب بعینہٖ قصیدہ کا متبادل قرار نہیں دیا جا سکتا تا ہم قصیدہ کی خارجی ہیئت کی پابندی اور بعض دوسری خوبیوں مثلاً" وسعتِ خیال ، شوکتِ الفاظ ، تسلسل مضمون وغیرہ کے سبب ان میں قصیدہ سے مماثلت ضرور نظر آتی ہے سو کسی نہ کسی طرح صنفِ قصیدہ کے پرتو آج کی نعت میں بھی نظر آ رہے ہیں ۔

غزل و قصیدہ کے بعد نعتیہ مضامین کیلئے کثرت سے استعمال ہونے والی صنف مثنوی ہے ۔ مثنوی کی صنف اپنی مخصوص خوبیوں (مثلاً قصہ یا واقعہ کو تسلسل سے بیان کرنے ہر شعر کیلئے جداگانہ قافیہ و ردیف کی آزادی ، مندرجات کے ربط اور فطری بہاؤ کو قائم رکھنے کی آسانی وغیرہ ) کے سبب طویل مضامین کے اظہار کے لئے نہایت مناسب خیال کی جاتی رہی ہے اردو نعت کے ابتدائی دور کا بڑا سرمایہ[2] مثنوی ہی کی صورت میں تخلیق ہوا ۔ جیسا کہ ہم آئندہ ابواب میں دیکھتے ہیں کہ دکنی دور کے نور نامے ، معراج نامے ، مولود نامے اور دوسرے نعتیہ نظمیں مثنوی ہی کی ہیئت میں لکھی گئیں خصوصاً وہ طویل منظومات[3] جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کو موضوع بنایا گیا ہے مثنوی ہی کی صنف میں ہیں

یہ صنف طویل نعتیہ مضامین کے بیان میں بعد کو بھی مستعمل رہی حفیظ جالندھری کا " شاہنامۂ اسلام " جس کا ایک اہم حصہ نعتیہ مضامین پر مشتمل ہے ۔ مثنوی ہی کی ہیئت میں ہے عصر حاضر میں بھی نعت گو شاعروں میں غزل کے بعد جو صنف سب سے زیادہ مقبول ہے وہ مثنوی ہی ہے

حضور اکرم کی سیرت و سوانح ، غزوات و معجزات ، ولادت و وفات اور دوسرے نعتیہ موضوعات پر مشتمل مثنویوں کے علاوہ وہ مثنویاں جو جو نعت سے متعلق نہیں اُن کے آغاز میں بھی جزوی طور پر نعت کے کچھ اشعار آ گئے ہیں اگرچہ ایسے اشعار کا غالب حصہ رسمی انداز کا ہے پھر بھی مثنوی میں نعت یا نعتیہ عناصر کے ذیل میں ان کا ذکر ضروری ہے

غزل ، قصیدہ اور مثنوی کے ساتھ نعتیہ مضامین کے لئے اُردو شاعری کی دوسری اصناف کو بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے اگرچہ تعداد کے حساب سے دوسری ہیئتوں کا استعمال غزل و مثنوی کی نسبت سے کم ہے مگر نعت کے میدان میں اپنی شعری ضروریات اور تجربات کے مطابق شاعروں نے رباعی ، قطعہ ، مستزاد ترکیب بند ، ترجیع بند ، مثمن ، مسدس ، مخمس ، مربع ، مثلث ، فردیات وغیرہ ہیئتوں کو استعمال کیا ہے ۔ اسی طرح مرثیہ ، سلام ، سہرا ، لوری جن کا تعلق ہیئتوں کی بجائے شاعری کے مخصوص داخلی اسالیب سے ہے ان میں بھی نعت کا وافر ذخیرہ ملتا ہے مرثیہ کی تکنیک آپ کی وفات کے ذکر میں استعمال ہوئی اور سلام کا انداز آپ پر درود و سلام بھیجنے کیلئے ۔ سہروں اور لوریوں میں نعت کے نمونے اردو کے میلاد ناموں میں جا بجا نظر آتے ہیں اور تو اور ریختی کے انداز میں بھی آپ کی مدح و توصیف مل جاتی ہے ۔

وہ اصناف شعر جن کا تعلق ہیئت کی بجائے موضوع سے ہے اُن میں سے ایک ہجو ہے جس کے عناصر ایک قرینے کے ساتھ صحابہ کرام کی نعت گوئی میں خصوصیت کے ساتھ نظر آتے ہیں جیسا کہ نعت کے محرکات میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے ۔ نعت کا ایک محرک کفار مکہ کی بدگوئی

---

۱ ۔ مثلاً " عبدالعزیز خالد کی طویل نعتیہ منظومات " فارقلیط " اور " منحمنا " جو غزل ( قصیدہ ) کی خارجی ہیئت میں ہیں

۲ ۔ ملاحظہ ہو مضمون " اردو کے قدیم اور نعت گوئی " افسر صدیقی بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ ( رسول نمبر )

۳ ۔ مثلاً ہشت بہشت ( مولود نامہ یا معراج نامہ )

اور دریدہ دہنی کا جواب دینا بھی تھا ۔ چنانچہ اس لسانی جہاد میں صحابہ کرام نے کفار کی مذمت اور ان کی ہجو کے رد میں اپنی شعری صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا ۔ کتب سیر و مغازی[1] میں صحابہ کرام رض کی بیشمار منظومات اس انداز کی ملتی ہیں جہاں ایک طرف تو کفار کو کفر و گمراہی کا طعنہ دیکر ان کی شدید مذمت کی گئی ہے اور دوسری طرف اسلام اور پیغمبر اسلام کی صفات کا ذکر کر کے ان سے نسبت و تعلق پر فخر کیا گیا ہے۔ نعت کے دور اول کے ان ابتدائی نمونوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے ساتھ کفار کی ہجو بھی نمایاں ہیں ۔

علاوہ ازیں نعت پر ہندوستانی اثرات کے سبب بعض شاعروں گیت ، راگ اور دوہے کی ہیئت اور انداز کو بھی نعت کے لیے استعمال کیا۔ جدید دور میں جب انگریزی شاعری کے زیر اثر اردو شاعری نئی نئی ہیئتوں سے آشنا ہوئی تو نعت کے اظہار کے لئے سانیٹ ، نظم معرا ، آزاد اور نثری نظم کے پیرائے بھی استعمال میں آئے ۔ اسی طرح جدید دور میں طویل نظم نگاری (CANTO) کا رجحان (جو ایک اعتبار سے پرانی منظوم داستانوں اور مثنویوں ہی کا ایک جدید انداز ہے) شروع ہوا تو نعت گو شعراء میں بھی طویل نعت لکھنے کا رواج پڑا ، عصر حاضر کی طویل نعتیہ نظموں میں محشر رسول نگری کی " فخر کونین " ، مہدی نظمی کی " رحل نظر " اور احسان دانش کی " حادیث " قابل ذکر ہیں ۔ یہ مسدس کی ہیئت میں ہیں اور ان میں سے " فخر کونین " سب سے زیادہ طویل ہے یہ نظم تین ضخیم حصوں پر مشتمل ہے ۔

عبدالعزیز خالد کی " فارقلیط " اور " منحمنا " غزل کی ہیئت میں طویل نعتیہ نظمیں ہیں ، عمیق حنفی کی کتاب " صلصلۃ الجرس " ایک طویل نعت ہے ۔ جو بیک وقت پابند ، معریٰ اور آزاد نظم کی ہیئت اور تکنیک میں لکھی گئی ہے

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ نعت کا موضوع کسی ایک صنف ، ہیئت یا خاص شعری انداز سے مخصوص نہیں ۔ نعت کی فضا میں آکر ہر صنف اور ہیئت اور شعر و شاعری کے مختلف اسالیب نعت آشنا ہو گئے ہیں ۔ نعت کے موضوع نے اپنے اظہار کے لئے ہر صنف سخن کی خوبیوں اور خصوصیات سے فائدہ اٹھایا ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ نعت گو شعراء نے شاعری کی مروجہ اصناف ، مستعمل ہیئتوں اور متنوع اسالیب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و اذکار اور توصیف و مدح سے مشرف کر کے اُسے نعت کی صنف کے وسیع تر دائرے میں شامل کر لیا ہے " وسیع تر ہوتے " اس لئے کہ نعت کے موضوع میں پوشیدہ امکانات اتنے قوی ، لا محدود اور مؤثر ہیں کہ مستقبل میں شعری تجربوں کے نتیجہ میں سامنے آنے والے نئی ہیئتیں ، اصناف اور اسالیب سب ایک قرینے اور شائستگی کے ساتھ اس وسیع تر دائرے کا حصہ بنتے جائیں گے ۔

## نعت کی قسمیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار و مدح میں لکھے گئے اثاثہ نعت کو اگر بنظر غور دیکھا جائے اور اس صنف کا اس کے تخلیقی پس منظر اور محرکات کے حوالے سے حقیقی تجزیہ کیا جائے تو اس کی دو واضح قسمیں نظر آتی ہیں ایک رسمی نعت اور دوسری حقیقی نعت —— ان دو قسموں کے علاوہ موضوع ، ہیئتی ، مقصدی قلبی اور زمانی اعتبار سے نعت کے مختلف انداز اور اسلوب ہیں جنہیں نعت کی قسموں کی بجائے اس کے مختلف انداز اور اسلوب کہنا زیادہ موزوں ہے۔

## رسمی نعت

رسمی نعت کے ذیل میں وہ نعت آتی ہے جو محض ایک شعری روایت کے طور پر لکھی گئی شعراء اپنے دواوین کی ترتیب اور مثنوی یا منظوم داستان کا آغاز حمد و نعت سے کرتے ہیں سو اس شعری روایت اور رسم کے التزام کو برقرار رکھنے کیلئے کم و بیش ہر شاعر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں دو چار شعر ضرور کہے ہیں ۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی اس رسم کی مطابقت میں اپنے دواوین ، مثنویوں اور شعری مجموعوں کے آغاز میں نعت کے موضوع پر ایک نظم ا[illegible]

---

1. مثلاً سیرت ابن ہشام میں حضرت حسان بن ثابت رض کے وہ قصیدے ملاحظہ ہوں جو غزوات سے متعلق ہیں

نعتیہ اشعار لکھ کر اس روایت کو قائم رکھا ہے ۔ قدیم زمانے میں تو اس روایت کو نبھانے کا التزام تھا ہی ۔ عصر حاضر کے شعراء کے ہاں بھی اس کا نمونہ نظر آ جاتا ہے ۔

اس التزام میں دراصل حصولِ ثواب اور برکت کا وہ تصور شامل ہے جسے تخلیقِ نعت میں ایک محرک کی حیثیت حاصل ہے اس ضمن میں ڈاکٹر ریاض مجید نے اشفاق نے اربعین نووی اور مسند الفردوس (دیلمی) سے یہ حدیث درج کی ہے کہ " ہر مہتمم بالشان کام جو اللہ کی تعریف اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ شروع نہ کیا جائے تو وہ ناقص اور ہر برکت سے مٹا ہوا (محروم) ہے " اور اس حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس نے نثر و نظم، تحریر و تقریر (تمام) معاملات میں نعت کو لازم قرار دے دیا اور اس طرح ادب کے لئے پابندی عائد کر دی ۔

مذکور بالا حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے (اور اس کی نشاندہی خود ڈاکٹر اشفاق نے بھی کر دی ہے) لیکن مسلمانوں کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت اور شیفتگی کے سبب اسلامی معاشرت و تمدن ، تہذیب و ثقافت اور ادب و شعر میں اس حدیث کے نفسِ مضمون کی پابندی کی ایک طویل اور مستحکم روایت موجود ہے ۔ خطبات و تقاریر کے علاوہ مسلمانوں کی علمی و دینی ، فقہی و مذہبی ، معاشرتی ، سماجی ، تاریخی ، ادبی ، شعری نگارشات و کتب سے لیکر چھوٹی اور بڑی کتب تک میں آغاز تحریر (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کے ساتھ حمد و نعت (نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم) کے مضمون نے ایسی ہی ایک اور روایت کی حیثیت اختیار کر لی جس کے ساتھ ثواب اور برکت کا تصور و تاثر بھی شامل ہو گیا ۔ اور جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی میں ایک بار درود بھیجنا واجب ہے اسی طرح ہر نثار اور شاعر کیلئے فرض رہا ہے کہ حمد و نعت کو نثر یا نظم کے ساتھ شامل کرے ۔ ہر مہتمم بالشان امر کو حمد اور نعت کے بعد شروع کرنے کا حکم ہے اور بصورتِ دیگر کلام کو برکت سے محروم قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ رسمی اور روایتی طور پر نعت شعراء کے کلام میں ضرور شامل ہو گئی ۔[۲]

نعت کے اساسی محرکات میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا جذبہ اولیت کا حامل ہے اس لئے جہاں تک اس جذبہ کی صداقت اور نعت کے ذریعے اظہار کا تعلق ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایسے نعتیہ کلام کی تخلیق کے پس منظر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا جذبہ موجود نہیں یقیناً موجود ہے مگر اس جذبہ کا اظہار محض ایک عقیدہ کی بنیاد پر ہوا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم اردو کے موجودہ سرمایۂ نعت کا جائزہ لیتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ رسمی انداز میں کثیر تعداد میں نعتیں لکھی گئی ہیں ۔ لیکن چونکہ ان کے لکھنے والوں نے انہیں محض حصولِ ثواب و برکت اور درستیٔ عقیدہ کے لئے حمد کے ساتھ تمہیداً محض تبرک لکھا ہے لہذا اُن کی حقیقت محض ایک رسم کی رہ گئی ہے ۔ اور اُن کے اندر وہ کیف نہیں جو حقیقی نعت کی جان ہے ۔

## حقیقی نعت

رسمی نعت کے برعکس نعت کی دوسری قسم حقیقی نعت ہے ۔ حقیقی نعت کا اطلاق نعتیہ ادب کے اس معیاری سرمائے پر ہوتا ہے جس کے لکھنے والے نے نعت کو ایک ادبی صنفِ سخن کے طور پر نہ صرف مقبول کیا بلکہ اس کے لوازمات فنی اور صنفی نزاکتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے گہرے شغف اور توجہ اور جذب و انہماک سے اسے ایک ادبی و فنی معیار عطا کرنے کی سنجیدہ کوشش کی ۔

حقیقی نعت میں بھی اگرچہ حصولِ ثواب کا تصور شاعر کی تخلیق کے پس منظر میں ایک اہم محرک کی حیثیت سے کارفرما ہوتا ہے مگر اس کی کیفیات کا اظہار ایک عقیدہ اور رسم کے طور پر نہیں ہوتا ۔ حقیقی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات ، غزوات و معجزات ، عادات و شمائل مبارکہ کا ذکر جزوی اور سرسری انداز کی بجائے گہری دلچسپی اور وابستگی سے ملتا ہے نیز آنحضرت سے محبت کے ضمن میں رسمی عقیدت گزاری

---

۱ ۔ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۵۹

۲ ۔ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۶۰

بجائے جذب و مستی اور جوشِ محبت کا گہرا اور مؤثر اظہار نظر آتا ہے جذب و کیف اور ذوق و شوق کے اسی جوہر کے سبب نعت کی یہ قسم اپنے
ی اور تاثیر رکھتی ہے اور اس انداز کی نعتوں کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ جبکہ رسمی نعت کا ذکر زیادہ تر تاریخ و ادب کی کتابوں اور نعت
ملے میں لکھے جانے والے تنقیدی و تحقیقی مضامین تک ہی محدود رہتا ہے

نعت کو رسمی اظہارِ عقیدت کے روایتی انداز سے نکال کر ادبی اور فنی خصوصیات سے آشنا کرانے اور اسے بطورِ صنف ایک معیاری مقام عطا کرنے میں محسن کاکوروی
سرفہرست ہے۔ محسن پہلے معروف شاعر ہیں جنہوں نے اردو شاعری کی تاریخ میں حقیقی نعت گوئی کی ابتداء کی۔ انہی کے زیرِ اثر امیر مینائی نے اس روایت
کو بڑھایا۔ محسن و امیر سے پہلے کا نعتیہ ادب زیادہ تر رسمی انداز کی نعت گوئی سے عبارت تھا اس اولین سرمایۂ نعت میں بعض شعراء کے قصیدوں،
وں یا غزلوں میں کہیں کہیں حقیقی نعت کی جھلک ضرور مل جاتی ہے مگر عمومی طور پر محسن کاکوروی سے پہلے کسی شاعر کے ہاں حقیقی نعت کی وہ فضا نظر
اتی جو محسن کے کلام کا خاصہ ہے اور جس میں امیر مینائی کے کیفِ نعت نے قابلِ قدر اضافہ کیا۔

محسن کاکوروی نے صحیح معنوں میں نعت کو ایک ادبی اسلوب اور فنی معیار عطا کیا۔ اور مختلف اصنافِ سخن (قصیدہ، مثنوی، غزل وغیرہ) میں حقیقی
بتدائی بھرپور اور مؤثر نمونے پیش کئے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری "محسن نے دوسرے شعراء کی طرح نعت گوئی کو جزوی اور رسمی طور پر نہیں اپنایا بلکہ اسے
ں توجہ اور پورے شعور کے ساتھ فکر و فن کی جولانگاہ بنایا ہے (بلاشبہ) اردو شاعری میں نعت گوئی کی روایت کو مستقل حیثیت دینے، اس کے امکانات کو روشن
ے اور شاعری کی بلند سطح تک پہنچانے میں جتنا ہاتھ اُن (محسن) کا ہے اور کسی کا نہیں"[1]

محسن ہی کے زیرِ اثر امیر مینائی نے آخری عمر میں نعت گوئی کی طرف خاص توجہ دی اور لب و لہجہ کی چاشنی فنی خوبیوں اور والہانہ پن سے حقیقی
گوئی کے پرکیف نمونے پیش کئے۔ نعت کی تاریخ وار لغات میں آگے چل کر یہی روایت مولانا الطاف حسین حالی، مولانا احمد رضا خان، بیدم وارثی
مہ اقبال، ظفر علی خان، بہزاد لکھنوی، حافظ مظہر الدین، حافظ لدھیانوی، عاصی کرنالی، حفیظ تائب اور عصرِ حاضر کے دوسرے بے شمار
عروں کی نعت دوستی اور اس صنف سے گہرے شغف و توجہ کے سبب مستحکم ہوئی اور یہ انہی صاحبانِ نعت کا کمال ہے کہ عصرِ حاضر کے زیادہ تر نعت
شعراء کے ہاں نعت کی فضا رسمی اور روایتی نہیں تخلیقی اور حقیقی ہے۔

## نعت کے مختلف انداز اور اسالیب

نعت کی دو بڑی قسموں (رسمی اور حقیقی) کا اُن کے محرکات و مقاصدِ تخلیق، موضوعات
ور ان کی پیشکش کا طریقہ، اور زمانی اثرات کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو نعت گوئی کے انداز کا تنوع اور اس کے اسالیب کی رنگا رنگی کا پتہ چلتا ہے۔
عربی اور فارسی سے ہوتی ہوئی یہ صنفِ سخن اردو میں آئی اور اردو کی اصنافِ شعر میں ایک جداگانہ مقام حاصل کرنے میں اسے کئی صدیاں لگیں اپنے ارتقاء کے
میں نعت نے موضوع اور پیشکش کے کئی انداز اختیار کئے۔ کم و بیش موجودہ نعت میں ان سارے انداز و اسالیب کا سراغ ملتا ہے ان کا مطالعہ ایک اعتبار سے
نعت گوئی کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کا مطالعہ ہے۔ جو اس صنفِ سخن کی تفہیم کے لئے بہت ضروری ہے۔

صنفِ نعت میں نعت گو شعراء کے مزاج اور افتادِ طبع، تخلیقی محرکات و مقاصد، عصری ضروریات و اثرات کے تحت جو منفرد و نمایاں انداز اور اسالیب
ر آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ **توصیفی اندازِ نعت**
اس انداز کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کا رجحان غالب ہوتا ہے اور آپ

---

۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری ص ۵۶

اظہار محبت و شیفتگی کا درجہ ثانوی (ہرچند کہ یہ جذبہ ہر نعت کے پس منظر تخلیق میں جذبۂ محرکہ کے طور پر موجود ہوتا ہے مگر یہاں اس جذبہ کے اظہار اور
کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے)

نعت کا یہ انداز حضور اکرم کی سیرت مبارکہ کی صفت و ثنا، آپ کے جمال ظاہری و باطنی کی مدح، آپ کے اخلاق حمیدہ صداقت، امانت، سخاوت
حیا، احسان، رحمت وغیرہ کی تعریف آپ کے معجزات کی ستائش اور آپ کے پیغام نبوت و فیضان رسالت کی توصیف سے عبارت ہے۔ اس انداز
نعتوں میں آپ کے ان اسمائے مبارکہ کا جن کا ذکر قرآن مجید، احادیث نبوی اور کتب سابقہ میں آیا ہے کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور آپ کی سیرت اقدس
روشن واقعات، آپ کی سیرت و کردار کے ممتاز پہلوؤں اور نبی نوع انسان پر آپ کے احسانات و برکات کے حوالے سے آپ کی تعریف اور مدح کی جاتی ہے
جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ تخلیق نعت کے پس منظر میں کارفرما محبت رسول کا جذبہ اس انداز کی نعتوں میں بین السطور رہتا ہے اور اس ہولور طریقے سے
کے پیکر میں منقلب نہیں ہوتا جس طرح آپ کی مدح و ثنا اور آپ کے اسمائے صفات کا تذکار اظہار پذیر ہوتا ہے اس انداز نعت کی مثال میں مسدس حالی
نعتیہ بند پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں عالم بشریت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور آپ کے احکامات و تعلیمات کا ذکر و توصیف، آپ
اظہار محبت اور بیان شیفتگی کی مناسبت سے زیادہ ہے۔

۲۔ عشقیہ انداز نعت

توصیفی انداز نعت سے مختلف نعت کا ایک پسندیدہ انداز عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والہانہ
تجربات و واردات سے عبارت ہے۔ اس انداز کی نعتوں میں آپ کی مدح و توصیف پر آپ سے محبت و شیفتگی
کا رنگ غالب رہتا ہے اور آپ کی ستائش و ثنا سے زیادہ شاعر کا آپ کی ذات مبارک سے وابستہ جذبات و احساسات اور واردات قلبی کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔
نعت کا یہ انداز جذب و شوق اور کیف و سرمستی میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ شاعر نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ شیفتگی کا اظہار
کرتا ہے بلکہ آپ کے صحابہ کرام، آپ کا زمانہ و معاشرت اور آپ کے متعلقات (لباس، پسینہ، نعلین مبارک وغیرہ) کا بھی محبت سے ذکر کرتا ہے
مسجد نبوی کی فضا (گنبد خضرا، روضہ مبارک کی جالیاں، مواجہ شریف پر درود و سلام) کے پرکیف منظر کا احترام و عقیدت سے بیان کرتا ہے آپ کے
شہر مدینہ منورہ کے در و دیوار، گلی کوچے، سنگ و خشت اور خار و خس) کو دنیا جہان سے افضل جانتا ہے خاک مدینہ کو اپنے لئے مکمل راحت خیال کرتا
ہے اور اس شہر کے ماحول و فضا کو جنت سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ سگان مدینہ سے اپنی نسبت ٹھہراتے ہوئے بھی اس شہر مقدس و منور کی شان
کے بے ادبی خیال کر کے منفعل ہوتا ہے۔
اس انداز کی نعت میں مدینے سے دوری کا احوال، روضۂ رسول پر حاضر ہونے کا بے پایاں شوق، لوگوں کو روضۂ رسول کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر
بے بسی کا ذکر، دربار رسول میں مرنے کی تڑپ اور خواہش کا اظہار، اور محبت رسول کے مظہر اسی طرح کے دوسرے احوال قلبی کا بیان ملتا ہے۔
واردات عشق رسول سے متعلق دلی جذبات کے بھرپور اظہار کے سبب اس انداز کی نعتوں کی فضا پرکیف اور روح پرور ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر
ایک خاص تاثر چھوڑتی ہے۔

ثانوی حیثیت میں تو نعت کا یہ انداز کم و بیش ہر تخلیق نعت نگار کے ہاں کسی نہ کسی جذبہ و شکل میں نظر آتا ہے۔ مگر علامہ بوصیری،
جامی، بیدم وارثی، مولانا احمد رضا خان، علامہ اقبال، بہزاد لکھنوی، حفیظ تائب اور حافظ مظہرالدین کی نعتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے محبت کا یہ انداز کافی نمایاں اور موثر طریقے سے اظہار میں منقلب ہوا ہے۔

۳۔ غزلیہ انداز نعت

اصناف شعر میں سے وہ صنف جس نے فارسی اور اردو کے شعراء کو سب سے زیادہ متاثر کیا،

---

۱۔ مسدس حالی

...ل ہے۔ غزل و تغزل کے اثرات نعت پر بھی پڑے یوں ایجاز و اختصار، رمز و ایما، اشارہ و کنایہ اور غزل کی دوسری خصوصیات نعت میں ...
... نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے ذکر اور آپ کی توصیف کے بیان پر غزلیہ انداز کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

غزلیہ اندازِ نعت میں نعت کے موضوع و منصب کے مقابلے میں لوازمات غزل کا التزام زیادہ نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس انداز کی نعتوں ...
...یسے شعر بھی مل جاتے ہیں جنہیں اگر نعت کے عنوان سے پیش نہ کیا جائے تو اُن پر نہ صرف غزل کا گمان بلکہ یقین ہوتا ہے۔ ایسی نعتوں میں شاعر کا محرک ...
...بر جہ نعت کا تخلیق کرنا ہی ہوتا ہے۔ مگر غزل گوئی کی روایت سے دیرینہ وابستگی اور غزل کے مزاج کی ایک مخصوص تربیت اور اُس کے اثرات کے سبب اس ...
... نعت پر تغزل کا رنگ چھا جاتا ہے۔ کسی کسی شعر میں نعتیہ مضامین تو ضرور نظر آتے ہیں مگر مجموعی طور پر فن پارے کی فضا نعت میں رچی بسی نظر نہیں آتی۔

اس انداز نعت کی قسم میں اس مشہور نعت کی مثال دی جا سکتی ہے جو امیر خسرو کے نام سے منسوب[1] ہے اور جس کا مطلع اور مقطع درج ذیل ہے

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم ۔ بہر سو رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم۔

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو ۔ محمدؐ شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم۔

اس نعت کو قریباً ہر مجموعہ نعت میں 'نعت' کے عنوان سے منتخب کیا گیا ہے حالانکہ اس کی مجموعی فضا نعت کی فضا نہیں بنتی یہ غزل نما نعت غزل ...
...حروف علائم و رموز اور تغزل کی مانوس کیفیت میں رچی بسی نظر آتی ہے اور صوفیانہ انداز کی ایک خوبصورت غزل ہے مگر اس کے مقطع کے علاوہ اس میں ...
...کا مفہوم اور ماحول کسی دوسرے شعر میں نظر نہیں آتا۔

اُردو نعت کی تاریخ میں غزلیہ اندازِ نعت کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں نعتیہ دواوین میں خاص طور پر غزل کے طرز و اسلوب میں لکھی گئی نعتوں کا ...
...نظر آتی ہے جن میں نعت کے کیف و اثر پر تغزل کا رنگ ۔ غزل کا مخصوص ذخیرۂ الفاظ ، علائم و رموز اور تغزل کی دوسری کیفیات غالب طور پر موجود ہیں ...

## ۲۔ مقصدی اندازِ نعت

نعت کی تخلیق و ترویج میں مقصدیت کے تصور نے اسے ایک مقصدی انداز سے روشناس کیا ہر زمانے کے ...
نعت گو شعراء نے نعت کو اپنے زمانے کی ضروریات اور درپیش مسائل کے مطابق کسی نہ کسی مقصد کے حصول ...
...لئے استعمال کیا۔ ابتدائے اسلام ہی سے نعت دفاعِ پیغمبرؐ اور تبلیغِ اسلام جیسے اعلیٰ مقاصد سے منسلک ہو گئی تھی دربارِ رسالت سے وابستہ شعر...
...نے اسے نہ صرف یہ کہ دشمنانِ اسلام کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار کی حیثیت سے استعمال کیا بلکہ اس کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سر انجام دیا۔ حضرت حسا...
...بن ثابتؓ ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ نعت کے قبیلہ کی پہلی صف کے وہ سربر آوردہ شاعر ہیں جنہوں نے کفار مکہ ...
...اسلام دشمنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں بدگوئی اور ہجو کے خلاف مورچہ سنبھالا۔ اپنے کلام کو غزوات کے موقع پر اسلامی لشکر کی فتوح...
...کا احوال ، شہدائے اسلام کی بہادری اور اُن کی موت پر رثائی خیالات کا اظہار ۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی فضیلت و برتری کا بیان اور قبول اسلام کے لیے
آنے والے وفود سے مبارزت طلبی جیسے اہم اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا۔

عہد نبوی کے بعد عصر حاضر تک یہ صنف کسی نہ کسی ذاتی، معاشرتی و ملی اور آفاقی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے استعمال ہوئی اور ہو رہی ہے ...
...میں مقصدیت کی نوعیت و انداز کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے درج ذیل چار پہلو سامنے آتے ہیں۔

### (۱) ذاتی مقاصد

یعنی شعراء کا اپنی تطہیر ذات اور پاکیزگیٔ نفس کے لئے نعت کی طرف رجوع کرنا (خصوصاً تصوف سے شغف ...

---

۱۔ یہ غزل یا نعت امیر خسرو کے کلیات میں نہیں ملتی اگرچہ سماع میں گائی جانے والی غزلوں کے مجموعوں اور نعت کے انتخاب میں
اسے امیر خسرو کے نام سے نقل کیا جاتا ہے۔

ے والے شعراء کا) درود و سلام کے ذریعے حصولِ ثواب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کے اظہار کے حوالے سے آپ کی شفاعت طلبی کے لئے
ان ہونا۔

(٢ ، معاشرتی مقاصد ۔

لغت کے ذریعے معاشرے کی اصلاح ، اسلامی تصورِ حیات کی نشر و اشاعت اور اسلام کی تبلیغ وغیرہ ۔

٢. ملّی مقاصد ۔ لغت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ، تعلیمات اور پیغامِ محبت و اخوت کے حوالے سے مختلف (نسلی ، لسانی جغرافیائی) گروہوں میں بٹی ہوئی امتِ مسلمہ میں اتحاد و یگانگت کی کوشش ۔

( آفاقی مقاصد ۔ ایک مثالی انسان ، رہنما ، قائد اور محسنِ انسانیت کے حوالے سے مختلف اقوامِ عالم اور بنی نوعِ انسان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آفاق گیر پیغام ، عالمِ موجودات پر آپ کے فیضان و برکات کے تذکارِ مبارک سے فروغِ خیر و امن کی کوشش وغیرہ

ذاتی اصلاح سے لیکر تبلیغِ اسلام کی آفاق گیر مساعی تک کے مقاصد نعت میں جس سلیقے سے پیش کئے گئے ـــــ اور کئے جا رہے ہیں اس کی ترین مثال کلامِ اقبال ہی میں دیکھی جاسکتی ہے ۔ ان کے کلام میں جس والہانہ شیفتگی اور اعلیٰ فنی محاسن کے ساتھ لغت کے موضوعات تلبند ہوئے ہیں ہی کا حصّہ ہے ۔ ان کے ہاں محامد و محاسنِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپؐ ہی کی ذاتِ بالا صفات کے حوالے سے توحید ، حفظِ ایمان و یقین ، ارکانِ اسلام ، اعلائے کلمۃ الحق ، امر بالمعروف نہی عن المنکر ، ظلم و ستم اور فسق و فجور پر بے باک تنقید ، سعی و عمل کی تلقین ، مایوسی و ناامیدی ف جہود ، عبادُ الشیطان کے خلاف عزم و جہاد کی تاکید ، اخلاص و قناعت ، غیرت و خودداری ، صبر و استقامت ، ذکر و فکر کا اتحادِ کامل "[1] وغیرہ یش ایسے تمام مقصدی موضوعات ملتے ہیں جن کا تعلق فرد ، معاشرہ ، ملت ، اور بنی نوعِ انسان کی اصلاح سے ہے ۔

( - تاریخی اندازِ نعت

نعت کا ایک مقبول انداز تاریخی بھی ہے ۔ اس طرح کی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کا یانی انداز میں ذکر کیا جاتا ہے ، اور آپ کی مدح کے ساتھ ساتھ نہ صرف آپ کی سیرت کے اہم واقعات بلکہ آپ کے زمانے میں عرب کی عمومی حالت کا ، معاشرت و تمدن کا احوال ، اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں غزوات و فتوحات کا تذکرہ اور تاریخِ اسلام کے دوسرے اہم واقعات و شخصیات کا بیان تا ہے ۔

دورِ جدید کے نعت گو شعراء نے اس انداز کی نعت کی طرف خصوصیت سے توجہ دی ۔ بیسویں صدی تاریخی و عمرانی شعور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت یخ کو مستند مآخذات کی روشنی اور تاریخی و عمرانی حوالوں سے پیش کرنے کی کوششیں ہوئیں اور یوں آپ کی تعلیمات و سیرت کو تاریخی پس منظر میں نے کا رواج ہوا ۔ اگرچہ قدیم نعتیہ منظومات ( نور نامے ، میلاد نامے ، معراج نامے اور وفات نامے وغیرہ ) کی پیش کش میں تاریخ کا یہ پہلو ہے اور آنحضرت کے کوائف و حالات کو واقعاتی انداز میں پیش کرنے کا میلان نظر آتا ہے مگر ان منظومات میں روایت و درایت اور صحتِ واقعات معیار نہیں جو دورِ جدید کے تاریخی انداز نعت میں نظر آتا ہے

تاریخی انداز میں نعت گوئی کے میلان نے نعت کے موضوع کو وسعت سے ہمکنار کیا اور آپ کے اجزائے سیرت کو منظم اور مربوط شکل میں منظوم بیان کو فروغ ملا ۔ حفیظ جالندھری کے "شاہنامہ اسلام" ، محشر رسول نگری کی "فخرِ کونین" اور عبدالعزیز خالد کی "فارقلیط"

---

١ - حسوبر اقبال میں عبدالرحمان طارق نے ص ۹۳ سے ص ۱۸۱ تک مثالوں سے ان موضوعات کا ذکر کیا ہے ۔

اور "منحمنا" میں اس انداز کے نعتیہ کلام کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ واقعاتی انداز میں آپ کی سیرت و صفات کا تذکار، تاریخی انداز میں آپ کی ہمہ گیر شخصیت کے مجموعی اجزا پر طویل نعتوں کی تخلیق اور منظوم سیرت نگاری کی طرف رجحان ـــــ اسی انداز نعت کا نتیجہ ہیں۔

## ۷۔ نعت میں استمداد و استغاثہ کا انداز

نعت کا ایک اہم اور مشہور انداز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل اور مصائب و آلام اور مشکلات کا اظہار کر کے اُن سے مدد طلب کرنا ہے۔ حضور اکرمؐ سے استغاثہ اور استمداد اور آپ کے حضور فریاد اور مشکل کشائی و حاجت روائی کے لئے آپ کی بارگاہ رحمت میں سوال آغاز نعت ہی سے نعت کے اجزائے ترکیبی میں شامل رہا ہے۔ ہر عہد اور ہر زبان کے شعراء نے نعت میں رفع مشکلات، شفائے امراض، حصول مقاصد اور مصائب و مسائل سے نجات حاصل کرنے کے لئے سید کونین کے حضور اپنی عرض داشت پیش کی ہے۔

دراصل مصائب و آلام اور کرب و اندوہ کی حالت میں مسلمانوں کی نگاہ رحمت اللعالمین ہی کی جانب اٹھتی ہے۔ اُسے جب کوئی انفرادی یا اجتماعی غم درپیش ہوتا ہے یا کوئی سانحہ رونما ہوتا ہے وہ آپ ہی سے داد رسی کا طلبگار ہوتا ہے چونکہ اُس کے نزدیک دنیا و آخرت کا ملجا و ماویٰ آپ ہی ہیں اس لئے وہ مصائب میں آپ ہی کو التجائے کرم اور تمنائے لطف کا مرکز و محور مانتا ہے۔ اسے جب کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے وہ آپ ہی سے رجوع کرتا ہے اور شدت اخلاص سے یہ محسوس کرتا ہے کہ کثرت آلام و مصائب میں آپ کی ذات بابرکات ہی نجات دلا سکتی ہے۔ اور آپ ہی ہر مشکل مرحلے پر چارہ سازی فرما سکتے ہیں۔ انفرادی یا اجتماعی حاجت و مصیبت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا و رحمت کے حصول کا پیرایہ، حضور سے استعانت کرنے، مدد لینے اور حاجت روائی کرانے کی استدعا کا یہ انداز کم و بیش ہر نعت گو شاعر کے کلام میں نظر آتا ہے۔ انفرادی نوعیت کی نعتوں میں حضرت امام بوصیریؒ کا مشہور قصیدہ "قصیدہ بردہ" کے نام سے مشہور ہے قابل ذکر ہے۔ جس میں شاعر نے فالج کے مرض سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ کے حضور درخواست گذاری۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فریاد و استغاثہ کا محرک کوئی معاشرتی سانحہ بھی ہو سکتا ہے بعض اوقات شاعر انفرادی مصائب کے علاوہ درپیش کسی ایک سماجی حادثے سے اس طرح متاثر ہوتا ہے کہ اس کے احساس کی شدت دربار رسالت میں استغاثے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ کسی دوسرے فرد یا طبقہ کی بے چارگی و بربادی اور کسی بے گناہ پر کئے گئے تشدد کے خونچکاں واقعات پر بھی ایسی نظمیں کہی گئی ہیں جن پر نعت کا اطلاق ہوتا ہے جن میں حضور اکرم سے استغاثے کا انداز پوری شدت سے موجود ہے۔ مثلاً نیر واسطی کی نظم بعنوان "محضور رسالت مآب" جس میں انہوں نے ایک معصوم اور مظلوم دوشیزہ پر کسی درندہ صفت کی طرف سے کی گئی زیادتی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استغاثے کی شکل میں پیش کی۔

انفرادی و سماجی مصائب کے علاوہ استغاثہ کا ایک محرک ایسا المیۂ عظیم بھی ہوتا ہے جو پوری ملت اسلامیہ کو ہلا کے رکھ دیتا ہے اور جس کے نتیجے میں رونما ہونے والی تباہی و بربادی کا احساس مدتوں تک پوری ملت کو خون کے آنسو رلاتا ہے۔ اجتماعی نوعیت کے ان المیوں پر کہے گئے استغاثوں میں زوال بغداد پر شیخ سعدی کا استغاثہ انتہائی مؤثر ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں۔

؎ اے محمد سر برون آور قیامت را ببیں۔

برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد ہندی مسلمانوں کی زوال آمادہ حالت پر حالی کی مشہور نظم۔

؎ اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے۔ امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے!

---

۱۔ مسدس حالی (مولانا حالی) ص ۱۲۵

...بلس کی جنگ پر علامہ اقبال کا مختصر مگر مؤثر استغاثہ بہ عنوان " دربارِ رسالت مآب میں " میں قابلِ ذکر ہے ۔

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد فسادات کے نتیجہ میں مسلمانوں کا جو کشت وخون ہوا ۔ بیت المقدس پر اسرائیل کے غاصبانہ قبضہ (۱۹۶۷) سقوطِ ڈھاکہ (۱۹۷۱) افغانستان میں روسی فوجوں کا استعمار اور بربریت (۱۹۸۰) اور قومی و ملی مصائب و آزمائش کے دوسرے مواقع پر بھی نعت گو شعراء کے فریاد و استغاثہ اور استمداد کی لے تیز ہو جاتی ہے ۔

استغاثہ واستمداد کے اسلوب میں جو نعتیں زیادہ مشہور اور مؤثر ہیں اُن کی نوعیت اجتماعی مصائب اور ملّت گیر المیوں سے متعلق ہے ظاہر ہے المیہ ...فلاہ اور بڑا ہوگا شاعر کی فریاد میں التجا اور گریہ وزاری کی کیفیت اتنی ہی شدید ہوگی ۔ اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ اجتماعی نوعیت کے کرب اور شکست وزوال کے اثرات کا دائرہ بہرحال انفرادی یا گروہی مصائب سے کہیں زیادہ بڑا ہوتا ہے لہٰذا تاریخی نوعیت کے المیوں ...نسل یادیں اور اثرات کئی عہدوں اور نسلوں کے اذہان و قلوب کو رُلاتے رہتے ہیں ۔ اس لئے اس انداز کی نعتوں کے قارئین کی اپنی اجتماعی ...یں منعکس ہوتی رہتی ہیں اور ہر نئے ملی سانحے پر سابقہ استغاثہ و فریاد کا اعادہ ہوتا رہتا ہے ۔

اجتماعی نوعیت کے مصائب و شدائد پر لکھے گئے نعتیہ استغاثوں کی تخلیق میں عموماً درج ذیل عناصر شاعر کے پیشِ نظر ہوتے ہیں ۔

شدتِ آلام کے سامنے اپنی بے بسی کا انتہائی احساس جسے حالیؔ کے الفاظ میں " وقتِ دعا " کہا جا سکتا ہے ۔

ذکرِ مصائب اور التجائے کرم کا مرحلہ یعنی شاعر امتِ مسلمہ کی تباہی و بربادی اور درماندگی و بیچارگی اور اقوامِ عالم کی نظر میں ذلت و رسوائی کا ذکر کر کے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امّت کے حال پر کرم کرنے اور درپیش مصائب کے رفع کرنے کی درخواست کرتا ہے ۔

کبھی کبھار شاعر کے لب و لہجہ میں دبی دبی شکایت بھی نظر آتی ہے کہ " یہ ظلم ہم پر صرف مسلمان ہونے کے سبب ڈھائے جا رہے ہیں نیز اے پیغمبرِ رحمت ...سب حقیقتِ حال واضح ہے پھر بھی کیا سبب ہے کہ آپ ہماری چارہ سازی نہیں فرما رہے آپ ہماری خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگزر کریں اور خدارا ...پریشانی میں ہماری مدد فرمائیں " فریاد و استغاثہ کے اس مرحلے پر عام طور پر شاعر آپ کے اسمائے صفات رحمت اللعالمین ، شافعِ روزِ جزا ، ...ت ، آیۂ رحمت ، رحمتِ کل ، رحیم ، کریم اور اسی طرح کے دوسرے اسمہائے صفاتی سے خطاب کرتا ہے ۔ اور اسلام کے عہدِ زریں ، برگزیدہ صحابہ کرام اور خاص طور ...بیت کا واسطہ دے کر آپ سے اپنے مسائل اور مشکلات کے حل و مقصد کا آرزو مند ہوتا ہے یوں شاعر فریاد کا ایک ایسا آہنگ اور پیرایۂ اظہار ...کرتا ہے جس میں دردمندی ، التجا اور گریہ وزاری کی لے نمایاں اور پُر تاثیر ہوتی ہے ۔

مرتبینِ نعت نے انفرادی و معاشرتی اور ملکی و ملی مسائل و مشکلات اور آلام و مصائب پر لکھے گئے استغاثوں کو جداگانہ طور پر بھی مرتب کیا ہے ...شنی یا رسول اللہ " ایک ایسا ہی مجموعۂ نعت ہے جو اُردو ، سرائیکی ، سندھی ، ترکی اور ہندی زبانوں میں لکھے گئے استغاثوں پر مشتمل ہے ...لمعاتِ نور[1] " کے مصنف نے بھی اُردو شاعری کے موضوع اور صنف وار انتخاب میں " عرض بدربارِ رسولؐ میں " کے عنوان سے اجتماعی ...ب سے متعلقہ استغاثوں کو ایک علیحدہ باب میں درج کیا ہے اس باب میں اگرچہ استغاثوں کی تعداد کم ہے مگر یہ اپنے لکھنے والوں کے عہد کو درپیش ...کے حوالے سے نعت میں استغاثہ واستمداد کے انداز کی قابلِ ذکر مثالیں ہیں ۔

## نعت میں صلوٰۃ و سلام کا انداز

نعت کا ایک اور مقبول انداز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام و صلوٰۃ بھیجنے سے متعلق ہے جیسا کہ محرکاتِ نعت کے ذیل میں مذکور ہے آپ پر درود و سلام بھیجنا حکمِ خداوندی ہے اور ایک اعلیٰ عبادت ہے ۔ سورۂ احزاب کی آیت ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

---

۱۔ لمعاتِ نور ( ماسٹر نور الدین نور ) ص ۲۷۵

یٰۤاَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ( احزاب - ۳۳/۵۶ )

(اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو رحمت بھیجو اُن پر اور سلام بھیجو) نے سلام و صلوٰۃ کو نعتیہ مضامین میں ممتاز مقام د
دیا ہے۔ حصولِ ثواب اور شفاعت طلبی کے جذبہ نے نعت میں سلام و صلوٰۃ کو ایک مستقل موضوع بنا دیا۔ شاعروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
سلام لکھنے اور پڑھنے کے نئے نئے اسلوب وضع کئے۔ کبھی نعت کے ہر مصرعہ کا آغاز سلام سے کیا اور کبھی سلام کو ردیف کے طور پر استعمال کیا۔ اوّل الذکر
وں میں حفیظ جالندھری کا

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی ۔ ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی [1]

ماہر القادری کا سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی [2]

الذکر سلاموں میں مولانا احمد رضا خان کا مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام [3] قابلِ ذکر ہیں۔ صوفی ابو محمد نمبراوی کا درج ذیل
بھی بہت مقبول ہے

یا نبی سلام علیک ۔ یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک ۔ صلوٰۃ اللہ علیک [4]

اسی طرح صلی اللہ علیہ وسلم کو ردیف بنا کر حضور خیر الانامؐ پر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کی طرح پڑی۔ اس ردیف میں لکھے جانے والے سلاموں کی تعداد
زیادہ ہے۔ کم و بیش سب ہی معروف نعت گو شعراء نے اس ردیف میں نعت لکھی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں سب سے طویل
غالباً اقبال سہیل کی ہے جس میں ۸۵ اشعار ہیں اور جس کا مطلع ہے

احمدِ مرسل، فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مظہرِ اوّل، مرسلِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم [5]

ل ہی میں اس انداز کی نعتوں کا انتخاب "صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے راز کاشمیری نے شائع کیا ہے جس میں التزام کے ساتھ
سی ردیف والی نعتوں کو شامل کیا گیا ہے۔
مجلسی و میلادی ضروریات کے تحت سلام و صلوٰۃ کے موضوع پر اور اس انداز کی حامل نعتوں کے چھوٹے بڑے بیسیوں کتابچے، گلدستے اور مجموعے
ہوئے ہیں جن میں مختلف شاعروں کے سلاموں کو جمع کیا گیا ہے۔ ان مجموعوں سے تخلیقِ نعت میں سلام و صلوٰۃ کے انداز کی اہمیت، ترویج اور
اسالیب کا اندازہ ہوتا ہے۔

## زمانی اعتبار سے نعت کے اسالیب

مطالعہ نعت کے دوران ہمیں دو نمایاں اسلوب ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں جو زمانی اثرات و اعتبار سے ایک دوسرے سے نمایاں حد تک مختلف ہیں۔ ان میں
نعت کا قدیم اسلوب ہے اور دوسرا نعت کا جدید اسلوب۔

---

۱۔ شاہنامہ اسلام جلد اوّل (حفیظ جالندھری) ص ۱۳۲
۲۔ ذکرِ جمیل ص ۲۵
۳۔ حدائقِ بخشش (مولانا احمد رضا خان) ص ۳۳۲ (مرتبہ شمس بریلوی)
۴۔ اُردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۹۴
۵۔ موجِ کوثر (اقبال سہیل) ص ۱۸ تا ص ۲۲

## قدیم اسلوبِ نعت

یہ اُردو نعت کا قدیم اور پہلا عمومی انداز ہے جو زیادہ تر آغازِ اُردو کی نعتیہ منظومات ( میلاد نامے ، معراج نامے ، وفات نامے وغیرہ ) سے لے کر تقریباً انیسویں صدی کے وسط تک لکھی جانے والی نعتوں میں مروّج و مستعمل رہا اس طرز کی نعت میں روایتی اور رسمی رنگ کا غلبہ ہے موضوعات میں شاعر کی زیادہ تر توجہ نورِ محمدی اور ولادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار اور معجزات کے بیان کی طرف رہتی ہے اور آپ کی ذاتِ اقدس کے بشری پہلوؤں کا ذکر کم ہے نیز قانون و آئین ، عدل و انصاف ، سیاست و ریاست اخلاق و تعلیم کے حوالے سے بنی نوعِ انسان کے لئے آپ کی خدمات وغیرہ کا بیان اوّل تو نہ ہونے کے برابر ہے اور اگر کہیں ہے بھی تو سرسری انداز اور حیثیت میں ، زیادہ زور ولادت ، غزوات اور معجزات پر ہے

اس اسلوبِ نعت میں آپ کی مدح و توصیف کے لئے آپ کے اسمائے مبارک کا تذکار و اعادہ کیا جاتا ہے زیادہ تر مثنوی ، قصیدہ اور غزل کی ہیئت برتی گئی ہے جہاں تک نعت کے اس اسلوب کے لب و لہجہ کا تعلق ہے وہ بھی اُردو شعر کی قدیم فنی خصوصیات ( جس میں غزل کو ایک محور کی حیثیت حاصل ہے ) کا مظہر ہے اس اندازِ نعت میں اُردو غزل کے روایتی علائم و رموز اور تشبیہ و استعارہ کا رنگ جھلکتا ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک میں مجازی محبوب سے خطاب کا انداز اور زبان استعمال کی گئی ہے

اس اسلوبِ نعت کے نمونے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے قبل کے نعتیہ کلام میں بکثرت ملتے ہیں اور بعد کے نعتیہ ادب میں بتدریج کم کم نظر آتے ہیں اور روایتی رنگ کے حامل شعراء کی نعتوں میں آج بھی اس انداز اور اسلوب کی نعتیں دیکھی جا سکتی ہیں ۔

## جدید اسلوبِ نعت

نعت کے دورِ جدید کا آغاز حالی سے ہوا ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد پھیلتے ہوئے سائنسی علوم اور بدلتے ہوئے سیاسی و معاشرتی حالات کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان و اظہار کے پیرائے اور اسلوب میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہوئی ۔ اب نعت میں حضور اکرمؐ کی پیغمبرانہ شان کے ساتھ ساتھ ایک انسانِ کامل کے طور پر آپ کی بشری خصوصیات ، معاشرت و تمدن میں آپ کے انقلاب آفریں اقدامات وغیرہ کے تذکار کو فروغ ملا ۔ مولانا حالی کی مسدس میں اس اسلوبِ نعت کے اوّلین نقوش دیکھے جا سکتے ہیں حالی کے بعد تخلیقی اُپج رکھنے والے معیاری نعت گو شعراء کے ذریعے اس اسلوبِ نعت کو فروغ ملا ۔

جدید اسلوبِ نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کو مستند حوالوں اور صحت مند روایات کی روشنی میں قلمبند کیا گیا نیز پیامِ رسالت و مقصدِ رسالت ، معاشرت پر آپ کے احسانات اور بنی نوعِ انسان کے لئے آپ کی تعلیمات پر مبنی ضابطۂ حیات کے تعارف و تذکار کی طرف توجہ دی گئی جدید نعت گو شعراء کے ہاں [illegible] آپ کی مدح و توصیف کے ساتھ ساتھ آپؐ کی رسالت و بشریت کا زیادہ گہرا شعور ، ہے مطالعہ نظر آتا ہے ۔

اس اسلوبِ بیان میں زبان و بیان کی شائستگی اور فنِ نعت کی پوری نیز اکتیں ملتی ہیں موضوعات میں اضافہ کے ساتھ جدید دور میں نعت نئی اصنافِ شعر ( آزاد نظم ، معرّا نظم وغیرہ ) سے بھی روشناس ہوئی یوں نعت کے ہیئتی دائرے کو بھی وسعت ملی طویل نظموں اور کینٹو (CANTO) کو بھی نعت کے موضوع کے بیان و اظہار کے لئے استعمال کیا جانے لگا مختصر یہ کہ نعت کے جدید دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو عصری حوالوں کے ساتھ ساتھ نعت میں فنی اور ہیئتی وسعت پیدا ہوئی ۔

عصرِ حاضر کے معروف نعت گو شعراء میں عبدالعزیز خالد ، حفیظ تائب ، حافظ لدھیانوی ، مظفر وارثی ، ماہر القادری ، احمد ندیم قاسمی ، [illegible] نزمانی اور قیوم نظر وغیرہ کے ہاں یہی نعتیہ اسلوب کارفرما ہے ۔

## اُردو نعت کے مضامین اور ہیئت پر ہندوستانی اثرات

نعت کے مضامین اور ان کی ہیئت پر ہندوستانی طرزِ معاشرت ، تہذیب و تمدن اور حکومت کے اثرات بھی پڑے اور یوں نعت میں

ایسے غیر شرعی عناصر داخل ہو گئے جن سے عربی اور فارسی نعت کا دامن پاک تھا۔ یہ عناصر ہندو دیو مالا اور اصنام پرستی سے متعلق ہیں اور ہندو معاشرت
اؤں کی تعریف میں گائے جانے بھجنوں اور گیتوں کا خاصہ ہیں۔

ہندو مت میں توحید کا کوئی واضح تصور موجود نہیں مختلف دیوتاؤں کو اپنی اپنی جگہ اقتدارِ کُلّی کا مالک دکھایا گیا ہے اس باعث ہندوؤں کے ہاں نہ صرف یہ کہ
حید کا عقیدہ کسی مستحکم اور مربوط شکل میں نہیں بلکہ اس میں بے شمار تضادات نظر آتے ہیں خدا کا مفہوم دیوتاؤں کے تصورات سے کچھ اس طرح خلط ملط ہو گیا
س کی ذات اور اختیارات میں کسی حدِ فاصل کا تعین تو درکنار اس کا تصور بھی محال ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے "اردو نعت گوئی پر ہندوستانی تلمیحات کا اثر" کے ضمن میں وید، رامائن اور مہابھارت کے حوالے سے جو نتائج مرتب کئے ہیں وہ
ج ذیل ہیں۔

دیوتاؤں کی مدح میں جو بھجن نظم کئے گئے ہیں اُن کے مضامین میں دیوتاؤں کے حسبِ مراتب کا فرق نہیں کیا جاتا۔ اور جوشِ عقیدت سے تخیل کو آزاد
جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹے اور بڑے دیوتا کی مدح کا بیان ایک ہی مضمون لئے ہوئے ہوتا ہے
مذہبی یا روحانی پیشواؤں کو اوتار سمجھ کر انہیں خدائی صفات سے متصف گردانا جاتا ہے یہاں تک کہ حصولِ مقصد کے لئے اگرچہ خدا کو بھی اُن کی محتاجی ہوتی ہے
فوق العادت مقام کی جاذبیت اور اس سے استثناء ہر جگہ قائم ہے"۔[1]

ان عقائد و خیالات کے اثرات نعت پر بھی پڑے جہاں تک مضامینِ نعت کا تعلق ہے۔ الوہیت اور نبوت کے اس فرق کو ملحوظ خاطر نہ رکھا گیا جو نعت
پہلا لازمہ ہے۔ خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور صفات کو گڈمڈ کر دیا گیا۔ حفظِ مراتب نظر انداز کرنے سے کئی ایسے معتقدانہ خیالات بھی
ں در آئے جن کا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق نہیں ہندو تصوف و عقائد کے زیر اثر ہی مسلمان نعت گو شعرا نے رسالت کے ڈانڈے توحید سے
یئے۔ اور حضور اکرمؐ کو "احمد بے میم" اور "عرب بلا عین" کہا جانے لگا۔ اور بڑے بڑے شاعر بھی اس انتہا تک سے نہ بچ سکے۔ جو آپ کی شانِ اقدس
سراسر منافی ہے۔

اس کی ایک صورت تو ایسے اشعار ہیں جہاں خدا اور رسول کی صفات اور اختیارات میں مسابقت اور مقابلے کی فضا پیدا کی گئی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے
بالمقابل کھڑا کر دیا ہے۔ جیسے شائق کے اس شعر میں۔

ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھمنڈ ۔ مصطفےٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ[2]

دوسری صورت وہ ہے جہاں شاعرانہ انداز میں کبھی تشبیہ و استعارہ اور کبھی کنایہ سے شاعر نے اپنا زورِ تخیل اس اظہار میں صرف کر دیا ہے کہ
اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں خدا خود جلوہ گر ہے۔ حضور کو احمد بے میم اور عرب بلا عین کہنا اسی طرح کے مشرکانہ عقیدہ کا غماز
اظہار ہے۔ اسی طرح "میم کا پردہ" اور "میم کا گھونگٹ" کہہ کر بھی اشارہ و کنایہ میں حضور اکرمؐ میں خدا ہی کو دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی
ہے۔ مثلاً

۱۔ پردۂ میم میں چھپے ہیں حضورؐ ۔ ہم سے نزدیک ہیں ہیں کچھ دور[3] (محو ابوالعلائی)

۲۔ میم کا رخ سے اٹھا کر گھونگٹ ۔ شکل دکھلا مجھے پیارے احمدؐ[4] (شائق حیدر آبادی)

---

۱۔ اُردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۱۰۱
۲۔ کلیاتِ شائق ص ۱۳۸
۳۔ دیوانِ محو ص ۳۶
۴۔ کلیاتِ شائق ص ۱۲۵

اور تو اور محسن کاکوروی جیسے محتاط شاعر کے ہاں بھی اس طرح کی مثال مل جاتی ہے

؎ عینیت غیر رب کو رب سے ۔ غیریت عین کو غرب سے
ذات احمد تھی یا خدا تھا ۔ سایہ کیا میم تک جدا تھا ۔ [1]

اسی طرح محسن کا یہ شعر دیکھئے ۔

؎ کہاں اب جسم سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا ۔ احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ [2]

؎ دکھایا وہ میم کا جو گھونگٹ احد کو احمد میں دیکھا پر گھٹ ۔ خدا کو دیکھا جو وا کو دیکھا نرالی سج دھج دکھا کے مارا ۔ [3]

اس کا فرانہ عقیدہ کی تیسری صورت وہ ہے جہاں شاعرانہ اشارہ و کنایہ کا تکلف بھی ختم کرکے رسول کو صاف طور پر خدا کہہ دیا گیا ہے اس ذیل میں آسی غازی پوری کا یہ شعر دیکھئے ۔

؎ وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر ۔ اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفٰے ہو کر ۔ [4]

اسی طرح "احد نے صورت احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا" [5] اور "اگرچہ ظاہر میں وہ عرب ہے مگر حقیقت میں عین رب ہے" [6]

ایسے خیالات اسی انداز نعت کی مثالیں ہیں جہاں ہندوانہ عقائد اور دیومالا کے اثرات کے تحت اسلام کے تصور توحید کو نظر انداز کرکے عبد اور معبود کا فرق ختم کر دیا گیا بعض جگہ تو تصور وحدت کا باقاعدہ مذاق اڑایا گیا ہے مثلاً

؎ اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے ۔ جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمدؐ سے [7]

اس طرح کے شعر جہاں انتہائے غلو کا مظاہرہ ہو اور قادر مطلق کے تمام اختیارات رسولؐ سے وابستہ کر دیئے گئے ہوں اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف تو ہیں ہی شان رسالت مآب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بھی سراسر منافی ہیں ۔ حضور کا ارشاد ہے کہ "مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو" ——— مگر افسوس کا مقام ہے کہ حضورؐ کے واضح ارشاد کو نظر انداز کرکے آپ کو عین خدا کا درجہ دے دیا گیا ۔

رسولؐ کو خدا سمجھنے اور کہنے کی کافرانہ لغزش کے ساتھ ہندو مذہب کے زیر اثر جو دوسرا عنصر در آیا وہ آپ کی سیرت و سوانح کے بیان میں فوق العادت اور مبالغہ آمیز واقعات کا بیان ہے ۔ ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کے ساتھ منسوب بے سروپا کہانیاں (جن میں فوق العادت واقعات کی بھرمار ملتی ہے) سننے سنانے کا عام رواج ہے ۔ ان کے ہاں کیرتن اور دوسرے مذہبی تہواروں پر پڑھی جانے والی منظومات اور گائے جانے والے گیتوں اور بھجنوں میں جا بجا اس قبیل کے واقعات کا ذکر ہے ۔ وید رامائن اور مہابھارت میں یہ واقعات تفصیل سے ملتے ہیں ان میں دیوتاؤں کے متعلق ایسے قصے جا بجا ملتے ہیں جہاں ان کی محیر العقول اور فوق العادت قوت کے مظاہرہ کا بیان ہے ۔ عوام الناس ان قصوں کو سن کر نہ صرف

---

۱ ۔ کلیات محسن کاکوروی ص ۲۴۲

۲ ۔ کلیات محسن (محسن کاکوروی)

۳ ۔ لغت سلطان العرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین ککے زئی) ص ۶

۴ ۔ علامہ اقبال کے ہاں بھی نعتیہ مضامین میں اس انداز کے شعر تھے مگر بعد میں علامہ نے انہیں حذف کر دیا ۔ ؎ نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر ۔ وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

۵ ۔

۶ ۔ لغت سلطان العرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین ککے زئی) ص ۶

۷ ۔ فاران "سیرت نمبر" ص

…مسحور ہوتے ہیں بلکہ دیوتاؤں کی ہیبت، طاقت اور عظمت سے مرعوب بھی ہوتے ہیں ۔

جب اسلامی تہذیب ہندو معاشرت سے متصادم ہوئی تو ہندو دیوتاؤں کے فوق العادت قصوں کے مقابلے میں مسلمانوں میں بھی پیغمبروں خصوصاً حضور اکرمؐ کی سیرت میں اس انداز کے واقعات کا خاص طور پر اذکار عام ہوا جو آپ کے معجزات سے متعلق ہیں یہی وجہ ہے کہ اردو میں آپکی سیرت کا ابتدائی سرمایہ زیادہ تر معجزات پر مشتمل ہے ۔ میلاد ناموں میں آپکی ولادت ، غزوات ، معراج اور دوسرے واقعات کے ضمن میں نمایاں حیثیت معجزات ہی کے بیان پر ہے اس کی ایک وجہ ہندوانہ معاشرت کو جو دیوتاؤں کے غیر العقول واقعات سننے کی عادی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف مراجعت کرنا اور اُن کے سامنے آپکی عظمت اور برتری کا ایک ایسا تصور پیش کرنا تھا ۔ جو ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کی سحر کاری کو باطل کر سکے اور اُن کے مقابلے میں ایک عظیم و برتر شخصیت کا کردار کو پیش کر سکے ۔ مقامی روایات اور اُس کے زیر اثر پیدا شدہ ماحول اور ذہنیت کے پیشِ نظر یہ ضروری تھا اور اس میں نیک نیتی کے جذبے سے اشاعت و فروغ اسلام کے محرکات کا عمل دخل نمایاں تھا معاشرتی طور پر سیرتِ رسول کے معجزاتی پہلو کے تذکار کے اثرات بھی مرتب ہوئے اور دیوتاؤں کے فرضی کرداروں کے مقابلے میں ایک اعلیٰ ترین انسان اور عظیم ترین پیغمبر کے کردار و شخصیت سے متاثر ہو کر مقامی آبادی میں سے لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا ۔ مگر معجزوں کو تبلیغ کرنے میں مصلحت اور ماحول کے تقاضے کا ایک اثر یہ پڑا کہ نعت میں سارا زور بیانِ معجزات پر صرف ہونے لگا اور حضور اکرم کے اسوۂ حسنہ کے دوسرے پہلو ثانوی حیثیت اختیار کر گئے نیز معجزوں کے بیان میں زور اور شدت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ سیرتِ رسول کے ضمن میں بعض روایتیں بھی جگہ پا گئیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر میلاد ناموں میں شامل روایتوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو حضور کی ولادت ، معراج اور دوسرے موضوعات کے ذیل میں ایسے واقعات بکثرت ملیں گے جن کا آپ کی سیرت سے متعلق ہونا قرآن و حدیث اور روایت و درایت سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا مثلاً آپ کی ولادت مبارکہ کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے خواب کا احوال اور معراج کے موقع پر منظر نگاری کا احوال وغیرہ وہ موضوعات ہیں جن کی تکرار سے میلاد نامے بھرے پڑے ہیں مگر ان کی سندات نہ صرف یہ کہ ضعیف بلکہ مشکوک اور غلط ہیں ۔

یہ ہند و اصنام پرستی اور دیومالائی کا نتیجہ ہے کہ سیرتِ پاک میں غلط روایات نے جگہ پا لی ہیں بلکہ ان کی تکرار کے سبب انہیں عقیدہ کا درجہ حاصل ہو گیا ہے ۔

## نعت کے فن پر ہندی اثرات

مضامینِ نعت کے ساتھ ساتھ نعت کے فن پر بھی مقامی اثرات پڑے ہندو معاشرت و تمدن میں مروّج بھجنوں اور راگوں نے نعت کے داخل کی طرح اس کے خارج کو بھی متاثر کیا اور ہندی زبان کے الفاظ ، بھجنوں کے تلازمات و مناسبات ، علائم و رموز اور تشبیہات و استعارات کا استعمال نعتیہ مضامین میں بھی ہونے لگا ۔ ذخیرہ الفاظ و تلازمات کے ساتھ نعت کی ہیئت میں بھی وسعت پیدا ہوئی ۔ اور غزل و مثنوی وغیرہ اصناف سخن کی طرح ہندی اصناف شاعری راگ اور بھجن وغیرہ کے انداز میں شاعروں نے نعت کہنی شروع کر دی ۔ اسی طرح کرشن مہاراج کی تعریف اور محبت میں لکھے جانے والے گیتوں اور جذبات و کیفیات کے اظہار کا نسائی انداز نعت میں بھی در آیا ۔

نعت کے پیکر پر جو اثرات ہندوستانی مذہب و معاشرت کے سبب مرتسم ہوئے اگر ان کا تجزیہ کریں تو اس کی نمایاں صورتیں یوں نظر آتی ہیں ۔

۱ ۔ ہندی راگوں کی لے اور گیتوں کے انداز پر نعتیں لکھی جانے لگیں مثلاً

ٹھیٹھ دادرا ۔ ؎ کوئی ایسی سکھی جا تر نہ ملی مجھے پی کے دوارے بٹھا دیتی ۔ میں نے راہِ مدینہ بھی دیکھی نہیں مجھے بیاں پکڑ کے بتا دیتی [1]

کھماج قوالی ۔ ؎ جگ جوتی سوامی اوتاری تر ے روپ کے واری سیدنا ۔ من موہن گردھر گردھاری ترے روپ کے واری سیدنا [2]

---

۱ ۔ بزمِ طرب (حصہ اوّل) مرتبہ ۔ کنور اندر سیا ئے سکینہ علم بدایونی ص ۵۷

۲ ۔ " " " " " ص ۳۰

ماڑواڑی — مہارا لطا باسی لاڈلا تہانڑی باتاں نہا لوجھوں ۔ مہاری آنگن آؤ صاحبہ تہانڑی باتاں نہا لوجھوں [1]

کشمیری — تم ہی محمدؐ یار گئیا نبی جی ہار گئیا ۔

گری ندیا اگم بہی دھارا اور گھاٹ گھاٹ لینے [2]

ہندی بھجنوں میں گوپیوں کی کرشن مہاراج سے محبت کا انداز نعت میں دخیل ہو گیا اور یوں نعت میں عورت کے جذبات اور نسوانی عقیدت مندی کا اظہار ہونے لگا ۔ مثلاً

تورے ہجر میں حق کے پیارے نبی — مورا چین گیا موری نیند گئی
اب در پہ تمہارے آن پڑی — مورا چین گیا موری نیند گئی [3]

مورے من میں ہے اب تو جوگنیا بنوں — اور مل کے بھبوت مدینہ چلوں
سکھی نند کی نگری میں نہ رہوں — نہیں پریت توجیں ذرا دیتی ۔
موری میکے میں تو سکھ سے گئی — جبی پی کی نگریا تو سوچ پڑی ۔
کوئی گیان بھی ساتھ نہ آئی مورے — مورے ریت و اس کی بنا رہتی
ایسا تو موئی سیج پایہ ترپت ہوں — بیٹا سکھ عرب میں براجت ہیں ۔
سبھی دیتے جو سپنے میں درس دکھا ۔ — وہیں چرنوں میں سیس نوا رہتی [4]

تورے منت کروں ہوں میں سیس نوا موہے درس دکھا دے خدا کے حبیب
مورا سند سے جیوا جاٹ بھیا یثرب میں بلا دے خدا کے حبیب [5]

لاج رکھیو نبی جی ہماری — میں تو چیری ہی ہے تمہاری
لاگی پریم کی من میں کٹاری ۔ جا کے تم بن کرے کون کاری
مورا جیارا تم پہ واری

ایسے من میں لیے ہیں محمدؐ — جاؤں جا پہ سے میں بلہاری
مورا جیارا تم پہ واری [6]

موہے تلیت بیتت ہے سگری تو ہے ڈھونڈ پھری نگری نگری
موری چھوٹ گئی من کی نگری مجھے اپنے دیس بلا تو سہی [7]

---

۱ ۔ پھولوں کا ہار عرف مدینے کی بہار (حافظ میاں فیاض الدین) ص

۲ ۔ مولود سعیدی ص

۳ ۔ سید الاذکار یعنی میلاد احمد مختار (محمد بدر الحسن) ص ۵۱

۴ ۔ بزم طرب (حصہ اول) مرتبہ کنور اندر سہائے ص ۵۸

۵ ۔ نغمۂ بہار جدید (حصہ دوم) مؤلفہ سلطان احمد ص ۳

۶ ۔ دیوانِ دوست (دوست) ص ۴۲

۷ ۔ لغت سلطان العرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین کلکے زئی) ص ۱۰۹

؎ سناؤں کس کو بات اے سکھی ری کہ کس نے جوبن دکھا کے مارا
کہت ہے سب جگ جسے محمدؐ اسی نے نینہا لگا کے مارا ۔ [۱]

واضح ہو کہ نعت کا یہ انداز خالصتاً ہندوستانی اثرات سے عبارت ہے ۔ اس سے پہلے عربی و فارسی نعت اس طرزِ اظہار سے قطعی نا آشنا تھی اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
و عقیدت کا بیان عورت کے لئے بھی اسی طرح لازمۂ ایمان ہے جس طرح مسلمان مردوں کے لئے لیکن اس کے باوجود نعتیہ مضامین میں عورت کی طرف سے اس اظہار
محبت میں ہمیشہ ایک سلیقہ اور احترام کار فرما رہا ۔ اس محبت کی نوعیت بھی روحانی ہے اسی لئے مسلمان نعت گو شاعرات کے ہاں عشقِ رسول کی کیفیت میں جسمانی
وصال کا بجائے ایک دلی اور روحانی تعلقِ محبت اور نسبت ہوا نسبت کار فرما رہی ہے ۔ مگر ہندی اثرات کے تحت لکھی گئی اس اندازِ نعت میں ایسے شعر بھی
ہیں جن میں فنِ نعت کے مطلوبہ احترام اور شائستگی کو بالائے طاق رکھ کر ہندی گیتوں کی پیروی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے انداز میں کوسوں کی کرشن
بت کا رنگ ڈھنگ شامل ہو گیا ہے مثلاً ۔

؎ سناؤں کس کو بات اے سکھی ری کہ کس نے جوبن دکھا کے مارا – کہت ہے سب جگ جسے محمدؐ اسی نے نینہا لگا کے مارا ۔ [۲]
؎ مجھے اسی کی خبر نہ تھی شام سندر جیارے کے پیر داگے اپنی خبر – یہاں اپنا مرن ہے جگت کی ہنسی تو مدینہ نگر کو بسا بیٹھا ۔ [۳]
؎ سینے میں دکھا کر بیاری چھب موہے مار گیا اے شاہ عرب – بدنام بھئی توری پیت میں اب سنسار ہنسے توری جوگن کو ۔ [۴]
؎ صدقے ہوں وصل کی راتن کے قربان ہوں واکی باتن کے – واری ہوں میں وا کی چتون کے بلوا لو طرستان میں [۵]

ان اشعار میں محمدؐ ، مدینہ ، شاہ عرب ، اور [عر]بستان ایسے الفاظ ہیں جو ان کا تعلق نعت سے قائم کرتے ہیں ورنہ ان الفاظ کو الگ کر کے دیکھا جائے
شعروں کا ماحول ہندی گیتوں سے مختلف نہیں ۔ اس رحمت اللعالمین کے بارے میں " جوبن دکھا کے مارا " اور " جیارے کے پیر داگے اپنی خبر " ایسے الفاظ استعمال کرنا
ہر کسی طور مناسب نہیں بلکہ سوئے ادب کی انتہا ہیں ۔ اسی طرح اس ذاتِ بالا کے بارے میں ( جس کے ساتھ گوجہ سے خود کو نسبت دیتے ہوئے بھی اہلِ نظر کانپ بے ادبی
تے ہیں ) یہ کہنا کہ ان سے نسبت اور تعلق نعوذ باللہ بدنامی اور جگ ہنسی کا باعث ہے یہ ہندی گیتوں ہی کی اندھی پیروی کا نتیجہ ہے ورنہ عربی و فارسی نعتوں میں اس
تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔

نسائی محبت کی ایک اور کیفیت جو ہندی شاعری سے نعت میں منتقل ہوئی محبوب کی تلاش اور جوگ لینے سے متعلق ہے ۔ ممتاز کا یہ شعر دیکھئے ۔
؎ تورے نام کی مالا میں پھیرت ہوں دن رین مہا دکھ جھیلت ہوں — تن را کو ملو اور جوگ لیا تورے یاد میں دھونی رما بیٹھا [۶]
؎ سینے میں دکھا کر بیاری چھب موہے مار گیا اے شاہِ عرب — بدنام بھئی تری پیت میں اب سنسار ہنسے تری جوگن کو [۷]
اسی کیفیت کے یہ شعر بھی ملاحظہ ہوں ۔
؎ ہجر میں تیرے جوگ لیا تھا سگرا جلا کر کھاک کیا — رب نے تھی کینی کون گھڑی مورا چین گیا موری نیند گئی [۸]

---

۱ ۔ نعتِ سلطانِ عرب المعروف بہ بہارِ یثرب ( مؤلفہ فضل الدین ککے زئی ) ص ۶
۲ ۔ " " " " ص ۶
۳ ۔ " " " " " ص ۵
۴ ۔ " " " " " ص ۸۸
۵ ۔ مولودِ طیش ( حصہ دوم ) ص ۵۸
۶ ۔ نعتِ سلطانِ عرب المعروف بہ بہارِ یثرب ( مؤلفہ فضل الدین ککے زئی ) ص ۵
۷ ۔ " " " " " ص ۸۸
۸ ۔ سید الاذکار یعنی میلادِ احمد مختار ( محمد بدر الحسن ) ص ۵۲

امجد حیدرآبادی کی نظم "مدینہ کی جوگن" اس انداز کی بھرپور نظم ہے جس میں جوگن قیس سے خطاب کرتے ہوئے اپنی کیفیات ہجر و محبت کا اظہار کرتی ہے یہ مسدس کی شکل میں ہے اور تاثیر رکھتی ہے جوگن کا والہانہ پن ملاحظہ ہو وہ محبوب (رسول اکرم ؐ) سے خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے۔

آئی برہ کی ماری تیرے لئے بروگن — درشن سے اپنے کر دے دل شاد چشم روشن
ہاں کب سے رو رہی ہوں میں رکھ کے منہ پہ دامن — کب سے کھڑی ہے داتا در پہ ترے بھکارن
جوگن کی جھولی بھر دے وہ رام نام والے
اس بت کو رام کر دے وہ رام نام والے
نکلی ہے گھر سے جوگن کفنی گلے میں ڈالے — پاؤں میں پڑ گئے ہیں اب چلتے چلتے چھالے
گرنے کو ہوں زمیں پر ہے کون جو سنبھالے — یثرب نگر کے راجہ وہ کالی کملی والے
کرپا کی اک نظر ہو دکھیا پہ اپنی پیارے
بھولی نہیں میں تم کو تم کیوں مجھے بسارے [2]

الیاس برنی کی ایک صوفیانہ انداز کی بے قافیہ نعتیہ غزل میں بھی عشق رسول کے اظہار کے لئے جوگن ہی کو علامت بنایا گیا ہے۔

اپنے پیا کی میں جوگن بنی ہوں تو تن من دھن سب واروں گی
مورا پیا تو مدینے رہت ہے، میں تو تن من دھن سب واروں گی [3]

ہندی شاعری کی دوسری خصوصیات جنہیں نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا حوالہ بنایا گیا ہندوستان کے موسموں اور پرندوں وغیرہ سے متعلق ہیں ہندی ...ی میں بدلتے ہوئے موسموں کے ساتھ عورت اپنی فراقیہ کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔ خصوصاً ساون کے مہینے میں چھپا محبوب سے جدائی کا احساس اپنی شدت کو پہنچ... ہے موسم کے حوالے سے ہجر کی یہ کیفیت نعت میں بھی منتقل ہوئی اور کالی گھنگھور گھٹائیں حضور اکرم ؐ کی یاد کا اسی طرح بہانہ بنیں جس طرح ہندی شاعری میں اپنے محبوب کے یا... کا، ملاحظہ ہو

یہ کالی گھنگھور گھٹا مورے جی کو لبھاوت ہے سیجنی — کوئی کالی کملیا والا پیا مورے یاد دلاوت ہے سیجنی [4]

ساجد صدیقی کے گیت "ساون" جو مدینۂ منورہ میں لکھا گیا ہے میں نعت کا یہ انداز دیکھئے۔

ساون آیا رے تو خبریا — تم تو بسے یثرب کی نگریا
سونی پڑی ہے ہماری اٹریا — کہہ دے کہوں سرکار رے
سدا رہو تو صاحب جی کے پیارے — ترست جیارا ہمار رے [5]

---

۱۔ بزم طرب حصہ اول (مرتبہ کنور افسر سہائے سکینہ علم بدایونی) ص ۵۷
۲۔ ریاض امجد حصہ اول (امجد حیدرآبادی) ص ۱۲
۳۔ معروضہ (محمد الیاس برنی) ص ۷۶
۴۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب (مولفہ فضل الدین گلزنی) ص ۱۴
۵۔ صہبائے حرم (ساجد صدیقی لکھنوی) ص ۱۰۳

۴ ۔ کرشن مہاراج کے ناموں پر ہی اکتفا نہ ہوا بلکہ کرشن کی ذات سے متعلقہ "تلازمات کو بھی حضور اکرم" سے منسوب کر دیا گیا اور یوں نعت کی فضا [...]ھی کے رنگ میں رنگ دی گئی یہ اشعار ملاحظہ ہوں ۔

؎ مورا شام گھنیا مدینہ بسیو موہے ہری کی لے نہ سنائے گیو — میں تو برج دوارے کا ڈھونڈ پھری گئی دیس بدیس مگر نہ ملا ۔[1]

؎ دھری کاندھے کالی کملیا تھی واکے مکھ سے مرلی کی لئی بجی — کبھی تھی انا بشر کی دھن کبھی کنت کنزا" سنا گیا ۔

کبھی لا الہ کا سر بجا کبھی امتی کی اٹھی ——— صدا — وہ گوالہ بن میں جا چھپا مورا چین چت کا مٹا گیا ۔[2]

؎ سب سکھیاں رل مل جاوت ہیں اور ہو سے جورت کھیلت ہیں — مورے نین برو گی ترست ہیں اس من موہن کے درشن کو ۔[3]

؎ وہ صورت نیٹ مہاروپ ہر روپ دکھاوت بہروپ — واکے نیناں او کھے چھب نیاری تہرے روپ کے واری سیّدنا[4]

۶ ۔ ان تلازمات کے علاوہ ہندوستانی تمدن وماحول سے متعلقہ دوسرے مناسبات کا استعمال بھی نعتیہ مضامین کے اظہار کے لئے ہوا۔ محسن کاکوروی کا قصـ[یدہ لا]میہ ؎ سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل ۔ اس انداز کی مشہور مثال ہے یہ قصیدہ اپنی نوعیت کا منفرد قصیدہ ہے جس کی پوری فضا ہندوستانی مذہبی ماحو[ل] [اور] متعلقات ومناسبات سے عبارت ہے ۔چند اشعار دیکھئے ۔

؎ گھر میں اشنان کریں سرو قدان گوکل — جاکے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن سے ابھی — کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا کے بادل
دیر کا تیرسا بچہ ہے برق نئے جل میں آگ — ابر جو گی کا برن ہے لئے آگ میں جل
دیکھئے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن — سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں ۔ — تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کے میلا تھا ہنڈولے کا بھی گرداب بلا — نہ بچا کوئی کا تھ نہ کوئی رتھ نہ بہل ۔
ڈوبتے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے — نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل ۔[5]

یہ پورا قصیدہ اسی بے تکلف انداز میں لکھا گیا ہے محسن نے حیرت انگیز حد تک ہندی الفاظ ومتعلقات کو اپنے محل و قوع کی مناسبت سے استعمال کیا ہے اس [سے] اس قصیدہ کی پوری فرہنگ پر ہندو مذہب ومعاشرت کی گہری چھاپ ہے مثلاً کاشی، متھرا، گنگا، جل، اشنان، گوکل، جمنا، مہابن، تیرتھ، برہمن، سری کرشن، درشن، گوپیوں، راکھیاں، ہنڈولے کا میلا، رتھ، بڑھوا، کیم کل، جوگیا، بھبوت، بیروگی، پربت، راجا اندر، [ا]پسرا مندر، استھل، گھاگرا، چنچل کے الفاظ اس کی تشبیب کی پوری فضا ہندی رنگ میں رنگ دیتے ہیں ۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مشہور نعت ؎ لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا[6] میں "جگ راج کو تاج تورے سر سوہے"، "تور[ے] [...]وت کی جھلجھل"، "تورے چندن بدن پر"، "مورا جیا لرجے درک درک"، "موہے کرشنہ پرت"، "پیت میں کا ہے کھرن" اور "مورا تن من دھن سب پھونک دیا"،

---

۱ ۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گکھڑوی) ص ۲۱
۲ ۔ " " " ص ۲۷
۳ ۔ " " " ص ۸۸
۴ ۔ بزم طرب حصہ اول (مرتبہ کنور اندر سہائے سکینہ علم بداونی) ص ۳۱
۵ ۔ کلیات محسن ۔ ص ۱۶۱
۶ ۔ حدائق بخشش (مولانا احمد رضا خان بریلوی) ص ۱۲۱

ہ گیگڑے ہیں ہندی اثرات لئے ہوئے ہیں ۔

الیاس برنی کی معروضہ میں بھی بہت سی نعتیں ایسی مل جائیں گی جن کے تار و پود میں ہندی معاشرت و تمدن کے اثرات نمایاں ہیں ۔ عصر حاضر میں عبدالعزیز خالد
نعتوں خصوصاً منحمنا اور فارقلیط میں ہندی الفاظ، تلازمات اور ہندی معاشرت و تمدن اور شعر و ادب کے مناسبات و تصورات کے استعمال کا منفرد انداز نظر آتا ہے
رقلیط کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ۔

ے میں شبدوں کی پیاسی میں حرفوں کی داسی تری جستجو مجھ کو صبح و مسا ہے
میں جوگن برہ کی میں کملی کھیمنی - تو سرتاج میرا مرا دیوتا ہے ۔
تو دیپک میں کاجل تو درپن میں پیسہ - میں ممالک تو پرکھا کی لالا ہے ۔
جو گوکل میں گوبند سے بھاگ کھیلے - وہ نرلاج قاری ہے وہ البیلا ہے ۔
میں بھا و چھل بل ہے مجھ چھا ہے پنہاں - بدن کا ہی کا لیپا ہوا ہے ۔
ہے حق سترہ "رشا نتی اوم تت تت" - عجب دلکشا بانسری کی صدا ہے ۔
تو ساجن سوامی میں بانوری بیاکل - میں مور کھ کھانی تو گن ہے کلا ہے ۔
گرو دیوجیوں کا سنجوگ کیسا - میں دھرتی تو امبر میں کیا ہوں تو کیا ہے ۔ ے[1]

منحمنا کے یہ اشعار دیکھئے ۔

ے سنگار کرنے چلیں اُسکی خوبیوں کا اگر - تو سا تو چھوڑ دیں تھک تھک کے نیل رنگو پدم
ہے جوت جسکی فسوں خیز چاندنی کی طرح - سر پہ جس کا پوتر ادر آتما ہے پرم ۔
اُسی کو کہتے ہیں مانے جگت جگادن ہار - اُسی کے نور سے تت جھن ہیں دور رات کا تم ۔
ہنم کو مات کرے چھب سے شیام سانولی کی - یہ آنکھیں مدرس کو کب سے ترس رہی تھی مجسم ۔
ہے اپسراؤں کے نازک لبوں پہ کیم کسل - بنا دیا ہے محبت نے سانس کو سرگم ۔
رسال ادھروں کا ہر بول راگنی میں ڈھلا - انھیں اکثر ہی گیا جانیں تال سر کے مرم ۔
یہ سوب ہوسی کا راجہ مہابلی سمراٹ - اپار اتھاہ ، اننت ، ایک ، انیک وشواتم ۔ ے[2]

خالد کے ہاں ان تمام اثرات اپنے طرز خاص میں نظر آتے ہیں جن کا تعلق ہندو مذہب و معاشرت سے ہے ۔ اور جن کا سرسری ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر آئے ہیں
یا ہم دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم کی نعت کے لئے شمائلی لب و لہجہ ، جوگن کا تصور ، درس کو ترستی آنکھیں ، گوکل ، گوبند ، بھاگ ، کھیلنا ، اپسرا ، شانتی
شانتی اوم تت تت ، بانسری ، ساجن ، سوامی ، گرودیو ، بلم ، مہابلی سمراٹ وغیرہ کے الفاظ و تلازمات اور ان کی رعایت سے دوسرے مناسبات کا
تکلف اظہار ملتا ہے ۔ اگرچہ ان نعتوں کی بحریں ان ہندی تاثیر و فضا کی حامل بحروں سے مختلف ہیں جن کے حوالے ہم پہلے دے آئے ہیں ۔ مگر بحروں کے فرق
اور تاثر کے باوجود فارقلیط اور منحمنا کے یہ حصے ہندی گیتوں کی کیفیات اور ہندی تہذیب و معاشرت کے حوالوں سے عبارت ہیں اور ان نعت پاروں
کے مضامین و اظہار پر ہندوستانی اثرات واضح اور نمایاں ہیں ۔

---

۱ - فارقلیط (عبدالعزیز خالد) ص ۳۵ - ۳۹
۲ - منحمنا (عبدالعزیز خالد) ص

## دوسرا باب

(ا) محرکات

(ب) ماخذات

(ج) مرابہ فارسی پس منظر

## ...ت نعت :

نعت کی تخلیق اور ترویج میں جو محرکات کارفرما رہے ہیں ان کی نوعیت دو طرح کی ہے۔ ایک تو اساسی محرکات نعت
...ی صنف کی تخلیق میں ایک بنیاد کی حیثیت حاصل ہے، اور دوسرے ثانوی محرکاتِ نعت جنہوں نے نعت کے فروغ اور ترویج
...کا کام کیا۔ نعت کے اساسی محرکات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عقیدت [illegible] اور
...جذبہ کے اظہار کے حوالے سے حصولِ ثواب اور برکت طلبی کی کوششیں شامل ہیں جبکہ ثانوی محرکات [illegible]
...اس کی ترویج و فروغ سے ہے۔ ان محرکات میں صوفیائے کرام کا نعت سے خصوصی شغف، محافلِ میلاد، [illegible] اور
...وعیت کے دوسرے محرکات جیسے نعتیہ مشاعرے اور سیرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلسے وغیرہ شامل ہیں ان ثانوی
...میں ایک بڑا حصہ ذرائع ابلاغِ عامہ سے متعلق ہے جیسے اخبارات و رسائل، فلم، ریڈیو اور ٹی۔وی کے حوالے سے نعت کی
...و اشاعت شامل ہے۔ ان اساسی اور ثانوی محرکات کو تخلیق و ترویجِ نعت میں بالترتیب افقی اور عمودی حیثیت حاصل ہے۔

## ...اسی محرکات :

...ں عقیدت ـــــ نعت کے اساسی محرکات میں ہم سب سے پہلے عقیدت نگاری کے اس جذبہ کا ذکر کرتے ہیں جو
...صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس سے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی ہے۔ آپ کی شخصیت ہر مذہب اور عہد کے
...و دانش کے نزدیک انتہائی جاذبِ نظر اور مؤثر رہی ہے بقول پروفیسر سحر انصاری "اکابرِ عالم کی شخصیات ہر اس فرد کیلئے اہم
...جو خود کو امروز کی اکائی میں رفتہ و آئندہ کے حوالے سے متعین کرنا چاہتا ہے، جو اپنی ذات، اپنے ذہن اور گرد و پیش
...کے مابین ایک رشتۂ معنی تلاش کرنا اسے دوسرے افراد کیلئے برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ اکابرِ عالم اور مشاہیرِ تاریخ سوچنے والے
...اور دکھ درد محسوس کرنے والوں کیلئے ہمیشہ فیضان رساں رہے ہیں۔ زندگی بسر کرنے اور اس کرۂ آب و گل کو سنوارنے اور نکھارنے
...کے جتنے طریقے واضع کئے گئے ہیں ان میں خیر کی بلندی تسلیم کرنے والوں کی اکثریت رہی ہے۔ نیکی اور خیر کا تصور اس قدر مقناطیسیت
...ہے کہ جب اسے انسانوں کی تربیت و تہذیب کا داعیہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے، اس کو عملی طور پر برت کر دکھایا جاتا ہے تو دل
...ں سے کھنچے چلے آتے ہیں۔
...پر رکھنے والا اپنے ذہنی رجحان اور ذاتی و اجتماعی پس منظر کی روشنی میں اپنے لئے اکابرِ عالم سے انتخاب کرتا ہے اور اپنی
...ور اپنے عہد کیلئے اس سے کسبِ نور کرتا ہے...... ظاہر ہے ان میں سب سے بڑا مرتبہ ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ
...کا ہے۔ آپ کی تعلیمات، اسوۂ حسنہ اور عملی زندگی ایک انقلاب کی نقیب بنی جس نے زیر دستوں کی آقائی کو مفہومِ انسانی بنا
...ان افراد کو آپ کے دین یا عقیدے کی بنیاد پر کوئی تعلق نہیں وہ بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے عظمتِ بشر کی ایسی
...سچائی قبی جو اس سے پہلے چشمِ زمانہ سے اوجھل تھیں۔[۲]
...لہٰذا ایک اصل، افضل اور اشرف ترین رہنمائے انسانیت اور محسنِ کائنات کے طور پر آپ کی ذاتِ ستودہ صفات نعت گوئی کا
...بنی اور مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی آپ کے حضور نعت کی شکل میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اور بنی نوعِ انسان پر آپ کے

---

...حال ہی میں امریکہ سے عیسائی مصنف و مؤرخ مائیکل ہارٹ کی مشاہیرِ عالم اور دنیا کی تاریخ ساز شخصیات کی سوانح، کارنامے اور اثرات
...ایک کتاب One Hundred (ایک سو) چھپی ہے اس کے مطابق اور تحقیق کے بموجب ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک جو شخصیات دنیا میں
...انسانوں پر اثرات کے اعتبار سے سب سے بڑی شخصیت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے۔

[۲] روزنامہ امروز ۵ ستمبر ۱۹۸۵ء

آپ کے حسن و اخلاق، رحمت و شفقت، مومن و کافر سے مساویانہ سلوک، عدل و انصاف، انسان دوستی جیسے اوصاف [illegible] عقیدت سے آپؐ کی مدح و ثنا کی

محبتِ رسولؐ کا جذبہ:

نعت گوئی کا ایک اور بنیادی محرک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس سے [illegible] آپؐ کی ذاتِ بابرکات سے محبت و وابستگی ہر عہد کے مسلمانوں کیلئے پیمانۂ ایمان، حاصلِ دین اور حق و صداقت کا معیار رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ سے ربط، نسبت اور تعلق جتنا پختہ اور راسخ ہوگا، اُسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، شریعتِ اسلامیہ میں، عقیدۂ توحید میں پختگی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق کو مذہبی درجہ حاصل ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ سے محبت کو بھی جُزوِ ایمان قرار دیا گیا ہے۔

قرآنِ کریم کا ارشاد ہے، سب لوگوں کو سُنا دے کہ اگر تم کو ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بہن بھائی، زن و شوہر، قوم و قبیلہ اور مال جو تم نے [illegible] اور تجارت جس کے خسارے کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں تم کو بسنا اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب) زیادہ پیارے ہیں [illegible] رسولؐ سے، اور راہِ خدا میں جہاد کرنے سے، تب تم کو منتظر ہو کہ خدا تمہارے لئے اپنا کوئی حکم سُنا دے۔[1] (سورۂ توبہ: ٢٤)

قرآنِ کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: "بلاشبہ نبیؐ تو اہلِ ایمان کیلئے اُن کی اپنی ذات پر مقدم ہیں۔"[2] (سورۂ الاحزاب: ٦)

اسی ضمن میں امام مسلم نے صحیح مسلم شریف میں "مومن وہی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دُنیا ومافیہا سے زیادہ محبت [3] کے عنوان سے ایک علیحدہ باب قائم کیا ہے، جس میں وجوبِ محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں حضرت انسؓ کی دو [illegible] نقل کی ہیں۔

پہلی حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ یا کوئی شخص مومن نہیں ہوگا جب تک [illegible] اُس کے نزدیک تمام متعلقین، مال و اسباب اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔[4]

دوسری حدیث بھی کم و بیش اسی مفہوم کی حامل ہے مگر اس میں متعلقین اور مال و اسباب کی جگہ اُس کی اولاد، والدین اور سب لوگوں سے زیادہ [illegible] نہ ہوں[5] کے الفاظ ہیں۔

خطابی[6] ان احادیث کی وضاحت میں رقم طراز ہیں کہ: اس محبت سے محبتِ طبعی مُراد نہیں بلکہ اختیاری مقصود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت، آپؐ کے ارشاد کی تعمیل دُنیا کی سب چیزوں پر مقدم رکھے۔ ماں باپ، بی بی، اولاد، دوست، آشنا، یہ سب اگر [illegible] ہو جائیں تو ہو جائیں مگر خدا اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی ہرگز سرزد نہ ہو۔ یہی محبتِ صادقہ ہے اور اسی پر ایمان کا مدار ہے۔[4]

---

1- ترجمہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ ص 350، رحمۃ للعالمین۔ (جلد دوم)۔
2- ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی۔ ص 71۔ تفہیم القرآن۔ (جلد چہارم)۔
3- باب 15۔ ص ١٠٥،١٠١۔ صحیح مسلم شریف۔ مترجم اردو۔ (مولانا عابد الرحمٰن صدیقی)۔
4- ص ١٠١۔ صحیح مسلم شریف، مترجم اردو، (مولانا عابد الرحمٰن صدیقی)
5- ص ١٠١ - ایضاً —
6- ص ١٠٢ - ایضاً —

اِس ضمن میں حضورِ اکرمؐ کے یہ فرامین بھی ہمیشہ مسلمانوں کے پیشِ نظر رہے ہیں کہ "ہر شخص کا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے[1]" اور "جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا[2]" ـــــ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اُمت نے اپنے نبی سے اس طرح ٹوٹ کر محبت نہیں کی جس طرح مسلمانوں نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ صحابہ کرامؓ کے عہد سے آج تک ملتِ اسلامیہ کی تاریخ عشقِ رسولِ اکرمؐ کے مظاہر سے مالا مال ہے۔ مسلمانوں نے آپؐ کو اپنے مال و جان اور اہل و عیال سے بڑھ کر جانا، اور آپؐ کو اپنی محبتوں کا مرکز و محور جانا اور جیسا کہ ایک حدیث ہے کہ جس کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اُس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے[3] ـــ تذکارِ رسولؐ کی مجالس، احادیث کی تدوین، کتبِ سیر و مغازی کی تصنیف اور نعتِ رسولؐ پاک کی تخلیق دراصل مسلمانوں کے اسی جذبہ (عشقِ رسولؐ) کی عطا ہے:

ڈاکٹر غلام دستگیر رشید اپنے مضمون "نعتیہ شاعری کی معنوی اہمیت اور قدر و قیمت" میں "فطرتِ انسانی پر حُسن و احسان کا اثر اور اس کا ظہور" کے ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ "انسان فطرتاً بندۂ حُسن و احسان ہے، ہر حساس دل حُسن و احسان کے جلووں سے متاثر ہوتا ہے اور ان کی بدولت ہر قلبِ سلیم میں تحسین و تشکر کے جذبات حرکت میں آتے ہیں۔ ممنونِ نظر اور مرہونِ کرم اگر شاعر بھی ہو تو حسینوں اور محسنوں کی تعریف و تحسین کا دریا جب اُمڈنے لگتا ہے تو یہ جذبات شعر و سخن کے دلربا رنگ و روپ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور دنیائے ادب کا سرمایۂ ناز بن جاتے ہیں۔ سے

ے شعرِ حافظ را کہ یکسر احسانِ شمامت ۔۔۔ ہر کجا بشنیدہ اند، از لطفِ تحسین کردہ اند[4]

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انسانیت پر جو احسان ہیں، جس طرح آپؐ نے تبلیغِ دین کیلئے مشقتیں برداشت کیں اور اُمت کیلئے رو رو کر دعائیں کیں، اُن کے مطالعہ سے آپؐ کا ایک ایسا رحیم اور شفیق سراپا آنکھوں کے سامنے آتا ہے، جس کے تصور ہی سے آنکھوں میں نمی اور دلوں میں گداز پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیات دراصل آپؐ کی محبت کی مظہر ہیں۔ اور حقیقی معنوں میں تخلیقِ نعت کے پس منظر میں یہی جذبۂ محبت کو دیکھا جا سکتا ہے ✓

علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں وہ "عشق" جس کے بغیر "شرع و دین" محض "بتکدۂ تصورات" ہے[5] اور تمام سجود و صلوٰۃ حجابات کے سوا کچھ نہیں[6]، عشقِ رسولؐ ہی ہے۔ اور یہی وہ جذبۂ محرک ہے جس کے بغیر نعت بھی الفاظ کی ترتیب محض کے علاوہ کچھ نہیں۔ نعت میں کیف و تاثیر اسی نسبت سے پیدا ہوتا ہے۔ جس نسبت سے نعت گو کو آپؐ کی شخصیت اور ذاتِ مبارک سے وابستگی و محبت ہوگی۔

## اطاعتِ رسولؐ کا جذبہ:

✓ تخلیقِ نعت کا ایک اور بڑا محرک اطاعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جذبہ ہے، جو درحقیقت محبت ہی کا نتیجہ اور اسی کا عملی اظہار ہے ✓ قرآن کریم میں نہ صرف یہ کہ متعدد بار آپؐ کی پیروی و اطاعت کا حکم دیا

---

١۔ بخاری شریف، جلد سوم، باب ۶۵۲۔

٢۔ رحمۃ للعالمین، جلد دوم ص ۳۶۳۔

٣۔ زرقانی، جلد ٦، ص ۲۸۵۔

٤۔ معارف، مارچ ۱۹۶۹ء، ص ۲۰۵

٥۔ ے عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات! ـــ کلیاتِ اقبالؒ ص ۲۰۲ (اردو)

٦۔ ے شوق ترا اگر نہ ہو، میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب ـــ کلیاتِ اقبالؒ ص ۴۰۵ (اردو)

بلکہ آپ کے اتباع کو خدا تعالیٰ کی پیروی اور اطاعت کہا گیا ہے۔ نیز آپؐ کی اطاعت پر انعام کا وعدہ اور آپؐ کی حکم عدولی پر یا مخالفت پر دردناک عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں درج ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔

"اے نبیؐ! لوگوں سے کہدو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو" (آل عمران : ۳۱)

"اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔" (الاحزاب : ۳۳، و محمد : ۳۳)

"جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔" (النساء : ۶۹)

"جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو منہ پھیرے گا اسے دردناک عذاب دے گا۔" (الفتح ـــ ۱۷)

"جو شخص رسولؐ کی مخالفت پر کمربستہ ہو...... اسے جہنم میں جھونکیں گے، جو بدترین جائے قرار ہے۔" (النساء ـــ ۱۱۵)

ان آیات کے علاوہ "الحجرات : ۱۵"، "المجادلہ : ۱۳"، اور "التغابن : ۱۲" میں بھی اسی مضمون کے احکام ہیں۔ اسی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی متعدد بار آپؐ کی پیروی، اتباع، اطاعت اور تقلید کے احکام ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی اطاعت واتباع کا یہ جذبہ مسلمانوں کی عبادات سے لیکر ان کے روزمرہ کے معمولات تک میں جھلکتا ہے۔ ملت اسلامیہ نے قرآن کریم کے ارشاد : "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"[۱] (در حقیقت تم لوگوں کیلئے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے) کی روشنی میں آپؐ کو اپنی معاشرت، تمدن، عبادت، تجارت، عقائد اور روزمرہ کے معمولات وغیرہ میں ہمیشہ ایک اعلیٰ اور بلند ترین معیار قرار دیا ہے۔ اور آپؐ کی کامل اتباع کی کوشش میں زندگی کی ذرا ذرا سی جزئیات کا بھی خیال رکھا ہے۔ احادیث کے مجموعوں اور اسلامی تواریخ میں ایسے واقعات[۲] بکثرت ملتے ہیں جہاں آپؐ کی اتباع اور پیروی سنت رسولؐ کا محیر العقول اور ناقابل یقین جذبہ اپنی پوری قوت کے ساتھ کارفرما نظر آتا ہے۔

محرکات نعت میں جذبۂ اطاعت رسولؐ کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ نعت گوئی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ باقاعدہ نعت کا آغاز آپؐ ہی کے حکم سے ہوا۔ کتب سیر و مغازی میں اس کی تفصیل یوں آئی ہے کہ جب آنحضرتؐ کو قریشیوں کی ہجو گراں گزرنے لگی تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: "جن لوگوں نے اللہ اور رسولؐ کی مدد اپنے ہتھیاروں سے کی ہے انہیں کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے اس کی مدد نہ کریں[۳]......" کفار کی ہجو اور بدزبانی کے خلاف شعرائے اسلام کی طرف سے لسانی جہاد کی باقاعدہ ابتدا یہیں سے ہوئی۔ اور دربار رسالت کے شاعروں نے کفار کی ہجو اور ان کے مقابلے میں آپؐ کی مدح و توصیف کے بیان کو اپنا شعار بنایا۔ عربی زبان میں نعت کا ابتدائی اثاثہ آپؐ کے اسی حکم کی عطا ہے۔

---

[۱] الاحزاب : ۲۱

[۲] مثلاً روایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے عمر بھر خربوزہ اس لئے نہیں کھایا کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ آنحضرتؐ خربوزہ کس طریقے سے کھایا کرتے تھے۔ اقبال نے مثنوی "اسرار و رموز" ص ۲۹ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

؎ "کامل بسطام در تقلید فرد اجتناب از خوردن خربوزہ کرد۔"

[۳] ص ۲۹۳ تاریخ ادب عربی (استاذ احمد حسن زیات) ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی۔ اس واقعہ کی تفصیل باب "فضائل حسان بن ثابت" صحیح مسلم ص ۵۸۵ (جلد سوم) میں موجود ہے۔

آپؐ نے نہ صرف یہ کہ شاعروں کو کارِ نبوت اور مقصدِ رسالت کو آگے بڑھانے کیلئے لسانی جہاد کا حکم دیا، بلکہ اعروں کی مناسب حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کیلئے مسجدِ نبویؐ میں منبر رکھا کہ اس پر کھڑے ہو کر حضورِ اکرم اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مفاخرت کریں[1]۔ حضرت کعب بن زہیر کو چادرِ مبارک عطا فرمائی۔ [illegible] مثلاً حضرت حسان بن ثابتؓ کیلئے فرمایا: الٰہی حسانؓ کی روح القدس کے ساتھ مدد فرما[2]، حضرت عباسؓ کے لئے [illegible] کو سلامت رکھے[3]۔

یوں آپؐ کے حکم کی پیروی اور حوصلہ افزائی تخلیقِ نعت کا ایک اساسی محرک قرار پائی اور دربارِ رسالتؐ سے وابستہ شعرائے کرام کفارِ قریش کی ہجو کے جواب میں آپؐ کا دفاع کرتے ہوئے ایسی شاعری تخلیق کی جسمیں دعوتِ اسلامی کے ساتھ ساتھ آپؐ شمائل و کردار، حسب و نسب، اخلاق و عادات، تبلیغ و پیغام اور مقام و مرتبہ کو اپنے فکر و فن کا موضوع بنایا۔ اور عربی اعری کے ایک ایسے نئے دور کا آغاز ہوا جو نعتیہ عناصر سے مالامال ہے۔

اس اولین دور کے بعد بھی اطاعتِ رسول کا جذبہ نعت گوئی کا ایک محرک رہا۔ اور مسلمان شعرائے اس لئے بھی نعت (خصوصاً لام و صلوٰۃ کے انداز کو) اپنایا کہ آپؐ نے بےشمار احادیث میں اپنے اوپر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

## حصولِ ثواب و طلبِ شفاعت:

نعت گوئی کا ایک بڑا محرک حصولِ ثواب کا جذبہ بھی ہے، جسطرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اطاعت لازمۂ ایمان ہے، اسی طرح آپکے تذکارِ مبارک اور آپؐ پر درود و سلام ذریعہ نجات و بخشش ہے۔ آپؐ چونکہ شافع محشر یں اسی لئے شفاعت طلبی بھی نعت کی تخلیق اور فروغ کا باعث بنی۔

بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری: "نعت گوئی کا اولین محرک مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرتؐ کا ذکر اذکار کرنا، اُن سیرت و شخصیت سے عوام الناس کو روشناس کرانا، اُن کی پیروی و تقلید کی ترغیب دینا اور اُن کے نام پر درود و سلام جنا کارِ ثواب ہے۔ اور ذریعۂ نجات بھی۔ اس کارِ ثواب اور ذریعۂ نجات کی خاطر تحریر و تقریر دونوں میں ہر شخص نے اپنی بساط سیرتِ رسولؐ کو جگہ دینے کی کوشش کی۔ بعض نے مفکرانہ تقریریں اور عالمانہ خطبات یادگار چھوڑے۔ بعض نے سیرتِ نبویؐ پر پایہ کتابیں تالیف کردیں، اور بعض نے نذرانۂ عقیدت کے طور پر اعلیٰ درجے کے نعتیہ قصیدے اور مثنویاں لکھ ڈالیں۔ لیکن ایسے وں کیلئے عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور تخلیقی صلاحیتیں بھی درکار تھیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں یہ صلاحیتیں تھیں، اس لئے اس کی آسان صورت یہ تھی کہ جو لوگ تھوڑی بہت قوتِ تحریر رکھتے ہیں وہ سیرتِ نبویؐ پر چھوٹی موٹی کتابیں لکھ دیں ظم و نثر کو ملا کر مولود شریف کی محفلوں کیلئے کتابچے مرتب کردیں اور جو لوگ شعر و شاعری سے لگاؤ رکھتے ہیں وہ ایک آدھ نعتیہ غزل کہہ یں، چونکہ شعر و سخن کے رسیا ذہنوں اور موزوں طبیعتوں کیلئے سب سے آسان اور دلچسپ آخری صورت تھی، اس لئے نعت گوئی ہمارے چھوٹے بڑے، عورت، مرد اور بوڑھے، جوان سب کی توجہ کا مرکز بن گئی[4]"

---

[1] ص ۲۴۳، شمائل ترمذی۔ ترجمہ مولانا محمد ذکریا۔

[2] ص ۵۸۲، ۵۸۳، صحیح مسلم۔

[3] ص ۳۶، البدایہ والنہایہ ــــ حافظ ابن کثیر (حصہ پنجم)

[4] اردو کی نعتیہ شاعری ــــ (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)

اِس جذبۂ محرکہ نے نہ صرف یہ کہ نعت گو شعرا سے نعتیں لکھوائیں، بلکہ بعض غیر نعت گو شاعروں کی توجہ بھی اِس طرف مبذول کروائی۔ نعت کی تاریخ میں بہت سی نعتیں اور نعتیہ کتابیں ایسی بھی ملتی ہیں جو شاعروں نے کسی غیر شاعر کی ترغیب و توجہ سے یکجا کیں اور ترتیب دیں۔ بعض ناشرین نے بھی اسی جذبۂ حصولِ ثواب و شفاعت طلبی کے تحت مختلف شاعروں کے انتخاب مرتب کئے اور چھاپے۔ یوں نعت کی تخلیق کے مرحلے سے لیکر اُس کی طباعت و اشاعت تک یہ جذبہ نعت کے ساتھ رہا۔

نعت گوئی میں "سلام و صلوٰۃ" کا انداز و اسلوب تو خالصتاً اسی جذبہ محرکہ کی عطا ہے۔ قرآن کریم کے اِس حکم ہی نے ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تسلیماً[1] (بیشک خداوند تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے پیغمبرؐ پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (لہٰذا) اے مسلمانو تم بھی پیغمبرؐ پر درود و سلام بھیجتے رہا کرو) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کو اُمتِ مسلمہ کی عبادات کا ایک اہم جزو بنا دیا ہے۔ قرآنِ حکیم کے اِس حکم سے جہاں مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں درود شریف کے اوراد و وظائف کا سلسلہ شروع ہوا، نعت میں بھی آنحضرتؐ پر درود و سلام کے مختلف انداز و اسالیب کا رواج ہوا۔ اس اسلوب نعت کو اِس لئے بھی اہمیت ملی کہ حکم ربانی کے ساتھ ساتھ احادیثِ[2] رسول اکرمؐ میں بھی آپؐ پر درود و سلام پڑھنے کو بہت بڑی عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس کے ان گنت برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا کہ :

- "جو شخص صبح و شام مجھ پر دس مرتبہ درود شریف پڑھے، اُس کو قیامت کے روز میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔"[3] (رواہ ابوالدرداء)
- "جو شخص مجھ پر درود پڑھے، قیامت کے دن میں اُس کا سفارشی ہوں گا۔"[4] (رواہ ابوبکر صدیقؓ)
- "جو شخص میرے اوپر درود پڑھنے میں سب سے زیادہ ہوگا وہ مجھ سے قیامت کے دن سب سے زیادہ قریب ہوگا۔"[5] (رواہ ابوامامہ)
- "مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر گزرنے کے وقت نور ہے۔ اور جو شخص جمعہ کے روز اسّی دفعہ مجھ پر درود بھیجے، اُس کے اسّی سال کے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔"[6] (رواہ ابوہریرہؓ)

اِس ضمن میں حضرت ابی بن کعب کی یہ روایت بھی بہت اہم ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! میں آپؐ پر درود کثرت سے بھیجنا چاہتا ہوں۔ تو اُس کی مقدار اپنے اوقاتِ دعا میں سے کتنی مقرر کروں؟" حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جتنا تیرا جی چاہے"۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ایک چوتھائی؟" حضورؐ نے فرمایا "تجھے اختیار ہے۔ اور اگر اس پر بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے۔" تو میں نے عرض کیا "نصف کر دوں؟" حضورؐ نے فرمایا "تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بڑھا دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! پھر میں اپنے سارے وقت کو آپؐ کے درود کیلئے مقرر کرتا ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تو اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائیگی اور تیرے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔"

---

1. (سورۃ الاحزاب : ۵۶)
2. ان احادیث کی روشنی میں درود شریف کے مسائل، اقسام، پڑھنے کے خاص اوقات و آداب پر علیحدہ کتابیں بھی تصنیف ہوئیں، جن میں آپؐ پر درود بھیجنے کے اجر اور ثواب کی وعید دی گئی ہے۔ مثلاً "فضائل درود" (مولانا محمد ذکریا)

۳ تا ۷ : ص۲۷ فضائل درود شریف (مولانا تاج محمد ذکریا) ص۲۳ / ص۲۰ / ص۲۱ / ص۲۵
نیز ملاحظہ ہو "قاموس الکتب" (حصّہ اوّل) انجمن ترقی اردو، کراچی۔

اِن احادیث سے عبادات میں دُرودشریف کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے نعت گو شعرا نے بھی نعت گوئی کو
نعت گوئی میں اسلوبِ سلام وصلوٰۃ کو خاص طور پر فن سے زیادہ عبادت سمجھا اور عبادت بھی اتنی اہم کہ جس میں
یہ کہ عابد و معبود دونوں ہی شامل ہیں بقول شریف احسن سے

؎ ہیں عابد و معبود یہاں ایک ہی صف میں  اللہ بھی ثنا خواں ترا، احسن بھی ثنا خواں![1]

یہ کہ عبادت (نعت گوئی) کبھی رد نہیں ہوتی۔ اور خدا اور اُس کے رسولؐ کے حضور سلام وصلوٰۃ کا ہر لفظ
اور ہر انداز و اسلوب ہمیشہ پسندیدہ و مقبول ہے۔ لہٰذا اِس اہم عبادت سے وابستہ اجر و ثواب اور بخشش و
ـے کے حصول کی کوشش نعت گوئی کا ایک بڑا محرک بنی۔

## برکت طلبی اور خیر جوئی:

حصولِ ثواب و طلبِ شفاعت کے ساتھ ساتھ حصولِ خیر و برکت کیلئے نعت ایک مقبولِ عام ذریعہ بنی۔ شعرائے
اپنی نگارشات کے آغاز میں حمد کے ساتھ اِسی لئے بھی نعتیہ اشعار لکھے کہ اس سے اور اِس حوالے سے خدا کی
حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو۔

اِسی ضمن میں ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے "اربعین" (نووی) اور "مسند الفردوس" (دیلمی) سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ
بالشان کام جو اللہ کی تعریف اور محمدؐ (حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر دُرود کے ساتھ شروع کیا جائے
ناقص اور ہر برکت سے مٹا ہوا (محروم) ہے۔" اور اِس حدیث کے حوالے سے کہا ہے کہ اس نے نثر و نظم، تحریر اور تقریر
ت میں نعت کو لازم قرار دیا؛ اور اِس طرح ادب کیلئے پابندی عاید کردی۔[2]

مذکورہ بالا حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے (اور اِس کی نشاندہی اشفاق صاحب نے کی بھی ہے) لیکن حضورِ اکرم صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ محبت و شیفتگی کے سبب اِس (حدیث) کے نفسِ مضمون کی پابندی کی ایک طویل اور
روایت موجود ہے اور خیر و برکت کے تصوّر و تاثر کے باعث خطبات و تقاریر کے علاوہ مسلمانوں کی عملی و دینی،
سیاسی اور ادبی و شعری نگارشات میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، کے ساتھ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہٖ
کے مضمون کے اِلتزام کی طرح تصنیف و تالیف کلام کے آغاز میں حمد کے بعد نعت نے ایک رسم اور روایت کی
اختیار کرلی ہے۔

یہ درست ہے کہ رسمی انداز میں لکھے گئے ایسے نعتیہ کلام کا غالب حصّہ عقیدتِ محض کی بنا پر لکھا گیا اور اِس کا مقصد
ـت کے علاوہ فنِ نعت کی باقاعدہ تخلیق نہ تھا۔ لبعض شاعروں نے عقیدتاً اور تبرکاً نعت لکھی تو ضرور، مگر نہ تو انہوں نے
کوئی شاعرانہ کمال پیدا کیا[3] اور نہ ہی اِس میں کسی ادبی اور فنی معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی، مگر جہاں تک تخلیق و فروغ
تعلق ہے۔ اِسی جذبہ (خیر و برکت طلبی) کی اہمیت اور اُس کے اثرات کی ہمہ گیریت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، رسماً اور

---

روزنامہ "جسارت" کراچی — ۱۸، اپریل سنہ ۸۰ء

اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۵۹۔

سچی بات تو یہ ہے کہ وہ کبھی کسی شاعرانہ کمال کے مدعی ہوئے بھی نہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے
نہ عقیدت نے انہیں کسی نہ کسی شکل میں کارِ نعت سے منسلک رکھا۔

وا ہی سہی کم و بیش ہر مسلمان شاعر نے نعت کے موضوع پر طبع آزمائی ضرور کی۔ برصغیر کے ہندو شاعروں نے بھی بالعموم، غزلیہ دواوین اور مثنویوں کے آغاز میں حمد کے ساتھ نعت کا التزام برقرار رکھا۔ اور اس طرح خواہ خیر و برکت کی غرض ہی سے سہی، اردو نعت کے اثاثے میں بہت اضافہ ہوا۔

## نعت کے ذیلی محرّکات اور اس کی مقبولیت کے اسباب :

جیسا کہ ہم نے اساسی محرکاتِ نعت کے ضمن میں جائزہ لیا ہے۔ نعت کی تخلیق میں عشقِ رسولؐ، اطاعتِ رسولؐ، ثواب اور برکت طلبی کے جذبات نے ایک بنیاد کا کام کیا ہے۔ (اور جس شاعر کے ہاں یہ بنیاد جتنی مضبوط اور قوی ہے اُسی شاعر کے ہاں نعت میں جذب و مستی کی فضا اسی قدر مؤثر ہے)۔ مگر ان محرکات کے ساتھ ساتھ کچھ اسباب و عوامل ایسے بھی ہیں جنہیں کارِ نعت کی تخلیق و ترویج اور فروغ و اشاعت میں بڑا حصّہ ہے۔ یہ اسباب و عوامل دراصل ان کے اساسی منبع ہی سے پھوٹے ہوئے سوتے ہیں۔ انہیں ہم ذیلی محرکات سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ایک طرف تو فی نفسہٖ نعت کی تخلیق کی دوسری طرف اس کی ترویج میں وسعت پیدا کی۔ یوں نعت مجلس آشنا بھی ہوئی اور صنفِ سخن کی حیثیت سے بھی اسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ذیل میں ہم ایسے ہی ثانوی اور ضمنی محرکات کا جائزہ لیتے ہیں۔

### ۱۔ صوفیائے کرام کا خصوصی شغف و توجّہ

نعت کی تخلیق اور فروغ میں یوں تو کم و بیش ہر مسلمان بلکہ بعض غیر مسلم شعرا نے بھی حصّہ لیا، مگر بزرگانِ دین جو تصوّف سے گہرا شغف رکھتے تھے، اس میدان میں ہمیشہ نمایاں رہے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ پُر انوار کا مقام و مرتبہ عام مسلمانوں کے خیال سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اہلِ تصوّف کے ہاں جس طرح نورِ محمّدی، خلقتِ محمّدی اور فیضانِ محمّدی کا گہرا اور مؤثر احساس و اظہار ہے، وہ عام اہلِ علم سے کہیں وسیع، بسیط اور منفرد حیثیت و اہمیت لئے ہوئے ہے۔ ان کے ہاں ذاتِ محمّدی کا ادراک کتبِ سیر و مغازی اور مجموعہائے احادیث کے مطالعہ کے علاوہ ان روحانی واردات و مشاہدات پر مبنی نظر آتا ہے جن سے حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے عام سیرت نگاروں کی تحریریں نا آشنا ہیں۔ ان روحانی واردات و مشاہدات کی اگرچہ کوئی تاریخی سند ہمارے پاس موجود نہیں مگر صوفیائے کرام کے مختلف سلاسل سے وابستگان کے ملفوظات و نگارشات میں آپؐ کی مناقب و انوار اور فیوض و برکات کا جو انداز، کیفیت اور اثر ملتا ہے، وہ انہیں کا خاصا ہے۔ تصوّف سے گہرا شغف رکھنے والے صوفیاء کی تحریروں میں "شجرۃ الکون" (ابنِ عربی) "لوائح" (جامی) "شواہد النبوۃ" (جامی) "مدارج النبوت" (شاہ عبدالحق) "انفاس الرحمٰن" (شاہ ولی اللہ) "تعلیم غوثیہ" (مولوی گل حسن) "انوارِ احمدی" (مولانا انوار اللہ خاں) قابلِ ذکر ہیں۔ غیر صوفیا کی تحریروں میں مارٹن لِنگز کی "What is Sufism"[1]، شوآن کی "Dimension of Islam" اور "Understanding Islam"[2]، حسین نصر کی "Ideas and Realities of Islam"[3] وہ متصوفانہ نگارشات ہیں جن میں نورِ محمّدی، مقامِ محمّدی، فیضانِ محمّدی کا صوفیانہ نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا گیا ہے۔

---

[1] خصوصاً "بابُ النبی" اور "باب الطریق" میں۔
[2] خصوصاً "بابُ النبی" میں۔
[3] حسین نصر کے ہاں زیادہ تر شوآن ہی کے افکار کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کے مطالعہ کے اسی منفرد انداز کے سبب اہلِ تصوف نے
تخلیق اور فروغ پر خصوصی توجہ دی۔ ان کے حلقوں میں نعت ایک شعری صنفِ سخن ہی نہیں، اس کا سننا، پڑھنا
عبادت ہے۔ یہ تہذیبِ نفس اور بالیدگیٔ روح کا ایک ذریعہ ہے۔ اور سالک کیلئے مختلف درجات و مقامات [illegible]
ورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رجوع اور حصولِ توجہ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے صوفیائے کرام نے
اوراد و وظائف کی طرح نعت خوانی کو بھی اپنے اشغال و معمولات میں شامل کیا۔ نہ صرف یہ کہ نعتیہ قصیدے،
ت اور مولود نامے لکھے بلکہ اپنے حلقوں اور نشستوں میں انہیں پڑھنے کے خاص اسلوب اور طریقے وضع کئے۔

واضح ہو کہ صوفیائے کرام کے ہاں مولد، مولود یا میلاد خوانی کا انداز اور مندرجات، عامۃ الناس کے ہاں
پڑھے جانے والے موالید سے مختلف ہیں، نیز صوفیاء کی مجالس میں مولود خوانی کا مقصد بھی عوام میں مروجہ میلاد خوانی
میں جداگانہ ہے۔ صوفیاء کے ہاں میلاد خوانی کو روحانی تربیت کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے، جبکہ عوامی حلقوں میں
کی بزم کا انعقاد حصولِ ثواب، تذکارِ سیرتِ رسولؐ اور تبلیغ و اصلاح کیلئے ہوتا ہے۔

صوفیاء کے سلسلوں میں مولود خوانی کی روایت، ضرورت واہمیت اور انداز و اسالیب پر جے۔ سپنسر ٹرمنگھم
کی کتاب[1] The Sufi order in Islam میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ
ے کرام کے ہاں میلاد خوانی کی روایت منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ خصوصاً عرب، مصر، ترکی، سوڈان، الجیریا اور مغرب
لاقے میں اگر میلاد خوانی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر پاک وہند کی مجالس مولود سے ایک مختلف فضا کا احساس
ہے۔ صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں کون کون سے میلاد مقبول و مروج رہے! ان سلسلوں میں میلاد خوانی
انداز و طرق اور بحیثیتِ مجموعی صوفیا کی مخصوص نشستوں اور حلقوں میں میلاد خوانی کی غرض و غایت اور اس سے پیدا ہونے
یفیات و اثرات کا ٹرمنگھم نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے مختلف سلسلوں کے بانی صوفیاء ان کے حلقوں
ھے جانے والے موالید، قصائد، اور نعتیہ منظومات اور ان کے پڑھنے کے اسالیب و اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ جن میں بعض
لاسل، ان کے مولود نگار اور مقبول عام میلاد درج ذیل ہیں۔

ابو مدین شعیب بن الحسن (۱۱۲۶-۹۸ء) کا نام بارھویں صدی کے صوفیا میں بہت مشہور ہے جنکے سلسلہ کی ایک شاخ مصر
ہت پھیلی، اس شاخ کے شاعر الوالحجاج یوسف کا مولود (خصوصاً مصر کے بالائی علاقے میں) بہت مقبول ہوا۔ (ابوالحسن[2]
شاذلیؒ (جن سے شاذلیہ سلسلے کا آغاز ہوا)۔ ابومدین ہی کے خاص پیروکار تھے جن کے بڑے گہرے اثرات شمالی افریقہ
نہ صرف مذہبی بلکہ معاشرتی و سیاسی زندگی پر بھی بڑے گہرے مرتسم ہوئے۔

---

[1] "The Sufi order in Islam" (J. Spencer Triming...

[2] الحسن الشاذلی کے شیخ عبدالسلام بن مشیش کا "قصیدہ نعتیہ" بھی مشہور ہے۔ اس قصیدے کا
"Titus Burckhardts" نے (جو قبول اسلام کے بعد ابراہیم عزالدینؒ کے نام سے موسوم ہیں) انگریزی زبان
ترجمہ بھی کیا۔ بحوالہ مضمون "Foundation of Islam" از ڈاکٹر محمد اجمل، پاکستان ٹائمز۔ لاہور

رکی میں سلیمان چلبی (متوفی ۱۴۲۱ء) کا مولود بہت مشہور ہوا۔ ان کا تعلق خلوتی سلسلۂ تصوف سے تھا۔ یہ
یہ کے حلقوں کے علاوہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یوم ولادت (۱۲ ربیع الاول) کے سلسلے میں منعقد
سرکاری تقریبات میں بھی پڑھا جاتا رہا۔ خلوتی سلسلہ ترکی سے مصر اور پھر وہاں سے حجاز اور مغرب میں پھیلا
کی ایک شاخ "دردیریہ" کہلائی، جس کے بانی احمد بن دردیر (1715–1786ء) کا نثری مولود بہت مشہور ہوا
کی سہروردیہ سلسلے کی ایک کڑی "زینیہ" کہلائی، جس کے بانی شمس الدین محمد ابن حمزہ (1398–1459ء) کے
ے حمد اللہ چلبی حمدی" کا مولود بہت مشہور ہوا۔

نقشبندیہ سلسلے سے متاثر ہونے والوں میں "محمد عثمان المرغنی" کے مولود۔ "مولود المرغنی" کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی
ود کے آغاز میں محمد عثمان مرغنی نے مولود کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ
نے انہیں یہ مولود لکھنے کیلئے خواب میں کہا۔

ادریہ صوفیا کے حلقوں میں "امام برزنجی" (۱۷۶۶ء) کا "مولد النبیؐ" بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ ان کے ہاں مولود کی نشستیں
ارے ہاں تشبیہ کی طرح (جیسے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے)، کہلاتی ہیں۔ "لیلیہ" میں مولود کے ساتھ ساتھ ذکر اور
وحیدیہ منظومات بھی پڑھی جاتی ہیں۔

علوی (حضرمی) طریقے میں "علی ابن محمد الحبشی" کا مولود "سمط الدُرر" پڑھا جاتا ہے، جو "مولود الحبشی" کے نام سے
ہے۔

تیجانی طریقے کے بانی کا اپنا کوئی مولود نہیں، اس لئے تیجانیہ سلسلہ میں مولود کی جگہ "جوہرۃ الکمال" کا ورد مقبول
ل رہا۔ اس سلسلہ کے معتقدین کے نزدیک اگر "جوہرۃ الکمال" کو اس کے ضروری لوازمات، شرائط اور احتیاط کے
ات بار پڑھا جائے، اس کی ساتویں قرأت کے دوران خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محفل میں حاضری فرماتے ہیں۔[1]
بعد میں اسی سلسلہ کے محمد بن المختار (دو العالیہ، متوفی ۱۸۸۲ء) نے "مولد انسان الکامل" کے نام سے ایک مولد لکھا،
مغرب میں صوفیا کی مجالس میں میلاد خوانی نے قصیدہ خوانی کی شکل اختیار کرلی۔ یہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح
— میں قصائد کی صورت میں اظہارِ عقیدت و محبت کا رواج ہوا۔ اور قصائدین[2] (قصیدہ پڑھنے والوں) کی ایک جماعت
ے لحن کے ساتھ پڑھتی۔

میلاد النبیؐ کے علاوہ رجب کی ستائیسویں رات کو آنحضرتؐ کی معراج کی یاد میں صوفیاء کے ہاں معراجیہ نظمیں (معراج
پڑھنے کا بھی رواج ہے۔ ان نظموں میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفرِ معراج کی تفصیلات کا ذکر اور صوفیا
ن پر اس ذکر سے پیدا ہونے والے روحانی اثرات[3] وکیفیات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ان مواقع پر وہ مولد بھی پڑھے جاتے ہیں
خاص طور پر واقعۂ معراج کا بھی تفصیلی ذکر ہے۔ مثلاً سلیمان چلبی کا مولد، امام برزنجی کا مولد اور نجم الدین الغیطی —
(1576ء) کا "قصۂ معراج الکبریٰ" — اس ضمن میں ترکی میں غنی زادے نادری، نائی عثمان دیدے اور نحیفی کے معراج نامے

---

[1] السیر الاہر، محمد علوان الجسقی۔

[2] E. Dermenghem Le culte des saints dans l'Islam maghrébin. — P. 186, Paris 1954.

[3] کتاب الاسریٰ للمقام الاسرا۔ (محی الدین ابن عربی)

…ی ذکر ہیں۔
…رمنگھم نے مغرب، سوڈان، مراکو، الجیریا، لیبیا، مصر، ترکی، حتیٰ کہ روس کی ایشیائی مسلم ریاستوں میں صوفیا کے
…کے ضمن میں خلوتیہ، شاذلیہ، قادریہ، سنوسیہ، نقشبندیہ طریق کی مختلف شکلوں، اجتماعات ذکر اور مذہبی منظومات
…حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت و سوانح اور مدح و توصیف میں لکھے گئے میلاد پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
…واضح ہو کہ جن موالید و منظومات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ صوفیائے کرام کے مختلف طریقوں اور سلسلوں سے نسبت
…والے سالکین کی خاص مجلسوں میں پڑھی جاتیں، یہ مجلسیں "حضرہ" کہلاتیں اور ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تذکار
…سے حاضرین کی روحانی تطہیر اور تزکیۂ نفس کا کام لیا جاتا اور یہ مجلس انتظام اور مقاصد کے اعتبار سے ان میلادی مجلسوں
…ف ہوتیں جو عام لوگوں کیلئے صوفیا کے اعراس یا دوسرے مواقع پر سرِعام منعقد ہوتیں۔
…وہ صوفی جو شعر گوئی کا باقاعدہ ذوق رکھتے تھے یا وہ شاعر جو کسی نہ کسی صوفیانہ مسلک اور سلسلے سے متعلق تھے
…نے بھی نعت گوئی کی طرف توجہ دی۔ اور اپنے مشاہدات و کیفیات کو نعت کا پیکر عطا کیا۔ ان میں سے کچھ شعرا نے بہت
…کہی۔ مگر کچھ نے نہ صرف یہ کہ اپنی مثنویوں اور نظموں میں نعتیہ اشعار لکھے، بلکہ بعض نے نعت کے دیوان بھی مرتب
…ان شاعروں میں جن کے کلام پر تصوف کی گہری چھاپ ہے اور جو کسی نہ کسی حوالے سے تصوف سے منسلک رہے، ابن
… مولانا روم، جامی، عطار، سنائی، عراقی، خسرو، شاہ عبدالعزیز، مولانا قاسم نانوتوی، مہاجر مکی، غلام مرد لاہوری
…سرمست، شہباز قلندر، احمد رضا خان بریلوی، حسن بریلوی، پیر مہر علی شاہ، شاہ نیاز بریلوی، بیدم شاہ وارثی اور
…ستہ دیدار علی شاہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔
…خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نعت کی تخلیق اور فروغ میں صوفیائے کرام اور تصوف سے منسلک شاعروں نے بڑا کام کیا۔ انہوں نے
…نعتیہ نظمیں اور میلاد لکھے جو ان کی عقیدتِ رسول کی علامت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کی والہانہ
…گی کے عکاس اور جذب و مستی کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ نیز صوفیا کے حلقوں میں نعت خوانی اور میلاد خوانی کے سبب ان سے
…عقیدت مندوں، پیروکاروں اور شاگردوں میں نعت گوئی کی ترغیب پیدا ہوئی۔ ان میں سے با صلاحیت شاعر خاص طور پر
…گوئی کی طرف متوجہ ہوئے۔ یوں صوفیائے کرام کا ذوقِ نعت ان کے ارادتمندوں میں منعکس ہوا، اور نعت گوئی و نعت خوانی کا
…وسیع ہوا۔ نعت خواں کے شوق نے نعتیہ انتخابات اور گلدستوں کی اشاعت کو رواج دیا۔ اور یوں صوفیا کی خصوصی
…و توجہ سے نعت گوئی کے رجحان کو فروغ ملا۔
نعت کی مقبولیت کا ایک اور بڑا سبب جو صوفیائے کرام سے متعلق ہے، اعراس ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں تصوف کے مختلف
…سے وابستہ صوفیاء مشائخ اور اولیاء و بزرگانِ دین کے اعراس کا ایک پھیلا ہوا سلسلہ ہے۔ سال میں بمشکل کوئی ایسا ہفتہ ہوگا
…کسی قطب، غوث، ولی یا بزرگ کا عرس نہ منایا جا رہا ہو۔ تقویم دارالاحسان $\frac{۱۳۹۹ھ}{۱۹۷۹ء}$ [۲] کے مطابق سال میں اعراس المیلاد
…کی تعداد 150 کے قریب بنتی ہے۔ ان میں میلاد النبیؐ کے علاوہ خلفائے راشدین، صحابۂ کرام، صوفیاء و مشائخ، بزرگانِ دین

---

…الہ: — "Islam in the Soviet Union". London. 1967. P_181.

…قویم دارالاحسان $\frac{۱۳۹۹ھ}{۱۹۷۹ء}$ (محمد برکت علی لودھیانوی) سلسلہ اشاعت: ۲۳۴، دارالاحسان، فیصل آباد۔ ۱۹۷۹ء

بڑی دینی، مذہبی اور ملی شخصیات[1] کے اعراس المیلاد کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اعراس کی تقریبات میں نعت خوانی نہ صرف یہ کہ بے حد محوری حیثیت رکھتی ہے۔ ان اجتماعات میں مختلف نعت خواں اپنی آواز کا جادو جگاتے ہیں اور پیشہ ور قوالوں کی اساتذہ کی مشہور نعتوں اور سلاموں سے حاضرین کو سرشار کرتے ہیں۔

## مجلسی محرکاتِ نعت :

مجلسی محرکاتِ نعت میں میلاد کی محفلیں، سیرتِ رسول ؐ کے جلسے اور سماع کی مجالس قابلِ ذکر ہیں۔ برِ صغیر پاک و ہند میں نعت کی تخلیق و فروغ میں ان مجلسی محرکات کا بڑا ہاتھ ہے۔ نعت نگاروں اور عوام الناس کے درمیان یہ مجلسی محرکات اہم اور مؤثر وسیلہ ہیں۔ اگرچہ ان مجالس کے انعقاد کا مقصد صرف نعت کی ترویج و اشاعت نہیں بلکہ تذکارِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ذریعے حصولِ ثواب ہوتا ہے، تاہم بلا واسطہ طور پر ایسی محافل و مجالس سے نعت کو بہت فروغ ہوا۔ نعت گو شعرا اور نعت خواں حضرات کو معاشرے میں عزت و شہرت ملی (بلکہ کئی جگہ تو فنِ نعت گوئی اور نعت خوانی حصولِ زر کا ذریعہ بھی بنے)، اور نعت شاعروں کے دواوین اور بیاضوں سے نکل کر عوام الناس کے کانوں تک پہنچی اور یہ صنفِ سخن مقبول ہوئی۔ ان مجلسی محرکات میں محافلِ میلاد سرِ فہرست ہیں۔

(۱) میلاد کی محفلیں :

"میلاد" بمعنی زمانِ ولادت کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت کے دن آپ کے محامدِ جمیلہ و محاسنِ جمیلہ کے بیان کرنے اور سننے کیلئے مسلمانوں کے اجتماع کا نام "محفلِ میلاد" ہے۔[2]

بقول مولانا سلیمان ندوی، "اسلام میں میلاد کی مجلسوں کا رواج غالباً چوتھی صدی سے ہوا۔"[3]

"تاریخِ میلاد" کے مصنف کی تحقیق کے مطابق عمر بن محمد موصلی پہلا شخص تھا[4]، جس نے ان محفلوں کو رواج دیا۔ (ورنہ صدرِ اسلام سے آئندہ قریباً چند سو برس تک اس طرح کی محفلوں کا پتہ نہیں چلتا)، اور جس مصنف نے مولود کی سب سے پہلی کتاب لکھی اس کا نام ابوالخطاب عمر بن حسن بن دحیہ کلبی، اندلسی، بلنسی (۵۴۴ھ — ۶۳۰ھ) ہے۔ ابنِ دحیہ کے اس اولین مولود کا سنِ تصنیف ۶۰۴ھ ہے۔ اور اس کا نام "التنویر فی مولد السراج المنیر" ہے۔ بعض روایتوں میں اس کا نام "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" بھی آیا ہے۔ "تاریخِ میلاد" کے مصنف نے ابنِ خلکان کی "وفیات الاعیان" اور علامہ سیوطی کے "حسن المقصد فی عمل المولد" کے حوالے سے اس ضمن میں مزید لکھا ہے کہ اس میلاد پر سلطان اربل ابوسعید مظفر نے مصنف کو ایک ہزار دینار یا اشرفیاں انعام دیں۔[5] عبدالسمیع نے اپنی کتاب "انوارِ ساطعہ"[6] اور مولوی محمد اعظم نے "فتح الودود"[7] میں بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

۱۔ ان کے علاوہ ہزاروں بزرگوں کا مولد و مزار کا ذکر اس تقویم میں موجود نہیں مگر ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ ملک گیر سطح پر نہیں تو مقامی سطح پر، خصوصاً ان دیہات اور نواح میں جہاں وہ مدفون ہیں۔
۲۔ مدد شمعِ محفل مرتبہ منشی فضلِ الٰہی۔ حصہ دوم۔ مرغوب ایجنسی، لاہور ۱۳۳۴ھ۔
۳۔ صفحہ ۶۶۴ جلد سوم، "سیرۃ النبیؐ" سلیمان ندوی۔
۴۔ صفحہ ۱۳۰۱۴ تاریخِ میلاد، (حکیم عبدالشکور مرزا پوری)۔
۵۔ صفحہ ۲۶ " " ( " " )۔
۶، ۷۔ صفحہ ۱۶۱، ص ۸ بحوالہ "تاریخِ میلاد"، (حکیم عبدالشکور مرزا پوری)۔

اِس کے بعد عرب میں مولد (مولود/ میلاد) لکھنے اور پڑھنے کا آغاز ہوا۔ ابنِ جبیر نے اپنے سفر نامہ[1] میں عنوان کے
...ی رُوداد ہے (۸۵-۱۱۸۳ء) ، میلاد خوانی کی باضابطہ جلسوں کا ذکر کیا ہے۔ ابنِ تیمیہ کے (جنہوں نے میلاد کی رَد میں ایک
...لہ لکھا)[2] زمانے میں بھی اگرچہ میلاد خوانی کا عام رواج تھا، مگر اسے وہ مذہبی اہمیت حاصل نہ تھی جو اسے بعد میں علامہ سیوطی
(۱۵۰۵ء) کے زمانے میں ہوئی۔ جنہوں نے میلاد کے حق میں ایک رسالہ لکھا اور اسے "حسن المقصد" کا نام دیا[3]۔
سیوطی کے بعد صوفیا کے حلقوں[4] میں میلاد کی محافل کو فروغ ملا اور مولود نگاری اور میلاد خوانی نے ایک باقاعدہ
اور اسلوب کی شکل اختیار کر لی۔ میلاد کی تاریخ کے آغاز سے آج تک اس کے حق اور رَد میں سینکڑوں رسالے
...ہوئے اور فتوے جاری کیے گئے۔ نفسِ ذکرِ ولادتِ رسولِ مقبول سے تو سبھی متفق ہیں مگر مولد کی مروجہ شکل پر
مذہبی علماء کی طرف سے ہمیشہ اعتراض وارد ہوتے رہے۔ بعض علماء نے اس کے انعقاد کو بعض شرائط سے مشروط کیا۔
میلاد کی شرعی اور فقہی حیثیت سے قطع نظر عوامی حلقوں میں میلاد خوانی ہمیشہ مقبول رہی۔ ترکی میں مجالسِ میلاد
کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے لےئین میکلم (Lyman Moellum) نے لکھا ہے کہ "مولد مسجدوں اور گھروں میں
... جاتے ہیں ، لیلۃ القدر اور دوسری مذہبی تقریبات کے علاوہ گھر میں کسی خوشی کے موقع پر مثلاً گھر گرم کرنے پر، کسی
... انداز کی فتح و کامیابی پر، غمی کے موقع پر، مُردے کے چالیسویں پر بھی میلاد کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔[5]
بچے کا نام رکھنے ، رسم بسم اللہ ، ختنہ ، بیماری سے صحتیابی ، سفر سے بخیریت واپسی پر بھی میلاد خوانی کا اہتمام ہوتا۔
دورِ حاضر میں اگرچہ سیاسی اثرات اور حکومت کی پابندیوں کی وجہ سے ترکی اور مصر میں میلاد خوانی کی محفلوں میں کچھ کمی واقع
...ئی ہے اور ان کی حیثیت رسمی رہ گئی ہے ، پھر بھی ہزاروں لوگ ان اجتماعات میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ خصوصاً مضافات میں ہزاروں
... آج بھی صوفیہ کے مختلف سلاسل سے وابستہ ہیں اور ثواب و برکت کے حصول کیلئے وہ صوفیائے کرام کے مزارات کی زیارت
... جاتے ہیں اور وہاں منعقد ہونے والے میلاد میں شرکت کرتے ہیں اور اس سے رُوحانی لطف حاصل کرتے ہیں۔[6]
برصغیر پاک و ہند میں اردو میلاد ناموں کی ایک باقاعدہ روایت ہے۔ آغازِ اردو ہی سے حضورِ اکرم صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت و سوانح کے موضوع پر مثنویوں اور دوسری منظومات (نور نامے ، معراج نامے ، جنگ نامے ،
وفات نامے وغیرہ) کثرت سے ملتی ہیں۔ جیسے جیسے اردو زبان ارتقائی مرحلے طے کرتی گئی ، نظم اور نثر دونوں میں میلاد
...وں کا انداز و اسلوب واضح ہوتا گیا۔

---

1۔ Ibn Jubair 'Travels' 2nd Edition 1907. ص ۱۱۵-۱۱۶
2۔ Ibn Taimiyya Majmu Fatawi Cairo 1908 (۱۱)، ص ۳۱۲
3۔ حسن المقصد فی عمل المولد (اس رسالے کی نوعیت فتوے کی سی ہے)۔
4۔ صوفیائے کرام کے حلقوں سے مخصوص موالید کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔
5۔ ص ۱۵ (دیباچہ) مولود سلیمان چلپی۔ The Menlidi Sherif Lyman Moellum 1943. (انگریزی ترجمہ سلیمان چلپی)
6۔ The Moulids of Egypt cairo. 1941. J. W. Mc Pherasons.
7۔ اس موضوع پر اردو میں "میلاد نامے" کے عنوان سے قاضی سید شہاب الدین ناگپور یونیورسٹی (انڈیا) سے پی۔ ایچ۔ ڈی کا کام ہو رہا ہے (بحوالہ
کتاب نما دہلی۔ اپریل ۱۹۷۶ء ، ص ۵۵) جبکہ سندھ یونیورسٹی سے آنسہ سعیدہ رئیس فاطمہ نے "دہلی میلاد نامے (تحفہ ساقیٔ کوثر ، تاریخی نام)" کے عنوان سے ایم۔ اے (اردو)

اردو میلاد نامے جو مذہبی اجتماعات میں مقبول و مروج رہے ان کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی ہے۔ ذیل میں ان میلاد ناموں میں سے کچھ ایسے مشہور میلاد ناموں کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے نعت کے فروغ اور شاعری میں ذکرِ رسول اکرم کی روایت کو عوام الناس تک پہنچانے میں نمایاں کام کیا۔ ان میں سے چند ایک بار بار چھپے اور بعض کے ایڈیشنوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ وہ عرصۂ دراز کے بعد آج بھی اسی ذوق و شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں اور ان کی مقبولیت کا آج بھی عالم ہے۔ مثلاً "مولود شہیدی" (مولوی غلام امام شہید)، "مولود سعیدی" (مولوی محمد علی خاں سعید لکھنوی)، زبدۃ ... (مولوی محمد علی خاں سعید لکھنوی)، "مولود اکبر" (خواجہ محمد اکبر وارثی، میرٹھی) "مولود لطیفی" (سید چراغ علی لطیفی) میلاد نامہ (خواجہ حسن نظامی)، "میلاد مقبول" (کنیزِ المسلمی، الامروہی)، "میلادِ گوہر" (منشی گوہر علی خاں گوہر رام پوری)، ... الرسول" (شاہ محمد معین الدین احمد فریدی۔ آروی)، "مولود سحری" (نامعلوم)، میلاد پیغمبر (ودود کاکوروی)، "آمنہ ..." (علامہ راشد الخیری) ــــــ وغیرہ وہ میلاد[۲] نامے ہیں جن میں نثر کے ساتھ نظم میں بھی نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت و سوانح، اوصافِ حمیدہ، فضائلِ پاکیزہ، غزوات و معجزات اور تعلیمات کا ذکر بڑے ہی موثر اور دلنشین انداز میں کیا گیا ہے۔

میلاد ناموں میں نعتیہ کلام کی تخلیق اور انتخاب میں اس کے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھا جاتا، عام فہم انداز کی نعتیں کہی جاتیں، تاکہ انہیں سمجھنے میں آسانی ہو، لفظوں کی اکثریت غزل کا اسلوب اور ہیئت رکھتی تاکہ انہیں پڑھتے ہوئے گلوکار کو کوئی دقت نہ ہو۔ میلادی نعتوں کے اسی انداز کے سبب معاشرے میں نعت ایک صنفِ سخن کے طور پر مقبول ہوئی اور میلاد نگاری کا شوق عام ہوا۔ خصوصاً 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد نعت کی تاریخ میں ایک دور تو ایسا بھی آیا جس میں میلاد نامہ کی روایت کو بہت فروغ ہوا۔ اور اسی نسبت سے نعت بھی پھلی پھولی۔

## سماع :

محافلِ میلاد ہی کی طرح مجالسِ سماع بھی محرکاتِ تخلیق و فروغِ نعت میں قابلِ ذکر ہیں۔ مسئلہ سماع اگرچہ زمانۂ سلف سے اب تک متنازع فیہ رہا ہے اور اس کے حق اور رد میں سینکڑوں رسائل تحریر ہوئے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ صوفیا کے ایک دو سلاسل کو چھوڑ کر سماع تصوف سے شغف رکھنے والے صوفیاء اور سالکین کے نزدیک ہمیشہ سے مقبول اور پسندیدہ رہا ہے۔ نفسِ سماع کی حلت اور جواز سے بہت کم صوفیاء نے انکار کیا ہے۔ البتہ بعض فروعی اور فروعی امور مثلاً سماع کا وقت، مقام، کلام کی نوعیت، قوال اور حاضرین کے بارے میں بعض آداب اور شرائط کی پابندی اور احتیاط کی نشاندہی کم و بیش سب نے کی ہے۔ اس ضمن میں شیخ ہجویر داتا گنج بخش[۳] اور مولانا احمد رضا خاں[۴] کے ارشادات توجہ طلب ہیں۔

سماع کی مجالس صوفیاء کے اعراس کے ساتھ ساتھ خاص طور پر منعقد ہیں۔ دوسرے مواقع پر بھی ان مجالس کا انعقاد ہوتا

---

۱۔ ... میلاد خاص طور پر خواتین کی محفلِ میلاد کیلئے ہے اور اس کے مصنف "مولود سعیدی والے سعید لکھنوی" ہی ہیں۔

۲۔ ... صرف ان چند میلاد ناموں کا ذکر کیا گیا ہے جو انیسویں صدی عیسوی کے آخر اور بیسویں صدی کے پہلے ربع میں تصنیف و شائع ہوئے ... اردو میں دکنی دور میں بھی سینکڑوں مولود نامے ملتے ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ کشف المحجوب، (داتا گنج بخش ہجویریؒ) ۴۔ مسائلِ سماع (مولانا احمد رضا خاں بریلوی)، مطبوعہ لاہور۔

بعض سلسلوں میں اسے صوفیاء کے معمولات و اشغال کا درجہ حاصل ہے۔ مثلاً گولڑہ شریف میں پیر مہر علی شاہ صاحب ... شب ... پر سماع کو روزمرہ کے معمولات کی حیثیت حاصل ہے۔ صوفیاء کے حلقوں کے علاوہ آج کل غیر صوفیاء بھی کبھی کبھار سماع ... اس کا انعقاد کر لیتے ہیں۔

سماع میں پڑھا جانے والا کلام عارفانہ نوعیت کا ہوتا ہے اس میں حمد، نعت اور بزرگانِ دین کی منقبت شامل ہوتی ... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ مرشد اور خدا کے درمیان ایک اہم وسیلہ ہیں، اس لئے سالکین کے نزدیک ... الشیخ" اور "فنا فی اللہ" کے درمیان ایک اہم منزل "فنا فی الرسولؐ" کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تذکار و مدحِ رسولؐ ... صوفیاء اپنے جذبۂ محبتِ رسولؐ کی نشوونما کرتے ہیں۔ بقول "صفدر حسین صفدر": "تزکیۂ نفس اور صفائے باطن کیلئے صوفیاء کرام نعتیہ ... ضروری سمجھتے ہیں اور درود وسلام کے علاوہ اس کی تکرار کو بھی برکت کا موجب سمجھتے ہیں۔ تصوف میں ایک مقام فنا کا بھی ہے۔ ... (فنا فی الشیخ" کے بعد) دو درجے ہیں، "فنا فی اللہ" اور "فنا فی الرسولؐ"۔ "فنا فی اللہ" میں "فنا فی الرسولؐ" کی منزل سے گزرے ... بغیر ... ہونا ناممکن ہے۔ یہ رجحان عام طور پر "وحدت الوجودی" مکتبۂ خیال کے صوفیاء میں زیادہ تر پایا جاتا ہے۔ "فنا فی الرسولؐ" کے مرتبہ پر ... کیلئے مختلف طریق کے منجملہ ایک طریقہ نعتیہ کلام کی سماعت بھی ہے۔ چنانچہ صوفیاء کے نزدیک محفلِ سماع کے قیام اور سماع کے ... یہی توجیہہ ہے۔ "فنا فی الرسولؐ" کا مدعا یہ ہے کہ بارگاہِ رسالت پناہی سے فریفتگی اور خلوص پیدا کیا جائے۔ ثقافتی اور ... حیثیات کے منجملہ ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ مجلسِ نعت یا مجلسِ سماع کا مقصد ایک قسم کی معاشرت اور ایک خاص ... کے آداب کو قصیدہ یا نعت پڑھتے وقت حضارِ محفل کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ اس خاص طریقے کو جو معاشرتی زندگی کے ... اس دائرے کی ترجمانی کرتا ہے، حالیہ زمانے کی اصطلاح میں Morals and Mores کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"[1]

اس کے علاوہ سماع کی برکات میں طبیعت کا وجد میں آنا، قلب میں روشنی کا نمودار ہونا، سامع کا ... مکاشفہ سے سرفراز ہونا، طبیعت میں یکسوئی اور سرور و انبساط کا پیدا ہونا شامل ہے۔ صوفیاء کے نزدیک بعض ... کا طے ہونا بھی محض سماع پر موقوف ہے۔ جو مقام سلوک میں ریاضتِ شاقہ سے مشکل سے طے پاتا ہے وہ سماع ... بہ آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ بقول حضرت سلطان الاولیاء "سماع کی حالت میں جو آثار مرتب ہوتے ہیں اُن ... قسمیں ہیں، ایک انوار، دوسرے احوال، تیسرے آثار، اور یہ تینوں تین عالم سے اُترتے ہیں۔ عالمِ ملک و عالمِ ملکوت، ... عالمِ جبروت۔ "عالمِ ملک" سے ارواح پر انوار نازل ہوتے ہیں بعد ازاں "عالمِ جبروت" سے دلوں پر احوال اُترتے ہیں، پھر ... ملکوت" سے وہ چیزیں نازل ہوتی ہیں، جن سے اعضاء میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور انہیں "آثار" کہتے ہیں۔"[2]

اس ضمن میں حضرت جنید بغدادی کا یہ قول بھی توجہ طلب ہے کہ "اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ نمازِ نفل سماع ... بہتر ہے تو بھی میں نوافل میں مشغول نہ ہوں اور سماع سنوں۔" سیّد نورالحسن مودودی اس قول کی وضاحت ... کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "حضرت جنید نے (یہ) اس لئے فرمایا کہ نغمہ کو روح کے ساتھ یوم الست سے ایک خاص تعلق ہے۔ ... سماع میں جو یکسوئی حاصل ہوتی ہے وہ عام طور پر نوافل میں میسر نہیں اور کُل دارومدار سکونِ قلب پر ہے۔" اُنہوں نے اس ... میں حضرت شیخ المشائخ خواجہ مودود چشتی قدس سرہٗ کے اس جواب کا بھی ذکر کیا ہے، جو اُنہوں نے ——.

---

[1] روزنامہ امروز لاہور، "مضمون نعت کا عراقی پہلو" از صفدر حسین صفدر، ۱۱ اپریل سنہ ۸۰
[2] نغماتِ سماع۔ مؤلفہ سیّد نورالحسن مودودی صابری، نظامی پریس، بدایوں ۱۳۵۳ھ

... الائمہ گرگانی کے سوال (کہ فقہی مسئلہ سے قطع نظر سلوک میں سماع بہتر ہے یا نفلی نماز؟) دیا کہ: اگر کوئی ... دوگانہ نمازِ نفل بہ تمام شرائط اور ارکانِ مقررہ با اخلاص تمام ادا کرے تو اللہ کے نزدیک اس کے قبول ہونے میں ... ہے، مگر سماع کا جذبہ، جذباتِ حق میں سے ہے اور عین مقبول ہے۔[1]

... امور کی بنا پر سماع کو صوفیاء کے حلقوں میں تزکیۂ نفس اور صفائے باطن کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اور طبیعت کے ... کو دور کرنے اور انشراحِ صدر اور گداز و رقت کیلئے جہاں عارفانہ کلام پڑھا جاتا ہے، وہاں نعتیہ کلام اور ...

سی الائمہ گرگانی کے سوالؔ (کہ فقہی مسئلہ سے قطع نظر سلک میں سماع بہتر ہے یا نفلی نماز؟) دیا کہ: اگر کوئی
دوگانہ نماز نفل بہ تمام شرائط اور ارکانِ مقررہ با اخلاص تمام ادا کرے تو اللہ کے نزدیک اس کے قبول ہونے میں
ہے، مگر سماع کا جذبہ، جذباتِ حق میں سے ہے اور عین مقبول ہے[۱]۔
انہی امور کی بنا پر سماع کو صوفیاء کے حلقوں میں تزکیۂ نفس اور صفائی باطن کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور ...
کو دور کرنے اور انشراحِ صدر اور گداز و رقت کیلئے جہاں عارفانہ کلام پڑھا جاتا ہے، وہاں نعتیہ کلام اور ...
میں ڈوبی ہوئی غزلیں پڑھنے کی روایت بھی موجود ہے۔
سماع کی مجالس میں نعتیہ کلام کی تکرار سے جہاں نعت کو فروغ ملا وہاں ایسی مجالس کیلئے خاص طور پر نعت
کا ذوق و شوق بھی پیدا ہوا۔ اور یوں سماع کے وسیلے سے بھی نعت کی صنف کو وسعت، شہرت اور مقبولیت
سماع سے مخصوص نعتیہ کلام کے کئی گلدستے اور انتخابات شائع ہوئے اور آج بھی ہو رہے ہیں۔

## ۳) سیرتِ رسولؐ کے جلسے :-

مجلسی محرکاتِ نعت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ پاک کے جلسوں کا ذکر بھی
بے جا نہ ہوگا۔ سیرتِ رسولؐ کے جلسے دراصل مولود شریف کے سلسلہ ہی کی ایک شکل ہیں۔ اسے خواہ "جلسۂ سیرت"
"سیرت کانگریس، سیرت کانفرنس یا سیمینار" کا نام دے لیں، مگر جہاں ذکرِ رسولؐ کی محفل منعقد ہوتی ہے وہاں
... و مضامین کے آغاز اور درمیان میں نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھنے کی روایت کا التزام
ہے۔ اور خوش الحان نعت خواں اپنی آواز کا جادو جگاتے ہیں اور سامعین کے قلوب کو ذکرِ رسولؐ کے نور سے
... کرتے ہیں۔

## ۴) نعتیہ مشاعرے :-

ذیلی محرکاتِ نعت میں جو محرکاتِ مجالس سے متعلق ہیں، ان میں سے ایک محرک نعتیہ مشاعروں کا
بھی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں جہاں عام مشاعرے کی روایت کافی پرانی ہے وہاں نعت سے متعلق نشستوں اور
... کی تاریخ بھی کئی عشروں پر محیط ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل مسجد وزیر خاں میں نعتیہ مشاعرے کے انعقاد
... متواتر روایت موجود ہے۔ جبکہ قیامِ پاکستان کے بعد ریڈیو اور ٹی۔وی کے علاوہ کم و بیش ہر شہر میں "بزمِ حسان"،
"... ثنا خوانِ رسولؐ"، "مجلسِ نعت" یا ایسے ہی کسی اور نام سے کوئی نہ کوئی ادارہ اور مجلس موجود ہے۔ جو گاہے گاہے
... مشاعروں کا اہتمام کرتی رہتی ہے۔ اخبارات و رسائل (خصوصاً مذہبی رسائل) میں کبھی کبھار ان مشاعروں کی روداد بھی شائع
... رہتی ہے۔ ان مخصوص انجمنوں کے علاوہ کسی اسلامی تہوار، تقریب یا موقع محل کی مناسبت سے ادب و فن اور تہذیب
... سے متعلق انجمنیں، ادارے اور اکادمیاں بھی نعتیہ مشاعرے منعقد کرتی رہتی ہیں۔ گذشتہ کچھ سالوں سے کالجوں
... یونیورسٹیوں کی سالانہ تقریبات میں مباحثوں کے ساتھ کہیں کہیں "طرح" مصرع پر نعتیہ مشاعروں کی روایت بھی چل نکلی ہے،
... سے نعت کی ترویج و تشہیر کا دائرہ نئی نسل تک بھی پہنچ گیا ہے، اور نو آموز شاعر بھی نعت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

---

۱ ... ، ص ... ، "نغماتِ سماع" مؤلفہ سید نورالحسن مودودی صابری، "نظامی پریس" بدایوں، ۱۳۸۳ھ۔

## ذرائع ابلاغِ عامہ:

اساسی و مجلسی محرکاتِ نعت اور صوفیائے کرام کے خصوصی شغف و توجہ کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغِ عامہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ذکر اور مدح کو عوام النّاس تک پہنچانے کیلئے جو بھرپور کردار ادا کیا ہے ... نعت کو ایک باقاعدہ صنفِ سخن کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ اور یہ انہی ذرائع کا فیضان ہے کہ ہر مسلمان ... ادب ... دوسری صنف کے نام سے آشنا ہو یا نہ ہو، نعت کی صنف اور اس کے موضوع سے ضرور واقف ہوتا ہے ... ذرائع ابلاغ کے وہ شعبے جنہوں نے نعت کو مقبولِ عام بنایا درجِ ذیل ہیں۔

(الف) رسائل و اخبارات:

رسائل جن میں (خصوصاً مذہبی رسائل) ہر مہینے شاعروں کا تازہ نعتیہ کلام چھپتا رہتا ہے، لگا ہے ... اور خصوصاً ربیع الاوّل کے مہینے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سیرت و نعت پر خاص نمبر نکالے جاتے ... رحمۃ للعالمین نمبر، سیرت نمبر، رسول نمبر، یا ایسے ہی کبھی دوسرے نام سے نکلنے والے خاص نمبروں میں نعتوں کی تعداد ... ہوتی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد عموماً اور گذشتہ دہائی سے خصوصاً ملکی قومی اخبارات نے ہفتہ وار ملّی اور اسلامی ایڈیشنوں کا ... سلسلہ شروع کیا ہے۔ ان اشاعتوں میں خاص طور پر اور اس کے علاوہ بھی کبھی کبھار اخبارات میں تازہ نعتیں چھپتی ہیں۔

(ب) گراموفون ریکارڈ اور فلمیں:

گراموفون کمپنیوں نے ریکارڈ کی صورت میں ہزارہا نعتوں کو قریہ قریہ پہنچایا ہے۔ برِصغیر پاک و ہند کی فلموں میں بھی کبھار موقعہ و محل کی مناسبت سے نعتیں یا نعتیہ قوالیاں سننے کو مل جاتی ہیں۔ اگرچہ اس انداز کی نعتوں میں سے اکثر کا ... ادبی نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ نعت کے اعلیٰ معیار کو پہنچتی ہیں، تاہم نعت کی مقبولیت کے سلسلہ میں ان کے اثرات کو نظر انداز نہیں کیا ... سکتا۔

(ج) ریڈیو اور ٹیلیویژن:

ریڈیو اور ٹیلیویژن کے توسط سے خصوصاً پچھلے دس پندرہ سالوں سے نعت کے فروغ کو بہت تقویت ملی ہے۔ محرم الحرام ... ربیع الاوّل اور رمضان المبارک کے مہینوں میں خصوصی نعتیہ مشاعروں اور نعت کے فکر و فن اور تاریخ کے بارے میں گفتگو و مذاکرہ ... علاوہ دوسرے ایام میں بھی پرانے اور نئے شعرا کا نعتیہ کلام نشر ہوتا رہتا ہے۔ ریڈیو کے پروگراموں میں تو خاص طور ... نعتِ رسولِ مقبولؐ کو ایک معمول کی حیثیت حاصل ہے۔

آجکل فلموں، ریڈیو اور ٹیلیویژن کی نعتوں اور نعتیہ قوالیوں کے کیسٹ بھی بہت مقبول ہو رہے ہیں اور یوں کاروباری اور ... تجارتی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ نعت کے دائرے میں بھی بتدریج توسیع ہو رہی ہے۔

---

ذرائع ابلاغِ عامہ کے حوالے سے تفصیلی بحث "عصرِ حاضر میں نعت گوئی" کے باب میں دیکھئے!

(ب)

## ماخذات

۱۔ قرآن حکیم
۲۔ احادیثِ نبویؐ
۳۔ کتب سیر و مغازی
۴۔ اسلامی حقائق اور مذہبی کتب
۵۔ اسمائے رسول مقبولؐ

قرآن حکیم

قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کا پہلا اہم اور مستند ماخذ ہے دین اسلام کی طرح پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ اور خصائل حمیدہ کا اولین مرجع بھی یہی کتاب مبین ہے اگرچہ اس میں آنحضرتؐ کے سوانحی حالات اور عادات و کردار کا ذکر مربوط اور مرتب شکل میں نہیں تاہم جگہ جگہ ایسے بلیغ اشارے اور حوالے موجود ہیں جن کے مطالعہ سے حضور اکرمؐ کی سیرت و کردار کا ایک موثر تصور اور گہرا نقش ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے قرآن میں آپ کی تشریف [illegible] و رسالت، مقصد بعثت، کار نبوت میں آپ کی جد و جہد، آپ کی ذات و دین اور اخلاق کریمانہ [illegible] معجزات، امداد [illegible] آپ پر احسانات اور بنی نوع انسان پر آپ کے فیوض و برکات کے بارے میں بنیادی نوعیت کی وہ تمام [illegible] سیرت طیبہ کی تعمیر و تشکیل عبارت ہے اگرچہ حضور اکرمؐ کے ہر سیرت نگار نے اپنی تحریروں میں جگہ جگہ قرآن [illegible] اس انداز میں بھی ہوئی ہیں جہاں سیرت رسولؐ کے تمام خد و خال قرآن پاک کی آیات بینات [illegible]

مسلمان سیرت نگاروں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی سیرت رسول کے سلسلے میں اس ماخذ اول کی اہمیت اور جامعیت کو تسلیم کیا ہے بقول ولیم میور[1]

"The Karan becomes the ground work and the test of all inquiries into the origin of Islam and the character of its Founder. Here we have a stare house of Mohammads own recorded during his life, extending over the whole course of his public career and illustrating his religious views, his public acts and his domestic character By this standard of his own making, we may safely judge his life and nations for it must represent either what he actually thought or what he affected to think And a mirror is Koran of Mohammadi character, that saying become proverbial among the early Muslims His character is the Koran

قرآن مجید میں حضور پاک کے بارے میں تین طرح کے حوالے ملتے ہیں

پہلا حوالہ وہ آیات ہیں جن میں آپ کے مقصد بعثت اور کار نبوت کا تذکرہ ہے دوسرا حوالہ وہ آیات ہیں جن میں آپ کے مقام و منصب کی بلندی اور آپ کے کردار و عمل کی رفعت کی تعریف و توصیف کی گئی ہے نیز آپ کے سوانحی حالات، غزوات و معجزات وغیرہ کا ذکر ہے اور تیسرا حوالہ وہ اسمائے

---

1- The Life of Mohammad ولیم میور ص ۲۸

صفات ہیں جن سے خدا تعالٰی نے آپ کو مخاطب کیا ہے۔

یہ تینوں حوالے ہر دور کے نعت نگار شعراء کا محبوب موضوع رہے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ایک ارفع ترین انسان اور برگزیدہ ترین پیغمبر کی حیثیت سے بنی نوع انسان پر آپ کے بے پایاں احسانات اور فیوض و برکات کے تذکار مبارک کے اولین ماخذ اور منابع قرآن کریم کی وہ آیات ہیں جن میں خدا تعالٰی نے فرمایا ہے کہ آپ کی بعثت اللہ کا بہت بڑا احسان اور رحمت ہے آپ کی رسالت تمام انسانوں کیلئے اور ہمیشہ کیلئے ہے آپ صرف انسانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ جنوں کی رہنمائی کے لیے بھی مبعوث ہوئے ہیں آپ کی بعثت اُن دعاؤں کا صلہ ہیں ہے جو آپ سے پہلے ہیں (سبا: ۲۸) آپ کتاب و حکمت کے معلم، زندگیاں سنوارنے والے، ہدایت اور دین حق لانے والے ہیں، اللہ کی راہ پر چلنے والے ہیں آپ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے آپ اس وحی کی پیروی کرتے ہیں جو اللہ کی طرف سے آپ پر نازل کی جاتی ہے آپ حق واضح کرنے والے، نصیحت کرنے والے، انصاف کرنے والے، غلط بندھنوں سے نجات دلانے والے اور تاریکیوں سے نکالنے والے ہیں آپ اللہ کا پیغام لانے والے سچائی لانے والے ہیں اور اللہ کی بندگی کا حکم دینے والے ہیں آپ بشیر و نذیر ہیں آپ نرم مزاج ہیں انسانوں کی فلاح کے حریص اور ہدایت کیلئے بے چین ہیں آپ سراسر راست پر ہیں آپ شفیق ہیں اور رحیم ہیں آپ کا وجود بے غرض ہیں اور تبلیغ و ہدایت کے کام پر کسی اجر کے طالب نہیں۔

قرآن میں جگہ جگہ آپ کی اطاعت کا حکم ہے آپ کی دعوت قبول کرنے کے نتائج اور روگردانی کے عذاب کا ذکر ہے آپ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور آپ کی نافرمانی کو اللہ کی نافرمانی سے تعبیر کیا گیا ہے آپ کی اطاعت کا اجر ان لوگوں (انبیاء، صدیقین، شہدا و صالحین) کی رفاقت ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا آپ کی اطاعت کرنے والوں کو ان جنتوں کی بشارت دی گئی ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور آپ کی مخالفت کی سزا دردناک عذاب اور جہنم ہے۔

قرآن مجید کی وہ آیات مبارکہ جن میں اللہ تعالٰی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے احسانات اور عطائے خاص کا ذکر کیا ہے زیر بحث موضوع (نعت فی القرآن) کی جان ہیں مثلاً قرآن نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمیشہ کی گواہی دی کہ آپ کو شرح صدر عطا کیا گیا ہے اور اللہ نے آپ کا آوازہ عالم میں بلند کیا قرآن آپ سے مخاطب ہوکے کہتا ہے کہ کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی اور تمہیں نادار پایا اور پھر مالدار بنایا"

قرآن میں اللہ کی طرف سے آپ کے مشرکین عرب پر غالب آنے کی پیشین گوئی کی گئی آپ کو مکی فتح کی نوید دی گئی آپ کو مقام محمود پر پہنچانے کا وعدہ کیا گیا اور آپ کو کوثر عطا کیا گیا قرآن میں کہا گیا کہ عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ قرآن کے اس بیان مبارک کا انتہائی مقام اور نقطۂ عروج سورۃ الاحزاب کی وہ آیت ہے جس میں مومنین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ ہی خالق حقیقی نے حضور اکرم پر اپنے اور فرشتوں کے درود بھیجنے کا ذکر کیا ہے خدا کہتا ہے

"اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (۵۶)

بے شک اللہ اور اسکے فرشتے نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اس پر صلوٰۃ بھیجو اور سلامتی کی دعا کرتے ہوئے اسکے فرماں بردار ہو جاؤ

یہ وہ آیت مبارکہ ہے جہاں قرآن میں حضورؐ کی لوح و توصیف کی تمام نورانی کرنیں ایک نقطۂ مستنیر پر سمٹی نظر آتی ہیں یہ مقام نعت فی القرآن کی معراج ہے ایک عبد اور رسول کیلئے اس سے بڑا شرف اور مقام محمود کیا ہو سکتا ہے کہ خدا آپ کے حق میں "صلوٰۃ" اور "تسلیم" کا حکم

قیامت تک کیلئے نافذ فرما دیا ہے پروفیسر فیاض کاوش اپنے مضمون "قرآن اور نعت رسولؐ" میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "صلوٰۃ اور تسلیم" انتہائی کثیر المعانی الفاظ ہیں اردو میں صلوٰۃ کا ترجمہ رحمت سے کیا جاتا ہے مگر اس سے مفہوم ادا نہیں ہوتا درود فارسی کا لفظ ہے یہ بھی صلوٰۃ کے مطلب کی وسعت کو ادا نہیں کر سکتا ...... اصطلاح میں صلوٰۃ کے معنی ہیں نماز اور جب یہ لفظ 'علیٰ' کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کی طرف محبت سے مائل ہونا کسی کیلئے دعا کرنا جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ کی ذات کی طرف منسوب ہو تو اس سے مطلب لیا جائیگا اللہ کی رحمت محبت اور تحسین اور جب فرشتوں اور اہل ایمان [illegible] تو اس کے معنی ہونگے "میلانِ محبت و تحسین کے ساتھ دعا" پس اس آیت شریف کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ [illegible] نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بذاتِ خود "تحسین و توصیف" فرماتا ہے اور اس کے فرشتے اس کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ بھی اس سے دل محبت رکھیں اور اس کی تحسین و توصیف میں رطب اللسان رہیں"

"سلّموا تسلیما" کے بھی دو معنی ہیں ایک تو یہ ہے کہ تم ان کے لئے ہر طرح کی "سلامتی کی دعا" کرو اور دوسرے یہ کہ ان کے احکام کے آگے سر بردار بنے رہو" (صلوا علیہ اور سلموا تسلیما کے مفہوم و معانی پر مولانا مودودی نے بھی وضاحت سے لکھا ہے) اس آیت کی تشریح و تفسیر میں شارحین و مفسرین قرآن نے بڑے بڑے خوبصورت نکات پیدا کئے ہیں مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں کہ "یہ آیت کریمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح نعت ہے اس میں مسلمانوں کو اس ذاتِ پاک پر درود شریف بھیجنے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے مگر لطف یہ ہے کہ قرآن کریم نے بہت سے حکم سنائے نماز، روزہ، حج وغیرہ کا ایمان کا حکم دیا مگر کسی جگہ یہ نہ فرمایا کہ یہ کام ہم بھی کرتے ہیں ہمارے فرشتے بھی کرتے ہیں اور مسلمانو تم بھی کرو صرف درود پاک کیلئے اس طرح فرمایا"

اس حکم ہی کی تعمیل میں آپؐ پر (آپ کی نسبت و تعلق سے صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور اہل بیت پر) سلام و درود بھیجنے کو ایک مستقل عبادت کا درجہ ملا ہے اور درود کے آداب، اوقات، فضائل اور اقسام پر سیکڑوں رسائل و کتب کی تصنیف ہوئی اور احادیث رسول اکرم میں منقول درودوں کے علاوہ درود تاج، درود لکھی اور دیگر مشہور درودوں کے مجموعوں کی تالیف ہوئی۔

آیۂ یصلّون علی النبی کے علاوہ قرآن کریم کی درج ذیل آیات نعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمایاں مآخذ میں شمار ہوتی ہیں انک لعلیٰ خلق عظیم (القلم: ۴) (بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں) وکان فضل اللہ علیک عظیما (آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے) انا اعطینک الکوثر (الکوثر: ۱) (ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا) وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (الانبیاء: ۱۰۷) (ہم نے تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (الاحزاب: ۲۱) (درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے) اور ورفعنا لک ذکرک (الم نشرح: ۴) (اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا)

ان مقامات کے علاوہ وہ اسمائے مبارکہ جن سے قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے ہر عہد کے نعت گو شعرا کے تخلیقی ذوق و شوق کا خاص طور پر محور و مرکز رہے ہیں ۔ قرآن پاک میں آپؐ کے اسمائے صفات دراصل

خالق کائنات کی آپؐ کی تعریف و توصیف میں کی گئی ہے مگر بلیغ لغتیں ہیں قرآن میں تمام پیغمبروں کو ان کے اصل ناموں سے مخاطب کیا گیا ہے مگر یہ امتیاز حضور اکرمؐ ہی کو حاصل ہے کہ اس میں آپ کے اسمائے گرامی محمدؐ اور احمدؐ کے علاوہ جگہ جگہ آپ کے لیے صفاتی ناموں کا استعمال کیا گیا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے صفات کو جمع کرنے اور نظم کرنے کی روایت کا آغاز [illegible] کتب مفسرین، محدثین اور سیرت نگاروں نے اسمائے رسول کے ضمن میں وہ [illegible] جن میں ان اسمائے کی تشریح، معانی اور ان کے اوراد و وظائف کے اثرات و برکات کا ذکر [illegible] سے گفتگو کریں گے ذیل میں صرف ایسے اسمائے رسول کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا حوالہ [illegible] نے "نعت رسول کریمؐ بآیات قرآن حکیم" کے عنوان سے ان ناموں کا انتخاب کیا ہے

| | | |
|---|---|---|
| وہ مصطفیٰ ہیں | إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ | ۳۳ آل عمران |
| مجتبیٰ ہیں | وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ | ۱۷۹ 〃 |
| احمد ہیں | وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ | ۶ صف |
| محمد ہیں | مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ | ۲۹ فتح |
| یٰس ہیں | يس ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ | ۱ یٰس |
| طٰہٰ ہیں | طه ۝ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ ۝ | ۱ طٰہٰ |
| کملی والے ہیں | يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ | ۱ مزمل |
| چادر والے ہیں | يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ | ۱ مدثر |
| نبی امی ہیں | الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ | ۱۵۷ اعراف |
| داعی الی اللہ ہیں | وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ | ۴۶ احزاب |
| ہادی و منذر ہیں | إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ | ۷ رعد |
| روشن چراغ ہیں | وَسِرَاجًا مُّنِيرًا | ۴۶ احزاب |
| شاہد ہیں | إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا | ۴۵ 〃 |
| بشیر و نذیر ہیں | وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا | ۲۸ سبا |
| مزکیٔ نفوس انسانی ہیں | وَيُزَكِّيهِمْ | ۱۶۴ آل عمران |
| معلم کتاب و حکمت ہیں | وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ | 〃 〃 |
| نور ہیں | قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ | ۱۵ مائدہ |
| تاریکیوں سے نکالنے والے ہیں | لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ | ۱ ابراہیم |
| طوق و بند سے نجات دلانے والے ہیں | وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ | ۱۵۲ اعراف |

---

۔ نعت رسول کریمؐ بآیات قرآن حکیمؐ مرتبہ مولانا سید حسن مثنیٰ ندوی ارمغان نعت (مرتبہ شفیق بریلوی) ص ۱۵۵ — ۱۶۱

| | | |
|---|---|---|
| آپ آیات کے شارح ہیں | لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ | ۴۴ نحل |
| حامل صدق ہیں | وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ | ۳۳ زمر |
| برحق ہیں | يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ | ۱۷۰ نساء |
| برہان ہیں | قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ | ۱۷۴ ، |
| حاکم برحق ہیں | لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ | ۱۰۵ ، |
| صاحب قول فیصل ہیں | مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ | ۳۶ احزاب |
| سراپا ہدایت ہیں | وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ | ۷۷ نمل |
| سراپا رحمت ہیں | وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ | ۱۰۷ انبیاء |
| رؤف و رحیم ہیں | حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ | ۱۲۸ توبہ |
| تمہارے گواہ ہیں | وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا | ۷۸ حج |
| صاحب خلق عظیم ہیں | إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ | ۴ قلم |
| اول المومنین ہیں | آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ | ۲۸۵ بقرہ |
| اول المسلمین ہیں | وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ | ۱۶۳ انعام |
| خاتم النبیین ہیں | وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ | ۴۰ احزاب |
| عبد (کامل) ہیں | سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا | ۱ بنی اسرائیل |
| صاحب کوثر ہیں | إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ | ۱ کوثر |
| صاحب کوثر ہیں | وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ | ۴ انشراح |
| ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارے | النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ | ۶ احزاب |

قرآن نعت گوئی کا ایک اہم ماخذ ہے اردو زبان اور دوسرے نعت گو شاعروں نے آنحضرت کے اوصاف و خصائل کے بیان کے لئے قرآن مجید کی آیات اور اسمائے مبارکہ سے رجوع کیا ہے جو آنحضرت سے متعلق ہیں ۔ قرآن سے استفادہ میں اردو نعت گو شاعروں کے ہاں خاصا تنوع نظر آتا ہے شاعروں نے قرآن کی آیات یا آیات کے حصوں کو بعینہٖ نعتیہ شاعری میں استعمال کیا ہے ۔ بعض جگہ حروف مقطعات الم، یٰسین، طٰہٰ، نون، صاد کی لفظ بندی سے حضور اکرم کے مقام و مرتبہ اور اوصاف و خصائل کے تذکار کو تزئین کیا ہے ۔ بعض جگہ عربی آیات اور ان کے حصوں کی [illegible] کا ترجمہ کر دیا گیا ہے ۔ اور بعض جگہ قرآن کریم سے ابھرنے والے تصور رسول اکرم کا مجموعی تاثر پیش کر دیا گیا ہے ۔ عصر جدید میں مولانا احمد خان بریلوی اور عصر حاضر میں عبدالعزیز خالد کی نعت گوئی قرآن کریم سے استفادہ کے عمدہ نمونے نظر آتے ہیں ۔ ان کے علاوہ کم و بیش ہر نعت گو کے ہاں مضامین و موضوعات اور الفاظ و اسلوب میں قرآن کی جھلک مل جاتی ہے ۔ ذیل میں مختلف شاعروں کے چند اشعار بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں

ہ اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا ۔ ہوا ہر بصیرت کل مازاغ البصر پیدا ۔ ۱

---

۱ ۔ شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) حصہ اول ص ۱۳۸

؎ اٹھا غارِ حرا سے ابرِ رحمت شانِ حق لے کر — لبِ اقرأ باسم ربک الذی خلق لے کر [1]

؎ کیا کیجے بیانِ کمالِ نبی ہیں اُن کے کمال الم نشرح — محبوبِ خدا ہیں وہی تو یک ہے اُن کا جمال الم نشرح [2]

؎ ہے بیانِ رفعتِ شانِ نبی رفعنا ذکرک سے ظاہر — اور قدر ان کی موعظت سے ہے بیانِ خصال الم نشرح [2]

؎ ما ینطق عن الھوٰی الا وحی ہے — ناطق تھی وحئ حق سے ہی گفتارِ مصطفیٰ [3]

؎ ما رمیت اذ رمیت میں جو مخفی ہیں نہاں — کیا کوئی سمجھے جو ہے سرِ نہانِ مصطفیٰ [4]

حیدر آبادی کی نعتیہ رباعیات میں ھو الظاہر ھو الباطن / رحمۃ للعالمین / ما زاغ البصر و ما طغیٰ وغیرہ کے عنوانات نہ صرف قرآن سے ماخوذ ہیں رباعیوں کے موضوعات و مضامین بھی قرآن ہی سے لئے گئے ہیں مضامین کے علاوہ قرآن میں دئیے گئے اسمائے رسول مقبول کو بھی نعتیہ شاعری میں اہم حیثیت حاصل ہے۔ ذیل شعر دیکھئے۔

اس بشیر و نذیر و شاہد پر — نور الانوار پر ضیا دے پہ درود

--- صاد و یٰسین و نون و طٰہٰ پر — صاحب السیف واللوا پہ درود [5]

؎ نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ [6]

عہدِ حاضر میں عبدالعزیز خالد، حافظ لدھیانوی، حافظ مظہر الدین، حفیظ تائب اور دوسرے متعدد نعت گو شاعروں نے اپنے نعتیہ کلام کو قرآنی حوالوں سے وقیع بنایا ہے۔ ذیل میں حفیظ تائب کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں قرآنی آیات کی نشاندہی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنے دیباچہ میں کی ہے۔

؎ یہ حریصٌ علیکم کی تفسیر ہے — مفلسوں بے کسوں کے لئے آپ ہیں (التوبہ ۱۲۸)

؎ خلقِ عظیم و اسوۂ کامل حضور کا — آدابِ زیست سارے جہاں کو سکھا گیا — (القلم ۴ الاحزاب ۲۱)

؎ نہ جھپکی آنکھ جن کی روبروئے حضرتِ باری — سرِ قوسین ذاتِ ربِ عزت دیکھنے والا (النجم ۱۷) [7]

---

۱،۰ - شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) حصہ اوّل ص ۱۶۸

۲ - دیوان (محمد دیدار علی شاہ) ص ۲۶

۳-۴ - ریاضِ معلیٰ (محمد مظفر الدین معلیٰ) ص ۱۰ / ص ۲

۵ - دیوان (محمد دیدار علی شاہ) ص ۳۲

۶ - کلیاتِ اقبال (اُردو) ص ۳۱۷

۷ - صلو علیہ و آلہٖ (حفیظ تائب) ص ۱۵

## ...یث

...نعت کا دوسرا بڑا ماخذ حدیثِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسے اسلامی افکار و خیالات اور شرائع و عقائد میں قرآن مجید کے بعد ... جاتا ہے حدیث کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور ایسے واقعات جو آپ کے سامنے پیش آئے ... پائی گئی (جسے اصطلاحاً تقریر کہتے ہیں) غرض پیغمبر کے اقوال و افعال و تقریر کا نام حدیث ہے [1]

حدیث کے مفہوم میں اثر، خبر اور سنت کے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں خصوصاً سنت کا لفظ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ... اور سنت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے اور سنت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "محدثین کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول، فعل، تقریر، اخلاقی صفت اور سیرت قبل یا بعد از بعثت منقول ہو اس کو سنت کہتے ہیں"[2] غرض اسلامی عقائد، عبادات، معاملات اور ملتِ اسلامیہ کی ... کا پورا مجموعہ حدیث کہلاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود حدیث کی حفاظت اور روایت منظور و مطلوب تھی یہی وجہ تھی کہ آپ جب گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور خوب ... کے ساتھ ارشاد فرماتے تاکہ سننے والے کو پورا پورا فائدہ حاصل ہو ضروری باتوں کو آپ تین تین مرتبہ بھی دہراتے تاکہ حاضرین خوب یاد کر لیں چنانچہ آپ ... ایت حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے مختلف مواقع پر ارشادات فرمائے

لیبلغ الشاہد الغائب (جو موجود ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں)

تسمعون ویسمع منکم ویسمع ممن یسمع منکم (تم مجھ سے سنتے ہو دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر ان سے لوگ سنیں گے)[3]

حدیث رسول اکرم کی تدوین کا کام آنحضرت کی حیات مبارکہ ہی میں شروع ہو چکا تھا آپ کے ارشادات و افعال کے متعلق معلومات کا پہلا ... ذخیرہ وہی صحابہؓ و صحابیاتؓ ہیں جنہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنے اور آپؐ کے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ... ذہن میں یا کاغذ پر محفوظ کر لیا۔ آنحضرتؐ کی حیات طیبہ ہی میں بعض ایسے صحابہ بلکہ صحابیات کا سراغ ملتا ہے جنہوں نے حدیث کے اپنے اپنے ... تیار کر لیے تھے زمانۂ مابعد میں حدیث کی تدوین کی باقاعدہ تحریک شروع ہوئی اور روایت و درایت کی روشنی میں نہ صرف حدیث کے متعدد ... مرتب ہوئے بلکہ ان کی تفصیلی شرحیں بھی لکھی جانے لگیں یوں تو حدیث کے چھوٹے بڑے مجموعوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے مگران ... چھ اہم کتابیں ہیں جن کے مصنفوں کو صحیح العقیدہ مسلمانوں نے عام طور پر مستند تسلیم کیا ہے مختصراً الکتب الستہ (یعنی چھ کتابیں) یا الصحاح الستہ ... (چھ قابلِ اعتماد مجموعے) کہلاتی ہیں۔

...ن کے مولفوں کے نام یہ ہیں

...مام بخاری (۱۹۴ھ - ۲۵۶ھ) الجامع الصحیح

امام مسلم (۲۰۴ھ - ۲۶۱ھ) صحیح مسلم۔

امام ابو داؤد (۲۰۲ھ - ۲۷۵ھ) سنن ابو داؤد

امام ترمذی (۲۰۹ھ - ۲۷۹ھ) جامع ترمذی

---

[1] ...محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے (مولانا تقی الدین ندوی) ص ۲۵

[2] ...حدیث رسولؐ کا تشریعی مقام (ڈاکٹر مصطفی السباعی) ترجمہ غلام احمد حریری ص ۹۹

[3] ...اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی جلد ۷ ص ۹۹۳

۵۔ نسائی (۲۱۵ھ - ۳۱۳ھ) سنن نسائی

۶۔ ابن ماجہ (۲۰۹ھ - ۲۷۳ھ) سنن ابن ماجہ

حدیث کی یہ کتابیں (صحاح ستہ) جو سب کے سب تیسری صدی ہجری میں مدون ہوئیں، قرآن مجید کے بعد [illegible]

تصور ہوتی ہیں۔ البخاری اور مسلم کے مجموعوں کی خاص طور پر بہت قدر و منزلت ہے اور انہیں الصحیحین (یعنی دو صحیح [illegible])

مجموعے جو خاص طور پر مستند ہیں ان دونوں کتابوں میں صرف وہ حدیثیں درج ہیں جو بالکل صحیح تسلیم کی گئی ہیں [illegible]

مجموعوں میں جو حدیثیں درج ہیں وہ تقریباً سب کی سب سنن سے متعلق ہیں اسی لیے ان کے مجموعے عام طور پر [illegible]

احادیث نبوی متنوع موضوعات و مضامین پر مشتمل ہیں ان میں سے بیشتر کا تعلق اسلامی عقائد، [illegible] ایمان و اعمال

عبادات، آداب و اخلاق، معاملات و معاشرت کے طریق، طعام و لباس، غسل و طہارت کے مسائل اور اسلامی تعزیرات سے ہے [illegible]

اور سزا، دوزخ و بہشت، وحی، انبیائے اکرام اور ملائکہ سے ہے احادیث کا ایک بڑا حصہ آپ کی سیرت و سوانح، اخلاق و خصائل، غزوات [illegible]

عادات و وفات، حسب و نسب، ازواج مطہرات اور صحابہ اکرام سے آپؐ کے معاملات و تعلق کے بیان پر مشتمل ہے بہت سی احادیث آپ کے

[illegible]، ارشادات، خطبات، دعائیں، اخلاقی تعلیمات کے بیان میں ملتی ہیں۔

نعت کی تحقیق میں جن احادیث کو ماخذ و منابع کی حیثیت حاصل ہے ان کا تعلق اسی (مذکورہ بالا) موخرالذکر حصہ سے ہے [illegible]

[illegible] حدیث کا ہر پہلو نعتیہ منظومات کا موضوع ہے مگر نعت نگاروں نے آپ کی سیرت و سوانح کو منظوم کرنے میں زیادہ توجہ آپ کی ولادت

بعثت، معراج، ہجرت، غزوات، معجزات، خطبہ حجۃ الوداع، اور وفات مبارک کے بیان کو دی ہے اسی طرح آپ کی مدح و توصیف کے ذکر میں ان

احادیث کو پیش نظر رکھا ہے جن کا تعلق آپ کے حلیہ مبارک، سراپا مبارک، عادات و خصائل (حیا، حلم، شفقت، صلہ رحمی، عفو و درگزر، [illegible]

تواضع، مہمان نوازی، سخاوت وغیرہ) خطبات و ارشادات، پیغام نبوت و منصب رسالت، ختم نبوت اور رحمت اللعالمین سے ہے۔

احادیث کا وہ حصہ خاص طور پر ہر زبان اور ہر عہد کے نعت گو شعرا کی توجہ کا مرکز رہا جن میں واضح طور پر آپ کی توصیف اور مدح

کا بیان ہے۔ احادیث کے بعض مجموعوں میں ان احادیث کو علیحدہ ابواب میں جمع کیا گیا ہے جن میں آپ کے مناقب و فضائل کا ذکر ہے مثلاً مشکوٰۃ

میں فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے جس میں ایسی احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں [illegible] کی اپنی زبانی

یا صحابہ اکرام اور ازواج مطہرات سے آپؐ کی تعریف اور خصائل و فضائل کی توصیف کا اظہار کیا گیا ہے سنن ترمذی میں بھی مناقب النبی پر ایک

باب موجود ہے علاوہ ازیں شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے امام ترمذی نے ایک علیحدہ مجموعہ احادیث بھی ترتیب دیا ہے جس میں آپ کے

[illegible] مبارک، اشیائے استعمال، لباس و خوراک، عبادت و عادات، طریق نشست و برخاست، رفتار، آپ کے نعلین، پسینہ، بال، مہر نبوت

اور اسمائے مبارک کی فضیلت اور توصیف کا بیان ہے

نعت گو شعرا کی تحریک و تخلیق کا بڑا ماخذ ایسی ہی احادیث ہیں جن کے مطالعہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا [illegible]

ان کی فضیلت و شرف کا احساس اور ان کی اطاعت و پیروی کا شوق پیدا ہوتا ہے نیز رسول اکرم کی ذات ستودہ صفات سے عشق و محبت

کے جذبات میں شدت و اضافہ ہوتا ہے احادیث نبوی[۱] آپؐ کی سیرت و سوانح کا اساسی اور اہم اثاثہ ہیں کہ آپ کی سیرت اور نعت نگار کیلئے

انہی کی طرف رجوع لازم ہے۔ آپ کی حیات مبارک سے لے کر آج تک کے نعت گو شعرا نے اس مستقل سرچشمہ سے کما حقہ فیض اٹھایا ہے

---

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) جلد ۷ صفحہ ۹۶۹

یث کا اثاثہ چونکہ حضور اکرمؐ کی سیرت و سوانح کے ان گنت پہلوؤں پر مبنی ہے لہٰذا آپ کی ولادت و وفات اور عادات و خصائل اور پیغام و تعلیم
ے کر آپ کی شخصیت کے فیوض و برکات تک ہزارہا موضوعات کے اخذ کے لیئے نعت نگاروں نے حدیثِ رسول اکرمؐ ہی سے رجوع کیا ہے۔ آپ
رے میں لکھے گئے میلاد نامے، معراج نامے، جنگ نامے، وفات نامے اور آپ کی منظوم سیر جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے احادیث
ے سرمایہ سے ماخوذ ہیں۔ احادیث کے باطن میں آپ کی ہمہ گیر شخصیت جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی نظر آتی ہے آپ کا سراپا مبارک، ہر ا
ی کے اوصاف حمیدہ، آپ کا ازواج مطہرات سے سلوک، صحابہ اکرام کی آپ سے محبت، آپ کی ہجرت، غزوات، معجزات وغیرہ سب کچھ
ہوں کے سامنے آجاتا ہے علاوہ ازیں آپ کے عہد اور معاشرت و تمدن کی بے شمار جھلکیاں، تاریخ و تہذیب کے لاتعداد پہلو بھی مجموعہ ہائے احادیث
سمٹ آئے ہیں لہٰذا آپ کی شخصیت کے قریبی اور تفصیلی مطالعہ کے لیئے قرآن کے بعد سب سے بڑا ماخذ حدیثِ رسول اکرمؐ ہی ہے۔
اُردو کی نعتیہ شاعری میں احادیثِ رسول اکرم کا تذکرہ تین طرح سے ملتا ہے۔ ایک تو یہ کہ کسی حدیث کے عربی الفاظ و تراکیب کا نعت میں استعمال، دوسرا
کسی حدیث کے ترجمہ کو موضوعِ نعت بنانا اور تیسرے کسی حدیث کا منظوم ترجمہ — اردو نعت گوئی کے ہر دور میں نعت گو شاعروں نے مذکورہ بالا تینوں
ں سے احادیث کو نعت گوئی کے اہم ماخذ کے طور پر برتا ہے۔ آئندہ ابواب میں شاعروں کے نعتیہ کلام کا جائزہ لیتے ہوئے ان مقامات و موضوعات نعت کی
دہی کی گئی ہے جو احادیث سے اخذ کئے گئے ہیں تاہم یہاں بھی مثالی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا — مگر قدموں تلے ہے فرِّ کسرائی و خاقانی [۱]

کنت کنزاً کا راز مخفی ہے — مخزنِ لطف و التفات درود [۲]

لولاک لما خلقت الافلاک" کا حوالہ و ترجمہ اردو نعت گوئی میں کثرت ملتا ہے یہ شعر دیکھئے۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا — سب غائتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو [۳]

ولانا ظفر علی خان، راسخ عرفانی اور دوسرے کئی شاعروں نے بعض احادیث کا منظوم ترجمہ کیا ہے: ظفر علی خان کے مجموعہ شاعری "خیالستان"
ں کے متعدد نمونے ملتے ہیں جبکہ راسخ عرفانی کا "حسن تمام" احادیثِ منظوم ہی پر مشتمل ہے۔
ن کے علاوہ عبدالعزیز خالد کی شاعری میں کثرت کے ساتھ احادیثِ نبوی کے نمونے ملتے ہیں۔ نعتِ خالد میں احادیثِ نبوی کا استعمال بذاتِ خود
تفصیلی جائزہ کا مستحق ہے۔

---

۱۔ شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) جلد اوّل ص ۱۴۳

۲۔ ریاضِ معلیٰ (مظفرالدین معلیٰ) ص ۳۲

۳۔ خیالستان (مولانا ظفر علی خان) ص ۲۳

## کتب سیر و مغازی

قرآن مجید اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نعت کے ماخذ و منابع میں دوسرا اہم نام کتب سیر و مغازی کا ہے سیر و مغاز
ن اور ارباب رجال کی ایک قدیم اصطلاح ہے بقول مولانا شبلی "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص غزوات کو مغازی اور سیرت کہتے ہیں۔"[1]
میں جو باب کتاب جہاد والسیر باندھتے ہیں اس میں سیرت کے لفظ سے غزوات اور جہاد کے احکام مراد ہوتے ہیں۔[2] سیر و مغازی کی ان کتا
درج ذیل قابل ذکر ہیں

م زہری (م ۱۲۴ھ) کی کتاب المغازی ـ محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ) کی کتاب المغازی ـ ابن ہشام (م ۲۱۳/۲۱۸ھ) کی سیرت ابن ہشام
اصل محمد بن اسحاق ہی کی کتاب المغازی کی ایک اضافہ شدہ شکل ہے اور اصل کتاب کی نایابی کے سبب زیادہ اہمیت کے لائق ہے ـ
ن عمر الواقدی (م ۲۰۷ھ) کی کتاب السیرۃ اور کتاب تاریخ المغازی ـ ابن سعد (م ۲۳۰ھ) کی طبقات ابن سعد ـ ابوبکر احمد
خیثمہ البغدادی (م ۲۹۹ھ) کی تاریخ کبیر ـ امام طبری (م ۳۱۰ھ) کی تاریخ کبیر ـ عبدالرحمن سہیلی (م ۵۸۱ھ) کی روض الانف
اصل سیرت ابن اسحاق کی شرح ہے ـ ابن عبدالبر (م ) کی سیرت ابن عبدالبر ـ ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) کی
ن الاثر ـ قسطلانی (م ۹۲۳ھ) کی مواہب اللدنیہ ـ زرقانی (م ) کی زرقانی علی المواہب وغیرہ وغیرہ[3]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح پر یوں تو ہزاروں کتابیں لکھی گئیں مگر ان میں امہات الکتب کا درجہ انہ
ین کو حاصل ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں بھی ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد اور طبری زیادہ اہمیت کے لائق ہیں آپؐ کی سیرت پر
جانے والی ہر کتاب کا سلسلہ کم و بیش انہی کی کتابوں پر جا کر منتہی ہوتا ہے ان کے علاوہ باقی کتابیں چونکہ ان کے بعد میں لکھی گئیں لہٰذا ا
لکھے گئے واقعات اور روایات زیادہ تر انہی ابتدائی کتابوں سے ماخوذ ہیں ـ

سیرت النبی کے اس اولین اثاثے کا نعت کی تدوین و تخلیق میں بڑا اہم اور موثر مقام ہے، ایک تو ان کتابوں میں وہ تمام اشعار محفوظ
ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور دوسری اسلامی جنگوں سے متعلق تھے دوسرے یہ کہ آپؐ کی مدح و توصیف میں لکھے جانے والا
ائی شعری سرمایہ خصوصاً صحابہ اکرامؓ کے اشعار سیر و مغازی کے تذکرے کے حوالے سے ان کتابوں میں جگہ پا گئے یہی وجہ ہے کہ سیرت نبو
م کی طرح نعت رسول اکرمؐ کے آغاز و ارتقاء کی تلاش میں بھی انہیں امہات الکتب سیرت سے رجوع کیا جاتا ہے ـ

نعت کے اولین نمونوں کے علاوہ ان کتابوں میں مذکور روایات کو بعد میں آنے والے شاعروں نے اپنی نعتوں کا موضوع بنایا
د ناموں، جنگ ناموں، معجزات ناموں، معراج ناموں، وفات ناموں اور منظوم سیرتوں میں تو ان روایات کو کثرت اور تسلسل سے
ذکر کیا گیا ہے مگر ان کے علاوہ نعتیہ غزلوں، رباعیوں، مثنویوں اور نظموں میں بھی ایسی روایات و واقعات کو تکرار سے استعمال کیا جاتا ہے
ن کتابوں سے ماخوذ ہیں ـ

اردو کے نعت گو شاعروں نے آنحضرتؐ کی کتب سیرت سے بطور خاص استفادہ کیا ہے اردو نعت کے ہر دور میں محقق واقعات اور اسناد روایات کے
اہم اور مستند کتب سیرت سے رجوع کیا جاتا رہا ـ اردو نعت میں اس "رجوع" کی عام طور پر درج ذیل شکلیں ملتی ہیں۔

---

[1] سیرۃ النبیؐ (مولانا شبلی) جلد اول حاشیہ ص ۳۷

[2] شیخ سعدی نے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں بھی کیا

[3] ان کے علاوہ ولید بن مسلم القرشی، عبدالمومن و میاطی، علاوالدین علی بن محمد خلاطی، حافظ عبدالسعید عبدالملک نیشاپوری، حافظ ابن جوزی اور حافظ ا
الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی کی کتب سیر و مغازی بھی قابل ذکر ہیں ـ

١ - سیرت کے واقعات پر نعتیہ نظمیں لکھی گئیں ۔
٢ - غزوات و معجزاتِ نبوی کی تفصیلات میں کتبِ سیرت و مغازی سے استفادہ کیا گیا ۔
٣ - آپ کی کتبِ سیرت کی روشنی میں منظوم سیرتیں لکھی گئیں ۔

یوں تو ہر نعت گو کے ہاں ایسے حوالے مل جائیں گے جن کا مرجع سیرت کی کوئی نہ کوئی کتاب ہو مگر طویل منظومات اور مثنویوں میں جگہ جگہ کتبِ سیر و مغاز
وع کیا گیا ہے ۔ مولوی محمد باقر آگاہ نے "ہشت بہشت" کے دیباچہ میں ان کتبِ سیرت کا حوالہ دیا ہے جو ان کے پیشِ نظر ہیں ۔ چند ایک کے نام در
ہیں ۔

کتاب الشفاء ، شمائل ترمذی ، اصابہ ، وفا الوفا ، روضۃ الاحباب ، معارج النبوۃ ، شواہد النبوۃ وغیرہ

ی طرح حفیظ جالندھری نے "شاہنامہ اسلام" کے حاشیے اور محشر رسول نگری نے "فخر کونین" کے اختتامیہ میں ان کتبِ سیرت کی نشاندہی کی ہے جو ان کی
منظومات میں ماخذات کی حیثیت رکھتی ہیں ۔

طویل منظومات کے علاوہ مولانا حالی ، شبلی ، طباطبائی ، مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال کے ہاں ایسی نظمیں ہیں جن کے مضامین و موضوعات سیرت
اکرم ؐ کی کتب سے اخذ کئے گئے ہیں ۔

یوں تو سیرت کی کم و بیش سبھی کتابیں اہم نعت گو شعراء کے پیشِ نظر ہیں مگر جن کتابوں سے سب سے زیادہ استفادہ کیا گیا ان میں
ت ابن ہشام ، خصائص الکبریٰ (علامہ سیوطی) قابلِ ذکر ہیں ۔ میلاد ناموں میں خصائص الکبریٰ کی روایات کو خاص طور پر ماخذ بنایا گیا ہے او
آپ کے اوصاف و خصائل کے تذکرے میں شمائل ترمذی جو جزوی طور پر سیرت ہی سے متعلق ہے ، بھی ایک اہم ماخذ کا درجہ رکھتی ہے ۔

ی صحائف اور مذہبی کتب

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ماخذ (قرآن کے علاوہ دیگر) الہامی صحائف اور مذہبی کتب کا وہ حصہ
ہیں آپؐ کا ذکرِ مبارک مختلف حیثیتوں میں آیا ہے۔ ان صحائف میں آپؐ کے بارے میں مندرجات کے دو نمایاں پہلو ہیں۔ ایک
ت کا جس میں ایک پیغمبر کی حیثیت سے آپؐ کے مبعوث ہونے کی پیشگوئیاں کی گئی ہیں اور دوسرا پہلو آپؐ کے اوصافِ حمیدہ
مائل طیبہ کے تذکرے سے متعلق ہے ان کتابوں میں آپؐ کو بعض ایسے توصیفی اسماء سے بھی یاد کیا گیا ہے جو آپؐ سے پہلے کسی دوسرے
کے استعمال نہیں ہوئے اور قرآن و حدیث رسول اکرم سے جس کی تائید و توثیق ہوتی ہے آپؐ کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ کے مبشرات
ریم نے یوں ذکر کیا ہے "اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف بھیجا ہوا رسول
مدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا
م احمد ہوگا (الصف: ۶)"

علاوہ ازیں جیسا کہ قرآن نے خود کہا ہے یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔ جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں توراۃ
بل میں لکھا ہوا ملتا ہے (الاعراف: ۱۵۷) کئی اور مقامات پر بھی قرآن نے توراۃ و انجیل میں آپؐ کے بارے میں واضح نشانیوں کا ذکر کیا ہے مثلاً
البقرہ آیات ۸۹، ۹۳، ۱۲۹، ۵۵ اور سورۃ الاعراف آیات ۱۵۵، ۱۵۷ وغیرہ وغیرہ

احادیث رسول اکرمؐ میں بھی کتب سابقہ سے ان مبشرات کا ذکر ملتا ہے آپ کی بڑی مشہور حدیث ہے "انا دعوۃ ابی
و بشارۃ عیسیٰ[1]" میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں اور حضرت عیسیٰؑ نے میری ہی بشارت دی تھی ایک اور جگہ ارشادِ رسولؐ ہے
دعوۃ ابی ابراہیم[2] (یعنی میں اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
بعض دوسرے انبیائے کرام سے بھی آپؐ کے مبشرات منسوب ہیں۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار[3] کے مصنف اسی ضمن میں لکھتے ہیں کہ
ی مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ جب وہ کسی نبی کے پاس وحی لے کر جائے تو اس کے سامنے نبی آخر الزماں
علیہ وسلم کا ذکر کرے اور آپؐ کے فضائل و کمالات بیان کرے۔ بعد اس نبی سے عہد لے کر اگر وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے
پر ایمان لانا ہوگا بعض کہتے ہیں کہ انبیائے اکرام سے یہ بھی عہد لیا گیا کہ وہ اپنی قوم کے سامنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کر کے
اس بات کا عہد لیتے رہا کریں کہ وہ اپنے بعد والوں کو فضائل مصطفیٰؐ سے آگاہ کرتے اور حبیب پروردگار کے خطبے پڑھتے رہیں گے"

توراۃ زبور اور انجیل میں متعدد مقامات پر ان کوائف و احوال کا تفصیلی ذکر موجود ہے جن کے پس منظر میں آپ کی بعثت
ت کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں ان مقامات کی تفاسیر کا مطالعہ کرنے سے ایسی واضح داخلی شہادتیں ہمارے سامنے آتی ہیں کہ جن کے مصداق حضور اکرم
للہ علیہ وسلم ہی قرار پاتے ہیں مثلاً توراۃ کی یہ صریح پیشنگوئی دیکھیے۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا یہ
س درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۳۶
[2] دلائل النبوۃ (محدث بیہقی) ج ۱ ص ۹۱
[3] جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ج ۱ ص ۱ (بیروت)

...ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں اُن کے لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اُن کا حساب اس سے لوں گا (استثناء باب ۱۸ آیات ۱۵ - ۱۹) اس کے علاوہ تورات و انجیل کے حسب ذیل مقامات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق بشارتیں اور واضح پیشین گوئیاں موجود ہیں۔

(متی باب ۲۹ آیات ۴۳ - ۴۴) (یوحنا باب ۱۱ آیات ۱ - ۲۱) (یوحنا باب ۱۴ آیات ۱۵ - ۱۷، ۲۵ - ۳۱) (یوحنا باب ۱۵ آیات ... - ۲۶) (یوحنا باب ۱۶ آیات ۷ - ۱۵) ان مقامات میں مندرجہ ذیل آیات کی تصریحات کا جائزہ لینے کے بعد اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ آپؐ کے سوا کوئی ان بشارات کا مصداق نہیں مثلاً ان میں سے کچھ اقتباسات ملاحظہ ہوں

" اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی روح حق جسے اپنا حامل نہیں کرسکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہے (یوحنا ۱۴ : ۱۶ - ۱۷)"

" میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا (یوحنا ۱۴ : ۲۵ - ۲۶)"

" اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں" (یوحنا ۱۴ : ۳۱)

" مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں کہ میں تمہیں کہوں مگر اب تم برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ فارقلیط آئے گا تو سچائی کی راہیں بتادے گا" (یوحنا ۱۶ : ۱۲ - ۱۳)

" لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسکو تمہارے پاس بھیج دوں گا" (یوحنا ۱۶ : ۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کم و بیش ہزار سال قبل آپ کے بارے میں یہ پیشین گوئی کی "وہ عربی ہوگا اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا وہ اپنے سب بھائیوں کے درمیان بود و باش کرے گا" (پیدائش باب ۱۶ : ۱۲)

حضرت موسیٰ نے آپ ﷺ کی آمد کی نشاندہی یوں فرمائی "خدا سینا سے نکلا، سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ" (استثناء باب ۳۳ : ۲) یہاں نہ صرف فتح مکہ کی بشارت ہے بلکہ آپ کے ساتھ مقدس صحابہ کی پاکیزگی کی بھی بشارت موجود ہے

حضرت سلیمان نے تسبیحات سلیمان میں آپ کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا "وہ ٹھیک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں وہ میرے محبوب ہیں میری جان" (باب ۵ : ۱۶)

حضرت یسعیاہ نے ایک جگہ آپ کے اُمّی ہونے کی یوں پیشین گوئی کی ہے "اَن پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھ وہ کہتا ہے کہ میں اَن پڑھ ہوں پڑھ نہیں سکتا" (یسعیاہ باب ۲۹ : ۱۲) اس میں غار حرا کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لائے اور انہوں نے آپ کو سورہ علق کی ابتدائی آیات پڑھنے کو کہا۔

زبور کا باب ۴۵ آپؐ کی توصیف سے عبارت ہے اس میں آپؐ کے اوصاف حمیدہ کے بیان کے ساتھ ساتھ آپؐ کے بارے میں کثرت سے پیشین گوئیاں کی گئی ہیں اس باب میں آپؐ کا حسین و جمیل ہونا۔ قوی اور طاقتور ہونا۔ تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہونا۔ فصیح ہونا۔ مجاہد و غازی ہونا۔ صاحب سیف ہونا۔ تیرانداز ہونا اور میدان سپاہ کا شہسوار ہونا۔ مخلوق کا آپؐ کے تابع فرمان بردار اور غلام ہونا۔ آپ کے کپڑوں سے مشک عنبر کی خوشبو آنا۔ آپؐ کے گھر میں بادشاہوں کی بیٹیوں کا ہونا۔ اولاد کا رئیس اور سردار ہونا۔ ہر جگہ آپ کی بزرگی کا تذکرہ ہونا۔

---

بحوالہ تفہیم القرآن جلد دوم سورۃ الاعراف حاشیہ نمبر ۱۱۳ نیز مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی سیرت رسول "سرور عالم" جلد اوّل میں "بعثت سرور عالم۔ تورات و انجیل کی پیشین گوئی پر مبنی فصل ۳ (صفحہ ۱۳۴ - ۱۴۳) ملاحظہ ہو۔

...میں آپ کی یاد اور ابلالا باذنک اور ہمیشہ ان کا ذکر خیر جاری و ساری رہنا ایسے مدیحی اوصاف و آثار کا ذکر ہے جن کا مرجع صرف حضور اکرم ہی کی
...قدس ہے مولانا ابوالحامد قادری نے اس باب کا ترجمہ کیا ہے نثری نعت کا ایک بہترین نمونہ نظر آتا ہے[1]

حضرت داؤد علیہ السلام سے کیا اور روایات بھی مروی ہیں جن میں وحی کے ذریعے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی دی گئی
...آپ نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خوشخبری دی کہ "اے داؤد عنقریب تیرے بعد ایک
...آنے والا ہے جس کا نام احمد محمد صادق نبی ہوگا --- اے داؤد میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کی امت کو سب امتوں پر فضیلت دی[2]
...بتے ہیں کہ مجھے زبور کے ایک ایسے نسخے کا علم ہے جس کی ایک سو پچاس سورتیں ہیں اور میں نے اس کی چوتھی سورت میں لکھا دیکھا ہے "اے داؤد جو
...نبی فرماتا ہوں اس کو طور سے سن اور حضرت سلیمانؑ کو حکم دے جو کہ تیرے بعد ہوگا وہ لوگوں کو بتائے کہ بے شک زمین میری ہے اور میں زمین
...صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کو وارث بناؤں گا"[3]

معارج النبوۃ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے خدا تعالیٰ سے پوچھا کہ جب میں زبور پڑھتا
...ایک نور ظاہر ہوتا ہے جس سے میرے دل کو چین ملتا ہے اور میرا تمام عبادت خانہ نور سے منور ہو جاتا ہے اور در و دیوار اور محراب حرکت کرنے لگتے
...اے پروردگار یہ نور کیسا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ہے" نیز فرمایا "انہی کے لیے میں نے دنیا و آخرت
...اور دوزخ کو پیدا فرمایا ہے"[4]

میر ابراہیم سیالکوٹی اپنی تصنیف میں آپ کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "کتب سابقہ میں آپ کا مولد، آپ کا وطن ہجرت
...آپ کے جنگی اور اسلامی کارنامے، آپ کے معجزات و برکات آپ کے صحابہ کی نمایاں علامات و نشانات غرض سب کچھ نہایت وضاحت
...و مذکور ہے اور باوجود یہود کی تحریفات لفظیہ و معنویہ کے ان جواہر ریزوں پر پردہ نہ پڑ سکا اور آپ کے معجزات ظہور قدسی
...تحریفات کی ظلمتوں کو دور کر دیا"[5] دوسری کتابوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر صرف برنباس کی انجیل میں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
...میں معجزات کا سراغ لگایا جائے تو آپ کی سیرت و سوانح اور صفات و خصائل کے بارے میں بہت سی صریح اور وقیع معلومات ملتی ہیں۔
...بتایا اس میں آپ کو نبیوں کا سرتاج (باب ۱۲ ص۱) خدا کا رسول (باب ۳۹ : ص۴۵-۴۶) مالک و مختار (باب ۴۱ ص۴۹) باعث تخلیق کائنات
...۳۹ ص۴۶) کہا گیا ہے۔ نیز آدم علیہ السلام کے ناخنوں پر اسم محمدؐ لکھے جانے "نشان مصطفوی اور دین محمدی" آپ کی برکات و عظمت
...شان محبوبی" مقام محمود، شفاعت کبریٰ، آپ کے بارے میں دوسرے رسولوں کی گواہی، بادل کا آپ پر سایہ کرنا، چاند کا کلام کرنا،
...رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین ہونے کا ذکر ہے۔

---

1. ...المحمدیہ فی سیرت المصطفویہ (مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری) ص۳۰۱-۳۱۲
2. ...خصائص الکبریٰ (جلال الدین سیوطی) ص۳۶ ج۱، رحمۃ اللعالمین ص۱۲۳ بحوالہ ایضاً
3. ...خصائص الکبریٰ (علامہ سیوطی) جلد اول ص۳۵، رحمۃ اللعالمین (پنجابی) ص۱۳۳
4. ...معارج النبوت (علامہ واعظ کاشفی) رکن دوم بحوالہ انوار المحمدیہ فی سیرت المصطفویہ (ضیاء اللہ قادری) ص۳۱۴
5. ...سیرت المصطفیٰ (میر ابراہیم سیالکوٹی) جلد اول ص۱۳۹

دوسری کتابوں کی نسبت برنباس کی انجیل میں آپ سے متعلق بشارتیں زیادہ وضاحت کے ساتھ آئی ہیں علمائے سیرت نے متعدد تصنیفات عبارات کی نشاندہی کی ہے جن پر صراحت سے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بشارات کا اطلاق ہو سکتا ہے مثلاً درج ذیل ...ات ملاحظہ ہوں

انبیا سوائے اس رسول اللہ کے آچکے ہیں جو میرے بعد آئے گا کیونکہ اللہ اسی امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کا راستہ صاف کروں" (۳۶:۶)

...ے خطاب کرتے ہوئے اللہ کہتا ہے) "..... تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو اس ...ے بہت سال بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لیے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا ... روشنی بخشے گا یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں رکھی گئی ہے آٹھ ہزار سال قبل اس کے میں کسی چیز کو پیدا کروں"

(۳۹:۱۳-۳۸ میں مندرج واقعہ کا اقتباس)

...ب میرے اور تمام نبیوں اور پاک آدمیوں کی روشنی آئے گا تب وہ تمام نبیوں کے افعال کی تاریکی پر نور چھپائے گا کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے"
(۴۳:

اپنے آپ کو اس کی مانند نہیں شمار کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے موزے کے بند یا جوتے کے ...لوں جس کو تم مسیا کہتے ہو، وہ جو مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے ... کوئی انتہا نہیں ہوگی (۴۳:۱۶-۱۲)

...م سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے تو فقط ایک ہی قوم کے لیے اللہ کی رحمت کا نشان اٹھا کر لاتا ہے اور اسی وجہ سے ان انبیاء ... اس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے لیکن رسول اللہ جب آئے گا اللہ اس کو ہر وہ چیز عطا کرے گا جو اس کے ہاتھ کی ...ی کی مانند ہے پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے خلاص اور رحمت لائے گا جو اس کی تعلیم کو قبول کریں گے اور عنقریب وہ ظالموں ...ے زور کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی عبادت کو مٹا دے گا شیطان ذلیل و خوار ہوگا کیونکہ اللہ نے ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے...
(۴۳:۸-۳۱ سے اقتباس)

وہ ایسا انسان ہے کہ اللہ کے راز اس پر پوری طرح واضح اور جلی ہوں گے پس زہے نصیب ان لوگوں کے جو اس کے کلام پر کان لگائیں گے جب ...نیا میں آئے گا اس لیے کہ اللہ اس پر سایہ کرے گا جیسے کہ یہ کھجور کا درخت ہم پر سایہ کر رہا ہے ہاں بے شک جس طرح یہ درخت ہم ...نے والے آفتاب کی دھوپ سے بچاتا ہے ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی"

...ردوں نے دریافت کیا "اے معلم وہ آدمی کون ہوگا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا" یسوع نے دلی ...ی کے ساتھ جواب دیا "بے شک وہ محمد (سریانی منحمنا کا ترجمہ) رسول اللہ ہے اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصل رحمت کے وسیلے ...س کو وہ لائے گا انسانوں کے درمیان نیک اعمال کا ذریعہ بنے گا جس طرح بارش کے عرصہ دراز تک بند رہنے کے بعد مینہ زمین کو بارآور ...ے پس وہ سفید ابر اللہ کی رحمت سے بھرا ہوا ہے اور یہی رحمت ہے کہ اللہ اس کی پھوار ایمان والوں پر پانی کی بوندوں کی طرح نثار کرے ...ر ۱۶۳:۳-۱۱) سے اقتباس[۲]

برنباس کی انجیل[۲] حیرت انگیز حد تک آپ کی بشارت سے عبارت ہے آپ کے منصب شفاعت، مقام محمود، رحمت للعلمین،

---

...یارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر) جلد اول

...وار محمدیہ فی سیرۃ المصطفویہ (مولانا ابوالماجد قادری) ص ۳۰۰-۲۹۱ میں مندرج مضمون انجیل برنباس کے حوالہ جات میں تفصیلات سے ان

مرادیں سحر کے دامن میں مناجات زبور آئی — امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات زبور آئی ۔

نظر آئی باآں خوبی انجیل کی صورت — دو لعبت ہو گئی انساں کو تکمیل کی صورت ۔ [1]

اس مولانا حالی کے لفظوں میں سہ ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا — دعائے خلیل و نوید مسیحا ۔ حضور اکرمؐ کے مبشرات کے علاوہ دوسرا جسے اردو نعت گو شاعروں نے اپنی نعتوں میں استعمال کیا ۔ کتب سابقہ میں آنحضرت کے اسمائے مبارک ہیں ۔ فارقلیط ، حمیدا ، ماذ ماذ ، طاب طابا ، حمیاطا وغیرہ اسمائے رسول مقبول کی ایک طویل فہرست کا ماخذ یہی کتب سابقہ ہیں ۔ عصر حاضر کے نعت گو شعراء (خصوصاً عبدالعزیز کی نعت گوئی میں تحقیق و تلاش سے کتب سابقہ میں اسمائے رسول کے احیاء کی کوشش نظر آتی ہے ۔ ان نعتیہ مجموعوں کے نام بھی کتب سابقہ کے رسول پر رکھے گئے ہیں ۔

---

[1] شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) ص ۱۳۷ - ۱۳۹

## اسمائے رسول مقبول ﷺ

نعت کا ایک بڑا ماخذ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک ہیں جن کا ذکر قرآن مجید، احادیث نبوی، کتب مغازی اور قدیم آسمانی صحائف میں آیا ہے۔ یہ تمام اسمائے پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے بلیغ اور جامع استعارے ہیں جن کے شروح، اثرات اور جن کے ورد کے فیوض و برکات کا ذکر سیرت رسول پاک کی اور اوراد و وظائف کی بے شمار کتابوں میں ملتا ہے۔ ان اسمائے رسول مقبول ﷺ پر علیحدہ کتابیں بھی لکھی گئیں۔

قرآن کریم وہ پہلا مستند ماخذ ہے جس میں آنحضرت کے ان گنت صفاتی ناموں کا ذکر ملتا ہے مثلاً شاہد، مبشر، داعی الی اللہ، منیر، نذیر، بشیر، رحیم، یزکی، امی، ہادی، شارح، برہان، رؤف، رحیم وغیرہ

قرآن کریم کے علاوہ احادیث رسول اکرم میں بھی آپ کے صفاتی ناموں کا ذکر ملتا ہے جیسا کہ آنحضرت نے خود فرمایا ہے بقول "لی اسماء..." (میرے کئی ایک نام ہیں ......) اس لیے محدثین اور علمائے کرام نے احادیث میں سے ان ناموں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حدیث کی بعض مستند کتب میں اسماء النبی و صفات صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے الگ ابواب[2] بھی ملتے ہیں جن میں آپ کی احادیث کے حوالے سے صفاتی نام جمع کیے گئے ہیں مثلاً ماحی، حاشر، عاقب، المقفی، الحاشر، نبی التوبہ اور نبی الرحمۃ[3] کے اسمائے مبارک آپ کی احادیث ہی سے لیے گئے ہیں

قرآن و حدیث کے بعد اسمائے رسول کا تیسرا بڑا ماخذ کتب سابقہ ہیں۔ ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتب سابقہ میں احمد، محمد، ماحی، المقفی، نبی الملاحم، حمطایا، فارقلیط اور ماذ ماذ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا تھا[4]

قرآن و احادیث اور کتب سابقہ ہی سے یہ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتب سیرہ، مغازی[5] میں بھی آئے ہیں اور مختلف علماء نے زیادہ سے زیادہ اسمائے رسول ﷺ کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کے اسمائے شریف کی ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں تین سو چالیس ناموں کو قرآن کریم، احادیث نبوی اور کتب سابقہ سے اخذ کرکے بیان کیا ہے۔

اسمائے رسول مقبول[6] کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں ہے مختلف مرتبین نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق مخصوص نام جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی مشہور شرح "مظاہر حق" کے مرتب نے مواہب اللدنیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسماء آنحضرت کے قرآن مجید میں بہت آئے ہیں سو بعضے عالموں نے ننانوے نام جمع کیے ہیں موافق اسمائے الہی کے اور قاضی عیاض

---

1. مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۷ تا صفحہ ۱۲۸ جلد سوم
2. ( ” ) صفحہ ۱۲۷ تا صفحہ ۱۲۸ ”
3. ( ” ) صفحہ ۱۲۷ تا صفحہ ۱۲۸ ”
4. خصائص الکبریٰ (سیوطی) صفحہ ۱۸۷
5. ملاحظہ ہو الشفا (قاضی عیاض) مصنف (عبدالرزاق) مواہب اللدنیہ (قسطلانی) شرح مواہب (زرقانی) وغیرہ
   خصائص الکبریٰ (سیوطی) صفحہ ۱۸۶
6. مواہب اللدنیہ (قسطلانی) میں مندرج ناموں کے لئے ضمیمہ صفحہ ۲ ملاحظہ فرمائیں

دور کے اردو نعت گو شاعروں نے اسمائے رسول مقبول کو اپنی نعتوں میں استعمال کیا ہے اور یوں اپنی نعتوں کو وقیع بنایا ہے
علی شاہ کے یہ شعر دیکھئے

سرور دیں محمد و احمد — شاہ محمود و مجتبیٰ پہ درود
اکرم ولد آدم و اشجع — اجود الناس و مصطفیٰ پہ درود
مدنی مکی ہاشمی قریشی — صاحب کوثر و سخا پہ درود
صاحب الشرع اور شکور و حمید — صاحب فضل و ارتضیٰ پہ درود
امی و اعلم الرسل مصدق — صادق و خیر الانبیا پہ درود
وہی بشیر و نذیر و سراج منیر — نور الانوار پر ضیاء پہ درود
سید المرسلین خیر الناس — شافع و صاحب عطا پہ درود
صاحب المعجزات والبرہان — دونو عالم کے پیشوا پہ درود
صاحب تاج و صاحب معراج — شاہ دیں سید الوریٰ پہ درود
صاد و یٰسین و نون و طٰہٰ پر — صاحب السیف و اللوا پہ درود
سید مزمل و مدثر پر — صاحب حب و ودا پہ درود [1]

اقبال سہیل کا یہ شعر دیکھئے

بعد خدا ہر ایک سے افضل، اشرف و اکمل، اطیب و اجمل
احمد و اکمل، اجود و احکم صلی اللہ علیہ وسلم [2]

اقبال سہیل کے اس نعتیہ قصیدہ "موج کوثر" میں اسمائے رسول مقبول کا استعمال کثرت سے ملتا ہے اسی طرح نعت گو شعراء میں عبد العزیز خالد نے نہ صرف یہ کہ حضورؐ کے اسمائے مبارکہ کو بکثرت تضمین کیا ہے بلکہ الہامی کتب میں مرقوم اسمائے رسول کو تفحص و تلاش سے جمع کر کے جزو نعت بنایا ہے مثلاً فارقلیط، حمطایا، ماذ ماذ اور منحمنا — خالد کے مجموعہ ہائے نعت کے نام بھی اسمائے رسولؐ سے ماخوذ ہیں۔

---

1 - دیوان دیدار علی شاہ ص ۳۲
2 - ارمغان حرم (اقبال سہیل) ص ۵۶

(ج) عربی فارسی پس منظر

○

عربی نعت کے ابتدائی نمونے

(ا) ما قبل بعثت

(ب) دورِ اول سے ہجرتِ مدینہ تک

نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز

(ا) صحابہ کرام کی نعت گوئی

(ب) عہدِ مابعد صحابہ کی نعت گوئی

برصغیر پاک و ہند میں عربی نعت کی روایت

فارسی نعت

(ا) ارتقائی جائزہ

(ب) برصغیر پاک و ہند کی فارسی نعت گوئی

○

سفرِ شام کے بعد اور وحیِ اولیٰ سے کچھ پہلے کا ہے۔ اس قصیدے[1] میں پیغمبرِ آخر الزماں کی بعثت کا انتظار ان کے اعلانِ نبوت تک زندہ رہنے اور ساتھ دینے کی شدید آرزو کا اظہار ملتا ہے

وحیِ اولیٰ سے ہجرتِ مدینہ تک کے زمانے کے نعتیہ اشعار

نعت کے اس دور میں جو آپ کے اعلانِ نبوت سے شروع ہوتا ہے سب سے نمایاں نعت گو آپ کے عمِ نامدار جناب ابوطالب ہیں جنہوں نے اسی وقت آپ کی مدح و توصیف میں شعر کہے جب کہ آپ کے اعلانِ نبوت کے بعد قریش نے آپ سے مخالفانہ سلوک کا مظاہرہ کیا آپ کی تکذیب کی اور آپ کی ایذا رسانی و دشمنی پر کمر کس لی۔ ابوطالب اگرچہ باقاعدہ شاعر نہ تھے مگر حضورِ اکرمؐ سے شفقت و محبت، قبائلی حمیت اور خاندانی جوش و جذبہ کے سبب انہوں نے آپ کی تعریف میں چند قصیدے کہے جنہیں تواتر سے اصحابِ سیر نقل کرتے آ رہے ہیں۔ آپ کی سیرت کے اولین قریبی ماخذ سیرت ابن ہشام میں دو قصیدے ملتے ہیں[2] جن میں صداقت، جوش اور سادگی کی خصوصیات نمایاں ہیں۔ ان قصیدوں میں ابوطالب کی آپ سے محبت اور آپ کی حفاظت کے لئے جانثاری، جذبہ، آپ کا ساتھ دینے، آپ کو دشمنوں کے حوالے نہ کرنے کا عزم اور بنو ہاشم میں آپ کے مقام و مرتبہ کی توضیح اور مؤثر بیان ملتا ہے۔ دوسرا قصیدہ جو ۹۰ اشعار پر مشتمل ہے آپ کی مدح میں کہے جانے والے قصیدوں میں پہلا طویل، مؤثر اور فصیح قصیدہ ہے جس میں ابوطالب نے اہلِ قریش کو دشمنی سے باز رہنے کی دعوت دی ہے۔ جھگڑے سے پیدا شدہ مصائب کو جتلایا ہے۔ آپس کی خونریزی کے نقصانات گنائے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے بلند خلق، فضیلت، مرتبہ و عظمت، آپ سے مکمل تعاون، امداد و محافظت کا یقین اور آپ کے لئے اپنے بے پناہ جذبِ جانثاری کا بیان ہے

اس قصیدے کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔ اکثر سیرت نگاروں نے ابوطالب کے اشعارِ نعت میں اس شعر کو خصوصیت سے نقل کیا ہے

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ        ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

(جو ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ ان کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کی سرپرستی کرنے والے اور بیواؤں کی پناہ)

ان دو قصیدوں کے علاوہ جناب ابوطالب کے چند متفرق نعتیہ اشعار کا بھی پتہ چلتا ہے

مکی دور میں حضرت عمرو بن مرۃ جہنیؓ اور حضرت امیر حمزہؓ کے دو نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں جو انہوں نے قبولِ اسلام کے وقت کہے۔ ان اشعار میں آپ کے پیغام کی عظمت، اسے قبول کرنے پر خدا کا شکر، آپ کی اطاعت و پیروی کا عزم اور آپ کے شرف و فضیلت کا ذکر نمایاں ہے۔ سرزمینِ حبشہ میں عبداللہ بن حارثؓ اور حبشہ سے واپسی پر حضرت عثمان بن مظعونؓ نے بھی نعتیہ موضوعات سے متعلق کچھ شعر کہے۔ آپ کے چچیرے بھائی ابو احمد بن جحش جو نابینا تھے انہوں نے بھی آپ کی ہجرتِ مدینہ کے دنوں میں ایک طویل قصیدہ کہا جس میں آپ کی مدح اور آپ کے حکم پر بالاتفاق ہجرت کے قبول کرنے کا ذکر ہے۔ سفرِ ہجرت میں جب آپ کا گزر قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک مہمان نواز خاتون امِ معبد کے خیمہ کی طرف ہوا اور آپ کچھ دیر کے لئے وہاں رکے آپ کے جانے کے بعد امِ معبد نے اپنے خاوند سے جن الفاظ میں آپ کی تعریف کی اور آپ کا حلیہ مبارک بیان کیا وہ اگرچہ نثر میں ہے مگر اس کی خوبصورتی اور جامعیت کے سبب اسے ایک خوبصورت نعت پارہ کہا جا سکتا ہے اور آپ کے شمائل و سراپا کے بیان میں اکثر اسی کا حوالہ دیا جاتا ہے[3]۔ اسی واقعہ سے متعلق کسی نامعلوم شخص کے کہے ہوئے چند نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں جنہیں کتبِ سیرت میں ہاتف الجنّ[4] کے نام سے درج کیا جاتا ہے۔ بعض مرتبین ادب و سیرت نے اسے ہاتفِ غیب[5] یا شعر الجن[6] کے ذیل میں بھی تحریر کیا ہے۔ یہ اشعار حضورِ اکرمؐ، آپ کے رفقائے ہجرت اور امِ معبد کی مہمان نوازی کے بارے میں ہیں۔ سیرت ابن ہشام میں ان کی تعداد تین ہے جب کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اپنی مختصر سیرت الرسولؐ میں چودہ شعر درج کئے ہیں[7]

---

۱۔ سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۱۳ ـ ۲۱۵

۲۔ سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۸۲ ـ ۲۸۵ / ص ۲۸۸ ـ ۳۰۰ ۳۔ زاد المعاد جلد اول ص ۳۰۷ / البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۱۸۵ / رحمۃ للعالمین (منصور پوری) جلد اول ص ۹۱ ۴۔ سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۵۳۷ ۵۔ عرب میں نعتیہ کلام (عبداللہ عباس ندوی) ص ۹۱

۶۔ مجموعۃ النبہانیہ جلد اول ص ۹۱ ۷۔ مختصر سیرت الرسول (محمد بن عبدالوہاب) اردو ترجمہ محمد خالد سیف ص ۱۷۱ ـ ۱۷۲

ساتویں صدی ہجری میں امام محمد بن ابی بکر الوتری اور امام یحییٰ الصرصری کے نام نمایاں نعت گو شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ امام وتری نے حروف الف مقصورہ سے حروف یا تک حضور اکرمؐ کی مدح میں قصیدہ لکھا۔ نبہانی نے اپنے مجموعہ میں ان کے ۲۹ قصیدے درج کئے ہیں۔ امام صرصری (م ۶۵۶ھ) نے حضورؐ کی مدح میں ۹۰ سے زیادہ قصیدے لکھے۔ ان کے نعتیہ قصیدوں کی نمایاں خوبی ان میں تشبیب کا التزام ہے۔ انہوں نے آپؐ کے اوصاف حمیدہ کے ساتھ قدیم آسمانی صحائف میں آپؐ کے اسمائے مبارکہ، آپؐ کی رسالت کے حوالے اور بشارات کو خاص طور پر اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے۔[1] امام صرصری کا وہ سلام جو انہوں نے ۶۵۱ھ میں روضہ رسولؐ کی حاضری کے موقع پر کہا بہت مؤثر ہے۔ اس میں بڑی طویل مسافت کاٹ کر روضہ رسولؐ پر حاضری کے جذبات، حضورؐ کی رحمت و شفاعت کی خواہش کا اظہار محبت اور دردمندی سے کیا گیا ہے۔ اس کے سبب یہ نعتیہ سلام بہت خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

اسی صدی کے آخر میں مگر سب سے نمایاں شاعر جنہوں نے نہ صرف عربی بلکہ فارسی، ترکی، اردو، پنجابی اور دوسری کئی زبانوں کے نعت گو شعرا پر اپنے اثرات چھوڑے، امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری (م ۶۹۷ھ) ہیں۔ انہوں نے جس سوز عشق اور درد محبت میں ڈوب کر نعتیں لکھیں اور جس طرح ان کی نعتوں خصوصاً "قصیدہ بردہ" نے مقبولیت عام و شہرت حاصل کیا وہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو نصیب نہ ہوا۔ ان کے نعتیہ سرمایہ میں حضرت کعب بن زہیر کے مشہور قصیدہ "بانت سعاد" کے معارضہ میں ایک طویل ہمزیہ قصیدہ "ذخر المعاد"، یہود و نصاریٰ کی تردید میں ۲۹۲ اشعار کا لامیہ، رسول پاکؐ کی ایک پیشین گوئی کی تصدیق اور آتش زدگی مدینہ (م ۶۵۴ھ) کے بارے میں دالیہ "تقدیس الحرم من تدنیس الضرم" اور قصیدہ حائیہ وغیرہ شامل ہیں۔ مؤخر الذکر قصیدے میں زیارت رسولؐ کے شوق کا والہانہ اور بے تابانہ اظہار ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دوسرے قصیدوں میں قصیدہ میمیہ، رائیہ، ہمزیہ اور بردہ بہت مشہور ہیں۔ قصیدہ بردہ نے اتنی شہرت حاصل کی کہ خود ان کے دوسرے نعتیہ قصیدے اس کے سامنے ماند پڑ گئے حالانکہ ان کا قصیدہ ہمزیہ خاص طور پر اپنی معنوی خوبیوں کے سبب نعت گوئی کا شاہکار ہے جس میں انہوں نے سیرت رسول اکرمؐ کے مختلف پہلوؤں، ظہور قدسی، رضاعت، نبوت، معراج، ہجرت اور غزوات وغیرہ کے واقعات منظوم کئے ہیں۔

قصیدہ بردہ کا پورا نام "الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ" ہے۔ ایک مشہور روایت[2] کے مطابق یہ قصیدہ بوصیری نے فالج کے مرض کی حالت میں لکھا اور پھر زیارت رسول اکرمؐ پر انہیں سنایا۔ حضورؐ نے اپنی برد یمانی ان پر ڈال دی تو علی الفور انہیں صحت کاملہ حاصل ہو گئی۔ اس معجزانہ شفایابی کے سبب اس قصیدہ کی شہرت بوصیری کی زندگی ہی میں دور دور تک پھیل گئی اور یہ قصیدہ "البردہ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس قصیدے کا مطلع درج ذیل ہے

أمن تذکر جیران بذی سلم ۔ مزجت دمعاً جریٰ من مقلۃ بدم

(کیا ساکنوں کی یاد سے جو ذی سلم میں تھے تیری آنکھوں سے خون آلود آنسو جاری ہیں) یہ طویل قصیدہ ۱۶۲ اشعار[3] اور دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل تشبیب میں ہے۔ بوصیری کی تشبیب کا رنگ بھی منفرد ہے جس میں محبوب سے دوری اور اس کے فراق میں بہائے جانے والے آنسوؤں کا ذکر ہے۔ اس کا رخ حضور اکرمؐ کی طرف جاتا ہے۔ یوں قصیدے کے آغاز ہی میں قاری ایک پر درد اور پاکیزہ ماحول میں پہنچ جاتا ہے۔ بوصیری سے پہلے تشبیب کا یہ رنگ نہ تھا۔ اکثر شعرا قصیدہ میں اپنے مجازی محبوب کا ذکر کرتے تھے۔ بقول فضل احمد عارف "بوصیری پہلے شخص ہیں جنہوں نے نعتیہ قصیدہ میں تشبیب کی روایت کو توڑا"[4] دوسری فصل میں نفس امارہ کی مذمت ہے۔ تیسری میں حضور اکرمؐ کے ذاتی خصائل و فضائل حمیدہ اور چوتھی فصل میں آپؐ کی ولادت کا تذکرہ ہے۔ پانچویں میں آپؐ کے معجزات اور چھٹی فصل میں قرآن مجید کے شرف کا ذکر ہے۔ ساتویں اور آٹھویں میں معراج النبیؐ، غزوات اور جہاد النبیؐ کا بیان ہے۔ نویں اور دسویں فصل میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رسول اکرمؐ سے شفاعت طلب کی ہے۔ مناجات، بخشش اور مغفرت کی التجا پر مشتمل یہ حصہ درد، سوز اور تاثیر کے اعتبار سے منفرد

---

۱- امام صرصری کا دیوان ۱۲۹۸ھ میں استنبول میں شائع ہوا۔ عبداللہ عباس ندوی نے "عربی میں نعتیہ کلام" میں ص ۲۱۶ - ۲۲۰ پر ان کا نمونہ کلام دیا ہے۔

۲- فوات الوفیات جلد ۲ ص ۲۰۹ / برکات بردہ (فضل احمد عارف) ص ۲۸ / طیب الوردہ شرح قصیدہ البردہ (علامہ ابوالحسنات) ص ۲۶

۳- قدیم ترتیب میں اشعار کی تعداد ۱۶۲ ہے۔ بقول فاضل پطرس بستانی اس کے آخری دو شعر الحاقی ہیں۔

۴- انوار بردہ (فضل احمد عارف) ص ۷۴

## برصغیر پاک و ہند کے فارسی نعت گو

برصغیر پاک و ہند میں نعتیہ کلام کے واضح نمونے ساتویں صدی ہجری کے آغاز ہی سے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ شہاب الدین مہمرہ جنہیں امیر خسرو کے است...
شرف حاصل ہے سرزمین پاک و ہند کے ان اولین شاعروں میں ہیں جنہوں نے آنحضرت کے اخلاق کے ساتھ ساتھ قصیدے کی ہیئت کو حمد و نعت کے مضامین کے لئ...
استعمال کیا۔ ان کے نعتیہ اشعار قصیدے میں الفاظ کی شوکت، پر شکوہ الفاظ کے دروبست میں توافق کی صدا، قافیہ و ردیف کی غنائیت قاری پر کیف کے اثرات ...
ہے ان کا وہ قصیدہ خاص طور پر ان صفات سے مملو ہے جس کے آخر میں انہوں نے اپنے قصیدے کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں

ز من آفریں قصیدہ طلبیدہ باد جانش    چو قصیدہ ام مزین بجواہر وصافی [1]

امیر خسرو (۶۵۱–۷۲۵ھ) نے اپنی مثنویوں اور قصائد و غزلیات کی حیثیت میں نعت کے اعلیٰ نمونے تخلیق کئے وہ ایک مستقیم الحال صوفی تھے صاحب سماع ...
ہند اور صاحب حال تھے اسی سبب ان کے نعتیہ کلام میں جذب و محویت اور وارفتگی و جان سپاری کے جذبات ملتے ہیں ان میں فنی محاسن کے ساتھ ان کے نعتیہ اش...
میں ترنم و موسیقی کا بھی ایک خاص التزام موجود ہے ان کے نعتیہ کلام (خصوصاً نعتیہ غزلوں) کو اسی خصوصیت کے سبب صوفیائے کرام کے حلقۂ سماع ...
پسندیدگی و مقبولیت حاصل رہی ہے درج ذیل شعر دیکھئے صرف مطلع اور مقطع پر اکتفا کی گئی ہے

ای از رسالت را علم افراختہ    دست تو تیغ شریعت آختہ

.... بندہ خسرو نویسد نعت تو    ز آتش دل جان خود بگداختہ

نعت میں امیر خسرو کا وہ ترکیب بند مرصع اور مؤثر ہے جس کا مطلع ہے

ای دل درجان ماندہ خیز و رہ سوی جانانہ طلب    در کفش اہل درد چارۂ درمان طلب

خسرو کا یہ ترکیب بند ان کے فنی محاسن کا اعلیٰ نمونہ ہے اس میں خلوص، درد، کیف و مستی، سرشاری و اثر آفرینی جیسی صفات بدرجۂ اتم موجود ہیں ...
بند خاص طور پر ... ہے اسی لئے پڑھنے والے کے ذہن پر اس کے اثرات بھی اسی نسبت سے مرتسم ہوتے ہیں اس کے اختتامی شعر ملاحظہ ہوں

چوں سفر افتد مرا در رہ تاریک گور    پرتو روی تو ام مشعلہ در پیش باد

از ... لغو و دروغ کام لبم بستہ ریش    نام تو آمد بر زبان مرہم این ریش باد

توشۂ خنائیت مرا گرد زبان پیش گل    شمع سعادت دوام بر سر این پیش باد

نعت تو گنجینہ است قند و در عالم ورا و    تحفہ زان تا ابد خسرو درویش باد

گم شدہ ام در تو خواست راہ یقین می کنم

رہ سوی قرآن و لب ختم بر این می کنم

مثنوی "مطلع الانوار" کے نعتیہ اشعار میں حضور اکرم کے اوصاف کے بیان میں خسرو نے قدرت بیان کا ثبوت دیا ہے اور نئے نئے مضامین پیدا کئے ہیں ...
آپ کے سایہ نہ ہونے کو جس طرح بیان کیا ہے وہ بہت ہی ... یہ نعتیہ پارہ بڑا وقیع اور مؤثر ہے

---

۱۔ تاریخ ادبیات مسلمانان (پنجاب یونیورسٹی) جلد ۳ ص ۲۱۳

۲۔ واضح رہے کہ "نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم" والی غزل جو مجالس سماع میں آج بھی ذوق و شوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہے امیر خسرو ...
کی نہیں ہے یہ اگرچہ مختلف کتابوں اور انتخابات نعت میں امیر خسرو کے نام سے منسوب ہے مگر یہ ان کے کسی مستند کلیات میں موجود نہیں اسی امر کی نشاندہی
ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے "اردو کی نعتیہ شاعری" میں (ص ۳۵ پر) کی ہے

عرفی کے کلیات میں نعت گوئی کے اور بھی خوبصورت نمونے ملتے ہیں جن سے ان کے فنِ نعت سے وابستگی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً ان کا یہ شعر دیکھئے

؎ نو عروسی نبود در تتق فکرت من    کہ نہ از زیورِ مدحِ تو بود چہرہ فراز

ظہوری نیشاپوری (م ۱۰۲۵ھ) اور میرزا بیدل (م ۱۱۳۳ھ) نے بھی قصیدہ و غزل کی ہیئت میں نعت کہی۔ ظہوری کی نعت شدتِ جذبات اور زورِ کلام کے خصائص لئے ہوئے ہے جبکہ بیدل کے نعتیہ کلام میں ان کا منفرد انداز جو حکیمانہ، عارفانہ اور فلسفیانہ مزاج کا عکاس ہے جھلکتا ہے۔ یہ شعر دیکھئے

؎ بغیر درسِ تو علمِ جہانیان باطل    بغیر حکمِ تو اعمالِ انس و جان بیکار

تو ہر طرف کہ ہدایت کنی ہمان قبلہ    بسوی ہر چہ اشارت کنی ہمان دیدار

عطا ہمان کہ پسند و توجہ کرمت    خطا ہمان کہ تو ناخوش بردکنی ز بے مختار [۱]

فارسی نعت کی تاریخ میں قدسی کی وہ نعت بے حد مقبول اور مشہور ہے جس کا مطلع ہے

؎ مرحبا سید مکی مدنی العربی    دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اس نعت کو اکثر مرتبینِ[۲] نعت نے عہدِ شاہجہانی کے مشہور شاعر حاجی محمد جان قدسی مشہدی (م ۱۰۵۶ھ) سے منسوب کیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں و محققین نے بھی اس نعت کو قدسی مشہدی ہی کے حوالے سے درج کیا ہے لیکن یہ نعت قدسی مشہدی کے دیوان یا کلیات کے متداول نسخوں میں نہیں ملتی۔ ڈاکٹر سمیع الدین نے قدسی مشہدی کے (علی گڑھ، رام پور، بانکی پور، حبیب گنج، برٹش میوزیم اور انڈیا آفس وغیرہ کے مختلف) کلیات و دواوین جن میں یہ نعت نہیں ہے کے [illegible] قدسی مشہدی سے اس نعت کی نسبت کو مشتبہ اور مشکوک قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے نتائجِ تحقیق کی بنیاد اس نعت کے اسلوب اور اس پر لکھی گئی تضمینوں کی داخلی شہادت پر رکھی ہے[۴] [illegible] سے "حضرت مولانا محمد جان صاحب قدسی مرحوم دہلوی" کی تصنیف لکھا ہے بقول ان کے "یہ انداز [illegible] کہ یہ شاعر جس کا وطن دہلی تھا انیسویں یا اٹھارویں صدی عیسوی کا متاخر شاعر رہا ہوگا"[۳] چونکہ اس نعت کے کم و بیش سارے [illegible] انیسویں صدی اور اس کے بعد کے ہیں لہٰذا ان کے خیال کو اور تقویت ملتی ہے۔ یہ نعت عہدِ شاہجہانی کے قدسی کی بجائے بعد کے کسی [illegible] قدسی وغیرہ کی ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ نعت یا اس کی کسی تضمین کا ذکر نہیں ملتا۔ اس نعت کے کچھ اور شعر درج ذیل ہیں

؎ من بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم    اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی

چشمِ رحمت بکشا سوی من انداز نظر    اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات    رحم فرما کہ ز حد می‌گذرد تشنہ لبی

نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم    زانکہ نسبت بہ سگِ کوی تو شد بے ادبی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی    آمدہ سوی تو قدسی پئے درمان طلبی

اس نعت کے اشعار کی تعداد ۸ سے ۱۱ تک درج ہوئی ہے۔ یہ نعت قدسی کے جذباتِ محبت و عقیدت کی ترجمان ہے۔ سیدھے سادے انداز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شیفتگی کا اظہار بے ساختہ ہوتا ہے۔ یہ نعت حضور اکرم کی مدح سے زیادہ شاعر کے داخلی کیفیات اور احساسات کی آئینہ دار [illegible] اس نعت کی مقبولیت اس کی تاثیر ہے اور لطافت کے ساتھ فریفتگی کا اظہار اتنا مکمل ہے کہ قاری اس کے جذب و کیف سے مسحور ہو جاتا ہے

---

۱۔ ارمغانِ نعت (مرتبہ شفیق بریلوی) ۹۵

۲۔ ارمغانِ نعت (مرتبہ شفیق بریلوی) ص ۸۹    ۳۔ ارمغانِ پاک (مرتبہ شیخ اکرام) صفحہ ۱۰۸

۴۔ مضمون "نعت قدسی اور اس کی مقبولیت" از ڈاکٹر سمیع الدین احمد ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ دسمبر ۸۶ء ص ۴۵۵۔ اسی موضوع سے متعلق تفصیل [illegible] مضمون کا عنوان "نعت قدسی اور اس کا مصنف" (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ مارچ ۸۸ء ص ۲۰۲ – ۲۱۵ و اپریل ۸۸ء صفحہ ۲۷۰ تا ۲۹۱) ہو گیا ہے

علامہ محمد اقبال (م ۱۳۵۷ھ) برصغیر پاک و ہند کی فارسی نعتیہ شاعری کے نئے نعت گوئی کی تاریخ میں سب سے منفرد شاعر ہیں ان کی انفرادیت موضوعات و مضامین نعت کے سبب ہے یوں تو ان کی پوری شاعری کا محور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ ہے مگر جہاں خاص طور پر انہوں نے آنحضرت کو ... سے شاعری کی ہے یا جہاں آپ کا ذکر یا آپ سے خطاب ہے وہ مقامات نعتیہ شاعری کی معراج ہیں مثنوی اسرار و رموز کے درج ذیل نعتیہ اشعار دیکھئے

سہ در دل مسلم مقام مصطفیٰ است — آبروی ما ز نام مصطفیٰ است
طور موجی از غبار خانہ اش — کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش
کمتر از آنی ز اوقاتش ابد — کاسب افزایش از ذاتش ابد
... در جہان آئین نو آغاز کرد — مسند اقوام پیشین در نورد
... در نگاہ او یکی بالا و پست — با غلام خویش بر یک خوان نشست
... روز محشر اعتبار ماست او — در جہان ہم پردہ دار ماست او
... نسخۂ کونین را دیباچہ اوست — جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست ۱

یہ نعت کا ایک منفرد انداز ہے جو اقبالؒ سے پہلے ناپید تھا یہ اشعار ایک طویل سلسلے سے منسلک ہیں اقبالؒ کے ہاں خیالات و افکار کی روانی اور بہاؤ ایسا ہے کہ قاری اس میں بہتے چلے جاتا ہے زبان کی سلاست و فصاحت کے ساتھ ساتھ نفس مضمون کی گہرائی اور جذبۂ شیفتگی کے سبب ان اشعار میں وجد اور کیف کی موثر فضا پائی جاتی ہے حضور رسالت مآبؐ سے اقبال کی والہانہ عقیدت اور پیغام نبوت کی صداقت و حقانیت کے ایقان نے ان کے اشعار میں جاذبیت، گیرائی اور گہرائی کی ایک موثر کیفیت پیدا کر دی ہے اقبال نے مثنوی میں اپنے افکار کو فلسفہ، اخلاق، تمدن، معاشرت، اقتصادیات، عمرانیات اور دوسرے علوم نیز مذہبی و ملی افکار و احساسات کو جس نعتیہ آہنگ میں پیش کیا ہے اور جس انداز میں آپ کے فیضان و برکات کا تذکرہ کیا ہے وہ اپنے اندر پورا فنی حسن اور شعری تاثیر رکھتا ہے مثنوی اسرار و رموز کے اختتامی حصے "عرض حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین" سے پیش

سہ ای ظہور تو شباب زندگی — جلوہ ات تعبیر خواب زندگی
ای زمین از بارگاہت ارجمند — آسمان از بوسۂ بامت بلند
شش جہت روشن ز تاب روی تو — ترک و تاجیک و عرب ہندوی تو
در جہان شمع حیات افروختی — بندگان را خواجگی آموختی ۲

اس کے اگلے شعروں میں اقبال نے حضور رسالت مآب میں بڑی درد مندی اور دلسوزی سے مسلمانوں کی دینی بے حمیتی، گمرہی، اخلاقی پستی اور زبوں حالی کا نقشہ پیش کیا ہے ملت اسلامیہ کے بارے میں اپنی تشویش اور شاعرانہ خدمات کا ذکر کرنے کے بعد بڑی عاجزی سے التجا کی ہے کہ

سہ گر دلم آئینۂ بی جوہر است — ور بحرفم غیر قرآن مضمر است
ای فروغت صبح اعصار و دہور — چشم تو بینندۂ ما فی الصدور
... روز محشر خوار و رسوا کن مرا — بی نصیب از بوسۂ پا کن مرا
گر دُر اسرار قرآن سفتہ ام — با مسلمانان اگر حق گفتہ ام
... در عمل پایندہ تر گردان مرا — آب نیسانم گہر گردان مرا ۳

---

۱ـ۳ مثنوی اسرار و رموز از کلیات اقبال (فارسی) ص ۱۹ـ۲۰ / ص ۱۶۶ / ص ۱۶۸

# تیسرا باب

## اردوئے قدیم کے نعتیہ نمونے

اور

## جنوبی ہند میں اردو نعت گوئی کا جائزہ

---

**پس منظر**

سیاسی / تہذیبی / لسانی

اردو نعت کا اوّلین نمونہ

صوفیائے کرام کی چکی ناموں، دوہروں اور شعری تصانیف میں نعتیہ عناصر

جنوبی ہند کی نعتیہ شاعری کا پہلا دور

(قلی قطب شاہ سے ماقبل ولی)

دکنی معراج ناموں، میلاد ناموں، وفات ناموں کا جائزہ

ولی دکنی اور اس کے عہد کی نعت گوئی

جنوبی ہند کی نعت گوئی کا جائزہ

(اثاثۂ نعت — تبصرہ)

## پس منظر ۔ سیاسی ۔

برِصغیر پاک وہند میں اردو زبان کی ابتدا مسلمانوں کی آمد سے ہوئی۔ یوں تو عرب بہ سلسلۂ تجارت اس سرزمین میں طلوعِ اسلام سے قبل بھی آتے تھے۔ مگر قبولِ اسلام کے بعد اُن کا تجارتی تعلق پہلے کی نسبت بڑھ گیا۔ کچھ نے تو یہاں بود و باش بھی اختیار کرلی اور جنوب کے بعض ساحلی مقامات پر اپنی نوآبادیاں بنا لیں محمد بن قاسم کی فتوحات (٩٢ھ / ٧١٢ء) کے بعد مسلمان برِصغیر کے ایک معتدبہ حصہ پر قابض ہو گئے۔ اور اب اس سرزمین سے اُن کا تعلق تجارت سے پھیل کر کاروبارِ سیاست تک کو محیط ہو گیا۔ یوں سندھ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی۔ آنے سالوں میں اس سلطنت کی حدیں شمال کی طرف پھیلنا شروع ہو گئیں۔ عہدِ غزنوی میں پنجاب و سرحد کے بہت سے علاقے بھی مسلمانوں کے زیرِ نگین آ گئے۔ غوری و ایبک کے معرکوں سے قنوج، بنارس، گوالیار، بدایوں۔ اور بہار و بنگال کے بہت سے اضلاع بھی اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے۔

محمد بن قاسم سے شہاب الدین غوری تک کم و بیش پانچ سو سال کے عرصہ میں برِصغیر کے بہت سے علاقوں پر مسلم حکومتیں [قائ]م ہوئیں۔ مگر اُن کی حیثیت خود مختار حکومتوں کی بجائے ماتحت حکومتوں کی تھی۔ کیونکہ اُن کا مرکز دمشق، بغداد یا غزنی تھا۔ غوری [حک]ومت کے خاتمے کے بعد جب قطب الدین ایبک نے ٦٠٢ھ میں سلطنتِ ہند پر قبضہ کیا تو مسلمانوں کی پہلی اور خود مختار حکومت کا قیام عمل میں [آیا۔ بع]د میں مسلمان سلاطین نے اس کی حدود وسیع کیں۔ علاؤالدین خلجی نے ٦٩٧ھ میں گجرات فتح کیا۔ ٧١٠ھ تک دکن کے بہت سے علاقے بھی ا[س کی] قلمرو میں شامل ہو گئے اور یوں آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں مسلمانوں کا اثر و رسوخ اس وقت اور بھی گہرا ہو گیا جب محمد تغلق نے [٧]٢٧ھ میں دہلی کی بجائے دولت آباد کو دارالحکومت بنانے کا ارادہ کیا اور ایک فرمان کے ذریعے دہلی کی تمام آبادی کو دولت آباد کی طرف [نق]ل مکانی کا حکم دیا۔ اس طرح مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد دکن میں آباد ہو گئی۔ یہیں مسلمانوں کی عظیم الشان بہمنی سلطنت (٧٤٨ - ٩١٩ھ / ١٣٤٧ - ١٥٢٧ء) کی بنیاد پڑی جو ایک صدی سے زیادہ عرصے تک ترقی کرنے کے بعد پانچ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی۔ بعد میں یہ تین [رہ] گئیں جو احمد نگر کی نظام شاہی سلطنت (٨٩٥ - ١٠٤٣ھ / ١٤٩٠ - ١٦٣٣ء) بیجا پور کی عادل شاہی سلطنت (٨٩٥ - ١٠٩٧ھ / ١٤٩٠ - ١٦٨٦ء) اور گولکنڈے کی قطب شاہی سلطنت (٩١٨ - ١٠٩٨ھ / ١٥١٨ - ١٦٨٧ء) کے نام سے مشہور ہیں۔ مغلوں [نے ا]ن سلطنتوں کو ختم کیا اور ١٠٩٨ھ میں قریباً پورا دکن مغلوں کی قلمرو میں شامل ہو گیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (١١١٨ھ / ١٧٠٧ء) کے بعد سلطنتِ مغلیہ روبہ زوال ہو گئی۔ اورنگ زیب کے نالائق وارثوں کی خانہ جنگیوں اور بد انتظامی کے سبب شیرازہ [ح]کومت درہم برہم ہوا تو دکن پر آصف جاہ کا قبضہ ہوا ١١٣٦ھ سے ١٣٣٩ھ تک دکن سلاطین آصفیہ کے قبضہ میں رہا۔ تاریخ ہند [کے] اسی عہد میں انگریزوں کو یہاں اپنے پاؤں جمانے کا نہ صرف یہ کہ موقع ملا بلکہ انہوں نے ١٢٧٤ھ میں دہلی پر قبضہ کر کے اسے [با]قاعدہ طور پر تاجِ برطانیہ کی حکمرانی میں شامل کر لیا۔

## پس منظر ۔ تہذیبی و لسانی ۔

برِصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی آمد ایک عہد آفریں واقعہ تھا۔ اسلام کے اثر و نفوذ نے یہاں کی سماجی و معاشرتی، ثقافتی [،] مذہبی اور لسانی و ادبی فضا پر اَن مٹ گہرے اثرات مرتسم کئے۔ اسلامی ثقافت و تمدن، علوم و فنون اور تعلیمات و افکار نے [ی]ہاں ہندوستان کی سماجی زندگی کے مختلف شعبوں کو متاثر کیا وہاں مقامی زبانوں پر بھی نمایاں اثرات ڈالے۔ مسلمانوں کے اقتدا[ر] [حکم]رانی کے زمانے میں ان کی زبانوں عربی، ترکی اور فارسی نے ہندوستانی پراکرتوں اور مقامی بولیوں کے ساتھ مل کر ایک نئے لسانی [پی]رائے کو جنم دیا۔ جو بعد میں اردو کے نام سے موسوم ہوا۔ دہلی کی مرکزی حکومت سے مسلمان برِصغیر میں جہاں گئے یہی زبان اُن کے

مبر کاب رہی ، مسلمانوں کی فتوحات میں توسیع کے ساتھ ملک کے گوشے گوشے میں پہنچی اور مقامی بولیوں کے دوش بدوش اس نے اسلامی قلمرو
وسعت کے مطابق آہستہ آہستہ ایک عام اور ملک گیر زبان کا مقام حاصل کر لیا۔

اردو زبان کے آغاز کے تہذیبی و معاشرتی اور سیاسی و فکری پس منظر کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی کہتے ہیں کہ " مسلمانوں
ہندوستان کی معاشرت و تمدن اور تہذیب و ثقافت شعر و ادب ہر شعبہ کو نمایاں طور پر متاثر کیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ
مسلماں جب یہاں آئے تو واپس جانے کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ آریوں کی طرح انہوں نے اس ملک کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنا
وطن بنا لیا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ یہاں والوں کی تہذیب کمزور، پارہ پارہ اور زوال پذیر تھی۔ باہر سے آنے والوں کے پاس جاندار
ریں بھی تھیں اور انکے خیالات و عقائد میں وہ توانائی اور چمک بھی تھی جو چڑھتے سورج اور ابھرتے پھیلتے نظام خیال میں ہوتی ہے
نے دوسرے کے الفاظ ملا کر بولنے اور اپنی بات دوسرے تک پہنچانے کی کوشش کی۔ جب قوی کلچر کمزور کلچر سے ملا تو یہاں کی تہذیب
طرح زبانوں میں بھی زندگی کے آثار پیدا ہونے لگے اور منجمد پتھر پگھلنے لگا"۔ [1]

ڈاکٹر تارا چند بھی آغاز اردو کے اس اولین مرحلے کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں " نہ صرف ہندو مذہب، فن ادب اور حکمت
مسلم عناصر کو جذب کیا بلکہ خود ہندو تمدن کی روح اور ہندو ذہن بھی تبدیل ہو گیا اور مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا اور
ساتھ ساتھ ایک نیا لسانی امتزاج بھی رونما ہوا"۔ [2] چونکہ مسلمان سب سے پہلے سندھ کے علاقے میں داخل ہوئے لہٰذا اس زبان کا
ابتدائی ہیولیٰ سندھ و ملتان میں تیار ہوا۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں یہ لسانی امتزاج پہنچا، وہاں وہاں علاقائی
اثرات کو جذب کر کے نکھرتا اور اپنی واضح شکل بناتا گیا۔ مقامی زبانوں میں فارسی ترکی اور عربی الفاظ اور خیالات اپنی جگہ بناتے گئے
یہی لسانی عمل سرحد و پنجاب میں بھی رونما ہوا اور وہاں سے دہلی پہنچا۔ دہلی کو ہندوستان کی تاریخ و سیاست میں ہمیشہ ایک مرکز کی
حیثیت حاصل رہی ہے۔ وہاں سے لشکریوں، اہل حرفہ اور تجارت پیشہ لوگوں کے نقل مکانی کے باعث برعظیم کی معاشرتی، تہذیبی اور سیاسی
ضرورتوں کے تحت پروان چڑھنے والی یہ زبان پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں علاؤالدین خلجی کی فتح گجرات و دکن
(۶۹۷ھ) اور محمد تغلق کے فرمان ہجرت (۷۲۸ھ) وغیرہ کے سبب مسلمانوں کی کثیر تعداد جنوبی ہند منتقل ہو گئی۔ ۸۰۰ھ میں
تیمور کی یلغار کے خوف سے ناصرالدین محمود اور اسکے لشکریوں مصاحبوں اور دہلی کے باشندوں کی ایک اور بہت بڑی کھیپ گجرات نقل مکانی
کر گئی۔ یوں وہ زبان جس کا مولد شمال ہے، تہذیبی و سیاسی تقاضوں کے تحت گجرات و دکن پہنچ گئی۔ یہاں اس زبان کے پھلنے پھولنے اور
پھیلنے کے امکانات موجود تھے۔ دکن کی سازگار فضا میں اردو تیزی سے ارتقا پذیر ہوئی۔ شمالی ہندوستان میں فارسی زبان کا طوطی بول
رہا تھا۔ دکن و گجرات میں اسکے برعکس اردو زبان کو بہت جلد دربار سرکار کی سرپرستی اور وہ اہمیت حاصل ہو گئی جو شمالی علاقوں (دہلی و پنجاب وغیرہ)
میں فارسی کو حاصل تھی۔

بہمنی عہد اور بعد میں اس کی جانشین سلطنتوں کے زمانے میں یہ زبان بول چال کی سطح سے بلند ہو کر شعر و ادب اور تصنیف
و تالیف کی زبان بن گئی، عام معاملات زندگی اور دربار سرکار کے مختلف طبقوں کے درمیان یہی زبان وسیلۂ اظہار بنی۔ صوفیائے کرام [3]
نے تبلیغ دین کیلئے اسی زبان کو استعمال کیا۔

[1] تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) جلد اول ص ۱۰

[2] تمدن ہند پر اسلامی اثرات (ڈاکٹر تاراچند) ترجمہ ص ۲۲۸

[3] دکنی کلچر (نصیرالدین ہاشمی) میں ص ۵۲–۵۸ پر ان نمایاں صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی فہرست (نام / سنہ انتقال
مقام مدفن وغیرہ) دی گئی ہے، جن کی مساعی اور تبلیغ اسلام کے باعث دکن کی کثیر آبادی نے اسلام قبول کیا۔

---

اس طرح اردو زبان کی ابتدا کا مسئلہ بھی ...
اس کی نشو و نما [1] اور اردو نظم و نثر کے اولین نمونوں کی تخلیق انہی صوفیائے کرام کی مرہون منت ہے
اردو ادب کی دوسری اصناف کی طرح اردو نعت کے اولین نمونوں کی تلاش میں بھی ہمیں سب سے پہلے جنوبی ہند کے صوفیائے کرام
کی تحریروں سے رجوع کرنا ہے۔ عربی و فارسی شاعری کو نعت گوئی میں آغاز و ارتقا کا شرف حاصل ہے۔ یہ زبانیں نعت گوئی کے آغاز کے وقت
اظہار و بیان کے ابتدائی مرحلوں سے گزر کر پختہ ہو چکی تھیں۔ اس لحاظ سے اردو نعت کی ابتدا کا جائزہ لیا جائے تو ایک مختلف صورت حال
... اپنے ارتقائی مراحل سے گزرتے ہیں

میرکاب رہی۔ مسلمانوں کی فتوحات میں توسیع کے ساتھ ملک کے گوشے گوشے میں پہنچی اور مقامی بولیوں کے دوش بدوش اس نے اسلامی تمدن و
وسعت کے مطابق آہستہ آہستہ ایک عام اور ملک گیر زبان کا مقام حاصل کر لیا۔

اردو زبان کے آغاز کے تہذیبی و معاشرتی اور سیاسی و فکری پس منظر کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی کہتے ہیں کہ "مسلمانوں
ہندوستان کی معاشرت و تمدن اور تہذیب و ثقافت شعر و ادب ہر شعبہ کو نمایاں طور پر متاثر کیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ
مان جب یہاں آئے تو واپس جانے کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ آریوں کی طرح انہوں نے اس ملک کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنا
ن بنا لیا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ یہاں والوں کی تہذیب کمزور، پارہ پارہ اور زوال پذیر تھی۔ باہر سے آنے والوں کے پاس جاندار
ین بھی تھیں اور انکے خیالات و عقائد میں وہ توانائی اور چمک بھی تھی جو چڑھتے سورج اور ابھرتے پھیلتے نظام خیال میں ہوتی ہے
نے دوسرے کے الفاظ ملا کر بولنے اور اپنی بات دوسرے تک پہنچانے کی کوشش کی۔ جب قوی کلچر کمزور کلچر سے ملا تو یہاں کی تہذیب
طرح زبانوں میں بھی زندگی کے آثار پیدا ہونے لگے اور منجمد پتھر پگھلنے لگا۔" [1]

ڈاکٹر تاراچند بھی آغاز اردو کے اس اولین مرحلے کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں "نہ صرف ہندو مذہب، فن، ادب اور حکمت
مسلم عناصر کو جذب کیا بلکہ خود ہندو تمدن کی روح اور ہندو ذہن بھی تبدیل ہو گیا اور مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا اور
ساتھ ساتھ ایک نیا لسانی امتزاج بھی رونما ہوا۔" [2] چونکہ مسلمان سب سے پہلے سندھ کے علاقے میں داخل ہوئے لہٰذا اس زبان کا
ابتدائی ہیولیٰ سندھ و ملتان میں تیار ہوا۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں یہ لسانی امتزاج پہنچا، وہاں وہاں علاقائی
ثرات کو جذب کرکے نکھرتا اور اپنی واضح شکل بناتا گیا۔ مقامی زبانوں میں فارسی ترکی اور عربی الفاظ اور خیالات اپنی جگہ بناتے گئے
یہ لسانی عمل سرحد و پنجاب میں بھی رونما ہوا اور وہاں سے دہلی پہنچا۔ دہلی کو ہندوستان کی تاریخ و سیاست میں ہمیشہ ایک مرکز کی
حیثیت حاصل رہی ہے۔ وہاں سے لشکریوں، اہل حرف اور تجارت پیشہ لوگوں کے نقل مکانی کے باعث برعظیم کی معاشرتی، تہذیبی اور سیاسی
ضرورتوں کے تحت پروان چڑھنے والی یہ زبان پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں علاؤالدین خلجی کی فتح گجرات و دکن
(۶۹۷ھ) اور محمد تغلق کے فرمان ہجرت (۷۲۸ھ) وغیرہ کے سبب مسلمانوں کی کثیر تعداد جنوبی ہند منتقل ہو گئی۔ ۸۰۰ھ میں
تیمور کی یلغار کے خوف سے ناصرالدین محمود اور اسکے لشکریوں مصاحبوں اور دہلی کے باشندوں کی ایک اور بہت بڑی کھیپ گجرات نقل مکانی
کر گئی۔ یوں وہ زبان جس کا مولد شمال ہے، تہذیبی و سیاسی تقاضوں کے تحت گجرات و دکن پہنچ گئی۔ یہاں اس زبان کے پھلنے پھولنے اور
بڑھنے پھیلنے کے امکانات موجود تھے۔ دکن کی سازگار فضا میں اردو تیزی سے ارتقا پذیر ہوئی۔ شمالی ہندوستان میں فارسی زبان کا طوطی بول
رہا تھا۔ دکن و گجرات میں اسکے برعکس اردو زبان کو بہت جلد دربار سرکار کی سرپرستی اور وہ اہمیت حاصل ہو گئی جو شمالی علاقوں (دہلی و پنجاب)
میں فارسی کو حاصل تھی۔

بہمنی عہد اور بعد میں اس کی جانشین سلطنتوں کے زمانے میں یہ زبان بول چال کی سطح سے بلند ہو کر شعر و ادب اور تصنیف
و تالیف کی زبان بن گئی۔ عام معاملات زندگی اور دربار و سرکار کے مختلف طبقوں کے درمیان یہی زبان وسیلۂ اظہار بنی۔ صوفیائے کرام
نے تبلیغ دین کیلئے اسی زبان کو استعمال کیا۔ [3]

---

[1] تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) جلد اول ص ۱۰

[2] تمدن ہند پر اسلامی اثرات (ڈاکٹر تاراچند) ترجمہ ص ۲۲۸

[3] دکنی کلچر (نصیرالدین ہاشمی) میں ص ۵۳ ـ ۵۸ پر ان نمایاں صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی فہرست (نام / سنہ/ مقام مدفن وغیرہ) دی گئی ہے، جن کی مساعی اور تبلیغ اسلام کے باعث دکن کی کثیر آبادی نے اسلام قبول کیا۔

ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) جلد اوّل ص ۱۹۰ [3] دکن میں اردو (نصیرالدین ہاشمی) ص ۲۹

دو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۲۹ / ارمغان نعت (شفیق بریلوی) ص ۸۰ / صریر خامہ (نعت نمبر) ص ۱

جس طرح اردو زبان کی ابتدا کا مسئلہ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد اور ان کے یہاں توطن اختیار کرنے سے وابستہ ہے اسی طرح اردو کی ابتدائی نشوونما [1] اور اردو نظم و نثر کے اوّلین نمونوں کی تخلیق انہی صوفیائے کرام کی مرہون منت ہے

✓ اردو ادب کی دوسری اصناف کی طرح اردو نعت کے اولین نمونوں کی تلاش میں بھی ہمیں سب سے پہلے جنوبی ہند کے صوفیائے کرام کی تحریروں سے رجوع کرنا ہے۔ عربی و فارسی شاعری کو نعت گوئی میں آغاز و ارتقا کا شرف حاصل ہے۔ یہ زبانیں نعت گوئی کے آغاز کے وقت اظہار و بیان کے ابتدائی مرحلوں سے گزر کر پختہ ہو چکی تھیں۔ اس لحاظ سے اردو نعت کی ابتدا کا جائزہ لیا جائے تو ایک مختلف صورت حال سامنے آتی ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ صنف اور زبان ساتھ ساتھ اپنے ارتقائی مراحل سے گزرتے ہیں ✓

## اردو نعت کا اوّلین نمونہ

دکنی نظم (و نثر) کا باقاعدہ آغاز عام طور پر حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے کیا جاتا ہے اور ان کے مختلف رسائل میں اردو ادب کے ابتدائی نمونے تلاش کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ بعد کی تحقیق نے ان رسائل سے خواجہ گیسو دراز کی نسبت کو مشکوک قرار دیا ہے [2] تاہم ان سے منسوب اشعار میں نعت کا ایک نمونہ ملتا ہے۔ مولوی عبدالحق نے اپنی تصنیف "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ" (اور نصیر الدین ہاشمی نے "دکن میں اردو") میں خواجہ گیسو دراز کی شاعری کے ذیل میں درج ذیل اشعار کا ذکر کیا ہے ✓

اے محمدؐ بجلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلی ہوگی سیس سپور نہ سیرا
واحد اپنی آپ تھا ابیں آپ بجایا
پرکٹ جلوے کارنے الف میم ہو آیا
عشقوں جلوہ دینے کر کاف نون لایا
لولاک لما خلقت الافلاک خالق یا لائے
فاضل افضل جتنے مرسل ساجد سجود ہوائے
امت رحمت بخشش ہدایت تشریف پائے
تخفی ناوں معشوق رکھ ظاہر کلائے
عشق کے جینی چندر بندہ اپنی آپ دکھائے
لاان کما کان پھر آپیں آپ سمائے [3]

ان اشعار کو اردو کی پہلی نعت کہا گیا ہے اور نعت کے محققین اور مرتبین [4] نے اردو نعت کا ارتقائی جائزہ لیتے ہوئے خواجہ گیسو دراز سے منسوب انہی اشعار کو اوّلین نمونہ نعت کے طور پر درج کیا ہے۔ البتہ کہیں کہیں الفاظ میں معمولی سا فرق ہے۔ "تاریخ ادبیات" میں خواجہ گیسو دراز کی موسیقی شناسی کے حوالے سے جو گفتگو کی گئی ہے اتفاق سے اس میں بھی اس نعت کا ذکر موجود ہے۔ حقیقت میں خواجہ بندہ نواز کی زیادہ تر شاعری موسیقی یا راگ راگنیوں کے تابع ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موسیقی کے ماہر بھی تھے۔

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام" (مولوی عبدالحق)

[2] تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) جلد اوّل ص ۱۹۰ [3] دکن میں اردو (نصیر الدین ہاشمی) ص ۲۹

[4] اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۱۲۹ / ارمغان نعت (شفیق بریلوی) ص ۸۰ / صریر خامہ (نعت نمبر) ص ۱

خواجہ بندہ نواز کے کچھ شعر سینہ بہ سینہ چلے آتے ہیں۔ جن کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بند حجرے کی قوالی کیلئے ہیں۔ یہ بند حجرے کی قوالی مخصوص ماحول اور مخصوص ذہنی وقلبی کیفیت کے لوگوں کے لئے ہوتی ہے۔ صوفیانہ سماع کا مقصد و منتہا ہے۔ خواجہ بندہ نواز کا یہ شعر دیکھئے جو راگ "رام کلی" میں ہے اِس کا مضمون وحدت الوجودی ہے۔ جب یہ سُر اور تال میں ادا ہوگا تو محفل میں خدائی خدا جلوہ گر ہوا سا

مخفی نانوں معشوق رب ظاہر شہباز کہلائے
عشق کے جیسی چند بند اپنی آپ کہلائے [1]

مولوی عبدالحق نے مذکورہ بالا نعتیہ اشعار کو آغا حیدر حسن کی مملوکہ بیاض[2] سے نقل کیا ہے۔ اس میں خواجہ گیسو کے کچھ اور شعر بھی ہیں، جنہیں نعتیہ عناصر کے ذیل میں درج کیا جا سکتا ہے۔ ان کے عارفانہ اور صوفیانہ گیت (نظم) کا یہ شعر دیکھئے۔

اور معشوق بے مثال ہے نور نبی پایا  اور نبی رسول کا  او میرے جیو میں سمایا

اسی طرح خواجہ گیسو دراز سے منسوب "چکی نامہ" جو بارہ بندوں پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی نعتیہ عناصر مل جاتے ہیں، مثلاً یہ بند ملاحظہ ہو

الف اللہ اس کا دستہ  میانے محمد ہوکر بستا
بیجی طلب یوں کر دستا  کہے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ [3]

خواجہ گیسو دراز کے فرزند سید محمد اکبر حسینی (جو خواجہ صاحب ہی کی زندگی میں ۸۱۲ھ کو فوت ہوئے) سے منسوب اشعار میں بھی نعت کا یہ شعر ملتا ہے، جو وزن اور ساخت کے اعتبار سے کسی گائے جانے والی نظم (گیت یا جکری) کا حصہ لگتا ہے۔

بعد از ثنا خدا کی بھیجوں درود نبی پر  بھی آل پر ... اس کے اصحاب میں [4]

لیکن جیسا کہ خواجہ گیسو دراز کے نمونہ کلام کے ذیل میں ضمناً کہا گیا تھا کہ خواجہ سے اسکی نسبت مشکوک ہے، سید محمد اکبر حسینی کے سلسلے میں بھی یہی بات صادق آتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس بارے میں محققانہ انداز سے صراحت کی ہے کہ خواجہ گیسو دراز اور سید محمد اکبر حسینی کی کوئی اردو تصنیف نہیں [5]

اس دور کی سب سے پہلی تصنیف جو اب تک دریافت ہوئی ہے، فخرالدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے۔ لہٰذا اردو نعت کے اولین باقاعدہ اور مستند نمونے کی تلاش میں ہمیں سب سے پہلے اسی مثنوی سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ یہ مثنوی ۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ کے زمانے کی تصنیف ہے۔ اس کے آغاز میں حمد کے بعد نعت کے شعر ملتے ہیں، نمونہ نعت ملاحظہ ہو

| | |
|---|---|
| تہیں ایک سا جاگسائیں امر | سرے دوئے تیں جگہ تو را دکر |
| بنھایا او لک رتن نور دھر | کرتے رہیل ملگت کرن راج کر |
| او لک مکٹ سیس سنسار کا | کرے کام نردھار کرتار کا |
| محمد حبرم آد بنیاد نور | رہے جگ سرے دے پرساد نور |
| نہ اکاس دھرتی نہ دنبو نہ چند | نہ بھر یا کچھ ا دیتا نور سند |
| شالا اسی کا جو دیسے گمبیر | ملے جگ اس ممیس اسے دیہہ پیر [6] |

---

[1،2] تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) پہلی جلد ص ۲۵۷ [3،4] دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۳۰ / ص ۳۲
آغا حیدر حسن کی مملوکہ بیاض کسی بزرگ ابوالقاسم نصیرالدین کی ہے یہ بیاض ۱۱۱۲ھ میں مرتب ہوئی
[5،6] اس بحث کیلئے دیکھئے مقدمہ "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" مرتبہ جمیل جالبی ص ۳۰ - ۳۵ / ص ۴۹ - ۴۲

نظامی کے نعتیہ اشعار کی زبان (اُس کی مثنوی کے دوسرے شعروں کی طرح) ٹھیٹھ ہندی ہے۔ جس میں سنسکرت اور پراکرت کے الفاظ
استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔ اسی سبب اس نعت پارے کی زبان بہت مشکل اور عسیر الفہیم ہے۔ اس کے اسلوب پر آغازِ اردو کی
[ہن]دی روائیت کا اثر ابھرا نظر آتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ اسکی قدامت ہے کہ یہ ساڑھے پانچ سو سال سے زیادہ پرانی نعت ہے اور اردو
[اد]ب کی اولین روائیت کی نمائندہ ہے۔ سنسکرتی الفاظ کے استعمال کے علاوہ جہاں تک بیان کی چستی اور رچاوٹ کا تعلق ہے، اُس کا
[نمو]نہ اِن اشعار میں موجود ہے۔ جمیل جالبی نے اس مثنوی کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "یہاں بیان میں بے جا پھیلاؤ کا بھی
[احس]اس نہیں ہوتا بلکہ بات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کا عمل ملتا ہے۔" [1] نظامی کی یہی خوبی اردو کے اس اولین اور مستند نمونہ
[نع]ت میں بھی موجود ہے۔ نظامی نے اختصار کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات، خاتمیت، حقانیت، ہمیشگی و ابدیت
[رحم]ت اللعالمینی اور آپ کے فیوض و برکات کی نشاندہی کی ہے۔ یوں نظامی کے ہاں چند شعروں میں ہی نعت کے کئی مضامین سمٹ آئے ہیں۔

۲ ـــــ صوفیائے کرام کی چکریوں، دوہڑوں اور شعری تصانیف میں نعتیہ عناصر ـــــ

بقول ڈاکٹر طلحہ برق "اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش کے وقت سے
[ہی] مومنہ اور کلمہ گو رہی ہے۔ صوفیائے کرام اور مبلغین اسلام کے ہاتھوں دینِ متین کی ترویج و اشاعت کے لئے یہ پروان چڑھی اور شروع
[ہی س]ے ہی اسکی توتلی زبان پر حمد و ثنا اور نعت رسول مقبول جاری ہو گئی۔" [2] نظامی کے بعد اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر
[قل]ی قطب شاہ تک کی درمیانی شعری روائیت میں بہت سے صوفیائے کرام کے نام ملتے ہیں جنہوں نے دوہڑوں، چکریوں اور اپنے عہد کی
مقبول شعری ہیئتوں میں اردو شاعری کو ابتدائی نمونے فراہم کئے۔ اِن صوفیائے کرام کے ملفوظات و تصانیف میں دوسرے عارفانہ
[و] صوفیانہ مسائل کے علاوہ کہیں کہیں نعت کے عناصر بھی لو دیتے ہیں۔ اردو نعت کے آغاز و ارتقا کے سلسلے میں صوفیہ و مشائخ کا یہ اثاثہ
[اگرچہ] نعت تعداد میں تھوڑا سہی مگر اپنی تاریخی حیثیت کے سبب بہت اہم ہے ذیل میں ہم اِن صوفیائے کرام کا ذکر کرتے ہیں، جنہوں نے
اردو نعت کی تخلیق و تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

آج سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے حضرت سید برہان الدین المشہور بہ قطب عالم نبیرہ، سید الاقطاب مخدوم جہانیاں جہاں گشت
(م ۸۵۷ھ) کے ملفوظات "جمعات شاہی" میں نعت کا یہ مصرع ملتا ہے۔

محمد بر میں کھڑیا سائیں بریم جھکائے

اس مصرع کی شانِ نزول کا ذکر کرتے ہوئے حضرت قطب عالم کے فرزند اور خلیفہ حضرت شاہ عالم فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت
قطب عالم کے حجرہ مشغول میں جا پہنچا، کیا دیکھتا ہوں کہ سخت بے چین اور مضطرب ہیں اور دیوار پکڑے سارے حجرے میں پھر رہے ہیں
اور یہ ہندی کلمات زبان پر جاری ہیں

محمد بر میں کھڑیا سائیں بریم جھکائے [3]

اسی طرح شاہ صدر الدین (م ۸۷۶ھ) کی کتب محویت [4] (جس میں روح، احدیت اور محویت کے مسائل کا بیان ہے) میں
درج ذیل شعر ملتا ہے جس میں حمد اور نعت کو ایک ہی مصرع میں سمیٹ لیا گیا ہے۔

---

[1] تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۱۴۴ [2] اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر طلحہ رضوی برق) ص ۵

[3] قدیم اردو (عبدالحق) ص ۲۷ [4] کتب محویت کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف "رموز الکاملین" وغیرہ کا ذکر بھی ملتا ہے
تفصیل کیلئے دیکھئے تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۲۲۳ ـــ ۲۲۴

---

[شیخ] بہاؤ الدین باجن (م ۹۱۲ھ) کا نام بہاؤالدین بن معز الدین اور تخلص باجن ہے۔ شیخ باجن ایک رسالے
خزائن رحمت اللہ کے مصنف ہیں۔ یہ رسالہ اُن کے پیر شیخ رحمت اللہ اور اُن کے اسلاف کے حالات نیز فقہ و تصوف کے
مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب فارسی میں ہے لیکن باجن نے جگہ جگہ اپنا اردو کلام بھی دیا ہے۔ اس کتاب کے ایک باب میں جسے
خزینہ منقتم کیا گیا ہے، شیخ باجن نے دوسروں کے اقوال کے ساتھ ساتھ اپنے اشعار، چکریاں اور دوہرے بھی دئیے ہیں۔ چکری کی
تعریف کرتے ہوئے اس باب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ "در ذکر اشعار کہ مقولہ ایں فقیر است بزبان ہندوی چکری خوانند و

نظامی کے نعتیہ اشعار کی زبان (اُس کی مثنوی کے دوسرے شعروں کی طرح) ٹھیٹھ ہندی ہے، جس میں سنسکرت اور پراکرت کے الفا
استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔ اسی سبب اس نعت پارے کی زبان بہت مشکل اور عسیر الفہم ہے۔ اس کے اسلوب پر آغازِ اردو کی
ہندوی روایت کا اثر ابھرا نظر آتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ اسکی قدامت ہے کہ یہ ساڑھے پانچ سو سال سے زیادہ پرانی نعت ہے اور اردو
ادب کی اولین روایت کی نمائندہ ہے۔ سنسکرتی الفاظ کے استعمال کے علاوہ جہاں تک بیان کی چستی اور رچاوٹ کا تعلق ہے، اُس
کے نمونے اِن اشعار میں موجود ہے۔ جمیل جالبی نے اس مثنوی کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہاں بیان میں بے جا پھیلاؤ کا
احساس نہیں ہوتا بلکہ بات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کا عمل ملتا ہے۔" ۱ نظامی کی یہی خوبی اردو کے اس اولین اور مستند نمو
نعت میں بھی موجود ہے۔ نظامی نے اختصار کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات، خلقت، حقانیت، ہمیشگی و ابدیت
رحمت اللعالمینی اور آپ کے فیوض و برکات کی نشاندہی کی ہے۔ یوں نظامی کے ہاں چند شعروں میں ہی نعت کے کئی مضامین سمٹ آئے ہیں

۲ ــــ صوفیائے کرام کی جکریوں، دوہروں اور شعری تصانیف میں نعتیہ عناصر ــــ

بقول ڈاکٹر طلحہ برق "اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش کے وقت ہی
سے موحد اور کلمہ گو رہی ہے۔ صوفیائے کرام اور مبلغین اسلام کے ہاتھوں دینِ متین کی ترویج و اشاعت کے لئے یہ پروان چڑھی اور شروع
سے ہی اسکی توتلی زبان پر حمد و ثنا اور نعت رسول مقبول جاری ہو گئی۔" ۲ نظامی کے بعد اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر
قلی قطب شاہ تک کی درمیانی شعری روایت میں بہت سے صوفیائے کرام کے نام ملتے ہیں جنہوں نے دوہروں، جکریوں اور اپنے عہد
کی مقبول شعری ہیئتوں میں اردو شاعری کو ابتدائی نمونے فراہم کئے۔ اِن صوفیائے کرام کے ملفوظات و تصانیف میں دوسرے عارفانہ
صوفیانہ مسائل کے علاوہ کہیں کہیں نعت کے عناصر بھی لو دیتے ہیں۔ اردو نعت کے آغاز و ارتقا کے سلسلے میں صوفیہ و مشائخ کا ابتدائی
نعت تعداد میں تھوڑا سہی مگر اپنی تاریخی حیثیت کے سبب بہت اہم ہے ذیل میں ہم اِن صوفیائے کرام کا ذکر کرتے ہیں، جنہوں نے
اردو نعت کی تخلیق و تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

آج سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے حضرت سید برہان الدین المشہور بہ قطب عالم نبیرہ، سید الاقطاب مخدوم جہانیاں جہانگشت
(م ۸۵۰ھ) کے ملفوظات "جمعات شاہی" میں نعت کا یہ مصرع ملتا ہے۔

محمد پر میں کمرڑیا سائیں پریم چکھائے

اس مصرع کی شانِ نزول کا ذکر کرتے ہوئے حضرت قطب عالم کے فرزند اور خلیفہ حضرت شاہ عالم فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت
قطب عالم کے حجرہ مشغول میں جا پہنچا، کیا دیکھتا ہوں کہ سخت بے چین اور مضطرب ہیں اور دیوار پکڑے سارے حجرے میں پھر رہے ہیں
اور یہ ہندی کلمات زبان پر جاری ہیں

محمد پر میں کمرڑیا سائیں پریم چکھائے ۳

اسی طرح شاہ صدر الدین (م ۸۷۶ھ) کی کتاب محویت ۴ (جس میں روح، احدیت اور محویت کے مسائل کا بیان ہے) میں
درج ذیل شعر ملتا ہے جس میں حمد اور نعت کو ایک ہی مصرع میں سمیٹ لیا گیا ہے۔

---

۱ تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۱۴۴ ۲ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر طلحہ رضوی برق) ص ۵
۳ قدیم اردو (عبدالحق) ص ۲۷ ۴ کتاب محویت کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف "رموز الکاملین" وغیرہ کا ذکر بھی ملتا ہے
تفصیل کیلئے دیکھئے تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۲۲۳ — ۲۲۴

ناؤں لے اللہ محمدؐ کا اوّل کب کا سب کو کہوں دربر محل ۱

کچھ ایسی ہی صورت میرانجی شمس العشاق (م ۹۰۲ھ) کی 'مغز مرغوب' کے اس شعر میں نظر آتی ہے جہاں وہ حمد و نعت کے ساتھ منقبت کو بھی شامل کر لیتے ہیں

اللہ ، محمدؐ ، علی امام دائم ان سوں حال

سب خاموں سوں اللہ اللہ تو رکھوں کیا کمال ۲

میرانجی کی دوسری تصنیف 'شہادت نامہ' ۳ کے آغاز میں حمد کے بعد نعت کے شعر ملتے ہیں۔ 'شہادت نامہ' کا موضوع تصوف و اخلاق ہے اسکی بحر چھوٹی ہے اور زبان قدرے صاف۔ چند شعر درج ذیل ہیں۔

محمدؐ نبی تیرا — اس پر ایمان میرا

نا درس دیں اس باج — سب عالم کیرا تاج

جو اُس کی نوخ آوے — سو تیرا درس پاوے

اس بھول جے کوئی تھا کے — تے دوزخ جان راکھے

یہ نبی مجھ پیارا — سب اُمت سیتیں سارا

وہ نبی اوّل نور — پس عالم یہ معصور

(۹)

نورانی احمد نامہ — یہ اچھا ذوق کرام

یہ میم احمد میں آیا — تو احمد نام کو آیا ۴

شیخ بہاؤالدین باجن (م ۹۱۲ھ) کا نام بہاؤالدین بن معزالدین اور تخلص باجن ہے۔ شیخ باجن ایک رسالہ 'خزائن رحمت اللہ' کے مصنف ہیں۔ یہ رسالہ اُن کے پیر شیخ رحمت اللہ اور اُن کے اسلاف کے حالات نیز فقہ و تصوف کے مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب فارسی میں ہے لیکن باجن نے جگہ جگہ اپنا اردو کلام بھی دیا ہے۔ اس کتاب کے ایک باب میں جسے خزینہ منقسم کیا گیا ہے، شیخ باجن نے دوسروں کے اقوال کے ساتھ ساتھ اپنے اشعار، جکریاں اور دوہرے بھی دئیے ہیں۔ جکری کی تعریف کرتے ہوئے اس باب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ "در ذکر اشعار کہ مقولہ ایں فقیر است بزبان ہندوی جکری خوانند اہل اللہ مہد آنرا در پردہ ہائے سرود می نوازند و می سرائید ..." ۵ ڈاکٹر جالبی جکری کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جکری (جکری، ذکری کی بگڑی شکل ہے) میں بنیادی طور پر ذکر خدا، ذکر رسول، ذکر پیر و مرشد، ذکر تجربات باطنی و واردات روحانی کو اس طور پر ایسے اوزان اور ایسے عام فہم الفاظ میں لکھا جاتا تھا کہ اُسے گایا جا سکے اور سازوں پر بجایا بھی جا سکے۔ جکری کی حیثیت مختصر گیت یا راگ راگنیوں کے ان بولوں کی تھی جنہیں گا بجا کر لوگوں کے اندر عالم وجد و سرور پیدا کیا جا سکے۔ اس میں عشق و محبت کے جذبات بھی ہوتے تھے اور ایسے ناصحانہ مضامین بھی جن سے مریدوں اور طالبوں کی پیدائش ہو سکے ۶

---

۱ دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۳۸ ۲ تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جالبی) جلد اول ص ۱۴۳

۳ یہ شہادت التحقیق کے نام سے مشہور ہے۔ ۴ قدیم اردو (عبدالحق) ص ۱۹

۵ خزائن رحمت اللہ (شیخ باجن) قلمی نسخہ بحوالہ تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جالبی) جلد اول ۱۰۷

۶ تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جالبی) جلد اول ص ۱۰۷

ہیئت کے اعتبار سے جکری، بھجن اور گیت ہی کی ایک شکل ہے، جس میں دوہروں کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ [1]
باجن کی جکریوں میں دوسرے مضامین و موضوعات کے ساتھ نعت کے عناصر بھی لو دیتے نظر آتے ہیں۔ ان کی جکریاں دراصل
اس زمانے کی مقبول عام ہندی روایت اور کرشن مہاراج کی محبت میں لکھے جانے والے بھجنوں اور گیتوں کے مقابلے میں اسلامی
عقائد و تصوف کے اظہار کا ایک نیا وسیلہ ہیں جن میں مناجات، حمد اور نعت اور متفرق عارفانہ و صوفیانہ واردات کا اظہار ملتا ہے۔
"عقدہ در پردہ ملاول" کا یہ بند دیکھئے

شراب محبت بھر بھر پیالے — آتش عشق نقل نوالے
پس روٹے رسول حالا حالی — نبی رسول کی جنوں جالی
بھکاری آیا عیدی مانگے — بیری کا کچھ تجھ دھر سانگے
صحت تن اور عمر دراز — رزق فراخ توفیق نماز
اوکن سکل گن کر لیں — باجن کو دکھن لیں [2]

"عقدہ در پردہ لوڑی" میں عقدہ اور بین (جکری کے مختلف حصے) کے بعد تخلص ملاحظہ ہو۔

باجن تیرا باؤلا تجھ کارن تیپے دھمکے
نبی محمد مصطفیٰ سب نور جگ میں جھمکے [3]

"عقدہ در پردۂ کدارا" میں نعت کا انداز دیکھئے

مصطفیٰ جگ کا موہن رہے
کا دے سوہے کا ملی سر پر سو ہے تاج
ات کت آوے نبی محمد تم کارن معراج [4]

عشق رسول اور عشق مرشد میں ڈوبا ہوا یہ دوہرہ ملاحظہ ہو

محمد سرور پرم کا رحمت اللہ بھریا
باجن جیوڑا وار کر سر آگیں دھریا [5]

ہندوی اوزان کی موسیقی، لفظوں کی حلاوت اور جذبے کی گرمی کے سبب مذکورہ بالا کلام ایک منفرد تاثر اور کیف رکھتا ہے۔

قاضی محمود دریائی (م۔ ۹۴۱ھ) کا تعلق گجرات سے ہے۔ وہ اپنی صوفیانہ اور عارفانہ جکریوں کے سبب اپنے زمانے ہی میں
شہرت حاصل کر چکے تھے۔ حال و قال اور عرس وغیرہ کی مجالس میں ان کی جکریاں پڑھی جاتیں۔ ان کی جکریاں خاص خاص راگنیوں
میں ہیں اور ان کے الفاظ کی دروبست میں ان کا ذوقِ موسیقیت نمایاں ہے۔

---

[1] جکری کی تفصیل کیلئے دیکھئے تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۱۳۱ – ۱۳۳ و مقالات شیرانی جلد اول ص ۱۶۷ – ۱۶۸

[2] [3] تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جالبی) جلد اول ص ۱۰۹ / ص ۱۱۰

[4] [5] مقالات شیرانی جلد اول ص ۱۷۱ / ص ۱۷۰

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" میں آپ کی حکریوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حکریہا
دے کہ بزبان ہندی وارد دستور قوالان آں دیار است بغایت مطبوع و موثر و بے تکلف و آثار عشق و وجد از سخنان
لائح است "[1] ان کی حکریوں میں نعت کا عنصر ملاحظہ کیجئے۔

محمود کیری بنتی صاحب اتنی جانئیں — نبی محمد کی دوستی راکھو پائیں [2]

نبی محمد مصطفےٰ ری ساجا گروا رسول — محمود ہندا بنیوں میری حاجت کریں قبول [3]

امت نبی محمد کی یہ — محمود تیرا داس

برکت پیر چا بلند ھا — سائیں پوریں من کی آس [4]

داس، محمود دریائی کا تخلص ہے جسے وہ اور بھی کئی جگہ اپنے نام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے

نبی محمد اللہ پیارا — محمود داس ہو را تاری [5]

تمامی محمود کا موضوع سخن عشق ہے۔ اُن کا سارا کلام اسی جذبے کی گرمی سے سرشار ہے۔ اس عشق کا اظہار اللہ،
رسول اور مرشد کے ساتھ وابستہ ہے۔ جیسا کہ اوپر دی گئی مثالوں سے ظاہر ہے۔ اُن کی زبان ہندی ہے جس میں کہیں کہیں
گجراتی اور فارسی عربی الفاظ بھی آجاتے ہیں۔ کلام کا طرز ہندی ہے، چونکہ موسیقی کا خاص ذوق تھا اس لئے محمود دریائی ہر
نظم کی ابتدا میں راگ راگنی کا نام بھی لکھ دیتے ہیں مثلاً ـــــ امت نبی محمد ۔۔۔ الخ والی مثال "در بلاول" ہے
یہ دراصل شیخ باجن کی روایت حکری ہے جس کی توسیع ہمیں محمود دریائی کے ہاں نظر آتی ہے۔ حکریوں میں نعتیہ عناصر شیخ باجن
کے بعد محمود دریائی کے ہاں جن موسیقیانہ کیفیات کے ساتھ آئے ہیں اس کی مثال اس دور کی حکریوں میں بہت کم ملتی ہے۔

سید شاہ اشرف بیابانی (م ۹۳۵ھ) نے اپنی تصنیفات "نوسرہار" "لازم المبتدی" اور "واحد باری" کے ذریعے مذہبی شاعری
کی روایت کو آگے بڑھایا۔ "نوسرہار" کا موضوع شہادت امام حسین اور واقعہ کربلا ہے۔ یہ مثنوی ۹۰۹ھ میں لکھی گئی۔ اس کے
لہجے اور آہنگ سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ "کربل کتھا" کی طرح مجلسوں میں پڑھنے کیلئے لکھی گئی تھی۔ اس کا آغاز مثنوی کی عام روایت
کے مطابق حمد و نعت سے ہوا ہے۔ افسر صدیقی امروہوی اپنے مضمون "اردو کے قدیم اور نعت گوئی" میں لکھتے ہیں کہ "نوسرہار" میں
حمد کی ۱۵ ابیات کے بعد نعت کی ۱۱ ابیات ہیں مگر ہمارے سامنے "نوسرہار" کا جو مخطوطہ ہے وہ ناقص الاول ہے اور جو اوراق کم ہیں
ان ہی میں ابتدائی و نعتیہ ابیات شامل تھیں۔ اس لئے نعت کا نمونہ یہاں پیش نہیں کیا جا سکتا "[6] ادارہ ادبیات اردو
حیدرآباد اور انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کے کتب خانوں میں بھی "نوسرہار" کے قلمی نسخوں کا پتہ چلتا ہے اگر وہ میسر ہو سکتے
تو اردو نعت کی روایت وارتقا کا ایک اور ابتدائی اور اہم حوالہ مل جاتا، خصوصاً جب ہم مثنوی کے اسلوب اور زبان و بیان کا
جائزہ لیتے ہیں تو شدت کے ساتھ اشرف بیابانی کے نمونہ نعت تک نارسائی کا احساس ہوتا ہے۔

[1] اخبار الاخیار صفحہ ۱۸۷ بحوالہ مقالات شیرانی جلد اول ص ۱۷۹

[2] [3] قدیم اردو (ڈاکٹر عبدالحق) ص ۹۵ / ص ۹۵

[4] [5] تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جالبی) جلد اول ص ۱۱۳

[6] سیرت پاک (ماہ نو میں چھپنے والے مضامین نعت و سیرت کا انتخاب) ص ۹۸ افسر صدیقی کا یہی مضمون
سیارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر/ جلد دوم) میں بھی چھپا ہے ملاحظہ ہو ص ۸۹۸

بقول جمیل جالبی " مثنوی کے مطالعے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اشرف کو زبان کے اس عبوری دور میں بھی اپنے جذبات کے اظہار اور مختلف کیفیات کے بیان کا اتنا سلیقہ ضرور ہے جتنا ہم اس دور کے کسی اچھے شاعر سے توقع رکھ سکتے ہیں۔ جب ہم آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے کی تصنیف کے طور پر " نوسرہار " کا مطالعہ کرتے ہیں تو اشرف بیابانی ہمیں مایوس نہیں کرتا [1] یہی بات اشرف بیابانی کے نادستیاب نمونہ نعت کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے

" لازم المبتدی " بھی " نوسرہار " کی بحر اور زبان میں ہے۔ یہ ایک مختصر سی مثنوی ہے جس میں دس عنوانات کے تحت اسلامی مسائل کو سمجھایا گیا ہے ۔ اس میں حضور اکرمؐ کے غایتِ تخلیق کائنات اور اطاعت رسولؐ کا بیان ملاحظہ ہو

نام اللہ کا کروں بیان — دین نبیؐ کا کہوں عیاں

اللہ صاحب محمد بندہ — جس کے کاج کیا یہ دھندہ

بے بج حکم ہے سن دھر کان — عمل کر اس پر یقین کر مان [2]

" لازم المبتدی " ان احکام و مسائل پر مشتمل ہے، جن کی جزئیات و تفصیلات احادیث رسولؐ میں ملتی ہیں اور جن کا مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی سے گہرا تعلق ہے ۔

شاہ علی محمد جیو گام دھنی (م ۹۷۳ھ) گجرات کے صوفی بزرگ تھے۔ ان کے مجموعۂ کلام " جواہر اسرار اللہ " میں ان کی ایک نعتیہ نظم ملتی ہے۔ جو معراج نبیؐ کے موضوع پر ہے ۔ اسکے کچھ اشعار درج ذیل ہیں

آدم آدی ھور جن سارے نور نبی تھے کیتے — ہمیں بھرا کر آپ دکھایا ہم تم اوپر بول سو دیتے

ڈونگر میواں مور نباتات اے سب نور نبی کا جانوں — احمد محمد ناؤں احد کے دو جا من منہ کوئی نہ آنوں

توریت مال خدا ایں کہیا مہتر موسٰی باتھ — محمد رسول حبیب خدا کا ساروں کی یہ بات

احمد بھی ہے توریت ماہنیں محمد کیرا ناؤں — انجیل میں بھی احمد کہیا مکلے عقیں تس ہوا تہاناؤں

احدیت عقیں وہ ہوا ظاہر حضرت نبی محمد میرا — آئے صب عبداللہ کے سنگلے تہاناؤں کرتے بھیرا

باجت گاجت سہیلی گاویں رے تجھ روپ اجا گل کیرے — آج ہماری عید یہی ہے نین سلونے دیکھو نیرے

حبیب خدا کا خاتم انبیاؐ ساروں کا سرتاج — جس کے سولو باجت گاؤ عید ہماری آج

علی محمد ایکس نور ہے لکھو گیا ہے چوندلیس سوئے — ہمیں اندرے آپیں لیایا رہیا ایس آپیں سوئے [3]

" جواہر اسرار اللہ " میں ایک اور نظم میلاد نبیؐ پر بھی ہے [4]

شاہ علی محمد نے وحدت الوجود ( جو ان کا خاص موضوع ہے ) کے رنگ میں بھی نعت و منقبت کے مضمون کو بیان کیا ہے ۔ ذیل

جیوں پھول کلی رنگ رلی وہی — جیوں نبی محمد علی وہی

تیوں علی [illegible] ولی وہی [5]

---

[1] تاریخ ادب اردو ( جمیل جالبی ) جلد اول ص ۱۲۸

[2] تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو ( جلد پنجم ) ص ۱۴۴ بحوالہ تاریخ ادبیات ( پنجاب یونیورسٹی ) چوتھی جلد ص ۱۵۲

[3] [4] مقالات حافظ محمود شیرانی ( جلد اول ) ص ۱۸۵ - ۱۸۶ / ص ۱۸۹

[5] تاریخ ادب اردو ( ڈاکٹر جالبی ) جلد اول ص ۱۱۹

شاہ علی محمد کی زبان و بیان پر ہندی روایت کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں فارسی روایت کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ اُن کے آخری
دور کے کلام میں وہ ابلاغ کے نئے وسیلوں کی تلاش میں فارسی شاعری کے اسالیب اور موضوعات سے رجوع کرتے نظر آتے ہیں
ان کے نعتیہ اشعار صوفیانہ اندازِ نعت سے عبارت ہیں۔ وحدت الوجود کا اور ہمہ اوست کا فلسفہ یہاں جگہ جگہ طرح طرح سے اظہار
پذیر ہوا ہے۔ اُن کی نعت صوفیانہ تجربات میں ڈھلی ہوئی ہے۔ وہ وارداتِ قلبی اور عرفانِ ذات کے مسائل کا اظہار کرتے
ہوئے تفصیل میں نہیں جاتے، صرف اشاروں سے کام لیتے ہیں۔ اسی سبب اُن کے ہاں مشکل پسندی اور ابہام کا احساس بھی ہوتا ہے
حضرت شاہ میرانجی شمس العشاق کے فرزند اور خلیفہ شاہ برہان الدین جانم (م ۹۹۰ھ) کی عارفانہ تصنیف
'وصیت الہادی' 'منفعت الایمان' اور 'ارشاد نامہ' وغیرہ میں بھی نعت کے شعر نظر آتے ہیں۔ 'وصیت الہادی' میں
ذکرِ جلی، ذکرِ قلبی، ذکرِ سری اور اسی قسم کے مسائل سلوک اور روح کا ذکر ہے۔ اس کے شروع میں حمد کے بعد نعت کے
دو شعر ملتے ہیں

کیا محمد جگ میں پیارا جنھیں سمجی راہ — شیطان مدعی پکڑیا باٹ کیوں کر سکیں جاہ
محمد جس کی پیت پھنکا اس کوں کیا ہے ڈر — نت اوٹھ سمرہی دل میں اس کوں کلمہ جپے کر [1]

اسکے بعد شریعت محمدی پر قائم رہنے کی ہدایت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا راستہ سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں

تو نفس سوں زہد تقویٰ راکھیں شرع محمد آدے — ہو نت شغول ذکر جلی سوں منزل ناسوت پاوے [2]

'منفعت الایمان' کی نعت کے شعر ملاحظہ ہوں

نبی کیدی ہووے راہ — اُن میں ہووڑے حق آگاہ
جس کوں ہووے ارادۂ حق — تو وہ بوجھے حق مطلق [3]

'ارشاد نامہ' شاہ برہان کی سب سے طویل نظم ہے جو تقریباً اڑھائی ہزار شعروں پر مشتمل ہے۔ اسکے شروع میں
حمد کے بعد نعت کے کچھ شعر ملتے ہیں مثلاً

ختم نبوت جس کا نام — بھیجیا درود اور سلام
اب میں سنوروں کردں بکھاں — نازل ہوا جس فرقان
احمد محمد جس کا ناوں — روز قیامت اس کا چھاوں
پرگٹ کیتا جس اسلام — دھوں جگ سرپن جس کا نام [1]

میرانجی کی نعت کا انداز صاف اور واضح ہے۔ تخلیقِ نعت میں اصلاحی و تبلیغی جذبہ کارفرما ہے۔ زبان بھی نسبتاً سلیس ہے
میاں شیخ خوب محمد چشتی گجراتی (م ۱۰۲۳ھ) کی عارفانہ مثنوی 'خوب ترنگ' (زمانہ تصنیف ۹۸۶ھ) بھی اسی دور کی یادگار
ہے۔ اس مثنوی میں خوب محمد نے اپنے شیخ کمال محمد سیستانی (م ۹۷۹ھ) کے وہ منقولات نظم کئے ہیں، جن کا تعلق
مسائلِ تصوف اور تعارفِ محمدیہ سے ہے۔ اسکے آغاز میں حمد و نعت کا ملا جلا نمونہ دیکھئے طرزِ بیان صوفیانہ ہے

---

[1] قدیم اردو (ڈاکٹر عبدالحق) ص ۲۶
[2] ایضاً قدیم اردو (ڈاکٹر عبدالحق) ص ۲۷ / ص ۲۸
[3] قدیم اردو (ڈاکٹر عبدالحق) ص ۳۶

بسم اللہ کہوں جیٹ ذات　　جس رحمٰن رحیم صفات
ذات اسمائے افعال صفات　　جمع مفصل جیند اک ذات
ناؤں محمد تس کو دیت　　اس تفصیل کو عالم گیت
اوسی روح ارواح تمام　　اوسی جیوس کے سب اجسام [۱]

خوب ترنگ کے آخر میں خوب محمد نے مقامات معراج، مرتبہ نبوت اور مقام رسالت کو موضوع بنایا ہے۔ اس حصے میں نعت کا انداز بھی صوفیانہ واردات و مشاہدات کا آئینہ دار ہے۔ ذیل کے نعتیہ اشعار دیکھئے

جو سا آرسی وحدت جان　　جسم محمد اسے پہچان
ایک عکس اس ماں جو ہوئے　　قلب محمد کا ہے سوئے
ایک عکس پھر ایک عکس جو پائے　　یہی ابوالارواح کہلائے
مثل محمد ہوئے نہ کوئے　　سب اُس کی تفصیل سو ہوئے
ذات سو ذاتوں ماند تمام　　جسم محمد عین اجسام [۲]

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے نعت کے ذیل میں ان کا یہ دوہرہ بھی نقل کیا ہے

حمد خدا کی خوب کر کہہ صلوٰۃ رسول　　بچمیں صفت شعر کی کیے تو ہوئے قبول [۳]

خوب محمد چشتی کے نعتیہ اشعار میں اردو زبان کی روائیت کا نیا رجحان نمایاں ہے۔ یہ نیا رجحان ہندی پر عربی فارسی زبان کے اثرات کا ہے جس کا نہ صرف یہ کہ چشتی کو احساس تھا بلکہ انہوں نے 'خوب ترنگ' میں اس کا اظہار بھی کیا ہے۔

جیوں میری بولی منہ بات　　عرب عجم ملا ایک سنگھات

بقول جالبی "خوب محمد چشتی اس نئے رجحان کے اولین معمار ہیں۔ جس کے بعد یہ رجحان دکن پہنچ کر اردو زبان و شاعری کے دھارے کو بدل دیتا ہے اور فارسی روائیت رفتہ رفتہ ہندی روائیت کی جگہ لے لیتی ہے۔" [۴] چشتی کے نعتیہ نمونوں میں عربی و فارسی کی آمیزش نے اردوئے قدیم کو زبان و بیان کے ایک نئے معیار سے آشنا کیا ہے۔ موضوعات نعت کے بیان میں ان کا انداز عارفانہ و صوفیانہ ہے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو صوفیانہ زاویۂ نظر سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے ہاں اختصار کے ساتھ حقیقت محمدی کے عمیق اسرار کا بیان انہیں اردو کے اولین نعت نگاروں میں ایک منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ ان کے دوہے میں قبولیت کلام کے حصول کیلئے 'حمد خدا' کے ساتھ 'صلوٰۃ رسول' بھی ایک شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ تخلیق نعت کا وہی پہلو ہے جس کا ذکر ہم نے محرکات نعت کے ضمن میں کیا ہے۔

عبدالمالک بہروچی گیارھویں صدی ہجری کے درویش شاعر تھے۔ دین و تصوف سے متعلق ان کے تین منظوم رسالوں کا ذکر ملتا ہے۔ اُن کے مولود نامہ، وفات نامہ، نامۂ سلطان یا وصیت نامہ ہیں۔ 'مولود نامہ' نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت اور اس کے اثرات و نتائج کے اذکار پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی 'تولد نامہ' کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد ڈھائی سو ہے۔

---

[۱] قدیم اردو (عبدالحق) ص ۷۰-۷۱　　[۲] سیرت پاک (مضمون افسر صدیقی امروہوی) ص ۹۸
[۳] اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر طلحہ برق رضوی) ص ۲۶
[۴] تاریخ ادب اردو (جالبی) جلد اول ص ۱۲۱-۱۲۲

یہ مثنوی نوع کے اعتبار سے اس زمانے کے دوسرے کئی مولود ناموں ایسی ہے۔ اس عہد میں حضور اکرمؐ کی بعثت کے فیضان
برکات کا نظم میں تذکار رواج پا چکا تھا۔ مرزا نظام الدین احمد نے "حدیقۃ السلاطین" میں عبداللہ قطب شاہ (م ۱۰۸۳ھ) کے ذکر میں
لکھا ہے کہ وہ جشن مولود صلی اللہ علیہ وسلم منایا کرتے تھے۔ سکندر بن محمد نے "مراۃ سکندری" میں سلطان مظفر شاہ گجراتی کے م
لکھا ہے وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولود کی تقریب میں دلچسپی لیتا، غریبوں کو کھانا کھلاتا اور دولت صرف کرتا تھا۔

عبدالملک بحروچی کے علاوہ مختار، فتاحی، شاکر اور قاسم وغیرہ کے مولود نامے اس سلسلے کی کڑیوں کے طور پر دیکھے جا سکتے ہیں
عبدالمالک (جو اپنے شعروں میں خود کو عبدالملک بھی کہتے ہیں اپنے نام کے ساتھ عاجز، غریب، بندہ اور مسکین وغیرہ کے الفا
بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ اُن کے نام کا جز نہیں۔ عاجزی اور انکسار کے طور پر ہیں) کے مولود نامہ کا نمونہ درج ذیل ہے۔

یا الٰہی شکر تیرا کس زباں سے یوں کروں — تو خدا صاحب سبھوں کا حکم تیرے میں رسول
تیں کیا پیدا محمد جس نبی سوں سب میرا — عرش و کرسی لوح تینوں اور قلم جو تھا کیا
مہینے برس سب پہلے کر ربیع الاول میں — احمدؐ نبی پیدا ہوئے جیوں چاند چودھی رات میں
تب ہوا یو حکم رضواں کو کہ جنتاں کو سوار — سب بہشتوں سوں اوٹھا پردا انہیں حوراں سنگار
پھر دیکھاؤ سب فرشتوں کوں نبی کا نور آج — جس نبیؐ کوں میں دیا ہو دین دنیا کا سوراج
اے مومنا غافل نہ ہو مولود سن کر سب تمیں — بھیجو محمد پر درود اور دیو خدا کی راہ میں

عبدالمالک کے مولود نامہ پر گجراتی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس مولود نامہ کا سن تصنیف ۱۰۰۹ھ ہے۔ جیسا کہ
مولود نامہ کے آخری ابیات سے ظاہر ہے۔

عاجز غریب عبدالملک لیا محمد سوں پناہ — بخشے الٰہی توں اسے تیرے کرم سوں سب گناہ
نو اے ہزار اوپر لکھی تاریخ ہجرت کی جد ہاں — اسی سال اے مولود میں لکھ کر سنائے جگ جہاں

عبدالملک نے اپنے مولود میں صحت روایات کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے احادیث سے ماخوذ بتایا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی مثنوی
مضامین و واقعات احادیث کی روشنی میں لکھے ہیں اور ان میں الحاق و اختراع کا کوئی دخل نہیں۔

مولود حضرت کے لکھے ہیں محدثیوں سوں اتار — سن کر اسے کچھ خیر کر جو تجھ دیا پروردگار

ایک اور چیز جس پر عبدالملک نے زور دیا ہے وہ انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس مولود نامہ کے دستیاب نمونہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس
کی تخلیق کے کچھ تبلیغی اور اخلاقی مقاصد بھی تھے اس میں جگہ جگہ مصنف سامعین کو 'دیو خدا کی راہ میں' اور 'سن کر اسے
کچھ خیر کر' کا پیغام دیتا نظر آتا ہے۔ نبی کے نام پر مال و دولت اور جان کی قربانی کے مضامین کی ایک اور مثال دیکھیے

لاکھوں کروڑ ہوئے تو بن جائے خالی ہاتھ سب — جو دئی نبیؐ کے نام پر وہی پاویں گے خوبیاں عجب
ایسے نبیؐ کے نام پر قربان ہو ویں آج سوں — جس دوستی بخشے خدا فردا نبیؐ کی لاج سوں [2]

اس مولود نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ ادارہ ادبیات حیدرآباد دکن میں موجود ہے۔

---

1. بحوالہ تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۲۴۴ – ۲۴۵
2. اردو میں نعتیہ شاعری (اشفاق) ص ۱۲۸ تا ۱۳۰

عبدالمالک بحروچی کی دوسری کتاب "وفات نامہ" ہے۔ یہ منظوم رسالہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق منظومات (نور نامہ، میلاد نامہ اور معراج نامہ وغیرہ کی طرح) کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ وفات ناموں میں حضور اکرم[؟] کے آخری [ایام] کا تذکار مبارک اور ان[؟] کی وفات پر صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے تاثرات غم کا اظہار قلمبند کیا جاتا ہے۔ حضور[؟] کے بارے میں لکھی ہوئی سیرتی مثنویوں میں تو یہ حصہ ہوتا ہی ہے مگر بعض شعرائے (میلاد مبارک کی طرح) خاص طور پر وفات مبارک کے موضوع پر منظومات لکھی ہیں۔ بحروچی کا وفات نامہ بھی آنحضرت[؟] کی وفات کے حالات پر مشتمل ہے اس انداز کے دوسرے وفات نامے اردوئے قدیم میں اماؔمی، درؔیا، نصرت علی، محمد حسن للّٰہی، افضلؔ اور میر (ایک غیر معروف شاعر) نے لکھے [۱]

بحروچی کے وفات نامہ میں حضور اکرم کی بیماری، وفات سے پہلے اور تھوڑے بعد کے واقعات کے ساتھ دنیا سے ظاہری پوشیدگی کا مضمون نمایاں ہے۔ یہ تقریباً ۳۴۸ اشعار کی مثنوی ہے۔

سید شاہ ہاشم حسنی العلوی (م ۱۰۵۹ھ) کے ہاں شیخ باجن اور محمود دریائی کی روایت میں جکریاں اور نکتے ہیں، جن میں عارفانہ مسائل اور صوفیانہ واردات و تجربات کا موثر بیان ملتا ہے۔ "معصوم المراد" ان کے ملفوظات و ابیات پر مشتمل کتاب ہے جسے ان کی وفات کے بعد ان کے ایک مرید حاضر باش شاہ مراد ابن سید جلال نے مرتب کیا۔ اس میں ایک نکتہ درج ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مضمون نظم کیا گیا ہے۔ شاہ ہاشم فرماتے ہیں

نکتہ

انما الاعمال بالنیات — نہیں بدلہ مگر نیت سوں بات

جو ایسی نیت دلوے ہات — لولاسیاں کھیلوں شہ کے سات [۲]

ایک جکری کا درج ذیل بند دیکھیے جس میں ذات احمدی کا صوفیانہ بیان ہے۔

جکری

جائے کیر یک تل آئے پیا، — سکتا جیو دھمہاتا پیا

لا الٰہ نفی الا اللہ اثبات — محمد برحق ملا میم احمد ذات

جائے کہو........ [۳]

حضرت شاہ امین الدین (م ۱۰۸۶ھ) بھی اسی عہد کے بزرگ ہیں آپ میرانجی کے پوتے اور شاہ برہان الدین جانم کے فرزند ہیں۔ ان کی تصانیف میں بھی ہمیں نعت کے کچھ اشعار مل جاتے ہیں۔ جو دوہروں کے روپ میں ہیں

نبی پرگٹ ذات ظہور ہے — معشوق حق اللہ نور علیٰ نور ہے

حقیقت حقائق ذات کمال ہے — صورت معنی ذوالجلال ہے [۴]

ایسا ہی ایک نمونہ اور دیکھیے۔

درود نبی[؟] پر شب معراج ہے — ساری امتیوں نت جم کاج ہے

سبھوں پر شاہد ذات رحمان ہے — آکھیں علی امین الدین گنج لسان ہے [۵]

---

تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۲۶۵ (حاشیہ)

[۳] اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام (ڈاکٹر عبدالحق) ص ۴۱-۴۲ / ص ۴۳

[۵] قدیم اردو (ڈاکٹر عبدالحق) ص ۵۱ / ص ۵۱

ڈاکٹر عبدالحق (بابائے اردو) نے شاہ امین کے نمونہ کلام میں اُن کی تصنیف محب نامہ (یا محبت نامہ) میں ایک نظم کا ذکر بھی کیا ہے جو قصیدے کی طرز میں ہے مگر عاشقانہ رنگ میں ہے۔ اس میں قافیہ تو ایک ہی ہے لیکن ردیف اِس نظم پر نعت کا عنوان تو نہیں مگر اس میں بعض اشعار پر صریحاً نعت کا گمان گزرتا ہے۔ یہ اشعار دیکھئے

تیرا قدم مبارک سوں سب ظہور جلوہ ۔۔۔ قصد قدم کیا جب اوّل توں آوے کوں

منیفوں قدم کے تیرے پُر نور ہر جماعت ۔۔۔ اے صاحب جمال یہ فیض تج قدم کوں

چرخ فلک کواکب گرداں ہیں تج خدامت ۔۔۔ ملزوم کرلئے ہیں سجدے ترے قدم کوں

آخری شعر یہ ہے

دکھیں امین مجے تج اپنے قدر قیاسوں ۔۔۔ بے باک باکر ہستی بخشندہ ہے تو ہم کوں [1]

اسی طرح اردوئے قدیم کے دوسرے صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کی تصنیفات [2] میں بھی ایک دو نعت کے شعر مل جاتے ہیں۔ اس سرسری انداز کے علاوہ اگرچہ اردو ادب کے ان ابتدائی ماخذات میں نعت کا بحیثیت صنف یا جداگانہ فن کے کوئی نمونہ دستیاب نہیں ہوتا۔ لیکن ان بزرگوں کی مساعی سے یہ ضرور ہوا کہ اردو کی مذہبی شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوگیا۔ شریعت و طریقت کے بہت سے مسائل منظوم ہونا شروع ہوئے۔ جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تشریح اور سیرت کے بعض واقعات نظموں کا حصہ بننے لگے اِن تصانیف کا انداز اگرچہ ادبی سے زیادہ تبلیغی اور عوامی نہج کا تھا مگر اس سے یہ ضرور ہوا کہ وہ مضامین جو بعد میں نعت کا نمایاں موضوع (یعنی احادیث نبویؐ کا تذکارم) بنے۔ ابتدائی طور پر اس دور میں رواج پذیر ہونا شروع ہوگئے۔

---

[1] قدیم اردو (ڈاکٹر عبدالحق) ص ۵۹

[2] یہ چھوٹی بڑی تصنیفات (جن کا موضوع مذہب اسلام کے احکام و مسائل ہے) سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اِن کے نام اور نمونے اردوئے قدیم پر لکھی جانے والی کتابوں (اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام، اور قدیم اردو (ڈاکٹر عبدالحق) دکھنی کے چند تحقیقی مضامین (زور) دکن میں اردو (ہاشمی) اردوئے قدیم (شمس اللہ قادری) کے علاوہ مختلف کتب خانوں کی وضاحتی فہرستوں میں بکثرت نظر آتے ہیں۔

## جنوبی ہند میں نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز

گیارھویں صدی ہجری کے آغاز کے قریب جب بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد قطب شاہی سلطنت کا قیام عمل میں آیا تو اردو ادب کے ا
نہائی گراں قدر، وسیع اور تاریخی دور کا آغاز ہوا۔ قطب شاہی سلطنت قریب قریب دو سو سال (۹۱۶ تا ۱۰۹۸ھ) تک قائم رہی۔
ں سلطنت کے بادشاہوں کی ایک مشترک خصوصیت یہ تھی کہ وہ نہ صرف آپ تعلیم یافتہ تھے بلکہ علم و ادب کے فروغ سے بھی انتہائی دلچسپی
تے تھے اور شعر و سخن کی قدر دانی کے علاوہ خود بھی شعر گوئی کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ یہ دور جس قدر اردو شاعری کیلئے سازگار
ت ہوا اسی قدر نعت گوئی کیلئے بھی مبارک رہا۔ اس دور کے پہلے نمایاں شاعر محمد قلی قطب شاہ (۹۸۳ھ - ۱۰۲۰ھ) ہیں
ن کے نام سے یہ دور موسوم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ انہوں نے زندگی کو وسیع تناظر میں دیکھا اور کم و بیش سبھی مروجہ
صناف شاعری میں اپنے محسوسات و مشاہدات کا اظہار کیا۔ موضوعات کے تنوع اور مضامین کی رنگا رنگی کے اعتبار سے انہیں
ظیر اکبر آبادی کا پیش رو کہا جا سکتا ہے۔ ان کی شاعری میں مذہبی موضوعات پر بھی متعدد نظمیں ملتی ہیں۔ اردو نعت کے اولین، اہم
رثت اور قابل ذکر نمونے انہیں کے کلمات میں نظر آتے ہیں، اگرچہ ان سے پہلے نظامی اور دوسرے شعرا کے ہاں بھی نعتیہ عناصر ملتے ہیں
گر ان کے ہاں نعت نگاری کی ذیلی حیثیت ہے اور اصل مقصد قصہ گوئی (مثنوی) ہے۔ اردو نعت کی تاریخ میں یہ شرف قلی قطب شاہ
حاصل ہے کہ انہوں نے 'نعت' کو ایک جداگانہ موضوع کے طور پر برتا۔ غزل کی ہیئت میں سب سے پہلے انہوں نے ہی نعت لکھی۔ ان
کے ہاں نعتیہ کلام تین انداز میں آیا ہے۔ (۱) نعتیہ غزلیں (۲) نعتیہ موضوعات پر نظمیں (۳) متفرق نعتیہ عناصر

قلی قطب شاہ کے کلام میں پانچ نعتیہ غزلیں ملتی ہیں۔ جن کے اشعار کی تعداد ۴۳ ہے۔ ان کے مطالع درج ذیل ہیں

تج مکھ اجت کے جوت تھے عالم ربنہارا ہوا — تج دین تھے اسلام سے مومن جگت سارا ہوا ۱
اسم محمد تھی اہے جگ میں سو خاقانی منجے — بندہ نبی کا تج اہے نسبتی ہے سلطانی منجے ۲
چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور تھے — آب کوثر کے شرف عقدے کے پانی پور تھے ۳
دیا بندے کو حق نبی کا خطاب — حکم دے دیا نور جوں آفتاب ۴
خدا منج بہر سوں آلِ نبیؐ صدقے کیا رانع — منجے تخت سلیماں جو وہی آکیے دیا رانع ۵

ان نعتوں میں وابستگی و شیفتگی کا اظہار ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار عقیدت و محبت کے وقت قلی قطب شاہ
کے لہجے میں ایک والہانہ سرمستی پیدا ہو جاتی ہے۔ حضورؐ کا ذکر کرتے ہوئے قلی کیف و سرشاری محسوس کرتے ہیں۔
انہیں آنحضرت کی غلامی پر ناز ہے وہ دکن کی سلطانی اور زندگی کی دوسری آسائشوں اور خوشیوں کو نبی پاک کا صدقہ
خیال کرتے ہوئے جذبہ ممنونیت میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ اسم محمد کی برکات اور فیضان کا اظہار اور اپنے نام محمد قلی کے
حوالے سے حضورؐ کی غلامی کے شرف کا اظہار ان کی نعت کے نمایاں موضوع ہیں۔ ان کی نعتیہ غزلوں کے درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں

شاہاں غروری سوں تھاؤں تھے کرتے ہیں اپنی وھاون سے — مستی میری تج ناؤں تھے کیتی ہے دیوانی مجھے
اس ناؤں کی برتیں جھلک مج سربلندی تا فلک — آکہیں سدا سارے ملک تو یوسف ثانی منجے
کیا ڈر مجھے فرعون کا ہور ساحری افسون کا — موسیٰ عصا زیتون کا ہے تیغ ربانی منجے
جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایمان کا — سو اُس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفیٰ رانع

---

۱ تا ۵ کلیات سلطان قلی قطب شاہ (مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین زور) ص ۹ / ۱۰ / ۱۲ / / ۱۳

قلی قطب شاہ کی نعتیہ نظموں میں 'عید میلاد النبیؐ' کے موضوع پر لکھی ہوئی چھ نظمیں ہیں۔ ان نظموں کا موضوع حضور پاک کی ولادت پاک کا تذکار مبارک ہے۔ یہ نظمیں ان تقریبات پر پڑھنے کی غرض سے لکھی گئی محسوس ہوتی ہیں۔ جو ربیع الاول میں آنحضرتؐ کی ولادت کی یاد میں منعقد ہوتی تھیں۔ قطب شاہی عہد میں عید میلاد کو خاص اہتمام سے منانے کی روایت ملتی ہے ...م کی رسومات کے علاوہ عید میلاد النبی، شب معراج، شب برات، عید الفطر اور بقر عید وغیرہ دھوم دھام سے منائی جاتی تھیں۔ ...ن میں نہ صرف یہ کہ رعایا دل سے شریک ہوتی بلکہ بادشاہ بھی شامل ہوتے۔ قلی قطب شاہ کے کلیات میں متعدد نظمیں ایسی تقریبا... کے مواقع کی یادگار ہیں۔

'قطب شاہی دور میں عید میلاد' کے عنوان سے نصیر الدین ہاشمی نے 'دکنی کلچر' میں سلطان محمد قلی قطب شاہ او... ...ن کے نواسے سلطان عبداللہ (جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا) کے عہد میں عید میلاد کی تقریبات کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے۔ ...شمی لکھتے ہیں " عید میلاد کا جشن معمور دار محل کے کشادہ اور وسیع میدان میں منعقد ہوتا تھا۔ یہ میدان شاہی محل کے ...انب جنوب میں واقع تھا۔ اس میدان کے تین طرف جوہریوں کی دکانیں تھیں۔ عید میلاد میں نہ صرف چالیس ستونوں اور چار سو ...نابوں کا ایک خیمہ استادہ کیا جاتا تھا بلکہ اسکے اطراف کی دوکانیں بھی آراستہ کی جاتیں تھیں۔ خیمے کا وسطی حصہ مخمل و اطلس اور ...راف زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا۔ عید میلاد النبی کی آمد سے بہت قبل صناع ہنرمند اور استادانِ صنعت و حرفت ...اہی عمارتوں کو آراستہ کرتے ربیع الاول کی سترہ تاریخ کو نقاروں، دماموں، نفیریوں اور ترانوں کی آواز سے میدان دار محل گونج ...ٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ میدان میں جمع ہو کر صنعت و حرفت کے ہنرمندوں کا معائنہ کرتے۔" [۱]

ایسی تقریبات پر لکھی جانے والی نعتوں کا نمونہ ملاحظہ ہو

قطب بندہ ہے تیرا دو جگ میں یا محمد — دائم نظر رکھ اس پر اپنا ادک دیا کا

نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ — خبر لاکھ سالاں لیایا برس گانٹھ [۲]

عید میلاد النبیؐ' کے علاوہ 'عید بعث نبیؐ' پر بھی محمد قلی قطب شاہ نے پانچ نعتیں لکھیں جو قلی قطب شاہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ ...ے عقیدت کی مظہر ہیں۔ انہوں نے معراج کے واقعہ پر بھی ایک نظم لکھی جو مذکورہ بالا نظموں کے علاوہ ہے۔

نعتیہ غزلوں اور منظومات کے علاوہ ان کے کلام میں متعدد جگہوں پر نعتیہ عناصر نظر آتے ہیں ان کی درج ذیل رباعی دیکھیے۔

جیناتوں دل رجیو سوں قران دیکھے — احمدؐ کے سو حق پر توں سب احسان دیکھے

دیکھو حلقہ خاتم النبیینؐ میں توں — دل نیں سوں تا اضیع رحمان دیکھے [۳]

قلی قطب شاہ کے پورے کلام میں اکثر و بیشتر مقطعات حضورؐ کے ساتھ دلی عقیدت مندی کے اظہار پر مبنی ہیں۔ ان کی نظموں ...زلوں کا موضوع خواہ کچھ ہو ان کے مقطع میں آنحضرت کا حوالہ التزام سے ملتا ہے۔ برسات کے موضوع پر قدرتی منظر اور ہندوی ...اعری کی روایت کے مطابق عورت کے جذبات کے اظہار کا خاتمہ اس مقطع پر ہوتا ہے۔

حضرت مصطفیٰ کے صدقے آتا برس کالا — قطب شہ عشق کرو دن رات راج [۴]

---

[۱] دکنی کلچر (نصیر الدین ہاشمی) ص ۳۵۴ ۔ اسی ضمن میں 'حدیقۃ السلاطین' (سید علی اصغر بلگرامی) ص ۹۶ تا ۵۱ پر دی گئی تفصیلات بھی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

[۲] [۳] کلیات سلطان قلی قطب شاہ (مرتبہ ڈاکٹر محی الدین زور) ص ۹۶

[۴] تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) جلد اول ص ۱۴۱

اسی طرح بسنت کے تہوار والی نظم میں بھی قدرت کا حسن، عورت کا حسن اور عاشق کا اضطراب مل جل کر سامنے آتے ہیں۔ اور یہ بھی "نبی" کا طفیل ہے۔

؎ نبی صدقے قطب شہ تا ئیں جم جم / سیاں میں رنگ ہوئے خوشاں تمیانی [1]

محمد شاہی کی تعریف میں قصیدہ کا آغاز ہی حضورؐ کے نام سے کرتے ہیں

؎ محمدؐ ناؤں تھے بستا محمد کا رے بن سارا / سوطوباں سوں سہاتا ہے جنت تھے چمن سارا

اسی طرح اپنی سالگرہ پر لکھی جانے والی مثنوی کا آغاز حضور اکرمؐ کے فیضان کے ذکر سے کرتے ہیں

؎ نبی کی دعا تھے برس گانٹھ پایا / خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا

پیاسیوں میں حضرت کے بیت آب کوثر / تو شاہاں اوپر مجھ کلس کر منایا [2]

بعض اوقات وہ اپنی واردات عشق و معاملات محبت کے ذکر میں بھی حضورؐ کا حوالہ شامل کر لیتا ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی قلی قطب شاہ نے اپنی شاعری کی رنگ رلیوں میں محمدؐ اور علیؓ کو اس انداز سے وابستہ کر لیا گیا ہے، جس طرح ہندو سموں میں کرشن مہاراج کو شامل کر لیا گیا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کی شاعری ہندوانہ رنگ (Paganism) میں رنگی ہوئی ہے" جالبی نے اس ضمن میں معاملات عشق سے لبریز ان کی دو نظمیں نقل کی ہیں، جن کے مقاطعے یہ ہیں

؎ تیرے میرے یاداں سکھ جوں ناگ ناگن مل رہے / صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھی آیا رعیش [3]

؎ پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا / پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا [4]

قلی قطب شاہ کے نعتیہ اشعار میں ہندی شاعری کی روایت کے مطابق بعض جگہ عورت کی زبان سے بھی آنحضرتؐ سے اپنے خلوص و عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ نعت کا یہ انداز اس دور کے شعری مزاج کے عین مطابق ہے بلکہ (جیسا کہ ہم نعت پر ہندوستانی اثرات کے ضمن میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں) عصر حاضر کی نعتوں میں بھی کہیں کہیں دکھائی دیتا ہے قلی قطب شاہ کی نعت جس کا مطلع ہم پہلے لکھ آئے ہیں اس کے یہ شعر دیکھئے

؎ نہ بھاوے مجھے پیو بن سیور کچھ / میں تیری چیری تجے آپ راپ

میرے پیم میدان میں دو شہسوار / سہیلیاں ~~سمی~~ جو میں اُس کا رکاب [5]

مجموعی اعتبار سے قلی قطب شاہ کا نعتیہ کلام اردو نعت کا پہلا اہم مرجع ہے۔ اُن سے پہلے مختلف شاعروں کے ہاں جزوی اور ذیلی طور پر نعتیہ اشعار ضرور ملتے ہیں۔ مگر نعت کے موضوع کی ~~[illegible]~~ حیثیت متعین کرنے میں پہلا اہم حوالہ قلی قطب شاہ ہی کا ملتا ہے۔ بقول افسر میرٹھی "وہ پہلا اردو شاعر ہے جس نے نعت کو غزل کے معیار کے مطابق رکھا ہے" اردوئے قدیم کی نعت گوئی میں قلی قطب شاہ کی اہمیت اس سبب بھی ہے کہ انہوں نے فارسی کی پیوندکاری سے اردو زبان و بیان کے دائرے کو وسعت دی اور نعت کو فارسی عروض و بحور سے آشنا کیا۔

---

[1] تاریخ ادب اردو (جالبی) جلد اول ص ۱۵۸ — [2] دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۵۱

[3] [4] [5] تاریخ ادب اردو (جالبی) جلد اول ص ۱۷۸

[6] صریر خامہ (نعت نمبر) ص ۵

[7] سیارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر) جلد دوم ص ۷۹۸ / سیرت پاک ص ۹۹

ملا اسد اللہ وجہی (م ۱۰۷۰ھ) قطب شاہی دور کے دوسرے بڑے شاعر ہیں۔ انہوں نے ابراہیم قطب شاہ، محمد علی قطب
اور عبداللہ قطب شاہ، تین بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ اردو نثر کی پہلی اہم تصنیف "سب رس" اور ایک فارسی دیوان کے علاوہ ایک
مثال مثنوی "قطب مشتری" ان کی یادگار ہے۔ "قطب مشتری" ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی اور بقول وجہی کے انہوں نے اسے صرف بارہ
دن میں مکمل کیا۔ وہ مثنوی کے آخری شعر میں اس کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں

تمام اس کیا دلیس بارہ منے ۔۔۔ سنہ یک ہزار ہور اٹھارہ منے![1]

"قطب مشتری" اردوئے قدیم کی اہم مثنویوں میں سے ایک ہے۔ بہمنی دور میں لکھی گئی "کدم راؤ پدم راؤ" (نظامی) کے بعد
کی مثنویوں "قطب مشتری" زبان و بیان کے اعتبار سے زیادہ نکھری ہوئی اور جدید اسلوب کی روایت سے قریب تر نظر آتی ہے۔
و نعت کے اولین اہم نمونوں میں "قطب مشتری" کو ایک خاص حیثیت حاصل ہے۔ مثنوی کی عام روایت کے مطابق اس کا آغاز
حمد و نعت و منقبت سے ہوا ہے۔ حمد کے بعد وجہی نے نعت میں ۲۴ شعر کہے ہیں[2]۔ نعت کے ساتھ ہی نعت کے ایک اہم
موضوع "ذکر معراج" کے عنوان سے ۳۴ اشعار مزید ہیں۔ یوں قطب مشتری میں نعت کے ۶۰ اشعار ملتے ہیں۔ اس مثنوی
"کدم راؤ پدم راؤ" کے مقابل رکھ کر پڑھیں تو مقدار اور تاثر کے اعتبار سے وجہی کی نعت نگاری زیادہ اہم نظر آتی ہے۔
وجہی کے نعتیہ اشعار کی خوبی ان کی سلاست و روانی ہے۔ انہوں نے سیدھے سادے انداز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے اپنی عقیدت و ارادت کو اس جذب و کیف کے ساتھ نظم بند کیا ہے کہ تقریباً چار سو سال گزرنے کے بعد بھی یہ پڑھنے
والے پر اپنا ایک خاص اثر چھوڑتے ہیں۔ وجہی نعت کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں

محمد نبی ناؤں تیرا اہے ۔۔۔ عرش کے اپر جیا تو تیرا اہے
کہ چودہ ملک کا توں سلطان ہے ۔۔۔ علی سا ترے گھر میں پردھان ہے
اسی ہور یک لاک پیغمبر آئے ۔۔۔ وے مرتبا کوئی تیرا نہ پائے
چھپیا نور سب کا ترے نور آگے ۔۔۔ کہ جیوں تارے چھپتے اہے سور آگے
.... عرش کرسی تج گھر ہے در آسماں ۔۔۔ توں سورج ہے بادل تیرا سایہ باں
ملائک اچھیں جتنے آسماں میں ۔۔۔ رکھیں رات دن سب ترے دھیان میں
توں سلطان مصحف علم ہے ترا ۔۔۔ نبیاں ہور ولیاں سب حشم ہے ترا
بندے ہو کے خدمت کریں تیرے گھر ۔۔۔ ازل ہور ابد ہور قضا ہور قدر
ترا دین جس دن سے پرگٹ ہوا ۔۔۔ سو اس دن تی سب کفر نابود ہوا
محبت، مروت، وفا ہور حلم ۔۔۔ حلیمی سلیمی عمل ہور علم
توں پیدا ہوا یو ہو پیدا ہوے ۔۔۔ اول یو نہ تھے تج تی پیدا ہوے[2]

وجہی کے ہاں حضور اکرمؐ کے اوصاف و فضیلت کا اظہار جس انداز سے ہوا ہے وہ اس دور کے نعتیہ نمونوں میں نایاب ہے
ان کے بیان میں روانی اور بہاؤ ہے۔ تشبیہیں بلیغ مگر صاف اور عام فہم ہیں اور مضامین کی تفہیم میں نہ صرف یہ کہ
معاونت کرتی ہیں بلکہ اپنے موضوع (نعت) کے احترام اور وقار کے مطابق ہیں۔[2]

---

[1] قطب مشتری (مرتبہ مولوی عبدالحق) ص ۹۴ ۔۔۔ [2] قطب مشتری (مرتبہ مولوی عبدالحق) ص ۷

ازل و ابد اور قضا و قدر کو آنحضورؐ کے گھر کے خدمت گزار کہنا اور محبت و مروت، وفا و حلم، حلیمی سلیمی اور عمل و علم
ی اقتدار کا آغاز و ظہور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت کے حوالے سے کرنا اردو نعت کے اولین سرمایہ ہیں۔
ای گراں قدر مضامین کا اضافہ ہے۔ وجہی کی نعت گوئی کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ انہوں نے نعت کو نعت کے محوری و مرکزی موضوع یعنی
ذِ رسولؐ کے طور پر ہی برتا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی نعت میں زیادہ تر حضور اکرمؐ کے اوصاف و فضائل ہی کا بیان ہے اور نعت کے
ں مضامین و موضوعات کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی سبب اُن کے نعتیہ اشعار میں داخلی جذبات کا اظہار بھی بہت کم ہے۔
طب مشتری' کے نعتیہ اشعار کے اختتام پر جہاں حضور اکرمؐ سے شفاعت کی امیدواری کا بیان ہے، وہاں بھی وجہی زیادہ تفصیل
ں نہیں گئے، بلکہ وہ اختصار سے کام لیتے ہوئے شفاعت طلبی کے ذکر کو دو شعروں ہی میں تکمیل کر جاتے ہیں۔ عام طور پر
ت گو شعرا اس مرحلے پر داخلی تفصیلات میں چلے جاتے ہیں۔ مگر وجہی کا نعت کو مدح و ثنا تک خاص رکھنے کا یہ انداز
ن اشعار میں بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ یہ شعر دیکھئے

| | |
|---|---|
| ؎ اُمیدوار ہے جگ ترے پیار کا | کہ بخشائے توں پاپ سنسار کا |
| شفاعت کرنہار سب کا تمہیں | الٰہی لاڈلا ایک رب کا تمہیں [۱] |

جہی نے 'ذکرِ معراج' میں جو اشعار لکھے ہیں ان کے مضامین عام معراج ناموں کے سے ہیں۔ یعنی معراج کی رات کا پر نور سماں
سمانوں پر حضورؐ کے استقبال کی تیاری، براق کی شان اور تیز رفتاری اور حضور اکرمؐ کی خدا سے ملاقات وغیرہ۔ چونکہ
جہی کے ہاں معراج کا ذکر مثنوی میں ذیلی موضوع کے طور پر ہوا ہے۔ لہٰذا وہ ان مضامین کے بیان میں تفصیلات میں
ہیں گئے۔ انہوں نے اختصار سے واقعہ معراج کے ان نمایاں مضامین کا اظہار کیا ہے جو دکنی عہد کے معراج ناموں میں اپنی
پری جزئیات کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ وجہی کے ہاں 'ذکرِ معراج' سے متعلقہ کچھ شعر دیکھئے

| | |
|---|---|
| ؎ صفت کر توں معراج کی رات کا | کہ جاگیا اہے بخت جگ بات کا |
| اتھا اس دین کو عجب کچھ اوز | کہ لاکھاں تی چانداں کرّوڑاں تی سور |
| ... نبی تھے اچھیوں آپنے گھر منے | جو غوغا کئے قدسی انبر منے |
| نبی آج ہمارے یہاں آئیں گے | ہمیں سب انو کا درس پائیں گے |
| ملائک اچھلنے لگے ذوق سوں | سو حضرت کے دیدار کے شوق سوں |
| فرشتے سورج چاند تارے تمام | نو اسمان کے رہنہارے تمام |
| قدم بوس کے شوق تی دھائے کر | رہے پہلے اسمان میں آئے کر |
| ..... براق آج خوش گرم جیوں برق ہے | کہ سر پانو لگ نور میں غرق ہے |
| چڑیا پیٹ پر اس کی دو ماہتاب | گیا اڑنے اسمان پر جیوں شہاب |
| ندا غیب تی آئے حضرت کنے | بلائے گیا واں تی خلوت منے |
| کیسے خاص خلوت میں واں کیا ہوا | خدا ہور حضرت ہیں واں کیا ہوا [۲] |

---

۱۔ قطب مشتری (مرتبہ مولوی عبدالحق) ص ۷

۲۔ قطب مشتری (مرتبہ مولوی عبدالحق) ص ۸ تا ۹

ان نعتیہ اشعار کی ایک اہم خصوصیت روانی و ربط ہے۔ ایک شعر دوسرے شعر میں اس طرح پیوست ہے جیسے ایک زنجیر کی مختلف
یاں۔ اسی وجہ سے انہیں روانی اور تیزی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ وجہی نے جو بحر منتخب کی ہے وہ بھی اپنے اندر ایک بہاؤ
تی ہے، یوں مثنوی کی یہ خصوصیت ان نعتیہ اشعار میں بھی در آئی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی[1] نے قطب مشتری کی روانی و ربط
تعریف کرتے ہوئے اسے اس مثنوی کی کامیابی و اثر آفرینی کی ایک بڑی وجہ بتایا ہے۔ جب ہم جداگانہ طور پر قطب مشتری
نعتیہ اشعار کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ روانی اور بہاؤ ہمیں متاثر کرتا ہے۔ روانی کا ایک سبب زبان کی سلاست بھی ہے۔ وجہی کی
ن اپنے پیش روؤں سے زیادہ صاف اور منجھی ہوئی ہے۔ تشبیہات و استعارات سادہ اور عام فہم ہیں۔ ہندی الفاظ کا استعمال
مگر کم فارسی عربی کے الفاظ یعنی دور کے شاعروں کی نسبت سے زیادہ ہیں۔ مختصر یہ کہ وجہی کے نعتیہ اشعار میں "پیروی فارسی"
رومانیت یا ڈن حماتی نظر آتی ہے۔ بقول جالبی "وجہی فارسی طرز احساس کی اسی رومانیت کے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے
گے چل کر ولی دکنی کی رومانیت ریختہ سے جا ملتی ہے"[2] زبان و بیان کی انہی خوبیوں کے باعث اردو نعت کے ارتقائی جائزہ
ں "قطب مشتری" کے نعتیہ اشعار گراں قدر حیثیت رکھتے ہیں

عبداللہ قطب شاہ (م ۱۰۸۳ھ) مزاج کے اعتبار سے اگرچہ محمد قلی کی طرح تھا اور اس کی شاعری کا غالب حصہ
ش و عشرت، لذت و انبساط اور عشق و عاشقی کے مضامین سے عبارت ہے مگر لطف اندوزی اور لذت کوشی سے پر کلام میں
ت کے کچھ اشعار بھی مل جاتے ہیں۔ اردوئے قدیم کی نعت گوئی میں عبداللہ قطب شاہ کے نعتیہ اشعار اس حوالے سے اہم ہیں کہ اس
ں موسیقی اور صنعت گری کا ایک خاص التزام ملتا ہے۔ بقول جالبی "عبداللہ موسیقی کا احساس پیدا کرنے کیلئے لفظوں کو
جا کر استعمال کرتا ہے۔ بہت سی غزلوں میں صنعت نردم مالا یلزم کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہر مصرعے میں ہم قافیہ الفاظ کے
ستعمال سے ایک لے ایک جھنکار پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عبداللہ کے دیوان میں غزلیں کی غزلیں اسی صفت میں ملتی ہیں
ر اکثر غزلوں میں ایک ایک دو دو شعر اسی مزاج کے حامل ہیں۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے

سہ یو عید ہمن ساجے، نصرت کے بجیں باجے — ہے جگ کے نبی راجے دن دین محمد کا
صدقے نبی عبداللہ شہ کوں ہے مدد اللہ — پنج تن ہیں گوا باللہ دن دین محمد کا[3]

اس نعتیہ غزل کے دوسرے شعر بھی دیکھئے جہاں موسیقی کو شاعری سے ملانے کی کوشش نمایاں ہے۔

سہ لکھ سوں فیض پھر آیا دن، دین محمد کا — آفاق صفا پایا، دن دین محمد کا
گلشن میں شریعت کے پھل کھیلے طریقت کے — بر مل سوں حقیقت کے، دن دین محمد کا
درشن ہوئے اسماناں، جھڑ کائے رتن کماناں — خط لیوائے مسلماناں، دن دین محمد کا
جو بارہ اماماں ہیں لاکھوں ان پہ سلاماں ہیں — ہم ان کے غلاماں ہیں دن، دین محمد کا

یہ نعت جیسا کہ اس کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے عید میلاد کے موقع پر منعقد ہونے والی تقریب کے لئے لکھی گئی۔ موسیقی و ترنم کے علاوہ
س نعت کا نشاطیہ آہنگ ایک خاص تاثر کا حامل ہے۔

---

[2] تاریخ ادب اردو (جمیل جالبی) ص ۱۴۰ / ۱۴۱
[3] تاریخ ادب اردو (جمیل جالبی) جلد اول ص ۱۴۹

---

ن کہیں کہیں نبی صدقے کے استعمال سے وہ اپنے مقطع کو ایک نعتیہ اسلوب بھی بخش دیتا ہے۔ مثلاً یہ مقطع دیکھئے

سہ نبی کے صدقے عبداللہ سدا توں شکر کر اس کا — جگوں تج کوں نوازیا ہور شاہی کا بدا دیتا[3]

عبداللہ قطب شاہ کا اردو دیوان سید محمد نے مرتب کر کے ۱۹۲۹ء میں شائع کیا۔ انہوں نے اپنے کلام میں رسول اکرمؐ، حضرت علی
آئمہ عظام سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

ن نعتیہ اشعار کی ایک اہم خصوصیت روانی و ربط ہے۔ ایک شعر دوسرے شعر میں اس طرح پیوست ہے جیسے ایک زنجیر کی مختلف
ں۔ اسی وجہ سے انہیں روانی اور تیزی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ وجہی نے جو بحر منتخب کی ہے وہ بھی اپنے اندر ایک بہاؤ
ں ہے، یوں مثنوی کی یہ خصوصیت ان نعتیہ اشعار میں بھی در آئی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی[1] نے قطب مشتری کی روانی و ربط
عتراف کرتے ہوئے اسے اس مثنوی کی کامیابی و اثر آفرینی کی ایک بڑی وجہ بتایا ہے۔ جب ہم عمدا تا طور پر بھی قطب مشتری
نعتیہ اشعار کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ روانی اور بہاؤ ہمیں متاثر کرتا ہے۔ روانی کا ایک سبب زبان کی سلاست بھی ہے۔ وجہی کی
، اپنے پیش روؤں سے زیادہ صاف اور منجھی ہوئی ہے۔ تشبیہات و استعارات سادہ اور عام فہم ہیں۔ ہندی الفاظ کا استعمال
نسبتاً کم فارسی عربی کے الفاظ بہمنی دور کے شاعروں کی نسبت سے زیادہ ہیں۔ مختصر یہ کہ وجہی کے نعتیہ اشعار میں 'پیروی فارسی'
روایت پاؤں جماتی نظر آتی ہے۔ بقول جالبی 'وجہی فارسی طرز احساس کی اسی روایت کے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے
آگے چل کر ولی دکنی کی روایت ریختہ سے جا ملتی ہے'[2] زبان و بیان کی انہی خوبیوں کے باعث اردو نعت کے ارتقائی جائزہ
ں 'قطب مشتری' کے نعتیہ اشعار گراں قدر حیثیت رکھتے ہیں

عبد اللہ قطب شاہ (م ۱۰۸۳ھ) مزاج کے اعتبار سے اگرچہ محمد قلی کی طرح تھا اور اس کی شاعری کا غالب حصہ
ں و عشرت، لذت و انبساط اور عشق و عاشقی کے مضامین سے عبارت ہے مگر لطف اندوزی اور لذت کوشی سے پُر کلام میں
ت کے کچھ اشعار بھی مل جاتے ہیں۔ اردوئے قدیم کی نعت گوئی میں عبد اللہ قطب شاہ کے نعتیہ اشعار اس حوالے سے اہم ہیں کہ اس
ں موسیقی اور صنعت گری کا ایک خاص التزام ملتا ہے۔ بقول جالبی "عبد اللہ موسیقی کا احساس پیدا کرنے کیلئے لفظوں کو
جا کر استعمال کرتا ہے۔ بہت سی غزلوں میں صنعت لزوم ما لا یلزم کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہر مصرعے میں ہم قافیہ الفاظ کے
ستعمال سے ایک لے ایک جھنکار پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عبد اللہ کے دیوان میں غزلیں کی غزلیں اسی صفت میں ملتی ہیں
ر اکثر غزلوں میں ایک ایک دو دو شعر اسی مزاج کے حامل ہیں۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے

س ع  یو عید ہمن ساجے' نعرت کے بجیں باجے ۔۔۔ ہے جگ کے نبی راجے دن دین محمد کا
حد تے نبی' عبد اللہ شہ کوں ہے مدد اللہ ۔۔۔ پنج تن ہیں گوا باللہ دن دین محمد کا[3]

اس نعتیہ غزل کے دوسرے شعر بھی دیکھئے' جہاں موسیقی کو شاعری سے ملانے کی کوشش نمایاں ہے۔

س ع  لکھ سوں فیض پھر آیا دن، دین محمد کا ۔۔۔ آفاق صفا پایا' دن' دین محمد کا
گلشن میں شریعت کے پھل کھیلے طریقت کے ۔۔۔ پر مل سوں حقیقت کے، دن' دین محمد کا
درشن ہوئے اسماناں' جمعہ کا جلے رتن کماناں ۔۔۔ خط لیو لے مسلماناں' دن' دین محمد کا
جو بارہ اماماں ہیں لاکھ اُن پہ سلاماں ہیں ۔۔۔ ہم اُن کے غلاماں ہیں دن' دین محمد کا

یہ نعت جیسا کہ اس کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے عید میلاد کے موقع پر منعقد ہونے والی تقریب کے لئے لکھی گئی۔ موسیقی و ترنم کے علاوہ
س نعت کا نشاطیہ آہنگ ایک خاص تاثر کا حامل ہے۔

---

[2] تاریخ ادب اردو (جمیل جالبی) ص ۱۴۰ / ۱۴۱
[3] تاریخ ادب اردو (جمیل جالبی) جلد اول ص ۱۴۹

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی کی مناسبت سے عبداللہ نے خوبصورت سماں پیدا کیا ہے۔ منظر نگاری کے ساتھ ساتھ
... لیت محمدی کا تذکار اور پیغام دعوت و نبوت کی نصرت کی نشاندہی ایجاز کا عمدہ نمونہ ہے۔ ان نعتیہ اشعار کی دوسری
... خصوصیت نعت کے پیکر میں اثنا عشری عقائد کا اظہار ہے جو دکنی شعرا کی نعتوں میں جا بجا نظر آتا ہے یہ نعت کی وہی
... روایت ہے جو عربی میں کمیت بن زید، دعبل اور مہیار وغیرہ سے شروع ہوئی فارسی شعرا کے ہاں بھی نعت و منقبت کا امتزاج ...
... قدیم کی نعت گوئی میں بھی اہل بیت اور ائمہ معصومین کی مدح کا اظہار ہوا ہے عبداللہ قطب شاہ کی زیر بحث نعت میں "بارہ امامان
پنج تن" کا حوالہ اسی نعتیہ روایت کا عکاس ہے

عبداللہ کے مقطعوں میں "نبی صدقے" اور "نبی کے صدقے" کے الفاظ (قلی قطب شاہ کی طرح) عام ملتے ہیں۔ انہیں عبداللہ کی شاعری
... تکیہ کلام کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ اپنے اسباب عیش کو بھی نبی ہی کے صدقے سے تعبیر کرتا ہے اور اس میں اسے کسی قسم کی کوئی
... ہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے

سہ ملیا سیج پر تج سوں موہن پیاری — نبی صدقے عبداللہ سلطان پیارا [۱]

سہ صدقے نبی کے پایا اماں اس عمل میانے پر زماں — ہم عبداللہ شہ ترکماں ہو گی گنہگارا ہوا [۲]

...ن کہیں کہیں نبی صدقے کے استعمال سے وہ اپنے مقطع کو ایک نعتیہ اسلوب بھی بخش دیتا ہے۔ مثلاً یہ مقطع دیکھیے

سہ نبی کے صدقے عبداللہ سدا توں شکر کر اس کا — جکوئی تج کوں نوازیا ہور شاہی کا بدا دیتا [۳]

عبداللہ قطب شاہ کا اردو دیوان سید محمد نے مرتب کر کے ۱۹۲۹ء میں شائع کیا۔ انہوں نے اپنے کلام میں رسول اکرمؐ، حضرت علی
... آئمہ عظام سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

ملا غواصی (م ۱۰۶۰ھ) عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں اہم شاعر تھے۔ انہوں نے دو ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل مثنوی
... سیف الملوک و بدیع الجمال" (جسے انہوں نے تیس دنوں میں مکمل کرنے کا دعویٰ کیا ہے) میں حمد کے بعد مثنوی کی روایت کے مطابق
... رسول اکرم میں ۲۱ شعر کہے۔ یہ مثنوی غالب روایات کے مطابق ۱۰۳۵ھ میں لکھی گئی یہ مثنوی اپنے دور میں ایک نمونہ
... ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے اور بقول جالبی اس نے "بیجاپور میں نہ صرف مثنوی نگاری کو رواج دیا بلکہ اس کے رخ
... انداز کا دھارا بھی موڑ دیا" [۵] بعینہٖ یہی بات اس مثنوی کے نعتیہ اشعار پر صادق آتی ہے۔ "سیف الملوک، بدیع الجمال" کا
... نمونہ اپنا ایک جداگانہ انداز رکھتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں

سہ سچا توں محمد سچا مصطفےٰ — سچا ہے توں احمد مرتضےٰ
توں طٰہٰ توں یٰسین توں البطحی — توں اُمّی توں مکی توں مرسل سہی
توں اول توں آخر توں ہی ہے امیر — توں ظاہر توں باطن نبیؐ بے نظیر

---

تاریخ ادب اردو (جالبی) ص ۲۶۹ ؛ ۲ ۔ دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۴۳/۴۴
تاریخ ادب اردو (جالبی) جلد اول ص ۲۷۷ بحوالہ مقدمہ کلیات غواصی (مرتبہ محمد بن عمر) ص ۸-۹۔ اس کا سن تصنیف
۱۰۲۵ اور ۱۰۲۷ بھی ملتا ہے۔
تاریخ ادب اردو (جالبی) ص ۲۷۳

| | |
|---|---|
| تہیں ہاشمی سیور قریشی رسول | جکچھ تو کہے سو کرے رب قبول |
| توں قائم توں محبت توں حافظ سچا | توں شاہد توں سابق توں واعظ سچا |
| تقی میور سخی توں ولی میور خلیل | دیا تجِ نبی ناؤں رب الجلیل |
| خدا کے نبیاں کا سو سلطان توں | دلو نہار ساریاں کو ایمان توں ! |

غواصی کے نعتیہ اشعار کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اسمائے رسول مقبول کو زیادہ سے زیادہ سمونے کی کوشش کی ہے۔ اُن سے [illegible] اردوئے قدیم کے نعتیہ نمونوں میں اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منظم بند کرنے کا یہ انداز نظر نہیں آتا۔ ان اشعار کا رنگ ڈھنگ اور [illegible] اگرچہ وجہی کی قطب مشتری کا ہے مگر اس میں روانی شیرینی اور سادگی زیادہ ہے۔ املا کے معمولی ردوبدل کے بعد یہ نعتیہ نمونہ [illegible]ی اردو کے انتہائی قریب نظر آتا ہے۔ اس میں فارسی اور عربی کے الفاظ نمایاں ہیں اور اسکی بڑی وجہ رسول اکرمؐ کے اسمائے مبارکہ [illegible]ں جو قرآن اور حدیث سے ہیں اور اپنی خالص عربی شکل اور تلفظ میں اس نعت میں در آئے ہیں۔ اس نعتیہ نمونے کے آخری [illegible]عروں میں خلفائے راشدہ کی منقبت ہے۔ جس میں جناب علیؓ کی ولدیت، شجاعت اور کرامت کے نمایاں ذکر کرکے اُن سے [illegible]یت و عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے۔ حضرت میراں محی الدین کی مدح کا عنصر بھی اس نعتیہ نمونے میں شامل ہے، لکھتے ہیں۔۔

| | |
|---|---|
| ؎ قسم کھاؤں میں سورہ یٰسین سوں | کہ حق بعد ہے جیو میرا تین سوں |
| حمایت ہو مج بس اپنے تین کا | محمدؐ، علیؓ؛ میور محی الدین کا ۲ |

غواصی کی دوسری مشہور تصنیف 'طوطی نامہ' ہے۔ یہ غواصی کے آخری دور کی تصنیف ہے۔ اسی سبب اس میں قدیم دکنی کا رنگ [illegible]یکا اور فارسی اسلوب و آہنگ کا رنگ گہرا ہوتا نظر آتا ہے۔ یہ مثنوی ضیاءالدین نخشبی کے فارسی 'طوطی نامہ' کا ترجمہ ہے [illegible]س میں غواصی نے نفس مضمون کی کمی بیشی کے ساتھ فارسی کے اصل قصہ میں سے صرف ۴۵ کہانیاں منتخب کی ہیں۔ قریباً [illegible] ہزار ابیات کی یہ مثنوی ۱۰۴۹ھ میں تصنیف ہوئی۔ اس میں نعت کے ۲۴ شعر مل جاتے ہیں۔ جو اپنی معنوی اور فنی [illegible]بیوں کے سبب اردوئے قدیم کی نعت گوئی کے ذیل میں قابل ذکر ہیں۔ چند شعر دیکھئے

| | |
|---|---|
| ؎ رتن خاص دریائے لولاک کا | چراغ لامکاں نور افلاک کا |
| محمدؐ نبی سید المرسلین | سدا روشن اس تے ہے دنیا و دین |
| عدم میں تے عالم کو پروردگار | اس کے کیا نور سن آشکار |
| ... ازل عرش اس کا خزینا دسے | ابد عین اس کا مدینہ دسے |
| ہوئے ختم اس پر نبوت کے گُن | بجے طبل اس کا قیامت لگن |
| .... بڑے بخت میں جو غواص غلام | ہوں ایسے نبیؐ کا علیہ السلام |
| سدا یاد سکھ میں اسے یاد کر | ہزاروں درود اس کی اولاد پر ۳ |

---

[illegible]۲ مثنوی سیف الملوک، بدیع الجمال (مرتبہ میر سعادت علی رضوی) ص ۱۰۸

[illegible]۳ طوطی نامہ (مرتبہ میر سعادت علی رضوی) ص ۱۰۵

[illegible]ی کی تیسری تصنیف 'مینا ستونتی' ہے جسے اسکے دوسرے کرداروں کے ناموں کے باعث 'چندا لورک' کے نام [illegible]ں پکارا جاتا ہے۔ یہ مثنوی حال ہی میں دریافت ہوئی ہے۔ ڈاکٹر غلام عمر خاں نے اس مثنوی کو اپنے طویل مقدمے کے ساتھ [illegible] کرکے ۱۹۶۵ء میں شائع کرایا ہے۔ مرتب کی رائے میں 'مینا ستونتی' غواصی کی پہلی تصنیف ہے۔ اُن کا استدلال یہ ہے، [illegible] ستونتی کے کسی نسخے سے اُس کے سن تصنیف پر روشنی نہیں پڑتی۔ زیر بحث مثنوی اور غواصی کی دوسری تصانیف کے داخلی شواہد کی [illegible] راقم کا خیال ہے کہ یہ مثنوی 'طوطی نامہ' اور 'سیف الملوک' سے قبل کی تصنیف ہوگی ۲

تہیں ہاشمی سیور قریشی رسول — جکچ تو کہے سو کرے رب قبول

توں قائم تو محبت توں حافظ سچا — توں شاہد توں سابق توں واعظ سچا

تقی سیور سخی توں ولی سیور خلیل — دیا تج نبیؐ ناؤں رب الجلیل

خدا کے نبیاں کا سو سلطان توں — دلو ہار ساریاں کو ایمان توں [1]

غواصی کے نعتیہ اشعار کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اسمائے رسول مقبول کو زیادہ سے زیادہ سمونے کی کوشش کی ہے۔ ان سے اردوئے قدیم کے نعتیہ نمونوں میں اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نظم بند کرنے کا یہ انداز نظر نہیں آتا۔ ان اشعار کا رنگ ڈھنگ اور اگرچہ وجہی کی قطب مشتری کا ہے مگر اس میں روانی شیرینی اور سادگی زیادہ ہے۔ املا کے معمولی رد و بدل کے بعد یہ نعتیہ نمونہ اردو کے انتہائی قریب نظر آتا ہے۔ اس میں فارسی اور عربی کے الفاظ نمایاں ہیں اور اسکی بڑی وجہ رسول اکرمؐ کے اسمائے مبارکہ ہیں جو قرآن اور حدیث سے ہیں اور اپنی خالص عربی شکل اور تلفظ میں اس نعت میں در آئے ہیں۔ اس نعتیہ نمونے کے آخری شعروں میں خلفائے راشدہ کی منقبت ہے۔ جس میں جناب علیؓ کی ولایت، شجاعت اور کرامت کے نمایاں ذکر کرکے ان سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے۔ حضرت میران محی الدین کی مدح کا عنصر بھی اس نعتیہ نمونے میں شامل ہے۔ لکھتے ہیں:۔

قسم کھاؤں میں سورہ یٰسین سوں — کہ حق لعد ہے جیو میرا تین سوں

حمایت ہو مج بس اپے تیں کا — محمدؐ، علیؓ، سیور محی الدین کا [2]

غواصی کی دوسری مشہور تصنیف "طوطی نامہ" ہے۔ یہ غواصی کے آخری دور کی تصنیف ہے۔ اسی سبب اس میں قدیم دکنی کا رنگ پھیکا اور فارسی اسلوب و آہنگ کا رنگ گہرا ہوتا نظر آتا ہے۔ یہ مثنوی ضیاء الدین نخشبی کے فارسی "طوطی نامے" کا ترجمہ ہے جس میں غواصی نے نفس مضمون کی کمی بیشی کے ساتھ فارسی کے اصل قصہ میں سے صرف ۵۲ کہانیاں منتخب کی ہیں۔ قریباً ڈیڑھ ہزار ابیات کی یہ مثنوی ۱۰۴۹ھ میں تصنیف ہوئی۔ اس میں نعت کے ۴۲ شعر مل جاتے ہیں۔ جو اپنی معنوی اور فنی خوبیوں کے سبب اردوئے قدیم کی نعت گوئی کے ذیل میں قابل ذکر ہیں۔ چند شعر دیکھئے:

رتن خاص دریائے لولاک کا — چراغ لامکاں نور افلاک کا

محمدؐ نبی سید المرسلین — سدا روشن اس تے ہے دنیا و دین

عدم میں تے عالم کو پروردگار — اس کے کیا نور سن آشکار

ازل بخش اس کا خزینا دسے — ابد عین اس کا مدینہ دسے

ہوئے ختم اس پر نبوت کے گن — بجے طبل اس کا قیامت لگن

....

بڑے بخت میں جو غواص غلام — ہوں ایسے نبیؐ کا علیہ السلام

سدا یاد دُں سکھ میں اسے یاد کر — ہزاروں درود اس کی اولاد پر [3]

---

[1] مثنوی سیف الملوک، بدیع الجمال (مرتبہ میر سعادت علی رضوی) ص ۴ — ۸

[2] طوطی نامہ (مرتبہ میر سعادت علی رضوی) ص ۴ — ۵

ہی کے یہ نعتیہ شعر خوبصورت تشبیہات و استعارات لئے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم کو دریائے لولاک کا خاص رتن کہنا خوبصورت بیہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ شعر بھی دیکھئے

> تم اس کے دسے لطف کا سلسبیل     سکھی اس کے ہے مشہد کا جبرئیل
>
> حرم کبریا کا سو اس کا مقام     مہد اشمس ہور بدر اس کا غلام ۱

طی نامہ کے نعتیہ اشعار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غواصی کی والہانہ عقیدت کے مظہر ہیں۔ ان کی زبان سلیس اور ش ہے چونکہ یہ اشعار سیف الملوک و بدیع الجمال کے نعتیہ اشعار کے بعد لکھے گئے، لہٰذا ان میں فارسی و عربی کے الفاظ اور اسالیب کم ہیں۔ سیف الملوک کے اشعار میں اسمائے رسول کا تذکرہ ہے۔ جب کہ یہاں خالص مدح و ستائش کا رنگ غالب ہے۔ اس کے اندازِ نعت میں اختصار کی خوبی نمایاں ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار (بلکہ مصرعے) حضور اکرمؐ کی صفات کی الگ الگ مانی کرتے ہوئے ایک نعتیہ پیکر کے

غواصی کی تیسری تصنیف 'مینا ستونتی' ہے جسے اسکے دوسرے کرداروں کے ناموں کے باعث 'چندا لورک' کے نام بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ مثنوی حال ہی میں دریافت ہوئی ہے۔ ڈاکٹر غلام عمر خاں نے اس مثنوی کو اپنے طویل مقدمے کے ساتھ تب کر کے ۱۹۶۵ء میں شائع کرایا ہے۔ مرتب کی رائے میں 'مینا ستونتی' غواصی کی پہلی تصنیف ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے، 'نا ستونتی' کے کسی نسخے سے اس کے سن تصنیف پر روشنی نہیں پڑتی۔ زیر بحث مثنوی اور غواصی کی دوسری تصانیف کے داخلی شواہد کی بناپر راقم کا خیال ہے کہ یہ مثنوی 'طوطی نامہ' اور 'سیف الملوک' سے قبل کی تصنیف ہوگی ۲

زبان و بیان کے اعتبار سے 'مینا ستونتی' یا چندا و لورک قدیم دکنی شاعری کے عام میلان کے مطابق سادگی اور حقیقت پسندی کی حامل ہے۔ اس کا آغاز حمد سے ہوتا ہے اور اختتام دکنی عہد کے اکثر شعروں کی طرح نعتیہ مصرعے پر ہے۔ جو درج ذیل ہے

> ہوا نظم یوں ناؤں سوں سب تمام     بحق محمد علیہ السلام ۳

اشفاق نے اپنے مقالے میں اس مثنوی کے کچھ نعتیہ اشعار نقل کئے ہیں۔ جو بطور نمونہ یہاں درج کئے جاتے ہیں

> محمد نبی سروری اولیا     نبیاں مرسلاں پر شفاعت کیا
>
> منور کیا جنتیں اسلام کو     شفاعت دیا خاص ہور عام کوں
>
> ..... محمد نبی خاتم الانبیا     شرف جنتیں حق جگمیں ہمنایا
>
> دیا جس کو تشریف لولاک کا     ہوا جیتی مظہر لیو افلاک کا
>
> تصدق ہمن سارکی کئی ہزار     محمد کے نعلین پر بار بار
>
> ہزاروں ہمن سار کی نیک نام     محمد یہ صدقہ ہیں ساری تمام ۴

ان اشعار میں حضور اکرم کی شفاعت 'خاتم النبین' سبب تخلیق کائنات اور اسلام اور ملت مسلمہ کے لئے اُن کی خدمات ہیں فخر و شرف کی نشاندہی کے ساتھ ان کی ذات والاصفات سے عقیدت و شیفتگی کا اظہار کرتے ہوئے تصدق و فدویت کے مضمون کو نظم بند کیا گیا ہے غواصی کے نعتیہ اشعار میں زبان و بیان کی سادگی کے لحاظ سے یہ نمونہ پہلی دو مثنویوں سے قدرے مختلف اور قدیم رنگ لئے ہوئے ہے

---

۱۔ طوطی نامہ (مرتبہ میر سعادت علی رضوی) ص ۴

۲-۳ تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) جلد ۶ ص ۲۱۴

۴ - اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۴۱

اسی زمانے کی ایک اور مثنوی 'پھولبن' میں بھی کچھ نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ یہ مثنوی شیخ محمد مظہر شیخ فخرالدین ابن نشاطی
۱۰۶۶ھ (اور شیخ چاند کی تحقیق کے مطابق ۱۰۷۶ھ) میں نظم کی۔ اس کا ماخذ احمد حسن دبیر عہد مرسی کا فارسی
۔ 'بساتین الانس' ہے اس میں حمد و مناجات کے بعد نعت کے ۲۹ شعر ملتے ہیں۔ جن کا عنوان اس دور کی کئی
دوسری مثنویوں کی طرز پر ایک شعر کی صورت میں ہے۔ یہ شعر بھی نعت سے متعلق ہے، مگر مختلف بحر میں ہے۔ وہ شعر اور
نعت کے اشعار کا نمونہ درج ذیل ہے

کہوں میں نعت سرور کا شفیع المذنبین برحق
کہ جس کے نور سے پرتو کیا دو جگ کوں تابانی

| | |
|---|---|
| محمد پیشوا ہے سروراں کا | اہے سرخیل سب پیغمبراں کا |
| محمد توں نبی ہے آج برحق | قمر کوں ایک اشارت میں کیا شق |
| ..... تری تعریف کا اونچا ہے پایہ | خدا قرآن میں تجکو سرایا |
| نبی توں پاک تیرا پاک دیں ہے | سچا توں رحمت للعالمین ہے |
| اگر ہوتا نہ تو آدم نہ ہوتا | نہ آدم بلکہ یہ عالم نہ ہوتا |
| ..... تری تعریف کرنے کس کوں حد ہے | ہوا تو روح اور آدم جسد ہے |
| ..... حقیقت تجھ سوں ہے حق کا ہویدا | خدا کا معرفت تجھ سوں ہے پیدا |
| صفاداری کی رہ میں تیری پرسو | کریں جاروب حوراں اپنے گیسو |
| ہے تجھ مکھ نور کا دیوانہ جبریل | اہے تجھ شمع کا پروانہ جبریل |
| سورج لوک چھیانوں کئی دیکھے نہیں کیں | توں سورج تھا رسی تے چھیانوں تجھ نہیں ! |

یہ مثنوی چونکہ ایک عشقیہ قصہ پر لکھی گئی ہے لہٰذا یہاں بھی نعت کے اشعار دوسری مثنویوں کی روایت کے مطابق ایک ذیلی موضوع
کی حیثیت سے آئے ہیں اور بظاہر قصہ کے آغاز میں حمد کے بعد نعت کی رسم کا التزام رکھا گیا ہے۔ لیکن اگر غور سے ان اشعار کے
موضوعات کا جائزہ لیں تو ان کی حیثیت رسمِ محض سے بہت بڑھ کر نظر آئے گی۔ ابن نشاطی نے خلقت آدم و کائنات کے پس منظر
میں نورِ محمدی کی کارفرمائی کے صوفیانہ نقطہ نظر کی نشاندہی کرتے ہوئے حضور اکرم ؐ کے مختلف اوصاف و معجزات کا تذکرہ کیا ہے
یہاں نعت چونکہ ذیلی موضوع کے طور پر آئی ہے لہٰذا وہ اوصاف و فضائلِ رسول ؐ کے بیان کی تفصیلات میں نہیں جاتے۔ اختصار سے
کام لیتے ہیں۔ نعت کے دوسرے شعروں میں آپ ؐ کے اوصاف خصوصاً شریعت۔ طریقت۔ معرفت اور دوسرے پیغمبروں پر آپ ؐ کی
فضیلت کا بیان ہے۔ اور آپ کے خلق اور کرم کا ذکر بڑے خوبصورت انداز میں کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں

ہے تیرے خلق سوں جنت معطر    کرم سوں ہے ترے طوبیٰ مثمر ؎۲

ایک تشبیہ دیکھئے جس میں قطب شاہی عہد کے درباری ماحول کا رنگ نمایاں ہے

ہوا عالم بنج احمد کی خاطر    پیالہ جوں کہ آیا قند کی خاطر ؎۳

---

۳ پھولبن (مرتبہ عبدالقادر سروری) ص ۷ ـ ۹ شیخ چاند ابن حسین نے بھی ۱۹۵۵ء میں 'پھول بن' کا ایک
ایڈیشن شائع کیا بحوالہ تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۴۷۷

ں نمونہ نعت کا آخری حصہ ایک جداگانہ تاثیر رکھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کے بعد
ن نشاطی قیامت کے دن کی ہولناکی کا تصور کرتے ہوئے حضورؐ سے شفاعت کی التجا کرتے ہیں۔ یہاں نعت کے بیان میں
مر اپنے داخلی احساسات شامل کر لیتا ہے۔ اس ذاتی حوالہ سے ان نعتیہ اشعار کا اختتام مؤثر ہو گیا ہے

شہا جس دن جو رستا خیز ہوگا — سرج کا آنچ ہو تج تیز ہوگا
تو کر ابن نشاطی کے سر اوپر — شفاعت کے ترے سایہ کوں چھتر
تیری اولاد ہور تج پہ بر دم — ہزاروں ہوا چھو صلوات سلّم ![1]

لیبن کے نعتیہ اشعار مثنوی کے دوسرے اشعار کی طرح ابن نشاطی کی قادر الکلامی کے شاہد ہیں۔ ان کی زبان صاف اور
دہ ہے۔ اور انداز بیان میں دلکشی اور تاثیر ہے۔

صنعتی[2] جو محمد عادل شاہی دور سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے قصۂ بے نظیر کے سبب مشہور ہیں۔ یہ قصہ انہوں
۱۰۵۵ھ میں لکھا۔ اس کا موضوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت تمیم انصاریؓ کی مافوق الفطرت مہمات ہیں۔ اسی
نسبت سے قصۂ بے نظیر کو 'تمیم انصاری' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک طویل مثنوی ہے، جس میں نعت کے شعر کافی تعداد میں ملتے ہیں
س کے آغاز میں حمد کے بعد نعت کے ۴۷ شعر ہیں، جو اپنے عہد کی دوسری مثنویوں کے نعتیہ اشعار کے مقابلے میں نمایاں طور پر زیادہ ہیں۔ ان اشعار کے علاوہ
نوی کے دوسرے مقامات پر بھی موقعہ و محل کی مناسبت سے حضور اکرمؐ کی تعریف میں متعدد شعر ملتے ہیں۔ آغاز مثنوی میں نعتیہ اشعار کا نمونہ درج ذیل ہے

نبی کریم شفیع امین — رسول خدا رحمت العالمین
کہ جن سر پہ لولاک کا تاج ہے — سو اس کوں عرش آپ معراج ہے
ثنا جس کی بولیا ہے سبحان نے — سو طٰہٰ و یٰسین نز قرآن نے
احد میں تجھ ناؤں احمد دیا — بجز میم میں فرق کچھ نہیں کیا
.... ترا ناؤں عزت ہے آدم کے تئیں — ترا اسم ہے ورد عالم کے تئیں
ترا ناؤں ہے ذات بعد صفات — کہ جوں ہیچ اول ازل ہیول بات
.... تجلی نے تجھ پائے جب یک جھلک — کیے سجدہ آدم کوں سارے ملک[2]

قصۂ بے نظیر کی نمایاں خوبی اس کا ربط و تسلسل اور زور بیان ہے۔ مثنوی نگاری کے مروجہ اسلوب کے مطابق آغاز قصہ سے قبل حمد و نعت کا التزام
کم و بیش سبھی شاعروں کے ہاں ملتا ہے۔ مگر صنعتی کے ہاں یہ عناصر جس فطری انداز سے آئے ہیں اس کی مثال اسکے معاصر شعرا کی مثنویوں میں بہت
کم نظر آتی ہے۔ صنعتی نے ان لوازمات کو اس قرینے اور سلیقے سے نبھایا ہے کہ ان کی نعت پر رسمی انداز کی بجائے تخلیقی و تحقیقی اسلوب کا رنگ غالب
ہے۔ وہ نعت سے قبل خدا تعالےٰ کی تعریف، تخلیق کائنات اور ولادت آدم کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر حضور اکرمؐ سے پہلے مبعوث ہونے والے جلیل القدر انبیائے کرام
اور ان کے نمایاں اوصاف کے بیان کے بعد آنحضرتؐ کی فضیلت و بزرگی اور شرف و مرتبہ کے تذکار سے آپؐ کی مدح کی طرف آتے ہیں۔

قصۂ بے نظیر کے نعتیہ اشعار کی ایک اور خاص بات اس میں قرآنی آیات اور احادیث رسول اکرمؐ کی عبارات کے حوالے ہیں۔ جن سے اردو کے
قدیم کی نعت میں عربی الفاظ کے اولین استعمال کا سراغ ملتا ہے۔ درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں

---

1۔ پھول بن (مرتبہ عبدالقادر سروری) ص ۹ (شیخ چاند ابن حسین نے بھی ۱۹۵۵ء میں 'پھول بن' کا ایک ایڈیشن شائع کیا۔ بحوالہ
تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۲۷۴) ۲۔ قصۂ بے نظیر (مرتبہ عبدالقادر سروری) ص ۷۔

دھا زاغ کا کحل انکھیاں میں کر — نہ واں زاغ دکھیانہ واں باغ پر

دیا جب یو تشریف رب العباد — کیا آخر اُمت کو بھی اس میں یاد

فاوحی علی عبدہ کا شرف — بتراں حق تے نازل ہوا تج طرف

ترے تابعاں میں خدا کر قبول — کہ بولیا خدا من لیطع الرسول [۱]

فاوحیٰ (حاشیہ)

ان میں وما زاغ، رب العباد، فَاَوْحیٰ علی عبدہ، من لیطع الرسول کے الفاظ و تراکیب کے استعمال سے نہ صرف یہ کہ ان نعتیہ شعروں میں قرآنی حوالے در آئے ہیں۔ بلکہ انہیں نعت کے معاصر نمونوں میں ایک علمی وقار عطا ہوا ہے۔

ان شعروں کے آخر میں حضور اکرمؐ سے وابستگی و محبت اور التجا و آرزو کا اظہار ملاحظہ ہو

چلے صنعتی سوں تیری بات پر — دو جگ میں اسے توں سرافراز کر

ترے پاس رہنے کی ہے آس اوس — رکھ اپنے کرم سوں ایس پاس اوس

کر اوس خاک توں یک نظر سوں کیمن — بحق چار یاراں حسین و حسن [۲]

قصۂ بے نظیر میں کئی مقامات پر رسول اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے حوالے آئے ہیں اور ذیلی موضوع کے طور پر نعت و منقبت کی گنجائش پیدا ہوئی ہے۔ صنعتی نے ایسے مقامات پر بھی مدح نگاری کے خوبصورت نمونے تخلیق کئے ہیں۔ قصہ میں ایک جگہ ایک نسائی کردار کی زبان سے نعت رسول اکرمؐ کے یہ شعر دیکھیے۔

کہ توریت ہے حق تعالیٰ کی بات — محمدؐ کی دیکھی ہوں اس میں صفات

محمدؐ نبی سرور سروراں — حبیب خدا ختم پیغمبراں

نبی سب ستارے ہیں او آفتاب — دو عالم کوں ہے ان سوں پر نور تاب

سکل انبیاؑ کے وہ سرتاج ہے — کہ جس کوں شرف حق کے معراج ہے

محمدؐ کوں ہے سب نبیاں پر شرف — اس امت کو سب امتاں پر شرف [۳]

اس نمونۂ نعت کا آخری شعر اس نعتیہ خیال کی توسیع ہے۔ جو ابتدائے مثنوی کے نعتیہ اشعار میں یوں آیا ہے

توں ایسا محمدؐ کوں بخشا شرف — کہ جاں سب نبیاں کا شرف ایک طرف [۴]

صنعتی کی نعت فکری و فنی محاسن کے سبب اپنے معاصر شاعروں کی نعت گوئی سے منفرد اور ممتاز ہے۔ ان کے اسلوب شعر میں سادگی و لطافت ہے اور تشبیہات و استعارات میں پاکیزگی ہے۔ تعداد و تاثر کے لحاظ سے صنعتی کے نعتیہ اشعار میں معاصر نعت نگاروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ شاعرانہ خصوصیات، روانی اور فنی اہتمام کا احساس ہوتا ہے۔ یہاں اردو کے قدیم کی نعت گوئی ایک نیا معیار قائم کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جو پہلے کی نعت گوئی سے ممتاز بھی ہے اور آئندہ دور کی روایت سے پیوست بھی۔

صنعتی کے ہاں یہ نیا معیار اور اسلوب نعت عربی فارسی الفاظ و تراکیب اور فارسی اسلوب کے بڑھتے ہوئے اثر سے پیدا ہوتا ہے مزید بر آں ان اشعار میں عربی فارسی الفاظ صحیح تلفظ کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں جبکہ اس عہد کے گزشتہ اردو کے ہاں اس صحت کا التزام نظر نہیں آتا

۱۔ ۲۔ قصۂ بے نظیر (مرتبہ عبدالقادر سروری) ص ۷ - ۱۲

۳۔ ۴۔ قصۂ بے نظیر (مرتبہ عبدالقادر سروری) ص ۸۲ ، ص ۳

علی عادل شاہ ثانی (م ۱۰۸۳ھ) جن کا تخلص شاہی تھا، بیجاپور کے آٹھویں فرمانروا تھے۔ انہوں نے مختلف اصناف سخن طبع آزمائی کی۔ انہوں نے قصیدے میں نعت کی روایت کو آگے بڑھایا۔ ان کے چھ قصائد ہیں اگرچہ نعت کا قصیدہ صرف ایک ہے مگر یہ نگاری کی ہلد خصوصیات کے سبب وہ قصیدہ ایک منفرد کیفیت اور حسن رکھتا ہے۔ ان کے ہاں شکوہ اور بلند آہنگی کے ساتھ یقانہ ہنرکار کا احساس ہوتا ہے۔ لطف تخیل اُن کے فن کی نمایاں خوبی ہے۔ ان کے دور میں اگرچہ فارسی اسلوب اور طرز احساس کا رنگ ب ہونا شروع ہوگیا تھا۔ مگر شاہی کے ہاں ہندوی اثرات اور مزاج واضح طور پر نظر آتا ہے۔ یہ رنگ اُن کے نعتیہ قصائد میں بھی ں ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے

ے محمد شاہ مرسل کا منگیا جب نعت کہنے میں ، مٹھائی یا کے من میرا یو مضمون چن کے لیایا ہے
محمد سا نہیں پیدا کیا کرتار ترجگ میں ، اوسی کے عشق تیں سو لسار ترجگ کا ہوایا ہے [1]

شاہی نے قصیدے کیلئے ایسی بحر کا انتخاب کیا ہے جس کے اندر موسیقی اور ترنم کا حُسن اور تاثر نمایاں ہے، وہ شعروں میں بھی انتخاب الفاظ اور قوافی کے ذریعے اس تاثر میں شدت پیدا کرتے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے

ے چنبیلی جو چمبیلی ہے ہتی نازک نویلی ، گلاں کی منت سیتی کر کھڑا مجلس میں ایا یا ہے

شاہی کی مثنوی 'خیبرنامہ' جو جناب علیؓ کی فتح خیبر کے واقعات پر مشتمل ہے۔ ۷۲ اشعار کی ہے۔ اس کے آغاز میں بھی حمد و منقبت کے درمیان نعت کے اشعار ملتے ہیں۔

طبعی جو بعض تذکروں میں طبیعی کے نام سے موسوم ہے۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ (م ۱۰۸۳ھ) اور ابوالحسن تانا شاہ (م ۱۱۱۱ھ) کے ہم عصر تھے۔ ان کی مثنوی 'بہرام و گل اندام' (سن تصنیف ۱۰۸۰ھ) میں نعت کے کچھ شعر ملتے ہیں۔ طبعی کے نعتیہ اشعار سادہ اور سلیس زبان میں ہیں۔ اور اُن کی بحر رواں ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے

ے محمد نبی توں خدا کا رسول ، یو پیغمبراں باغ ہی توں سو پھول
خدا نے کیا تجکوں اپنا حبیب ، یو منصب نہیں ہر کسی کو نصیب
سہاتا ہے مہر نبوت تجے ، یو دولت ہو ایسی عنایت تجے
نبیاں جگ میں یک لاکھ اسی ہزار ، یو ساری پیادی ہیں توں ہی سوار
ہوئے ہیں میرے ہاتھ تے کئی گناہ ، نہیں کوئی تج باج پشت و پناہ .....
کہ تیری شفاعت کے دھرنا امید ، قیامت میں طبعی کوں رکھ رو سفید [2]

طبعی تخلیقی صلاحیتوں کے مالک تھے ان کے نعتیہ اشعار اگرچہ مثنوی میں ایک ذیلی جز اور موضوع کے طور پر ئے ہیں۔ مگر ان میں رسمی اور تقلیدی کی بجائے شعری اور تخلیقی رنگ جھلکتا ہے۔

---

[1] کلیات شاہی (مرتبہ مبارز الدین رفعت) ۱۰۵
[2] اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۵۱ - ۱۵۲

نصرتی (م ١٠٨٥ھ) علی عادل شاہ ثانی کے دربار کے بہت نامور شاعر ہیں جنہیں "ملک الشعراء" کا خطاب ملا
را تھا. ان کی تصنیفات میں تین مثنویاں گلشنِ عشق، علی نامہ، تاریخ اسکندری اور ایک دیوان شامل ہے. جس میں
لیات و قصائد اور رباعیات وغیرہ ہیں۔ گلشنِ عشق مُلّا نصرتی کی پہلی تصنیف ہے. یہ مثنوی ١٠٦٨ھ میں لکھی گئی
رپنی خصوصیات اور محاسن کے اعتبار سے دکن کے شعری ادب میں ایک گراں قدر مقام کی حامل ہے. اس مثنوی کے آغاز
ں حمد، مناجات کے بعد نعت اور ذکرِ معراج کے ١٣٧ شعر[1] ملتے ہیں. اس مثنوی کی ایک امتیازی خصوصیت یہ
نصرتی نے ہر باب کا عنوان شعر میں لکھا ہے۔ جس سے اس باب کے مطالب کا خلاصہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ عنوان کے
شعار مثنوی سے مختلف مگر ایک ہی بحر اور قافیے میں ہیں۔ یوں اگر تمام اشعار کو یکجا کر لیا جائے تو ایک طرف پوری مثنو
خلاصہ سامنے آجاتا ہے اور دوسری طرف اُن کو ایک ساتھ پڑھنے سے ایک قصیدہ بن جاتا ہے. جس میں ایک اچھے قصیدہ
ن تمام خصوصیات نظر آتی ہیں

"گلشنِ عشق" میں نعت اور ذکرِ معراج کے عنوانات سے یہ شعر ملتے ہیں

ے یو نعت سرورِ عالم محمدؐ مصطفیٰؐ کا ہے      کھلایا گلشن ہستی اول جس نور کا پانی [2]

ے صفتِ معراج کی جس نس ترنگ چڑا وحبیبِ حق      پھر آیا لامکاں تک جا کرے لگ دم جنبانی [3]

ان عنوانات کے ذیل میں جو شعر ہیں ان میں پہلے ہم نعتیہ اشعار کا جائزہ لیتے ہیں. نصرتی کے ان اشعار میں حضورِ اکرمؐ
کے اوصاف و فضائل کو اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے متفرق اشعار ملاحظہ ہوں

ے زہے نامور سید المرسلین      کہ آخر ہے وے شافع المذنبین

..... عجب آفرینش کے دریا کا دُر      کہ جس نور تی بحرِ ہستی ہے پر

.... اتھا تب تو موجود تمکین میں      جب آدم اتھا ما، والطین میں

.... شرف دار ہوتے تی اس حد کوں پاڑ      بزرگی دھری جوں میٹھے پھل نی جھاڑ

حبیبِ احد تو نجہ رے مصطفیٰ      ترا ناؤں لینچ ہوئے دل صفا

..... زہے دین دنیا میں سرور ہے توں      توں محمود واں یہاں محمدؐ ہے توں

..... تیری شان سر تاج لولاک کا      تیرے بخت کوں تخت افلاک کا

کرن کا سورج چھتر تجھ لال ہے      عمود صبا ترے سر ڈھال ہے

تیرا نور ابجتے جو نکلیا دھواں      رہے چھپا کے دُنیا پہ نو آسماں

سدگتے جدا جیوں شرارے ہوئے      چندر سور ہور سب ستارے ہوئے [4]

ان اشعار میں نصرتی نے صفاتِ رسول اکرمؐ کے بیان کے ساتھ اگرچہ کہیں کہیں اپنے خلوص و عقیدت کا اظہار بھی کیا ہے. مگر نصرتی
کی نعت کا غالب اسلوب مدح و اوصافِ رسول کے تذکرہ ہی پر مشتمل ہے

---

1. گلشنِ عشق (مرتبہ مولوی عبدالحق) ص ١٠-١٧
2. ٣. گلشنِ عشق " ص ١٠ / ص ١٣
4. گلشنِ عشق " ص ١٠-١١

کے اوصاف کو نظم کا جامہ پہناتے ہوئے نصرتی کے ہاں فنکارانہ مہارت کا احساس ملتا ہے۔ ان اشعار کی ایک خوبی ان کا بہاؤ
سلسل ہے۔ نصرتی کے بیان میں جوش اور طوالت ہے اسی سبب ان اشعار کی ایک خاص فضا اور تاثر ہے ذیلی موضوع
یثیت سے بہت کم مثنویوں میں نعت کے اشعار اس بہاؤ اور کثرت سے ملتے ہیں جس طرح گلشن عشق میں۔
جہاں تک نصرتی کی نعت کے موضوعات کا تعلق ہے۔ حضور اکرمؐ کے اوصاف کے علاوہ۔ حضورؐ کی خلقت اور نور کا خاص بیان
ادناموں میں نظر آتا ہے اختصار (اور مثنوی میں گنجائش کی مناسبت) سے ہے نور محمدی کی آفرینش کے ساتھ احد اور
کے فرق کا وہ بیان بھی ملتا ہے، جو تصوف سے شغف رکھنے والے شاعروں کے ہاں نظر آتا ہے۔ نصرتی نے حضور اکرمؐ
معجزات کو بھی شاعرانہ انداز میں قلم بند کیا ہے۔ درج ذیل شعر دیکھیے

| | |
|---|---|
| ترا خاتم اے خاتم الانبیاؑ | رسالت کے فرماں پہ سکہ کیا |
| ہوا جلوہ گر تب نبوت کا تخت | چڑیا تس پہ جب توں شہ نیک بخت |
| .... تیرا معجزہ معجزیاں کے اوپر | کر اچھا گگن پر توں شق القمر [۱] |

ں حضورؐ کے معجزات و فیضان کا شاعرانہ بیان ہے۔ نصرتی کہتے ہیں کہ آپ کے ناخن مبارک کے خیال میں ہلال پورا چاند
ہے۔ آپؐ کی انگلیوں سے امرت کے دریا بہتے ہیں جمادات نے آپؐ کے سبب زبان پائی اور سوکھے شجر آپ کی نظر فیض سے
ہرے ہوئے۔ اور حیوانات نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی۔ کہکشاں آپؐ کی سواری کا رستہ ہے اور سورج آپؐ کے نور کا ایک شعلہ،
، نو افلاک کی حد ختم ہو جاتی ہے وہاں آپ کا مقام ہے۔ دوسرے طالبانِ دیدار کو خدا "لن ترانی" کا جواب دیتا ہے جب کہ آپؐ کو خدا
مہ التفات بخشتا ہے۔ نصرتی کی نعت کا یہ حصہ آپؐ کے (فیضان و) فضیلت کے بیان سے معمور ہے۔ یہاں نصرتی کی مہارتِ شعر اور زورِ سخن کا اندازہ
ہے۔ کہیں کہیں زبان کی قدامت کے سبب بعض الفاظ کی تفہیم میں فرہنگ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ مگر جہاں تک شاعرانہ پختگی، تشبیہ و
تعارات اور دوسرے شعری محاسن کا تعلق ہے اردو نعت کے دکنی دور میں نصرتی کے نعتیہ اشعار کا منفرد مقام ہے۔ یہ شعر دیکھیے

| | |
|---|---|
| قدم تی تیرے ناموور فرش ہے | شرف ناک تجھ گرد تی عرش ہے |
| تہیں حق سوں نت ہمزباں ہمکلام | تجھ قاب قوسین ادنیٰ مقام |
| .... جتے مرسلاں میں توا پروپ ہے | او طالب ہیں تو حق کا مطلوب ہے [۲] |

ی طرح نصرتی کے وہ اشعار جو ذکر و صفتِ معراج کے بارے میں ہیں اپنا ایک مخصوص رنگِ سخن، طرزِ ادا رکھتے ہیں۔ یہ اشعار
اد میں پہلے حصے سے زیادہ ہیں۔ اس میں چونکہ ایک واقعہ کا بیان ہے۔ لہٰذا فضا بندی اور منظر نگاری کی گنجائش بھی ہے جس میں
رتی کو کمال حاصل ہے۔ نصرتی نے معراج کی رات، آنحضرتؐ کی سواری، فلک پر ملائکہ کی تیاری، نزول رحمت حق، براق کی
رفتاری اور قطع افلاک کا بیان اور دوسرے مراحل و منازل کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ ان اشعار کو ایک مختصر سے "معراج نامے"
ے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مختلف افلاک سے گزرتے ہوئے حضور اکرمؐ کے قدوم میمنت لزوم سے کواکب و برج اور اجرام و افلاک
فیضیابی کا بیان خوبصورت شاعری کا نمونہ ہے۔ عرش پر حضورؐ کی آمد دیکھیے

| | |
|---|---|
| کرم تے کیا تخت رفرف سوار | گزرتے مقامات سوں کئی ہزار |
| لگیا تس انگے آسماں بروج | منازل تی تس چڑ کے کیتی عروج |

---

۲ گلشن عشق (مرتبہ مولوی عبدالحق) ص ۱۲ / ص ۱۳

جب آیا دیکھے عرش عالی انگے ——— چلن تس پہ نعلین اتارن منگے

کیا عرش درحال یوں التماس ——— کہ ہے اے حبیب خدا مجھ یو آس

جھنک گرد تجھ پگ کے نعلین کی ——— کہ ہوئے روشنی دل کی مجھ نین کی

رکھے تب نبی عرش عالی پہ پاؤں ——— چلے چھوڑ دے تس کے انگے کی ٹھاؤں [۱]

ں نامہ' نصرتی کی دوسری طویل مثنوی ہے جس کا سن تصنیف ۱۰۷۶ھ ہے۔ اس کے عنوانات بھی گلشن عشق کی طرح مثنوی کی بحر سے
ن بحر اور ایک ہی قافیہ میں ہیں، جس کی حمد کا پہلا شعر بھی ایک قصیدے کی طرح بحر و قافیہ کے آہنگ کو متعین کر دیتا ہے

حمد اول ہے خدا کا کہ جنے روز اول ——— دیا ہے ہمت مرداں کو جو توفیق سوں بل [۲]

ن عشق' کی طرح علی نامہ کا آغاز بھی حمد و مناجات سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد نعت اور ذکر معراج کے بارے میں اشعار
ان نعتیہ اشعار کی تعداد ۱۲۰ ہے۔ جن سے نصرتی کے زور بیان اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں

تمہیں اے شہنشاہ دنیا و دیں ——— شجاعت کی ہے [illegible] کا کرم [illegible]

شرف کوں دلیری کی تج سینہ صدر ——— دیا ہت پکڑ تیغ کوں توں تج قدر

تیرے کاج جس حق نے پیدا کیا ——— غذا کا شرف توں ہویدا کیا

تیرا دبدبہ سن کے خوش دھات کا ——— زمیں پر نہ پہارے قدم لات کا [۳]

ونکہ علی نامہ' علی عادل شاہ ثانی کے عہد کی منظوم تاریخ ہے اور اس میں جنگ و جدال اور مختلف معرکوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے
نصرتی نے موضوع مثنوی کی مناسبت سے علی نامہ کے نعتیہ اشعار میں بھی یہ التزام برقرار رکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
صفات میں شجاعت کو محوری حیثیت دی ہے۔

علی نامہ کی نعت کا آہنگ اور لب و لہجہ رزمیہ ہے۔ اس میں روانی۔ تیزی اور جوش کا انداز نمایاں ہے، شاہنامہ فردوسی کی بحر
سبب ان نعتیہ اشعار میں ایک چڑھتے ہوئے آہنگ کا احساس ملتا ہے۔ نصرتی کی رزم نگاری کے جوہر نے اردو نعت کو
نیا اسلوب دیا، جو بعد میں ان جنگ ناموں میں نمایاں ہے جو حضور اکرمؐ کے غزوات کے بارے میں لکھے گئے' علی نامہ
نعت میں زبان بھی گلشن عشق کی نسبت سے زیادہ صاف ہے

نصرتی نے رباعیاں بھی لکھی ہیں جن میں چند ایک کا تعلق حمد و نعت ہی سے ہے ' چرخیات نصرتی' کے نام سے نصرتی
ایک معراج نامہ [۵] بھی لکھا۔ عالم گجراتی بھی اس عہد کے شاعر ہیں ان پر گجری اردو کی روایت کا اثر غالب ہے۔
نہوں نے ۱۰۸۷ھ میں 'وفات نامہ' مرتب کیا۔ جنہیں اولین وفات ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ بقول جمیل جالبی
وفات نامہ اپنی قدامت کی وجہ سے اہم ہونے کے باوجود زبان و بیان کی سطح پر ایک تبرک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں ادبیت
نی بھی نہیں ہے جتنی اس دور کی دوسری تحریروں میں ملتی ہے۔ عالم نے لفظوں کو وزن میں لانے کیلئے بے وجہ بگاڑا ہے

---

[۱] گلشن عشق (مرتبہ مولوی عبدالحق) ص ۱۹ ——— [۲] علی نامہ (مرتبہ پروفیسر عبدالمجید صدیقی) ص ۱

[۳] علی نامہ (پروفیسر صدیقی) ایضاً ۲ ——— [۴] دیوان نصرتی (مرتبہ جمیل جالبی)

[۵] مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان۔ جلد اول ص ۲۸۱

…ھ ساتھ غیر مستند روایات کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے"۔ اس وفات نامے کا ایک قلمی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان …ب خانے میں ہے جس میں سے جالبی نے اس کا نمونہ کلام نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے

میمونہ کیاں تھے نبی — اُس دن اُن کی باری تھی
اوتھاں بن کوں نا سکھ آئے — عائشہ کے گھر جایا جانے
پوچھیاں اُس تی پھر پھر کر — کال میں رہو گا کس کے گھر
تب بیبیوں نیں پائی بات — سب راضی ہیو باتیں بات
بی بی کے گھر لیائے درحال — نبیؐ ہمارے ہوئے خوشحال
نبی کا دھکتا جو زور — پھر پھر سوتے پاسے موڑ
ایسی آئی تاپ پر تاپ — پاس بیٹھے ملا دے تاب
ابوسعید نے پوچھیا جانے — بہوت تپھی ہے نبی خدانے
چادر جو تم اوڑھی ہے — جانے آگ پر چھوڑی ہے
تم جو ہے گے رسولِ خدا — تم کوں ایسا دھکنا ہے کیا
فرمایا کہ بہوت بلا — انبیاؤں پر آئی سدا [1]

یہ اشعار " ذکر صعوبت مرض آں حضرت علیہ السلام " کے باب سے ہیں ۔ عالم گجراتی کے وفات نامہ کی نوعیت اس قسم کی …وم ہوتی ہے جیسی آج کل ہمارے دور میں میلاد کی ہے ۔ افسر صدیقی امروہی نے بھی اردوئے قدیم اور لغت گوئی کے …مون میں عالم کے وفات نامہ [2] کا ذکر کیا ہے اور نمونہ کلام میں تین ( نمونہ بالا سے مختلف ) شعر درج کئے ہیں

---

1. تاریخ ادب اردو (جمیل جالبی) جلد اول ص ۱۳۸
2. سیارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر) جلد دوم ص ۸۰ھ / سیرت پاک ص ۱۰۰

## دکنی دور کے معراج ناموں، میلاد ناموں، وفات ناموں کا جائزہ

اس دور میں نامہ کی ترکیب سے چھوٹی بڑی بیسیوں نظمیں اور بھی ملتی ہیں۔ جن کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیرت و سوانح کے مختلف پہلوؤں سے ہے۔ یہ نظمیں زیادہ تر چھوٹی بحر اور مثنوی کی ہیئت میں ہیں اور علمی ضروریات کے پیش نظر لکھی گئیں ان کا بڑا مقصد سامعین کو حضور اکرم کی سیرت سے روشناس کرانا نظر آتا ہے ان کی تصنیف میں حصول اشاعت و ثواب کا جذبہ بھی نمایاں ہے۔ بیشتر شاعروں نے ان منظومات کے آغاز یا اختتام میں اس خواہش اور جذبہ کا اظہار بھی کیا ہے نور نامے کا بنیادی موضوع ان احادیث و روایات پر مبنی ہوتا ہے جن میں یہ انکشاف کیا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نبی کریم کا نور پیدا کیا۔ مولود نامے (میلاد نامے یا تولد نامے) کا بنیادی موضوع حضور اکرمؐ کی ولادت مبارک کے واقعات کا بیان ہے اس میں ان برکات و معجزات کا ذکر بطور خاص کیا جاتا ہے جو اس دنیا میں آپؐ کے ظہور قدسی سے رونما ہوئے۔ وفات نامے میں آپ کی وفات مبارک کے حالات و واقعات کا بیان کیا جاتا ہے خصوصاً آپ کی وفات سے صحابہ کرام اور ازواج مطہرات پر جو اثرات ہوئے انہیں نظم بند کیا جاتا ہے بعض اوقات اسے (وفات نامہ کو) درد نامہ بھی کہا جاتا ہے۔ معراج نامے میں آپ کے واقعہ معراج کی تفصیلات کا بیان ہوتا ہے۔ معجزات نامے میں آپؐ کے متفرق معجزوں کا ذکر کیا جاتا ہے اس میں سامعین کی دلچسپی کیلئے ان معجزات سے متعلق روایات و واقعات کو بھی تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔ شمائل نامے آپ کے عادات و اطوار اور خصائل و شمائل سے عبارت ہوتے ہیں ان کا بڑا ماخذ و مرجع آپؐ کے شمائل پر لکھی گئی مشہور کتاب "شمائل ترمذی" ہے۔ آپ کی منظوم سیرت یا سیرت کی مثنویاں جو ان ناموں کے بعد وجود میں آئیں ایک اعتبار سے مذکورہ بالا اجزائے سیرت سے عبارت مثنویوں کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ ان میں نور محمدی، خلقت محمدی، ولادت رسول اکرم غزوات، معجزات اور دوسرے نمایاں واقعات سے لے کر آپ کی وفات مبارک تک کم و بیش سیرت کے سبھی ضروری پہلوؤں کا تذکار ہوتا۔ یہ نامے[1] (جن کا ذکر آگے آرہا ہے) منظوم سیرت کی ابتدائی شکلیں ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے زبان میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف و متفرق اجزا کے بیان میں مستند کتب سیرت سے رجوع کیا جانے لگا غیر معتبر روایات و واقعات کا ذکر کم ہوتا گیا۔ دراصل یہی معراج نامے وفات نامے اور معجزات نامے بعد میں مولانا محمد باقر آگاہ کی "ہشت بہشت" جیسی معتبر اور موثر منظوم سیرت رسول اکرم کی تخلیق کا سبب بنے۔

دکنی عہد میں تخلیق ہونے والے نور ناموں، میلاد ناموں، وفات ناموں، شمائل ناموں اور معجزات ناموں اور معراج ناموں کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ اس کی ایک سرسری فہرست جنوبی ہند کی نعت گوئی کے جائزہ کے عنوان سے اس باب کے آخر میں دی جا رہی ہے۔ یہاں ہم نمونے کے لئے چند مشہور معراج ناموں، معجزات ناموں، وفات نامہ اور شمائل ناموں کا ذکر کرتے ہیں۔

سید بلاقی کا معراج نامہ سیرت رسول اکرمؐ سے متعلق طویل منظومات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ معراج نامہ ۱۰۵۷ھ میں تیار ہوا۔ مختلف کتب خانوں میں اسکے نسخے محفوظ ہیں۔ ان نسخوں کی کثرت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ معراج نامہ اپنے دور میں بہت مقبول تھا۔ اور محفل میلاد کی معاشرتی و مذہبی ضرورت کے پیش نظر لکھا گیا تھا

---

1. نصیر الدین ہاشمی نے اپنے طویل مضمون "قدیم اردو (دکنی) میں سیرۃ النبیؐ کا ذخیرہ" میں ایسی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے ان تصانیف کا نمونۂ کلام بھی درج کیا ہے۔ یہ مضمون ان کی کتاب "دکنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین" میں (ص ۲۲) شامل ہے۔

اگر کوئی پڑھے گا تو اوسکوں ثواب   نہ اپنے میں آتا ہے اوسکا حساب ؎

کی بحر رواں ہے جسے مخصوص ترنم میں لے کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ بلاقی کا یہ معراج نامہ ایک صدی سے زیادہ عرصے تک مقبول رہا کر باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ) نے 'ہشت بہشت' میں اور شمیم کے مرید شاہ کمال (م ۱۱۸۲ھ) نے اپنے 'معراج نامہ' میں کا ذکر کیا ہے [۱]

متن سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاقی نے کسی فارسی 'معراج نامہ' کا ترجمہ کیا ہے کہتے ہیں

کہ معراج نامہ کے سنیو خبر   حکایت جو بولا ہوں میں مختصر ؎

کیا فارسی کو سو دکھنی غزل   کہ ہر عام ہور خاص سمجیں سگل [۲]

کی وجہ ہے کہ اس کی زبان تکلف و تصنع سے پاک ہے اور اظہار بیان صاف اور رواں ہے اس میں غیر مانوس مقامی الفاظ استعمال اس دور کے دوسرے معراج ناموں کی نسبت سے کم ہے۔ بلاقی کی سادگی اور قدرت بیان کے سبب یہ معراج نامہ سے زیادہ طبع زاد نظر آتا ہے۔

اس کا موضوع رسول اکرمؐ کی معراج ہے۔ جسے داستان کے پیرائے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ معراج ناموں کے کم و بیش سبھی معروف واقعات اور روایات کو بلاقی نے اپنی مثنوی میں قلمبند کیا ہے۔ مختلف آسمانوں کی سیر، جملہ انبیائے کرام سے حضور اکرمؐ کی ملاقات۔ بہشت اور دوزخ کے مشاہدات اور آپ کی خدا تعالےٰ سے ملاقات کا بیان خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ بلاقی نے فنی مہارت سے معراج نامہ کے ان مراحل سے گزرے ہیں۔ عوامی رنگ پیدا کرنے کیلئے بعض ایسی ضعیف روایات بھی بلاقی کے ہاں ملتی ہیں جو عوام میں مقبول و مروج تھیں اور اکثر میلاد ناموں، وفات ناموں اور معراج ناموں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ مرید شاہ کمال نے اپنے 'معراج نامہ' میں بلاقی کے ہاں ملنے والی غلط روایات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ بقول ہاشمی 'اس میں معراج کے واقعہ کو ایک افسانہ کی صورت میں لکھا گیا ہے جو افسانہ کی طرح صدق و کذب کا مرقع ہے' [۳]

نمونہ کلام ملاحظہ ہو ؎

کہ پہلے سما کے سو دربان کوں   کیا کھول بیگی سو دروازہ کوں

سو دربان بولا کہ توں کون ہے   کہ آیا آدمی رات کیا کام ہے

کہا میں جبرئیل کچھ کام تھا   گیا تھا زمین پر جو فرمان تھا

کہ دربان بولا وہ جا کون ہے   کہ محبوب حق کا نبی خاص ہے

کہا مرحبا بیگی در کھول کر   تجھے دیکھنے میں کھڑا منتظر

کہ اپرال ہے طبق کے ملک   دیکھے نور کا واں پڑا سب جھلک

کہ صلوات بولے دیکھے سلام   دئیے جواب اُن کو علیک السلام [۴]

---

۱۔ تاریخ ادب اردو (جالبی) جلد اول ص ۴۹۳

۲۔ تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۱۳۱

۳۔ دکھنی کے چند تحقیقی مضامین (نصیر الدین ہاشمی) ص ۲۳

۴۔ دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۹۷

نعت رسول اکرم کے چند شعر دیکھئے جن میں معراج سے مشرف ہونے کی کیفیت کا ذکر جھلکتا ہے

کہ معراج تم کو خدانت کرے ۔۔۔ فرشتیاں نے سن کر بھی کلمہ پڑے
خرش سوں گھڑا وہ مبارک بدن ۔۔۔ اسی خوب رونق کہ گل در چمن
سچی توں محمد تیرا ناؤں ہے ۔۔۔ دو عالم کے سر پہ ترا چھانوں ہے
توں ہی بادشاہی تجھ راج ہے ۔۔۔ دو عالم کی شاہا تمہیں سرتاج ہے [۱]

بلاقی نے اپنے معراج نامہ کا اختتام جن اشعار پر کیا ہے اس میں حضور اکرمؐ سے اپنی نسبت غلامی کا اظہار کرتے ہوئے اُن پر درود و سلام بھیجا ہے وہ شعر درج ذیل ہیں

جو سید بلاقی نبی کا غلام ۔۔۔ [illegible]
ہزاروں درود و ہزاروں سلام ۔۔۔ بحق محمد علیہ السلام [۲]

دوسرے شعر کو ایک ضرب المثل کی سی شہرت نصیب ہوئی اس بحر میں لکھی گئی سیرت نبوی سے متعلقہ کئی مثنویوں . میلاد ناموں، ... ناموں اور معراج ناموں کے اختتام میں یہ شعر نظر آتا ہے

'معظم' کا معراج نامہ بھی اسی زمانے کی یادگار ہے معظم علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کے عہد کے ایک صوفی اور ... شاعر تھے انہوں نے متعدد مثنویاں، چند قصیدے مخمس اور مسدس لکھے۔ ان کی غزلوں کا ایک دیوان بھی ہے۔ ان کے معراج نامہ ... زیادہ شہرت ملی۔ یہ معراج نامہ ۱۰۸۰ھ میں تصنیف ہوا 'معراج نامہ' میں واقعات معراج کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ معظم کے ... معراج نامے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے عنوانات بھی شعر میں لکھے گئے ہیں۔ یہ شعر ایک جداگانہ بحر اور ردیف قافیہ میں ... گئے ہیں یہ شعر نہ صرف یہ کہ عنوان ہے بلکہ عنوان کے ذیل میں مندرج مضامین کے خلاصے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان سب اشعار اگر یکجا کر دیا جائے تو آٹھ اشعار کی ایک الگ نعتیہ نظم بن جاتی ہے جس میں سارے 'معراج نامہ' کا خلاصہ آجاتا ہے ایک شعر ملاحظہ ہو ۔۔ گئے حق سے مقرب ہو جہاں قوسین سے نزدیک ۔۔۔ امت کے باب کا حق سو کئے ہیں عرض محشر کا [۳]

'معراج نامہ' سید بلاقی کے معراج نامہ کی بحر میں ہے جو اپنے بہاؤ کے سبب ہر دور کے مثنوی نگاروں میں پسندیدہ و مستعمل ... ہے اس کی زبان بہت صاف ہے بقول جالبی " اس دور میں زبان و بیان کا عام پیمانہ اتنا بدل جاتا ہے کہ یہ تیزی کے ... تقریبا پچیس سال کی زبان سے مختلف ہو جاتی ہے۔ اسی لئے معظم کے 'معراج نامہ' اور 'قلندر نامہ' [۴] کی زبان نسبتاً صاف ... معلوم ہوتی ہے" [۵] دو شعر ملاحظہ ہوں جن میں مثنوی کے سن تصنیف کا ذکر کیا گیا ہے

یہ نامہ جہاں میں ہوا جب تمام ۔۔۔ اگیارہ صدی میں اٹھے بہت کام
رجب کی ستاویس ہوا یہ تمام ۔۔۔ نبیؐ پر ہزاروں درود و سلام [۶]

---

۱ معراج نامہ بلاقی کتب خانہ ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن ص ۱۰ بحوالہ اردو میں نعتیہ شاعری (اشفاق) ص ۱۵۱
۲ دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۹۸ ۔۔ ۳ سیارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر) جلد دوم ص ۱۸۰ / سیرت پاک ص ۱۰
۴ قلندر نامہ معظم کی ایک اور مثنوی ہے جس میں قلندری کی اہمیت اور قلندر کی صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے
۵ تاریخ ادب اردو (جالبی) جلد اول ص ۱۹۵
۶ رسالہ نوائے ادب جلد ۴ شمارہ ۴ بمبئی ۱۹۵۳ -

معظم کی ایک اور مثنوی 'شجرۃ الاتقیا' ہے جس میں حضرت خواجہ گیسو دراز اور حضرت برہان الدین جانم کی مدح بیان
ہی ہے اس کے آغاز میں بھی حمد کے بعد اور منقبت جناب علیؓ سے پہلے مثنوی نگاری کی روایت کے مطابق معظم کے کچھ شعر
رسول اکرم میں ملتے ہیں۔

معظم کے معراج نامہ کی تصنیف کے کچھ عرصہ بعد ۱۰۸۹ھ میں احمد نے 'نور نامہ' لکھا جو ۵۳۰ ابیات پر مشتمل ہے۔ اس
ربھی بلاقی اور معظم کے معراج ناموں والی ہے۔ افسر صدیقی امروہی نے اپنے مضمون 'اردو کے قدیم اور نعت گوئی' میں اس
الہ اور حمد کے شعروں کا نمونہ دیا ہے ۲

نصیر الدین ہاشمی نے احمد کی ایک مثنوی 'مصیبت اہل بیت' کے اشعار کے نمونہ میں یہ دو نعتیہ شعر بھی درج کئے ہیں

سنو قصہ مصطفیٰ کا جو ہے سرور انبیا — جن کے واسطے پیدا ہوا دونوں عالم دین دنیا
حق کا ناؤں ہے عرش اوپر رحمت العالمین — اول ان کو پیدا کر کر بعد از کیا دنیا دین ۳

مختار کا 'معراج نامہ' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج پر لکھی گئی منظومات میں خاص اہمیت رکھتا ہے
ار سکندر عادل شاہ کے دور کے شاعر ہیں ان کا معراج نامہ تقریباً ۳۰ ہزار شعروں پر مشتمل ہے اور معراج ناموں کی
یت کے مطابق مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ اس کے بحر بھی اس انداز کی دوسری مثنویوں (بلاقی، معظم وغیرہ کے معراج نامہ)
ں ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۰۹۴ھ ہے۔ جس کی صراحت مختار نے ان اشعار میں کی ہے

لو معراج نامہ ہوا ہے تمام — سلام علیٰ روح خیر الانام
لو تھا سنہ ہجرت کا اس دن قرار — تھے گزرے نو و چار پر یک ہزار ۴

مختار نے معراج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آسمانوں کی سیر، خدا اور پیغمبروں سے حضور اکرمؐ کی گفتگو کا تذکرہ
ر عالم ملکوت کے مشاہدے کی کیفیت اور جنت و دوزخ کا احوال قلم بند کیا ہے۔ مختار کے تفصیل پسند ذہن نے معراج کے بارے
ں عوام و خواص میں مقبول مختلف روایات کو بیان کرتے وقت مختلف عنوانات قائم کئے ہیں۔ ڈاکٹر اشفاق نے
ب خانہ آصفیہ حیدرآباد کے قلمی نسخہ (نوشتہ ۱۱۷۲ھ) سے چند عنوانات کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں

"در بیان سبب معراج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
در بیان روایت دیگر سبب معراج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
در بیان روایت سوم سبب معراج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
در بیان روایت چہارم سبب معراج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
در بیان روایت پنجم سبب معراج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
فی معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پنج روائیت ست
بیان رفتن در آسمان اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم
در بیان دیدن عجائب ....
بیان رسیدن آسمان دوم و دیدن عجائب و غرائب آن" ۵

---

تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۴۸۹ ۲ سیارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر) جلد دوم ص ۴۸۰
۳ دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۹۰ ۴ ایضاً ص ۲۰۲ ۵ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۵۳

ختار نے ساتوں آسمانوں کی سیر اور عجائبات و مشاہدات کا ذکر کرتے ہوئے اسی طرح عنوانات قائم کئے ہیں۔ اردو کے
کی نعت گوئی میں یہ مثنوی پہلی تفصیلی مثنوی ہے جس میں معراج کے ذکر میں قسمت روایات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔
تار کے معراج نامہ کی ابتدا حمد سے ہوتی ہے حمد کے پہلے ہی شعر میں مختار نے اس امر کی نشاندہی کردی ہے کہ یہ مثنوی معراج
بیان میں ہے۔ کہتے ہیں ؎ کہوں حمد اول اوسی راج کا ۔۔۔ نبی کوں دیا تاج معراج کا [1]
حمد و نعت کے بعد مختار نے خلفائے راشدین کی مدح میں بھی شعر کہے ہیں اور صحابہ کرام کی آنحضورؐ سے عشق و محبت اور
مت و شیفتگی کو بیان کیا ہے۔ جناب علیؓ کی مدح میں شجاعت و سخاوت اور ولائت کا بیان نمایاں ہے۔ یوں مختار
ولایت کے حوالے سے حضرت غوث الاعظم اور اپنے پیر حضرت شیخ عبدالصمد کی مدح سرائی کی ہے۔ حمد خدا تعالےٰ سے
تک کے اجزا ایک نامیاتی وحدت میں مربوط نظر آتے ہیں اور مختار نے نہایت قرینے سے ان اجزا کو ایک رابطہ رشتہ اور
ت سے منسلک کیا ہے اس کے بعد معراج کا بیان ہے۔
معراج نامہ میں نعتیہ اشعار دو طرح کے ہیں ایک تو خالص مدح و اوصاف رسول کے شعر اور دوسرے وہ شعر جس میں
کے سفر کے مشاہدات کا بیان ہے۔

؎ عجب ویک محبوب ہے بے بدل ۔۔۔ محمدؐ شہہ انبیاءؑ از ازل
اس چار حرفاں کا ہے ناؤں آج ۔۔۔ رکھے اسکوں لولاک کا سر پر تاج
سو یک حرف کا میں کہوں یوں بیان ۔۔۔ کہ ہے میم محبوبیت کا نشان
سو حی ہے دلالت حمایت اُپر ۔۔۔ حمایت کی ساری شفاعت اُپر
سو میم دگر سب مدد کی خبر ۔۔۔ قیامت میں رہتا ہے امت اُپر
اہوں دال ہے اولشانی دوا ۔۔۔ جو ہے درد عصیاں کا او ہے شفا

ختار کے مذکورہ بالا نعتیہ اشعار میں خلوص و عقیدت کے ساتھ صنعت گری اور رعائت لفظی نمایاں ہے۔ اردو کی قدیم
گوئی میں یہ پہلا پیوستہ نمونہ ہے۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک 'محمدؐ' کے حروف (م ح م د)
ناسبت سے آپؐ کے اوصاف و خصائص اور مدح و ستائش کے الفاظ کی تلاش نظر آتی ہے بعد کو نعت سے شاعروں نے آپؐ کے
نام کی رعایت و مناسبت سے نعتیں کہیں اور صنعت گری کے کمال دکھائے
نور محمدی کے بیان میں بھی مختار کے درج ذیل نعتیہ اشعار پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں

؎ عجب نور نورؐ علی نورؐ ہے ۔۔۔ جہاں سب سمجھنے تی او دور ہے
سمجھنے منے او سماتا نیں ۔۔۔ زباں سوں کتے کوں او آتا نہیں
بیاں میں سو اسکو عیاں کیوں کروں ۔۔۔ حقیقت اسکی کا بیان کیوں کروں
بیاں کو نہیں ٹھار اس ٹھار میں ۔۔۔ نکو کھول اسرار بازار میں
ولے کھولنا کس کو آتا نہیں ۔۔۔ جو او پوچھنے میں سماتا نیں [2]

---

۲ معراج نامہ مختار بحوالہ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۵۴ / ص ۱۵۵

اکٹر جالبی مختار کے 'معراج نامہ' کی زبان کو معاصر شعرا (طبعی وغیرہ) کی مثنویوں کے پس منظر میں سراہتے ہوئے
ہیں کہ، "اس دور کی دوسری مثنویوں کی طرح اس کے زبان و بیان صاف اور بحیثیت مجموعی ریختہ کے رنگ روپ سے قریب
ہے۔ لسانی نقطۂ نظر سے اس مثنوی کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے زبان اور ذخیرہ الفاظ کی تبدیلیوں کو دریافت کیا جا سکتا ہے
ی زبان طبعی کی مثنوی سے بھی زیادہ صاف اور نکھری ستھری ہے۔ مثلاً یہ چند شعر دیکھئے

| | |
|---|---|
| ؎ چھٹے آسماں پر نبی جب چڑے | دیکھے واں عجائب تماشے بڑے |
| نبی جب چڑے ہیں اس آسمان پر | اتھا پردہ دار اسپہ کیتے لنگر |
| اوعائیل ہے ناٹوں اس کا مدام | کیتے عقے اُسے پردہ دار اس مقام |
| پیمبر کیئے ہیں تو اوس کوں سلام | ادب سوں علیکی دیا ہے تمام [۱] |

خر میں مختار کے آنحضرت سے محبت و شیفتگی اور التجا و التماس کا رنگ بھی ملاحظہ ہو

| | |
|---|---|
| ؎ محمدؐ پو مختار کوں کر فدا | تو ایمان اس کو اچپیگا سدا |
| یو معراج نامہ لکھا یادگار | نبیؐ کے کرم کا اسے ہے ادھار |
| جو کوئی یو سنے سو دیوے اس دعا | دعا کا رکھیا ہے اُنے مدعا [۲] |

رنے ۱۰۸۳ھ میں ایک 'مولود نامہ' بھی لکھا جس میں حضور اکرم کی ولادت کے حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ درود
فضیلت، نور محمدی، خلق و فضیلت عرب، معجزات اور شمائل وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ مختار کا 'مولود نامہ' اپنے زمانے میں
، مقبول ہوا یہ ایک مختصر سی مثنوی ہے جسے مجلسی ضروریات کے سبب رواں بحر اور آسان زبان میں لکھا گیا۔
یت مجموعی مختار نے اردو میں نعت کو روایت کر آگے بڑھایا اور اس میں اپنے 'معراج نامہ' اور 'مولود نامہ' سے یادگار اور
ں قدر اضافے کئے۔

فتاحی کا مولود نامہ مفید الیقین (۱۰۹۵ھ) مختار کے مولود نامہ کے ایک سال بعد لکھا گیا۔ یہ تقریباً ۲۷۰۰ اشعار پر
مل ہے اس میں بحر اور ترتیب واقعات کا انداز بھی مختار جیسا ہے۔ اس کی تصنیف بھی مجلسی ضروریات کے تحت ہوئی۔ اس کا
ذ ایسا ہے کہ اسے ترنم کے ساتھ مذہبی تقریبات (میلاد وغیرہ کی مجالس) میں پڑھا جا سکتا ہے اور اس کے شعر بہ آسانی
کئے جا سکتے ہیں۔ فتاحی نے موضوع کے بیان میں حضور اکرم کی ولادت مبارک سے متعلق مشہور و مقبول روایات کے ساتھ
دیث اور قرآن سے بھی مدد لی ہے۔ کہیں کہیں انہوں نے اپنے بیان کو دلچسپ بنانے کیلئے ضعیف اور غیر معتبر روایات
بھی سہارا لیا ہے جس سے موضوع کی ثقاہت مجروح ہوئی ہے اور مولود کے بیان کی حیثیت ایک قصے کی سی رہ گئی ہے
فتاحی نے عنوانات میں مختار کی تقلید کی ہے اور مختلف عنوانات کے تحت حضور اکرمؐ کی فضیلت، شرف
رگی، نور محمدی، خلقت محمدی اور معجزات کو بیان کیا ہے۔ اس کے عنوانات فارسی میں ہیں۔ چند ایک بطور
ونہ ملاحظہ ہوں "... در بیان دیباچہ کتاب مفید الیقین کہ معجزات و تولد نور و ذات حضرت خیر الانام محمد مصطفیٰ صلعم
در بیان آنکہ حق سبحانہ و تعالیٰ آدم را برصورت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ساخت
در بیان اول وحی و نزول جبرئیل علیہ السلام وغیرہ

---

۱ تاریخ ادب اردو (جالبی) جلد اول ص ۵۱۱ ۲ سیارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر) جلد دوم ص ۴۸۱

ڑ اشفاق نے مفید الیقین (مولود نامہ مشتاق) کے قلمی نسخہ مملوکہ کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد سے درج ذیل بطور نمونہ دیئے ہیں

یہ مولود ہے سرور انبیاءؐ — جونی کئی ہیں عالم تھے سور اصفیا
یو سن کان دھر ابتدا سوں بیاں — کہ دکھنی زباں سوں ہوا ہے عیاں
خدانے جو یک جھاڑ پیدا کیا — اس جھاڑ شاخاں ہویدا کیا
بڑا خالق ہے او سورت المتین — رکھیا جھاڑ کا نانو شجر الیقین
بزاں اجلے موتی کے سردی بہتر — رکھیا نور احمد کوں پیدا ش کر
دیا مور کا شکل اس نور کوں — ہوا خلق او جھاڑ اس نور کوں
کہ لغلی رکھے نور اس جھاڑ پر — سو تسبیح نت او کرے واں نکر
یو تسبیح کر سال ستر ہزار — یو مدت کا واں جب ہوا ہے شمار
بزاں آرسی یک شرم سے کیا — ایسے نور کے تب مقابل دیا
دیکھیا نور کا مصور اپنے کمال — بہوت خوب اپنا او دیکھیا جمال [1]

مف نبی میں بھی کچھ اشعار دیکھئے

جو کوئی مصطفےٰ کا صفت نت کرے — دو عالم کو اوپر شرف بی او دھرے
پورا وصف اُس کا کہاں سمجھ سکت — کہ سبحان جس کا کیا ہے صفت
سوا او ہاشمی البطحیٰ پاک ذات — محمدؐ قریش جو عالی جناب [2]

جی نے مثنوی کی ہیئت میں "معراج نامہ" بھی لکھا۔ جس میں حضور اکرمؐ کے معراج کا بیان ہے اس کا سن تصنیف ۱۰۹۵ھ ہے (اس مثنوی کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان میں بھی ہے) [3]

جی کا مولود نامہ اور معراج نامہ دکن کے صوفیہ کی تبلیغی روایت کا حصہ ہے۔ ان کا مقصد سیرت رسول کے حوالے سے ی عقائد کی تبلیغ اور فروغ ہے۔ اسی لئے یہ عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہیں۔ اگرچہ ان منظومات میں ادبی محاسن بہت ں مگر اردو کے قدیم نعتیہ نمونوں کے جائزہ کے لئے ان کا مطالعہ بہت اہم ہے۔

اردوئے قدیم کی نعت گوئی کا ایک اور ماخذ وہ معجزہ نامے ہیں جو دکن میں دسویں اور گیارھویں صدی ہجری مانے میں لکھے گئے۔ ان کی صورت مختصر نظموں کی ہے جو زیادہ تر قصیدہ اور ~~کچھ~~ مثنوی کی ہیئت میں ہیں ان کے ، تصنیف کی طرح ان میں سے اکثر کے مصنفین کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ محی الدین قادری زور نے تذکرہ اردو مخطوطات ں ایسے چند معجزہ ناموں کا سراغ لگایا ہے۔ جن کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

قصیدہ معجزہ — یہ تین اوراق کا ایک قصیدہ ہے گمان ہے کہ شاید جنونی گجراتی کا تصنیف کردہ ہے اس میں نعت کے یہ شعر دیکھئے

زباں کتی سکت نا ہی جو اس کے صفو نبی اوپر — جنے نوری نبیؐ کئے ایس کے نور سیں اظہر
او نہو کے نور سیں کئے ملائک جن سب حیواں — زمین نو آسماں کرسی عرش شمس و قمر اختر [4]

---

1. اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۴۰ 2. تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۱۳۹
اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۴۱ بحوالہ تذکرہ اردو مخطوطات (سید محی الدین زور) جلد اول ص ۲۲

قصیدہ معجزہ ــــ یہ پانچ اوراق اور ۷۲ اشعار پر مشتمل ایک اور قصیدہ جو ۱۱۰۲ھ کی تصنیف ہے جمی جنونی سے موسوم ہے اس میں مولانا روم کی مثنوی کے اس حصہ کا ترجمہ کیا گیا ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل کے مکالمے سے حضور اکرمؐ کے معجزات ظاہر کئے گئے ہیں اس میں شاعر نے اپنے نام، وطن اور سن تصنیف کے ساتھ اس امر کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ اس نے مولانا روم کے کلام کا ترجمہ ہندی میں اس لئے کیا ہے کہ عام لوگ اسے سمجھ سکیں۔ نمونے کے دو شعر دیکھئے

ــــ سب عاقلوں کے سدھ گئے ان کی صفت کہتے منیں　　لس میں جنونیس (جنونی) کیا کیوں کیا اسرا ہے اس اندر

جو فارس میں نہیں سمجھے اسے خوش دل ہو کر　　میں اس کو در ہندی زباں اس واسطے کہنے لگا [1]

باز و فاختہ ــــ ۷۰ اشعار کی یہ مثنوی حضور اکرمؐ کی سخاوت کے بیان میں ہے اس میں ایک قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام باز اور فاختہ کی شکل میں آپؐ کے پاس تشریف لائے۔ فاختہ نے آپؐ حضور فریاد کی یہ باز مجھے کھانا چاہتا ہے۔ آپؐ نے باز کو اس سے منع کیا تو باز نے کہا کہ اگر آپؐ مجھے اپنے رخسار مبارک کا گوشت دیں تو میں فاختہ کو چھوڑ دوں گا۔ اصحاب رسول اور اہل بیت نے اپنا گوشت پیش کیا مگر باز نے قبول نہ کیا۔ آخر جب آپؐ اپنا گوشت کاٹنے لگے تو باز نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حقیقت حال کی وضاحت کی کہ ہم فرشتے ہیں اور صرف آپؐ کی سخاوت آزمانے آئے ہیں۔ اس مثنوی کی زبان قدیم ہے اس لئے قیاس ہے کہ یہ قصہ سن ۱۱۰۰ھ سے قبل لکھا گیا۔ اس کے اختتامی اشعار ملاحظہ ہوں

ــــ چلے گئے فرشتے یہاں سے مگر　　کئے جا خدا کو یہ ساری خبر

الہٰی ہمیں کیا جو تعریف کرے　　کہ پیارے حبیب کی صفت کیا کرے

سخن صفت اوسکا سوا ثبات ہے　　کہ سب حال میں پاک اوذات ہے

ایسی کس زباں سوں جو تعریف ہم　　کہ دریا ہوا نور ہے در ہیم

ہزاروں درود اور ہزاروں سلام　　زباں پر محمد علیہ السلام [2]

قصہ ہرنی ــــ ۱۹ اشعار کی یہ نظم بھی سن ۱۱۰۰ھ سے قبل کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی حضور اکرمؐ کے ایک معجزے کا ذکر ہے کہ آپؐ کس طرح ایک ہرنی کے ضامن ہوئے تھے اور وہ وعدے کے مطابق واپس آئی۔ اس قصہ کے آغاز میں نعتیہ اشعار دیکھئے

ــــ پیدا کیا حق نے نبی ایسا نہ کوئی نبیوں منے　　دیتا بڑائی اُن کے تئیں نبیاں ستی محشر منے

سب انبیاں ہور اولیاں کر گئے ہیں دلمیں آرزو　　پاویں دو جگ میں ہم شرف ہوویں جو اس وقت منے [3]

اس قصہ میں آپ کی رحمت و شفقت اور فیوض و برکات کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے بیان کیا ہے کہ جنگلی جانور بھی آپؐ کے تابع فرمان رہیں۔ آپؐ نے سب کا دل کفر سے موڑ کر حق کے راستے پر لگایا ہے۔ اس کے آخر میں زندگی کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے لوگوں کو عبادت اور نیکی کی تلقین کی ہے

---

۱ ۲ ۳ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۶۱-۱۶۵ بحوالہ تذکرہ اردو مخطوطات (سید محی الدین زور) جلد اول ص ۲۲ / ص ۱۸۱ / ص ۲۶۶

اردوئے قدیم کے یہ معجزہ نامے اور حضور اکرمؐ کی سیرت کے بارے میں ایسے کئی اور منظوم قصے اپنا ایک مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ نعت پر ہندو معاشرت و تمدن اور دیومالا و مذہب کے اثرات کے ضمن میں تفصیل سے بتایا گیا تھا۔ ہندوستان میں حضور اکرمؐ کی سیرت و سوانح کا بیان بھی مقامی اثرات سے نہ بچ سکا اور یوں سیرت و نعت میں بعض ایسے اجزا و عناصر بھی داخل ہوگئے جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ آپؐ کے بارے میں لکھے گئے معجزہ نامے ان ایسی ہی غیر معتبر روایات سے عبارت ہیں جو ہمیں میلاد ناموں، معراج ناموں، اور وفات ناموں میں بھی بکثرت ملتی ہیں۔ ہندی دیومالا اور اصنام پرستی کے زیر اثر حضور اکرمؐ کے بارے میں بھی بعض خوق العادت اور غیر حقیقی واقعات قلم بند ہونا شروع ہوئے۔ اظہار بیان کے تمثیلی انداز نے انہیں مزید دلچسپ بنادیا اور یوں ایک ایسا سلسلہ چل نکلا جس کے اثرات بعد کے میلاد ناموں میں بھی بہ آسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ان معجزہ ناموں میں ملنے والے عناصر نعت تبلیغی نعت کے ذیل میں آتے ہیں۔ ان کا مقصد مقامی معاشرت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے معجز نما پہلوؤں اور عادات و خصائل سے روشناس کرانا تھا۔ ان کے لکھنے والوں کے یہاں کسی معیار تحقیق کی تلاش بے کار ہے۔ انہوں نے سیدھے سادھے انداز میں ان واقعات و روایات کو شعروں میں ڈھال دیا جو اس وقت عوام میں پسندیدہ و مقبول تھیں اور جنہیں عام لوگ زیادہ دلچسپی سے سنتے تھے۔ ان کی تصانیف میں حقیقت کے فقدان یا صحت واقعہ میں ضعف کے باوجود ان معجزہ ناموں اور منظوم قصوں میں حضور اکرمؐ سے وابستگی و محبت کا رنگ اور حسنِ ارادت و عقیدت کے مؤثر نمونے ملتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک کے موضوع پر لکھی جانے والی مثنویوں (جنہیں عام طور پر وفات نامہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے) میں وفات نامہ سرور کائنات (یاد) اور وفات نامہ سرور کائنات (امامی دکنی) زیادہ مشہور ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں موجود وفات نامہ کے اشعار کی تعداد ۲۳۵ ہے جب کہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد کا نسخہ ۲۳۲ اشعار پر مشتمل ہے اس کے مصنف کے حالات نہیں ملتے قیاس ہے کہ وہی بزرگ ہیں جنہیں شاہ محمد قادری دریا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی نسبت 'من لگن' کے مصنف محمود بحری کے والد سے بھی کی جاتی ہے۔ اس کا زمانہ تصنیف جیسا کہ مثنوی کے متن سے ظاہر ہوتا ہے ۱۱۱۱ھ ہے۔

اس مثنوی میں آنحضرتؐ کی وفات کا نقشہ بڑے دردانگیز انداز میں کھینچا گیا ہے۔ آخر میں دعائیہ شعر بھی اپنا ایک خاص اثر رکھتے ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو

| | |
|---|---|
| ہوئے جب مصطفےٰ ابیتاب اس وقات | دیکھی تب عائشہ سینے پہ دھر ہات |
| ہوا ہے فرض یہ حق کی رضا تے | نہیں چارا کسی کا اب قضا تے |
| بران تھا گرم پوچھے مصطفےٰ کوں | کہے پھر مصطفےٰ نی اس وفاسوں |
| صفر کی چاند میں زحمت ہمارا | ربیع الاول میں ہے رحلت ہمارا |
| یہ سن کر عائشہؓ نے آہ ماری | حرم رونی لگی یکدھرتے ساری[1] |

---

[1] دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۲۶۸ نے ادارہ ادبیات اردو میں اس وفات نامہ کے تین نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔

مثنوی کے آخر میں دعا کے یہ شعر بھی دیکھئے ۔

نبیؐ کی روح کی حرمت سوں یارب — کہ تایوں بخش میرے یو گناہ سب
نہیں میرے گناہاں کوں نہایت — طفیلی مصطفیٰؐ کرتوں عنایت
تیرے لطف و کرم سے کر مجھے پیار — نبیؐ تیرے قدم کا مجکوں ادھار
کرم تیرا تو در روز قیامت — توں دیوے گر نبیؐ مجکوں شفاعت ۱

دوسرا قابل ذکر وفات نامہ سرور کائنات ۱۱۲۰ھ میں لکھا گیا۔ اس کے مصنف اماکی دکنی ہیں۔ یہ وفات نامہ [پہلے] وفات نامے سے طویل ہے اور اس کے اشعار کی تعداد ۵۱۵ ہے اس میں اماکی نے اپنے مرشد (شاہ عبداللہ ہمشیرزادہ سید جلال) اور ان کے ماموں کی مدح کو حضور اکرمؐ کی نعت کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ جو منفرد حیثیت رکھتا ہے [کہتے] ہیں ۔

کہ ہیں دو نگینے سلیمان کے — مہر ہیں محمد کے زمان کے
دو حامی رسالت ولایت کے ہیں — دو ہادی حقیقت ہدایت کے ہیں
مرا تن میرے پیر کے تن منیں — میرے پیر کا تن محمد منیں
کہ حیدر سری کا ہے اس کا جمال — محمد کی خصلت ہے اس میں کمال ۲

وفات کے بیان میں یہ شعر دیکھئے ۔

محمد گئے کوچ جنت طرف — قیامت جہاں میں پڑی ہر طرف
جہاں کی عمارت کوں برباد کر — جنت کی عمارت کوں آباد کر

وفات نامہ کے اختتام پر سلام و صلوٰۃ کا نمونہ حسب ذیل ہے ۔

کہ صانع کی قدرت نبیؐ پر تمام — علیک الصلوٰۃ وعلیک السلام
ہزاروں درود و ہزاراں سلام — محمد اوپر آل یاراں تمام
ختم کر اماکی تو خیرالکلام — وصال محمد علیہ السلام ۳

"شمائل النبی" کے موضوع پر سب سے مشہور مثنوی عبدالحمید ترین کی ہے۔ مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ پشتو زبان سے [اس] کو دکھنی میں نظم کیا گیا ہے (پشتو میں اس کے مصنف اخوند درویزائی ہیں) اس مثنوی میں حضور اکرمؐ کے اخلاق و عادات [و] سراپا کو قلم بند کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا زمانہ تصنیف گیارھویں صدی کے اوائل کا ہے

نمونہ کلام حسب ذیل ہے ۔

کیا قصہ عبدالحمید ترین — شمائل نبی کا کہوں بہتریں
اخوند درویزائی جو پشتو نے — کہا ہے سو سنکتا ہوں میں بولنے
شمائل نبی کا منگو بولنے — کرپا کرم کا زباں کھولنے

---

۲ وفات نامہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ ص ۱۸۴ (بحوالہ اشفاق ۱۶۶ - ۱۶۷)

۳ وفات نامہ سرور کائنات مخطوطہ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد (بحوالہ اشفاق ص ۱۶۸)

قریب الفہم نظم دکھنی اچھے — ہر ایک کس کا دل اس کو سکھنے اچھے
محمدؐ کے اس سر مبارک اوپر — اتھے بال کیتے رکھو یاد کر
اتھے لاک بارہ او تیرا ہزار — دیگر تین صوتیس اندر شمار
دخوش شکل مرغوب بیور سبز تر — رکھی تھے نبیؐ کے سو سر کے اوپر [1]

شمائل نامہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم ظاہری کی صفات اور اُن خوبیوں کو منظوم کیا جاتا ہے جو احادیث کی کتابوں میں آپؐ کے حلیہ مبارک سے متعلقہ ابواب میں نظر آتی ہیں اردو شمائل ناموں کے اکثر مضامین "شمائل ترمذی" (ماخوذ) سے اخذ کی گئی احادیث پر مشتمل ہوتے ہیں۔ عبدالصمد ترین کا شمائل نامہ بھی انہیں مضامین سے عبارت ہے نمونہ کلام دیکھئے

الٰہی سچا توں ہے پروردگار — دونوں جگ میں قدرت ترا آشکار
سچا توں ہے صانع سچا توں رحیم — سچا توں ہے قادر سچا توں حکیم
سراؤں تجھے میں سدا یاد کر — محمدؐ کے گلے سے دلشاد کر
محمدؐ پہ پیغمبری کر ختم — کیا اُن پہ مہر نبوت کرم
شمائل نبی کا لگوں کھولنے — کیا قصد ~~کریا~~ کرم کر زباں کھولنے
کیا قصد عبدالصمد ترین — شمائل نبیؐ کا کیوں بہترین [2]

عبدالصمد ترین کے "شمائل نامہ" کا سن تصنیف صحیح طور پر تحقیق نہیں کیا جا سکتا مگر جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے زبان و بیان کے نمونے اور دوسری ثانوی شہادتوں کی روشنی میں یہ گیارھویں صدی کے اوائل کی تصنیف لگتا ہے۔ افسر امروہوی نے بھی اسے ۱۱۵۰ھ سے پہلے کی تصنیف قرار دیا ہے۔

ادارہ ادبیات اردو کے کتب خانہ میں اس مثنوی کا ایک نسخہ موجود ہے اسکے علاوہ سالار جنگ کے کتب خانہ میں کئی نسخے موجود ہیں۔ شمائل نبوی کے موضوع پر دوسری تصنیف عثمان کی ہے جو "شمائل محمدی" کے نام سے مشہور ہے بقول افسر امروہوی "عثمان" ترین سے مقدم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ترین کی زبان عثمان کے مقابلے میں زیادہ شستہ نظر آتی ہے۔ عثمان کے شمائل نامہ میں ۱۱۴۷ھ خاتمے پر وہ یہ کہتے ہیں

لکھا عثمان عاشق سیو شمائل — ہمیشہ کر رکھوں گل میں حمائل
محبت ہے رسول اللہ سوں مجکوں — اور اُن کی آل پاک باصفا سوں [3]

اس کے آغاز میں شمائل کی اہمیت اور اسکے بعد شمائل کا تذکرہ ہے جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں اس کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔ وفات نامہ کی ترکیب سے تصنیف ہونے والی مذکورہ بالا مثنویوں کے علاوہ بعض مذہبی قصص میں بھی نعت رسول اکرمؐ کے نمونے ملتے ہیں۔ ان میں صنعتی کے "قصہ بے نظیر" کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں یہاں قدرتی کے "قصص الانبیاء" کا ذکر کیا جاتا ہے

---

۱۔ دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۲۶۹ - ۳۷۰
۲۔ سیرت پاک ص ۱۰۳ / ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۔ [illegible]

قدرتی بھی اسی دور کے شاعر ہیں ان کی مثنوی "قصص الانبیاؑ" دس ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ جو ان کی قدر الکلامی کی شاہد ہے اس کے ۱۳۹۱ عنوانات ہیں۔ حمد و نعت و منقبت کے بعد آدم علیہ السلام سے آغاز ہو کر آنحضرت صلعم کے حالات تک بیان ہوا ہے۔ کتب خانہ آصفیہ کے مملوکہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اس میں حبشہ کی ہجرت تک کے واقعات درج ہیں۔ بقول نصیر الدین ہاشمی "ممکن ہے پوری مثنوی کے اور چند سو یا چند ہزار شعر ہوں۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آنحضرت کا پورا حال قلم بند کیا ہے یا نہیں[1]

"قصص الانبیاؑ" کی تصنیف کا زمانہ ۱۰۹۵ھ شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے نعتیہ اشعار میں شعری عنصر کم ہے۔ قدرتی کے ہاں آپؐ کی سیرت پاک کو سیدھے سادھے انداز میں منظوم کرنے کا رنگ غالب ہے۔ نمونہ نعت ملاحظہ ہو

خلیفہ ہے اس کا نبی مصطفےٰ | کیا جس کتیں والیل ہور والضحےٰ
کیا قدرتی قصہ نز ھلا | اچھی سب کوں معلوم یہ سلسلہ
کہ یک دن نبیؐ سر علی یوں کہے | دنیا دین کس وجہات پیدا اچھے
کہے یوں محمدؐ سنو یا علی | وہی ذات کا نور تھا اول
... جو آدم کوں حق آپ ظاہر کیا | اسی نور کے سات باہر کیا
الو کرے سب لپشت سیانی تمام | وہی نور ظاہر ہے دنیا میں نام[2]

بی بی خدیجہ کے عقد کا حال' کے ذیل میں قدرتی نے آنحضرتؐ اور بی بی خدیجہؓ کے عقد کو سادہ انداز میں منظوم کیا ہے اس میں حضورؐ کے چچا ابو طالب اور بی بی خدیجہؓ کی گفتگو کا بیان ہے۔ اس کے یہ شعر دیکھئے

محمدؐ کوں یاں تم بلا لیائے کر | کرو خواستداری میری آئے کر
نئیں مرد منج کوں کوئی محمدؐ بغیر | اس باج ممکن نہیں کار خیر[3]

جالبی قدرتی کی مثنوی پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں "اسے روانی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ قدرتی کو اظہار بیان پر قدرت حاصل تھی لیکن یہاں مثنوی کی روایت آگے نہیں بڑھتی"[4] کم و بیش یہی حال قدرتی کی نعت گوئی کا ہے انہوں نے نعتیہ سرمایہ میں کوئی شاعرانہ اضافہ تو نہیں کیا البتہ مثنوی میں نعت گوئی کی روایت کو برقرار رکھا بلکہ جزوی طور پر حضور اکرم کی سیرت پاک کے واقعات کو منظوم کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر لکھی گئی مثنویوں (ناموں) میں اجزائے نعت کی نشاندہی کے بعد اب ہم اردو شاعری کے پہلے معروف شاعر ولی دکنی اور اس کے بعد کی شاعری میں نعت گوئی کا تذکرہ لیتے ہیں۔

---

1. دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۲۰۳
2. اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۵۷ - ۱۵۸
3. دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۲۰۵
4. تاریخ ادب اردو (جالبی) ص ۵۱۳

## دوسرا دور ——— ولی دکنی اور اس کے بعد کی نعتیہ شاعری ———

ولی (م ۱۱۱۹ھ) جنہیں ایک زمانہ تک اردو شاعری کا بابا آدم شمار کیا جاتا رہا اردو شاعری کے معماروں میں سے ہیں۔ "ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شمالی ہندوستان کی زبان کو دکھنی ادب کی طویل روایت سے ملا کر دیا۔ ان تک آتے آتے دکھنی شاعری کی روایت تین سو سال سے بھی پرانی ہو چکی تھی۔ بقول حالبی ولی نے "فارسی ... رچاوٹ سے دکھنی شعروادب کی طویل روایت میں اتنی رنگا رنگ آوازیں شامل کر دیں اور امکانات کے اتنے سرے بھی دئیے کہ آئندہ دو سو سال تک اردو شاعری انہی امکانات کے ستاروں سے روشنی حاصل کرتی رہی۔ ولی کی شخصیت میں ... اور جنوب کی تہذیبوں کا امتزاج عمل میں آیا ....

.... اردو زبان و بیان کے اس نئے معیار کا آغاز ہوا جسے برسوں تک "ریختہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا رہا ... ہندوی، گجری، دکنی (یہ اردو زبان کے علاقائی معیاروں کے نام تھے اور دکنی اس کی آخری کڑی تھی) کی وہ نئی شکل تھی جس کے ساتھ اردو زبان و بیان کا علاقائی روپ ختم ہو گیا اور زبان نے ملک گیر سطح کا نیا معیار تلاش کر لیا ... اردوئے قدیم میں ایک نئی۔ نمایاں اور اہم تبدیلی نے اردو نعت کے خدوخال کو بھی متاثر کیا۔ جس طرح ولی کی ... جنوبی ہند اور شمالی ہند کی شعری روایات اور زبان و بیان کے اسالیب کے درمیان ایک واضح حد فاصل قائم کرتی نظر ... ہے۔ اسی طرح ولی کے نعتیہ اشعار اردو نعت کے ارتقائی سفر میں ایک نئی منزل کی نشاندہی کرتے محسوس ہوتے ہیں ... کا نعتیہ سرمایہ ان کی غزلوں، قصیدوں سے لے کر رباعیوں، مثنویوں، مخمس اور مستزاد پر مشتمل ہے جو ان کے ... رنگ (ریختہ) کی ترجمانی کرتا ہے۔

ولی کے کلیات میں نعت سے متعلق دو قصیدے ہیں، پہلے قصیدے میں "نعت" کی حیثیت ایک جز کی ہے یہ قصیدہ "حمد و نعت و منقبت و موعظت" ہے جب کہ دوسرا قصیدہ "در نعت حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم" ... عنوان سے ہے۔ پہلا قصیدہ ۱۲۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز حمد خدا تعالے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ولی نعت ... ہیں۔ نمونہ نعت ملاحظہ ہو

بعد حمد خدائے بے ہمتا — یاد کر نعت سید مرسل
جس کی ہمت کی ہے ترازو میں — دو جہاں مثل دانۂ خردل
اس کی مجلس میں آ ہوا ہے کھڑا — صف آخر میں جو ہر اول
گر ہو وہ آفتاب گرم عتاب — آسماں جائیں مثل موم پگھل
دیکھ اس کے جلال و عظمت کوں — بادشاہوں کا رنگ ہے دنگل
گر کرے بحر پر غضب کی نظر — ماہیاں جائیں جل کے بھیتر جل
اس فصاحت آگے دسے مجکوں — نطق سحباں عبارت مہمل
کاملاں سوں سنا ہوں یہ نکتہ — عشق اس کا ہے ہادی اکمل
نام اس کا ہے حرز پر موسن — یاد اس کی ہے دافع ہول

---

تاریخ ادب اردو (جالبی) جلد اول ص ۲۹ھ ـ ۵۳۰

دیکھ اس زلف و مکھ کوں بے جا ہے ۔۔۔ بحر اور بر میں عنبر و صندل

لعبد اُس آفتاب انور کے ۔۔۔ چار ہیں اہل علم و اہل عمل [۱]

...ں سے منقبت صحابہ کا مضمون شروع ہوجاتا ہے ۔ دوسرا قصیدہ جو مکمل نعتیہ قصیدہ ہے پہلے سے مختصر (۲۹ شعر کا) ہے
...لی کی نعت گوئی کے ضمن میں مرتبین نعت اکثر اسی قصیدے کا ذکر کرتے ہیں اس کا مطلع یہ ہے

عشق میں لازم ہے اول ذات کو فانی کرے ۔۔۔ ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے [۲]

یاد کے گلزار پر دو نین کر ابر بہار ۔۔۔ بیج کھا سینے میں دل کوں سبستانی کرے

مرتبہ خلت پناہی کا وہ پاوے گا جو کئی ۔۔۔ مثل اسمٰعیل اول جی کوں قربانی کرے [۳]

...ں قصیدے کی ابتدا میں عشق کی فضیلت اور تسلیم و رضا کے مرتبے کا بیان ہے ولی کہتے ہیں کہ عشق میں کمال حاصل کرنے
...لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس کی قربانی دے کر اپنا سب کچھ عشق کی راہ میں لٹا دے یعنی فنا فی العشق ہوجائے
...ں کے ساتھ ساتھ وہ حصول مقصد کے لئے خوشابہ نشانی کی ضرورت و اہمیت کا ذکر کرتے ہیں ۔ اس قصیدے کے کچھ شعر دیکھئے

زندگی پاوے ابد کی جگ میں وہ خضر وقت ۔۔۔ جو الیس کوں فدوئی محبوب سبحانی کرے

یا محمد دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں ۔۔۔ خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے ۔۔۔ بندگی میں آپ کو جیوں ماہ کنعانی کرے

زینواطائکم کا گر سنے داؤد ناؤں ۔۔۔ ہووے خوش دربار پر تیرے خوش الحانی کرے

نوح تجھ رحمت کی کشتی باج کہیں پاوے نہ تھاہ ۔۔۔ تجھ غضب کا گر سمندر جوش موجانی کرے

رتبہ عالی میں دیکھے حق نزیک اپنا کلام ۔۔۔ گر کلیم اللہ آ تیری ثنا خوانی کرے

حکمتاں کی سب کتاباں دھو سٹے یک بارگی ۔۔۔ گر فلاطوں تجھ دبستاں میں سبق خوانی کرے

تجھ قدم پر جو الیس کا سیس راکھے جیوں سورج ۔۔۔ وہ قیامت لگ الیس چہرے کوں نورانی کرے

عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں ۔۔۔ جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے [۴]

...س نعتیہ قصیدے میں اچھوتے خیالات ، شوکت الفاظ اور زور بیان کے اوصاف موجود ہیں ۔ اس کے ہر شعر میں کسی نہ کسی تلمیح یا
...ناسبت لفظی کا قرینہ ملتا ہے ۔ یہ ولی کا مخصوص انداز ہے کہ وہ شعر کے دونوں مصرعوں میں لفظی و معنوی مناسبت قائم کر کے
...ہ قاری پر ایک خوشگوار تاثر چھوڑتے ہیں اردو نعت کا یہ لب و لہجہ ولی سے پہلے ناپید تھا یہ اس پیروی فارسی کا اثر ہے
...ں میں ولی کی ساری شاعری رنگی ہوئی ہے ولی کے نعتیہ قصیدے کے زبان و بیان کی نمایاں خوبی ان کی تلمیحات ہیں جو ان
...ترسیل فکر کو ایجاز کا وصف عطا کرتی ہیں اور اظہار کو وقیع اور موثر رتبہ بخشتی ہیں ۔ زیر نظر قصیدے میں حضور اکرم ؐ
...فضیلت و بزرگی کا بیان (دوسرے انبیائے کرام کی خصوصیات کے حوالے سے) جس انداز میں ہوا ہے وہ اردو نعت میں ایک
...فرد حیثیت کا حامل ہے

---

۳ کلیات ولی (مرتبہ سید نور الحسن ہاشمی) ص ۳۰۲ / ص ۳۰۹

۴ کلیات ولی ص ۳۰۹ / ص ۳۱۱

ولی کی مثنویات جو ان کے کلیات میں ملتی ہیں صرف دو ہیں ( یہ دونوں مثنویاں چھوٹی بحر میں ہیں اور جیسا کہ ہم دونوں مثنوی
ضمن میں آگے چل کر ذکر کریں گے بعض محققین کے نزدیک ایک ہی مثنوی کے دو جز ہیں ) ان میں سے ایک کا موضوع حمد، نعت
مناجات ہے۔ اس مثنوی کا مطلع ہے۔

الٰہی دل اُپر دے عشق کا داغ | یقین کے نین میں سنت کمل ماز اغ

اس مثنوی میں نعت کے اشعار کا نمونہ دیکھئے

محمد وہ کہ جس کے حق میں لولاک | کہا ہے خالق اسلاک و افلاک
عجب گل زار ہے وہ مظہر گل | کہ ہے اس باغ کا خورشید اک گل
وہی ہے بے دلاں کا دل کتا باغ | وہی ہے عاشقاں کا مرہم داغ
اُسی کا ذکر ہے ایمان مومن | اسی کا یاد اطمینان مومن
وہی ہے باغ اقدس سرور دیں | کہ جس کے باغ کا رضواں ہے گل چیں
کھلا کونین میں وہ دین کا گل | دو جگ مشتاق اس کے مثل بلبل
دو عالم جسم ہے وہ جان عالم | نبیاں امرا وہی سلطان عالم
کیا حق اس رسول ارواح خاطر ..... | مرتب چار دیوار عناصر ؎۱

اس کے بعد دین و شریعت اور 'چار یار' کی منقبت کا بیان ہے
ولی کی دوسری مثنوی ' در تعریف شہر سورت ' کے عنوان سے ہے جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اس مثنوی کا موضوع شہر سورت
خوبیوں اور تعریف سے متعلق ہے۔ یہ مثنوی چونکہ پہلی مثنوی کی ہم وزن ہے۔ لہٰذا بعض مرتبین نے ولی کی دونوں مثنویوں کو یکجا
کیا ہے۔ کلیات ولی کے زیر نظر نسخے میں مضامین کی نوعیت کے سبب مرتب ( نور الحسن ہاشمی ) نے انہیں الگ الگ دو مثنویوں
طور پر درج کیا ہے لیکن مثنوی کی داخلی شہادت کی بنا پر اس امر کی نشاندہی بھی کردی ہے کہ یہ دونوں مثنویاں ضرور
اور مثنوی کے حصے ہیں۔ ؎۲
بہرحال ' در تعریف شہر سورت ' کو الگ مثنوی سمجھا جائے یا پہلی مثنوی کا حصہ اس کے آخر میں ہمیں نعت کے یہ دو شعر ملتے ہیں

مہرباں ہو کے اے ساقی کوثر | کرم سوں کشتی مے مجکوں دے بھر
الیس کے لطف سوں کردے عطا مے | جو اس لینے میں دریا کوں کروں طے ؎۳

ولی کی رباعیات میں ہمیں دو نعتیہ رباعیاں بھی مل جاتی ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے ساتھ اُن کی
ذات والاصفات سے اپنی محبت و شیفتگی کا بیان ہے۔ رباعیاں درج ذیل ہیں

اے خلق کے زیب و زین ! تجھ حال کوں دیکھ
اے حبّ حسن حسین ! تجھ حال کوں دیکھ
تجھ باج مجھے نہیں ہے دوجا جگ میں
شایستہ حشر تمیں ! تجھ حال کوں دیکھ

---

۱۔ ۳۔ کلیات ولی (سید نور الحسن ہاشمی) ص ۳۲۷ / ص ۳۲۶ / ص ۳۲۶

---

۲۔ کلیات ولی (سید نور الحسن ہاشمی) ص ۲۷۰ / ص ۲۷۰
۳۔ کلیات ولی ص ۲۷۳ / ص ۲۷۷ / ص ۲۷۹ / ص ۲۸۰ / ص ۲۸۷ / ص ۲۸۷
کلیات ولی (سید نور الحسن ہاشمی) ص ۲۸۸ یہ مخمس ولی نے اپنی ہی ایک غزل پر لکھی ہے غزل ص ۱۲۳ - ۱۲۲ پر درج ہے

ـــہ تجھ یاد کے تئیں روح سوں ہمدم کہتی
تجھ نام کے تئیں دافعِ ہر غم کہتی
تجھ تاج درجے کوں جو نہ دیکھی بہتر
تو خلق تجھے "سیدِ عالم" کہتی ۱؎

[اس]ی سے متصل رباعی (۲۲) جو ـــہ تجھ فیض سوں انکھیاں کوں مری نت ہے تری؟ کے مصرعے سے شروع ہوتی ہے کو بھی [نعت] کے ذیل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس میں ولی نے اگرچہ نفسِ مضمون کی نسبت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح نہیں [کیا] لیکن اس کی فضا اور بین السطور نعت کا رنگ جھلکتا ہے۔ دوسرا شعر ملاحظہ ہو

ـــہ از بس کہ ترا جمال سینے میں رکھا | پائی ہے مرے خیال نے دیدہ وری ۲؎

[و]لی کے مخمسات میں بھی نعتیہ عناصر ملتے ہیں۔ ایک مخمس کے درج ذیل بند دیکھئے

ـــہ تجھ نور کی بخشش ستی یہ سور ہور چندر ہوا | تیری زلف کی آس سوں بہ شک ہور عنبر ہوا
یک پل میں تیرا مرتبہ افلاک سوں برتر ہوا | پیا ہے محبّاں دیکھ کر تو ساقیٔ کوثر ہوا
فردوس سوں بھی بڑھ کے ہے یہ انجمن سب دن اچھو
یٰس و طٰہٰ والضحیٰ نازل ہوئے تجھ شان میں | واللیل ہور والشمس ہے تجھ زلف و مکھ کے دھیان میں
افلاک سب پیدا ہوئے لولاک کے احسان میں | تجھ یاد سوں راحت اچھو ہر مومناں کی جان میں
تیرے چرن کی خاک سوں روشن نین سب دن اچھو ۵؎

[ک]ائنات بند والا یہ مخمس، منقبتِ صحابہ کے بیان پر ختم ہوتا ہے آخری بند میں ولی نے چار یاروں کی تعریف کرتے ہوئے [ا]ن کی محبت و اطاعت کا مضمون باندھا ہے اور اُن سے روگردانی کو دونوں جہان کی ذلت و رسوائی سے تعبیر کیا ہے۔ اس مخمس کے علاوہ [ول]ی کے دوسرے کئی مخمسوں میں بھی نعتیہ مضامین کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ کہیں منقبت اور کہیں دوسرے موضوعات کے بیان [می]ں متعدد اشعار اور مصرعے ایسے نظر آتے ہیں جن میں حضور اکرمؐ سے وابستگی و عقیدت کا اظہار اور اُن کے اوصاف و مدح [کا] مضمون ملتا ہے۔ نمونے کے لئے ذیل کے مصرعے دیکھئے یہ ولی کے مختلف مخمسوں سے لئے گئے ہیں

بندہ ہوں صدق دل سوں نبی الکریم کا / حضرت نبی کے نور سیں سب جہاں نورانی ہوا / تیری معاونت میں ہیں نت مرتضیٰ علی / تو بے شک روح ہے جگ میں خلاصہ چار عنصر کا / دین محمدی سوں ہے دو جگ کی آبرو / خاک درگاہِ مصطفیٰ کی قسم ۳؎

اسی طرح ولی کی غزلوں میں بھی نعت کے متعدد شعر ملتے ہیں نمونے کیلئے کچھ مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں

ـــہ اسم اللہ دو میم احمد ہے | حق ستیں حق کوں حق نمایا یا
ـــہ خاکساری ہے حق آگے منظور | خاک درگاہ مصطفیٰ کی قسم
ـــہ ہم کو شفیع حشر وہ دیں پناہ بس ہے | شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے ۴؎

---

۲؎ کلیات ولی (سید نور الحسن ہاشمی) ص ۲۷۰ / ص ۲۷۰

۳؎ ۴؎ کلیات ولی ص ۲۷۳ / ص ۲۷۷ / ص ۲۷۹ / ص ۲۸۰ / ص ۲۸۷ / ص ۱۷۷

۵؎ کلیات ولی (سید نور الحسن ہاشمی) ص ۲۸۸ یہ مخمس ولی نے اپنی ہی ایک غزل پر لکھی ہے غزل ص ۱۴۳ - ۱۴۴ پر درج ہے

ولی نے شیخ سعدی کے مشہور نعتیہ قطعہ کی تضمین بھی کی۔ اردو نعت میں اس قطعہ کی سینکڑوں تضمینیں ملتی ہیں لیکن د
نمونوں میں ولی اردو کے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے اس کی تضمین کی

گئے رات معراج عرش اُپر　　　بلغ العلیٰ بکمالہ
کھلے پردے بھید کے سربسر　　　کشف الدجیٰ بجمالہ
ہوئی حق کی اُن پہ سو جب نظر　　　حسنت جمیع خصالہ
ہوا حکم حق محباں اُپر　　　صلّوا علیہ و آلہ [1]

ولی کی تضمین کا اسلوب بھی منفرد ہے انہوں نے مثلث، مربع یا مخمس میں تضمین نہیں کی بلکہ سعدی ہی کی بحر میں ا
التزام سے چار مصرعے کہے ہیں۔ ولی کا ہر مصرع سعدی کے متعلقہ مصرع کی تشریح نظر آتا ہے
مستزاد میں ولی کا یہ شعر بھی دیکھئے جو نعت سے متعلق ہے

جس گرد اُپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں　　　اے بار خدایا
اُس گرد کو میں کحل کروں دیدۂ جاں کا　　　صدیق ہوں سوں [2]

بہ حیثیت مجموعی ولی نے اردو ئے قدیم کی نعت گوئی میں قابل ذکر اضافے کئے ان کے کلیات میں مقدار و خوبی ہر دو لحاظ سے
نعتیہ عناصر اپنے ہم عصر شاعروں سے نمایاں ہیں۔ ان کے یہاں نعت کے بیان میں ہیئتوں کا جو تنوع (غزل، قصیدہ، مثنوی مخ
نظمیں، مستزاد وغیرہ) ملتا ہے وہ نہ صرف ان کے عصری شاعروں بلکہ کافی مدت تک بعد میں آنے والے شاعروں کے یہاں
نہیں ملتا۔ ہیئتی تنوع کے علاوہ ان کی نعت گوئی کی دوسری خوبی ان کی صاف زبان ہے جو اردو کو پہلے واضح معیار کا درجہ
عطا کرتی ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار کی زبان عربی و فارسی کے الفاظ سے مزین ہے۔ تراکیب و تشبیہات پر بھی فارسی اثرات نمایاں ہیں
کہیں کہیں قرآنی آیات اور احادیث کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام میں احترام و عقیدت کے جذبات کے ساتھ پاکیز
کی کیف آور فضا نظر آتی ہے۔ یہ مصفیٰ اور منزہ فضا اُن کی پوری شاعری پر چھائی ہوئی ہے۔ اسی سبب بعض محققین نعت
ان کی غزلوں میں نعت کی جھلک نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر طلحہ برق نے ولی کی نعت گوئی کا ذکر کرتے ہوئے جو اکلوتی مثال دی
وہ ولی کی غزل کے یہ شعر ہیں

آرزوئے چشمہ کوثر نہیں　　　تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا
کیا کہے تعریف دل ہے بے نظیر　　　حرف حرف اس مخزن اسرار کا
اے ولی ہونا سریجن پر نثار　　　مدعا ہے چشم گوہر بار کا [3]

قاضی محمود بحری (م ۱۱۳۰ھ) صوفیانہ شاعری میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری میں روحانیت کے اسرار نیز
اور عشق حقیقی کی باطنی صفات کا بیان نمایاں ہے۔ فلسفۂ وحدت الوجود اور تزکیہ نفس و اصلاح اخلاق ان کی مشہور مثنوی
"من لگن" کا موضوع ہے اس مثنوی کے علاوہ مختلف اصناف پر مشتمل اُن کا کلیات بھی اُن کی یادگار ہے۔ ان کی نعت
میں سے نعت کے یہ شعر دیکھئے

محمدؐ گر مدد ہوگا ہمارا　　　سکل دکھ درد رد ہوگا ہمارا
موحد کا صنما کھول محمود　　　او احمدؐ گر احد ہوگا ہمارا [4]

---

[1] [2] کلیات ولی ص ۲۴۲ / ص ۲۹۶　　[3] اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر طلحہ رضوی برق) ص ۳۷
[4] کلیات بحری (مرتبہ ڈاکٹر محمد حفیظ سید) ص ۱۲۷

نعت کے یہ شعر صنعت غیر منقوطہ میں ہیں ( حمد و نعت کے مضامین سے عبارت یہ پوری غزل غیر منقوطہ الفاظ پر مشتمل ہے ) ایسی
حالت میں کہ اردو زبان اور شاعری ہنوز عالم طفلی ہی میں تھی۔ غیر منقوطہ الفاظ کا التزام کرنا اور پھر اس مشکل صنعت میں نعت
کے شعر اپنا آسان کام نہیں تھا۔ اس پوری غزل کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بحری کو الفاظ اور زبان پر قدرت کامل حاصل ہے
یہاں مقطع میں انہوں نے اسی صنعت کو نبھانے کیلئے بحری کی جگہ اپنا نام محمود نظم کیا ہے ان کی دیگر غزلوں میں کہیں کہیں
نعت کا شعر آگیا ہے ملاحظہ کیجئے۔

کیا غم ہو عجم سب سل اگرچ سوں بھرے تو — مجھ سر او جو سلطانِ عربؐ ہے یا رب ! [۱]

میں گنہگار ہوں بڑا اے دوست — دوستی مصطفیٰ کے بخش نجات [۲]

جو دیکھے جا لگیا نسبت نبیؐ کے نور سوں میرا — رہے جل اوٹ کر آبس کے من میں آگ ہو پانی [۳]

"کلیات بحری" میں دو نظمیں ہیں جن میں حضور اکرمؐ کا حوالہ بھی ملتا ہے۔ پہلی نظم کے پہلے شعر کے ساتھ صحابہ کرام کا ذکر

تھا فکر اٹھے ستوں محمد مقبول — ہور جو اس کی ہے آل امجد مقبول
ہور اور اس کے جو یار ہیں برحق — سوا تج سوں نہیں جدا الحق [۴]

دوسری نظم کا یہ شعر دیکھئے

اوّل، آخر، ظاہر، باطن نبی محمد راز — جس نے پرگٹ ہوا جگت میں گنج خفی کا راز [۵]

"من لگن" بحری کی مشہور تصنیف ہے یہ مثنوی ۱۱۱۲ھ میں لکھی گئی اس کا موضوع تصوف ہے یہ الگ الگ ٹکڑوں پر
مشتمل ہے۔ مختلف عنوانات کے تحت حکایات و تماثیل میں صوفیانہ نکات اور احوال تمثیلی کئے گئے ہیں۔ زبان کی قدامت کے باوجود
اس کی خاص لے اور آہنگ پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔ اس میں پہلی دو فصلیں حمد اور توحید سے متعلق ہیں ان
فصلوں میں نعت کے شعر ملتے ہیں۔ ان کے عنوانات درج ذیل ہیں

"در نعت خواجہ کائنات محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام"

اور "در بیان معراج شفیع امت صلی اللہ علیہ وسلم"

بحری کے نعتیہ اشعار میں اور ذکر معراج میں بھی صوفیانہ مزاج کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ یہ شعر دیکھئے

ہے نام واحد نشان احمد — حرفی سو احد ہے یان احمد

سید محمد فراقی بیجاپوری (م ۱۱۵۵ھ) کے تفصیلی حالات نہیں ملتے البتہ شمالی ہند کے تذکرہ نویسوں حاتم اور میر حسن نے
ان کا ذکر کیا ہے۔ وہ ایک صوفی تھے "مراۃ الحشر" کے نام سے ان کی ایک ضخیم تصنیف کا ذکر مختلف تذکروں میں ملتا ہے۔
مثنوی کی ہیئت میں ہے اور اس میں حشر کے دن کے حالات کی تفصیلات کا بیان ہے۔ غزل کی ہیئت میں اُن کی ایک
نعت بھی ملتی ہے۔ جس کا نمونہ ملاحظہ کریں

---

۵ کلیات بحری (مرتبہ ڈاکٹر محمد حفیظ سید) ص ۱۴۹ / ص ۱۵۰ / ص ۱۹۱ / ص ۲۳۷ / ص ۲۳۹

مدینے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا
محمد کی گلی ہم تیر خنا ہوتا تو کیا ہوتا

عبث خوباں کی گلیوں میں عمر توں صرف کرے دل
مدینے کی زیارت کو گیا ہوتا تو کیا ہوتا

ارے مجنوں ہوا بدنام تو لیلیٰ کو دے کر دل
اگر میرے نبیؐ کو دل دیا ہوتا تو کیا ہوتا

ازل کی دین میں یا رب اگر مفلس بیکاری ہوں
نبیؐ کے آستانے کا گدا ہوتا تو کیا ہوتا

نظر ہے علم منطق ہور معانی میں فراقی کوں
اگر علم حدیث مصطفیٰ ہوتا تو کیا ہوتا !

احمد حسین خاں نظیر لدھیانوی اردو نعت گو شاعروں کے تذکرہ "تذکرہ عندلیبان رسول" [2] میں فراقی کی مذکورہ بالا نعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں " انہوں نے غزل کی شکل میں نعت کا آغاز کیا ۔ اسے اردو زبان کی پہلی نعت کہا جا سکتا ہے " [3] مگر یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ نعت بہت بعد کی بات ہے جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں دیکھ آئے ہیں اردو نعت فراقی تک پہنچنے سے پہلے مثنوی، قصیدہ، رباعی اور غزل وغیرہ مختلف ہیئتوں میں کئی شعرا کے ہاں ملتی ہے

اس دور میں غزل (اور قصیدہ) کی ہیئت میں دو اور شاعروں کا ذکر بھی ملتا ہے ایک ندوی خاں مذوق اور دوسرے سید شریف مفتون ۔ افسر صدیقی امروہوی نے اپنے مضمون " اردوئے قدیم اور نعت گوئی " میں ان شاعروں کے ضمن میں لکھتے ہیں ندوی ولی کے متبع اور غالباً مجزی تخلص کے کسی شاعر کے شاگرد تھے۔ ان کا دیوان (مخطوطہ) جو تقریباً ۱۱۵۰ھ کی تصنیف " ادارہ ادبیات اردو " (حیدر آباد) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ دیوان شروع کرنے سے قبل انہوں نے ۱۷ شعروں کا ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں حمد و نعت و منقبت سب کچھ ہے۔ ابتدائی دو شعر ملاحظہ فرمایئے

ایزد کے نام پاک سوں میں ابتدا کیا
اور از ثنا و نعت رسول خدا کیا

ہے خاتم نبوت و سرتاج مرسلاں
اس نانوں پہ سوں جیو الپن کا فدا کیا

مفتون کا نام محمد شریف تھا وہ اورنگ آباد کے تھے مگر آخر عمر میں حیدر آباد منتقل ہو گئے اور نصرت جنگ (۱۱۹۶ھ تا ۱۲۱۰) کے متوسلین میں شامل تھے مفتون کا دیوان قلمی موجود ہے۔ اس دیوان میں نعت کے تین قصیدے ہیں۔ پہلے قصیدے میں ۹۷ اشعار ہیں اس کا مطلع ہے

ہر رنگ سبز سراسر ہو جس میں غزلائی
تمیز ہو سکے کیا اس کا اول و ثانی

دوسرے قصیدے میں ۵۷ اشعار ہیں مطلع ہے

اے عشق اب مجھے تو گل زعفراں سمجھ
اور دل کے تئیں مرے درد ارغواں سمجھ

تیسرے قصیدے میں ۴۲ اشعار ہیں مطلع ملاحظہ ہو

دل ہمارے کو نہیں جوش تمنا و غنی
خوب نشیں ہم سے فلک کا دشمن ہمتا و غنی

یہ دیوان ۱۱۹۷ھ کی تصنیف ہے اور " ذوق " کے تخرجہ کے ساتھ " منظور " سے اس کی تاریخ نکلتی ہے [1]

---

1. دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۲۹۱ - ۲۹۲
2. نظیر لدھیانوی کا یہ طویل مضمون ماہنامہ " شام و سحر " لاہور کے نعت نمبر (جنوری فروری ۱۹۸۱) میں ص ۲۵ - ۱۲۷ پر ہے
3. شام و سحر نعت نمبر (جنوری فروری ۱۹۸۱) ص ۲۷    1. سیرت پاک ص ۱۰۵

سراج اورنگ آبادی (م ۱۱۷۷ھ) کے کلیات میں دوسری اصناف کے ساتھ نعت کے اشعار بھی نظر آتے ہیں۔ ان کا
...ج صوفیانہ تھا۔ اس کے اثرات اُن کے کلام پر بھی پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری پر ایک کیف و مستی کا رنگ چھایا ہوا ہے
...ن غزلوں سے ایک طرف تو مجالس سماع میں صوفیوں کو روحانی غذا ملتی تھی۔ دوسری طرف اہل ذوق کے لئے لطف و مسرت
...سامان ہوتا۔ سراج کے کلیات میں غزلیں، مثنویاں، مخمس، ترجیع بند اور رباعیات وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے ہاں
...، منقبت اور مناجات ہیں اور کہیں کہیں غزلوں میں نعت کے شعر ملتے ہیں جو سلاست، روانی اور بیان کی دلکشی کے
...ب اور تشبیہات و استعارات کی کے باعث اپنا ایک منفرد حسن اور تاثیر رکھتے ہیں۔ نمونہ نعت درج ذیل ہے

رسولِ خدا سیّدِ مرسلیں — قیامت کے دن شافع المذنبیں
نبوت کی مسند کا ہے جانشیں — کیا جس کی تعظیم روح الامیں
عجب روزِ محشر کا سردار ہے — صفِ اصفیا میں وہ سالار ہے
جگت میں رولے سلطنت ہے مدام — جماعت میں ہے انبیاؑ کی امام
رہِ شرع کا ہادیٔ مستقیم — شریعت کے دریا کا درِ یتیم
حبیبِ خدا والیٔ روزگار — دو عالم کی اقلیم کا تاجدار
شہ انس و جاں سب کا مقبول ہے — نبوت کے گلزار کا پھول ہے
کہ جس واسطے خلق پیدا کیا — زمیں آسماں سب ہویدا کیا
کہا حق نے لولاک جس شان میں — شہنشاہ ہے ملکِ عرفان میں
سرا گمرہوں کا وہی رہنما — ہے خیرالوریٰ احمدِ مجتبیٰ
عجب ذات مقبولِ کونین ہے — کہ کونین کا قرۃ العین ہے [1]

سراج نے مختلف تشبیہات اور اسمائے رسول کے حوالے سے حضورِ اکرمؐ کی صفات اور فضیلت کو جس طرح واضح کیا ہے
اُس سے اُن کی آنحضرتؐ سے وابستگی و شیفتگی کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ ان کی غزل میں نعت کے شعر ملاحظہ ہوں

جو دل میں غلامِ احمدی ہے — حق میں اُسے فیضِ سرمدی ہے
محشر میں سراج کیا مجھے خوف — ایمان مرا محمدی ہے [2]

اور ایک جگہ احد کی مدح میں احمد کا حوالہ دیکھئے۔ ان کی یہ نعت حمد و نعت کے مضامین کا خوبصورت امتزاج ہے

تو احد ہے نام تیرا احمدِ بے میم ہے — زیب پایا نج صفت سوں ہر ورق قرآن کا

اسی غزل میں نعت کے درج ذیل شعر ملاحظہ کیجئے

یا محمدؐ تجھ کرم سیں ہوں سدا امیدوار — حلوۂ ایمان دے اور مجھ کو ایمان کا
کر سراسر شوق میں بے ہوش تجھ کو یا حبیبؐ — دے مجھے بھر کر پیالہ نشۂ عرفان کا [3]

---

۱۔ مثنویاتِ سراج (مرتبہ پروفیسر عبدالقادر سروری) ص ۱۲۸
۲، ۳۔ غزلیاتِ سراج (مرتبہ پروفیسر عبدالقادر سروری) ص ۵۲۹ /

سراج کے کلام میں ایک قصیدہ بھی ملتا ہے جو خاص ان کے متصوفانہ رنگ میں ہے اس پر افسانویت کی فضا طاری ہے
آہ کے ذریعے اپنے محبوب کی تفصیلات سرور کائنات تک پہنچاتے ہیں۔ قصیدے کا آخری شعر یہ ہے

سوا ہے حرم غم میں سراج بے پروا — لگا ہے ہات اسے دامن رسول کریم

سیرتی مثنویوں میں ولی ویلوری کی تصنیف "روضۃ الانوار" قابل ذکر ہے۔ یہ مثنوی ۱۱۵۹ھ میں مرتب ہوئی میر ولی مبارز
ولی ویلوری کی زیادہ تر تصانیف روضۃ الشہدا، روضۃ العقبیٰ اور دعائے عالم وغیرہ کی طرح روضۃ الانوار بھی مذہبی موضوع
سے متعلق ہے۔ اس کا موضوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اس مثنوی کے ۲۲۷۰ شعر ہیں۔ جنہیں مختلف
عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ عنوانات کی طویل فہرست سے چند نمایاں عنوان درج ذیل ہیں

ذکر نور نبی۔ واقعات در مدت حمل۔ ذکر ولادت۔ شیر خوردن، سفر شام۔ خواستگاری خدیجہ۔ ابتدائے وحی۔ اسلام حمزہ
ہجرت۔ وفات بی بی خدیجہ۔ معراج، ذکر معجزات، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ احزاب، جنگ بنی قریظہ، جنگ شوال
رشک عائشہ۔ فتح خیبر۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ فتح طائف۔ حج الوداع وغیرہم

اس صراحت سے مثنوی کے اندراجات کا علم ہو سکتا ہے جیسا کہ ہم دکنی مولود ناموں، وفات ناموں اور معراج ناموں وغیرہ میں
دیکھتے ہیں۔ ان میں حضور اکرمؐ کی سیرت کے اجزا اور چند پہلوؤں کا بیان ہے مگر "روضۃ الانوار" میں حضورؐ کی سیرت کے
کم و بیش تمام پہلوؤں اور احوال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ولی ویلوری کے ماخذات احادیث اور کتب
مغازی ہیں لیکن جیسا کہ باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ) نے اپنی منظوم سیرت "ہشت بہشت" کے ضمن میں اس امر کی صراحت
ولی کے ہاں غیر معتبر روایات بھی جگہ پا گئی ہیں۔ خصوصاً معجزات رسول کے ضمن میں کئی غیر مستند واقعات ملتے ہیں۔ اس کی
وجہ ماحول اور مقامی اثرات ہیں۔ اس زمانے میں قصے کہانیوں کا زیادہ رواج تھا اس لئے اس قسم کے واقعات کو لوگ دلچسپی سے
سنتے تھے۔ ولی کا موضوع مذہبی ہے مگر ان کا کلام شاعرانہ خصوصیات سے خالی نہیں۔ مذہبی موضوعات کے بیان میں
شاعرانہ لطافتوں کو برقرار رکھنا بجائے خود ایک فن ہے۔ اور اس میں ولی ایک مخصوص مقام رکھتے ہیں۔ "روضۃ الانوار" کا
درج ذیل نمونہ ملاحظہ ہو جو معراج سے متعلق ہے۔

| | |
|---|---|
| کئے یو نقل حضرت عمر خطاب | ہوا معراج کا جس دن خوشی باب |
| کیا حضرت رسول اللہ سوں یوں سوال | نہانی راز کا کچھ کرو تمال |
| سو فرمائے کہ امت کا شکایت | کیا منجاب یوں دو رب عزت |
| کہ عصیاں در رہیں سب مل بہ خلوت | کریں دوانجمن میانی اطاعت |
| ولے میں پردہ پوشی ہیں ہیوں ستار | ہیوں دائم بخشش رحمت سوں غفار |
| علی مرتضیٰ رضہ سوں ہے یہ منقول | سخن راز نہانی کا یو مدلول |
| گنہ کرتے تھے امتیاں نے ہمیشہ | عذاباں ترت ان پر تھے سو تیس |
| کہ بعضے غرق ہو در آب طوفاں | ہو کتے آب رو جنیل غرقاں |
| کیتاں کوں صیحہ جبرئیل سوں مار | ہوا بعضاں اوپر باران سنگسار |
| کیتے غرق زمیں میں مثل قارون | چلے جاتے اچھوں تحت الثریٰ کوں[1] |

---

[1] دکن کے چند تحقیقی مضامین، ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی، ص ۲۸-۲۹

کیتاں کے تیں سو مسخ صورتاں کر — ہوئے تلپٹ کئے از باد صرصر
کیتاں کوں بھیس سمیت اکٹھا کو مارے — جہنم کے لئے دو باٹ سارے
ولیکن تجہ امت کوں یا محمدؐ — بدی ان کی کوں کرنے کی ستی رو
تری امت ہیں مجھ کوں بہت پیاری — غضب ہور قہر سوں یوہیں کناری [1]

بعض ضعیف روایات اور غیر مستند واقعات کے باوجود ولی ویلوری کی 'روضۃ الانوار' اردو کی اولین منظوم سیرتوں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اس حوالے سے اردو نعت کے ذیل میں اس کا تذکرہ و مطالعہ خصوصی توجہ کا [حا]مل ہے۔ ولی نے معجزات کے بیان میں تفصیل سے کام لیا ہے۔ ذکر معجزات کے بیان میں انہوں نے حضور اکرمؐ کے چالیس معجزات کا ذکر کیا ہے۔

نوازش علی شیدا کی معروف مثنوی 'اعجاز احمدی' کا موضوع بھی حضور اکرم کی سیرت پاک ہے۔ یہ مثنوی ۱۱۸۸ھ [تصن]یف ہے اور ضخامت کے اعتبار سے شیدا کی دوسری مثنویوں 'روضۃ الاطہار' اور 'گلشن ایمان' وغیرہ سے ضخیم ہے۔ چار جلدوں پر [مش]تمل 'اعجاز احمدی' کے اشعار کی تعداد انیس ہزار کے قریب ہے۔ شیدا نے بھی ولی ویلوروی کی طرح آنحضرتؐ کی سیرت کے بیان [کے] لئے مختلف عنوان قائم کئے ہیں۔ مثلاً آغاز داستاں در کیفیت ظہور محمدی ـــ در بیان معجزا لے کہ در ایام حمل بوقوع آمدہ و رحلت [حضرت] عبداللہؓ ـــ در بیان طلوع خورشید رسالت ـ احوال رضاعت حضرت خیر البشر ـ در بیان شق صدر آں والا قدر ـ [د]ر بیان احوال سال ششم تا دواز دہم از ولایت با سعادت آں والا نسب ـ احوال سال ہفتم و ہشتم مشتمل بر وفات عبدالمطلب [و]غیرہ وغیرہ ـــ عنوانات و مضامین سیرت کا یہ سلسلہ اسی طرح آخر تک چلتا ہے۔ چوتھی جلد میں آپ کی وفات مبارک کے [بع]د کے واقعات کے ساتھ آپ کے معجزات اور فضائل صلوات کے بیان پر اس مثنوی کا اختتام ہوتا ہے

'اعجاز احمدی' کی نمایاں خوبی شیدا کا حسن ترتیب ہے۔ سیرت طیبہ کے وسیع موضوع کو شیدا نے چار حصوں میں اس [طر]ح تقسیم کیا ہے کہ حضور اکرم کی زندگی کے نمایاں واقعات اور اہم تاریخی ادوار الگ الگ حصوں میں وضاحت سے قلمبند ہو گئے ہیں [ح]صہ اول میں نور محمدی سے آغاز کر کے چالیس سال کی عمر تک کے حالات نظم کئے ہیں۔ وحی اولیٰ تک کے تمام اہم واقعات ا[س ح]صہ میں آ گئے ہیں۔ دوسری جلد میں بعثت سے ہجرت (یعنی مکی زندگی) کے حالات ہیں تیسری میں ہجرت سے وفات کے کوائف او[ر چ]وتھی جلد میں معجزات اور فضائل صلوات وغیرہ کا ذکر ہے۔ چاروں جلدوں کی ابیات آغاز یہ ہیں

پہلی جلد ـــ اول حمدِ مولا میں کھولوں زباں — کہ تا ہووے سرسبز میرا بیاں
دوسری جلد ـــ الٰہی میرے دل کو پُر نور کر — محبت ستی اپنی معمور کر
تیسری جلد ـــ الٰہی تو کر فضل کا فتح باب — مجھے میرے مطلب سے کر کامیاب
چوتھی جلد ـــ الٰہی ترا نام ہے گا مجیب — محبت نبی کی مرے کر نصیب [2]

'اعجاز احمدی' کے آغاز میں شیدا نے وجہ تالیف مثنوی میں جو اشعار لکھے ہیں ان ہی سے وابستگی رسول اکرم کا اظہار ہوتا ہے۔ ابتدائی شعروں سے اُن کی نعت گوئی سے شغف کا پتہ چلتا ہے۔ لکھتے ہیں

ـــ بہوت نعت کے توں قصاید کیا — معطر دماغ سخن کوں رکھا
توں کر مثنوی معجزوں کی تمام — رکھا گلشن ایمان کر اس کا نام [3]

---

۱۔ دکھنی کے چند تحقیقی مضامین (ملحقہ) ص ۲۸ ـ ۲۹
۲۔ سیرت پاک، (انتخاب مضامین سیرت ماہ نو) ص ۱۰۴
۳۔ اعجاز احمدی جلد اول ص ۱ بحوالہ اشفاق ۱۹۱۔ ۱۲

شیدا نے جن نعتیہ قصیدوں اور ذکر معجزات رسول اکرمؐ پر مشتمل مثنوی "گلشن ایمان" کی نشاندہی کی ہے، وہ نایاب ہے
اب تک کسی کتب خانہ میں دستیاب نہیں ہوئی۔ اگر یہ قصائد اور مثنوی مل جاتی تو نہ صرف شیدا کی نعت گوئی بلکہ اردو
نعت کے ارتقائی سفر کے کئی نئے گوشے سامنے آتے۔

'اعجاز احمدی' میں دو طرح کے نعتیہ عناصر ملتے ہیں۔ ایک تو خالص مدح رسول کا عنصر جو مثنوی کے آغاز میں ہے اور دوسرا
عنصر تذکار سیرت کا ہے جو مثنوی کا اصل موضوع ہے۔ تذکار سیرت میں بھی جزوی طور پر مدح رسول کا اظہار ملتا ہے۔ شیدا
نعت گوئی کے محاسن کا ادراک رکھتے ہیں۔ اور مثنوی کے آغاز میں خدا سے تذکار رسولؐ کے لئے جملہ شعری و فنی محاسن اور
طبع کی روانی کی دعا مانگتے ہیں

الٰہی میں تیرے نبی کا بیان — نظم بیچ چہتا ہوں کرنے عیاں
میری طبع کو چست و چالاک کر — رموز معانی کا دراک کر
فصاحت عطا کر سخن کوں میری — حلاوت ستی بھر دہن کوں میری
یہ اعجاز نامے کو مشہور رکھ — ہر اک بزم میں اس کا مذکور رکھ [2]

نعت رسول کا نمونہ ملاحظہ کیجئے

حبیب خدا سید المرسلین — بنا جس کی خاطر کوں دنیا و دیں
سراپا تھا وہ ذات پُر نور نور — اسی واسطے اوس میں سایہ تھا دور
چراغ شبستان ایمان ہے وو — گل مغفرت کا گلستاں ہے وو
ہے قرآں ورقا اس کے اعجاز کا — وہ واقف ہے سب غیب کے راز کا
نبوت اوس اوس کے رب الجلیل — قمر کے کیا شق کوں روشن دلیل
شریعت کا کراوس نے روشن چراغ — طریقت کا سب کوں بتایا سراغ
احد اور احمد میں ایک میم ہے — سو وہ میم از بہر تعظیم ہے
ہے وہ خضر کے ملک کا تاجدار — کیا رنج و محنت کتیس اختیار
ہے مضمون لولاک میں یوں عیاں — اگر وہ نہ ہوتا نہ ہوتا جہاں [3]

شیدا کی مثنوی میں بلا کی روانی ہے۔ اس کی روانی میں شیدا کی سادہ و صاف زبان کے علاوہ اس کی بحر کے خاص آہنگ و موسیقی کا بھی
دخل ہے۔ یہ بحر مجلسی ضروریات کے تحت لکھی جانے والی مثنویوں میں بکثرت استعمال ہوئی ہے روانی اور سلاست زبان کے بعد شیدا کے کلام
کی نمایاں خوبی اُن کے ہاں شعری لطافتیں اور جملہ فنی محاسن ہیں چند تشبیہیں ملاحظہ ہوں۔

نبوت کے دریا کا دُرِ یتیم / شفاعت کے گلشن کا رنگین بہار / وہ ہے آئینہ ذات اللہ کا / ہے وہ انبیا میں الف کی مثال
شیدا کی نعت میں زبان و بیان کی شگفتگی اور تشبیہات و استعارات کی تازگی کا احساس آج بھی ہوتا ہے۔ سیرت طیبہ کے بیان میں
شیدا نے وری و ویلوروی کی نسبت روائیت کی صحت کا التزام رکھا ہے شیدا کے ہاں رزم نگاری اور جذبات نگاری کے اعلیٰ نمونے بھی ملتے
ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی شیدا نے اپنی منظوم سیرت رسول سے اردو نعت کے اثاثہ میں اضافہ کیا

---

[1] دکن میں اردو (ہاشمی) ص ۲۳۴ [2] اعجاز احمدی جلد اول ص ۴ [3] اعجاز احمدی ص ۲ بحوالہ اشفاق ۲۰۲

اس دور کی سیرتی مثنویوں میں سب سے زیادہ مبسوط، وسیع، تفصیلی اور مستند روایات و واقعات کی حامل 'ہشت بہشت' ہے جسے مولانا محمد باقر آگاہ ارکاٹی نے لکھا۔ آگاہ شاہ ابوالحسن قربی کے مرید تھے اور انہیں عربی فارسی اور اردو میں شعر گوئی کا ملکہ حاصل تھا۔ آگاہ کی تصانیف کی تعداد ۲۰۳ بیان کی جاتی ہے۔ ان میں ۱۶ کتابیں اردو (دکھنی) میں ہیں ۱

'ہشت بہشت' کا موضوع سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ آٹھ رسالوں یا جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر ایک جلد ایک علیحدہ نام سے موسوم ہے اور سیرت طیبہ کے مختلف مباحث سے عبارت ہے۔ اسی باعث ہر ایک رسالے کی جداگانہ حیثیت بھی ہے اور مختلف کتب خانوں میں ان کے الگ الگ قلمی نسخے بھی نظر آتے ہیں اور مکمل شکل میں بھی۔ 'ہشت بہشت' کے شروع میں آگاہ نے ایک بسیط دیباچہ لکھا ہے جس میں وجہ تالیف اور مضامین کے ماخذات کے ساتھ ساتھ سیرت رسول ؐ کے بارے میں لکھے جانے والے ان رسائل کے زمانہ تصنیف اور اشعار کی تعداد وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ نصیرالدین ہاشمی نے اپنے مضمون 'قدیم اردو (دکھنی) میں سیرۃ النبی' کا ذخیرہ میں آگاہ کے دیباچہ کا اقتباس دے کر اس سے درج ذیل نتائج اخذ کیا ہیں

" ا۔ ان رسالوں کی تصنیف ۱۱۸۷ھ سے ۱۲۰۶ھ تک ہوئی

ب۔ ان رسالوں کے اوزان علیحدہ علیحدہ ہیں

ج۔ کل اشعار کی تعداد نو ہزار ہے

د۔ ان کو شمال کی اردو میں نہیں لکھا گیا بلکہ دکھنی میں لکھا گیا ہے

ہ۔ عربی کی معتبر کتابوں سے معلومات اخذ کرکے ان کی تصنیف ہوئی ہے " ۲

ان رسالوں کے نام اور ان کے مباحث کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ من دیپک ۔ اس میں نور محمدی کا بیان ہے

۲۔ من ہرن ۔ اس میں نبوت کی بشارتوں کا بیان ہے

۳۔ من موہن ۔ اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا تذکرہ کیا گیا ہے

۴۔ جگ موہن ۔ اس میں آٹھ سال کی عمر سے وفات تک کے حالات درج ہوئے ہیں

۵۔ آرام دل ۔ اس میں اخلاق و شمائل نبوی کا تذکرہ ہے

۶۔ راحت جاں ۔ آنحضرتؐ کے خصائص کا حال درج ہے

۷۔ من درپن ۔ اس میں معجزات نبوی کا بیان ہے

۸۔ من جیون ۔ اس میں آنحضرتؐ کے آداب اور آپؐ سے محبت رکھنے کا تذکرہ کیا گیا ہے

'ہشت بہشت' اپنے موضوع، شاعرانہ محاسن اور دیگر فنی خوبیوں کے علاوہ اپنے نعتیہ عناصر کے باعث تفصیلی مطالعہ کی متقاضی ہے۔ یوں تو سیرت رسول اکرم کا بیان بحث بھی ہر دور کی نعت کا ایک اہم موضوع رہا ہے لیکن خالص مدح و ثنائے رسول کے شعر جتنے 'ہشت بہشت' میں ہیں اس تعداد سے اس دور کی دوسری سیرتی مثنویوں میں نہیں ملتے۔ رسول اکرمؐ کی سوانح کو منظوم کرتے ہوئے باقر نے جگہ جگہ اپنی عقیدت و محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے اور موقع و محل کی مناسبت سے حضور اکرم کے شمائل و فضائل حمیدہ کے اوصاف و محاسن کے بیان میں نعت کے پرکیف نمونے پیش کئے ہیں

---

۲ دکھنی کے چند تحقیقی مضامین (ہاشمی) ص ۳۱ / ص ۳۶

ہشت بہشت' کی ہیئت مثنوی کی ہے۔ ہر رسالے کی اپنی ایک بحر ہے۔ یوں اس میں بحروں کا تنوع اور رنگا رنگی ہے۔ مختلف وعات اور مضامین کے آغاز میں اس زمانے کی روایت کے مطابق فارسی نثر میں عنوانات دیئے گئے ہیں

ہشت بہشت' کے آغاز میں حمد، عقائد و ارکان' انبیائے کرام اور ان کے معجزات کا بیان ہے اور جملہ انبیائے کرام پر رسول کی افضلیت اور خاتمیت کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس تمہیدی حصے میں اہل سنت کے چاروں مذہبوں کے برحق ہونے کا ذکر ہے نیز آخرت، عذاب قبر وغیرہ سے متعلق بعض اخلاقی نوعیت کے مضامین ہیں۔ جن کے مطالعہ سے مذہبی مسائل پر باقر کی وسیع معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس حصہ ہی میں (دیباچے کے اختتام پر) فضائل ذکر نبیؐ کا بیان ہے۔ جو باقر کی نعت کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس کے چند شعر درج ذیل ہیں

| | |
|---|---|
| گزرے ہیں جو اولیا اور عالمان | متفق اس بات پر ہیں بے گمان |
| کہ نبی کا ذکر ہر شام و سحر | افضل الاذکار ہے اے باخبر |
| فکر کو سینے کے ہے ذکر اس کا چراغ | جسم و جاں ہوتا ہے اس سے باغ باغ |
| ذکر سے اس کے ٹلے سب درد دکھ | ذکر سے اس کے ملے نت عیش و سکھ |
| سالکاں کو ذکر اس کا شمع راہ | عاشقاں کو ذکر اس کا ہے پناہ |
| عارفاں کو ذکر اس کا من لگن | واصلاں کو ذکر اس کا من موہن |
| انبیاؑ کو ذکر اس کا ہے انیس | اصفیا کو ذکر اس کا ہے جلیس |

یہ سلسلہ اشعار کافی طویل ہے اس میں باقر نے آنحضرتؐ کی سیرت و سوانح کے بیان میں صحت روایات کی ضرورت و اہمیت واضح کیا ہے باقر ان تصانیف کی مذمت کرتے ہیں جن میں بے سروپا حکایات، غیر مستند روایات اور بلا تحقیق واقعات کو درج کر دیا جاتا ہے۔ یہ حصہ ایک اعتبار سے باقر کے زمانے کے مولود ناموں، وفات ناموں، معراج ناموں اور سیرت نبی کریمؐ کے موضوع پر لکھی جانے والی دوسری تصنیفات پر ایک تنقیدی حوالہ کا درجہ رکھتا ہے۔ مناتی کی مثنوی "مفید الیقین" کے بارے میں لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| جیسا مناتی لکھا ہے معجزات | اکثر اس میں ہے غلط اور جھوٹ بات |
| اور یوں نور و شمائل کا بیان | اور یوں معراج نامہ اے میاں |
| اور وفات شاہ کا ذکر اس نمط | اکثر ان نسخوں کا مضموں ہے غلط |

سیرت کے بیان میں احتیاط و احترام اور صداقت و صحت کا لحاظ باقر کی نمایاں خوبی ہے جو اسے ہم عصر سیرت نگاروں سے ممتاز بناتی ہے۔ باقر کے ہاں صحت روایات کا شعور اتنا واضح ہے کہ وہ اپنی تصانیف میں بار بار اس کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک دوسری مثنوی کے دیباچے میں بھی آگاہ نے اپنی مثنویوں کو معتبر کتابوں سے اخذ کرنے کا تذکرہ ان اشعار میں کیا ہے۔

" اے بھائی اکثر سب دکھنی کتاباں بنانے والے بیان میں ایسی بہت غلط کئے ہیں کہ اس زبان کو بے اعتبار کر دے۔ اس لئے علما ان کتابوں کی طرف التفات نہیں کرتے۔ آج تک کوئی کتاب دکھنی صحیح و معتبر میری نظر میں نہیں آئی بعض ان میں سر تا سر جھوٹ سے بھری ہیں اور بعض میں جھوٹ زیادہ اور بعضوں میں جھوٹ کم ہے۔ روایات موضوع کا سننا اور سنانا اور پڑھنا اور پڑھانا اشد حرام ہے۔ شکر خدائے تعالیٰ کا کہ میرے تمام رسائل صحیح، معتبر و نہایت مضبوط و مدلل ہیں کوئی محدث اور صاحب علم کو مقدور نہیں کہ اس کی کوئی روایت پر حرف رکھ سکے" [1]

---

[1] دکھنی کے چند تحقیقی مضامین (ہاشمی) ص ۳۷

اسی دیباچے میں آگے چل کر انہوں نے ولی ویلوری اور شیدا کی تصانیف "روضۃ الشہدا" اور "روضۃ الاطہار" وغیرہ میں مندرج غلط واقعات کی نشاندہی کی ہے۔

"ہشت بہشت" کے دیباچہ میں باقر نے ان کتابوں کے نام بھی گنائے ہیں جنہیں وہ معتبر و مستند خیال کرتے ہیں اور جن سے انہوں نے اپنے مضامین اخذ کئے ہیں۔ باقر نے جن ماخذوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں

" فتح الباری۔ کتاب شفا۔ عیون الاثر۔ شمائل ترمذی مع شرح ملاعصام و شیخ ابن حجر۔ رسائل مولود شریف تصنیف حافظ جلال الدین سیوطی۔ اصابہ۔ وفاء الوفاء۔ جواہر العقدین۔ حسن التوسل۔ تحفۃ الاخیار۔ فتح المتعال حیاۃ الحیوان۔ روضۃ الاحباب۔ معارج النبوۃ تصنیف مولانا معین الدین ہروی۔ شواہد النبوۃ۔ مدارج النبوۃ۔ جذب القلوب"

اس صراحت سے اندازہ ہوتا ہے کہ باقر کے نزدیک صحت روایات کی کس قدر اہمیت تھی۔ "ہشت بہشت" اردو کے قدیم کی وہ پہلی منظوم سیرت ہے جس میں فن سیرت و نعت کے لوازمات و مقتضیات کے بارے میں بعض بنیادی تنقیدی اشاروں کا سراغ ملتا ہے آئیے ان تمہیدی مباحث کے بعد "ہشت بہشت" کے مختلف رسائل کا جائزہ لیں۔

۱۔ من دیبک ۔ یہ "ہشت بہشت" کا پہلا رسالہ ہے جو ۱۰۲۰ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر مختصر اور مترنم ہے اس کا مرکزی موضوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مقدس کا بیان ہے۔ اس موضوع پر باقر سے پہلے اور بعد میں "نور نامہ" کے نام سے متعدد منظومات ملتی ہیں سیرت رسول اکرم ؐ کے سلسلے میں اکثر سیرت نگاروں اور شاعروں نے اپنی تصانیف کے آغاز میں اسی موضوع پر اظہار خیال کیا ہے باقر نے بھی اسی موضوع کو اولیت دی۔ حمد و نعت، منقبت غوث الاعظم اور اپنے مرشد کی مدح وغیرہ کے بعد آپ کی تعریف میں ایک حدیث قدسی کو یوں بیان کرتے ہیں

| | |
|---|---|
| ؎ نہ ہوتا گر تو اے سلطاں | نہ کرتا میں یہ کل منڈاں |
| تا ارض و سما تا لوح و قلم | تا جن و ملائک تا آدم |
| ان سب کو کیا ہوں تجھ خاطر | اور تجھ کو کیا ہوں مجھ خاطر [۱] |

۲۔ من ہرن ۔ یہ رسالہ ۱۱۵۱ اشعار پر مشتمل ہے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کا بیان ہے۔ باقر نے توریت، انجیل، اور دوسری کتب و صحائف سماوی کے حوالے سے آپ کے بارے میں بشارات کو قلمبند کیا ہے نعت کا نمونہ دیکھئے

| | |
|---|---|
| ؎ احمد مختار دونوں جگ کا نور | آدم و عالم کو ہے جس سے ظہور |
| جس کو ہے خوش نام رؤوف و رحیم | سب کے اوپر ہے جس کی رحمت عمیم |
| جو ہے گرفتار بجرم و گناہ | اس کو ہے اس سرور دیں کا پناہ |
| جو ہے سماوات و زمین کے اوپر | اس کا طلبگار ہے شام و سحر [۲] |

۳۔ من موہن ۔ یہ رسالہ ۱۱۸۹ھ کی تصنیف ہے اس میں ۷۲۰ شعر ہیں اس کا موضوع حضور سرور کائنات کی ولادت باسعادت ہے۔ یہ ہشت بہشت کا تیسرا حصہ ہے مگر موضوع کے اعتبار سے پہلے حصوں سے مربوط ہے۔ باقر اس سے پہلے کے دو حصوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کی وجہ تالیف کو یوں بیان کرتے ہیں

---

۱۔ ہشت بہشت ۲۹ / ۱۵

۲۔ بحوالہ اردو کی نعتیہ شاعری (اشتیاق) ص ۲۰۱

؎ پہلے حصے میں اے حقیر غریب — خوش لکھا توں بیان نور حبیبؐ
دوسرے میں لکھا ہے شوق سے توں — اس کے مولود کی بشارت کوں
کر تو ہر سو کوں اپنی ہوسیتار — اب ولادت کے اس کی لکھ اخبار
رکھ یہ نسخے کا نام من موہن — کر وسیلہ اسے تو احمدؐ کن ۱

.....

اس رسالے میں حضور اکرم کی ولادت، وقتِ حمل کی کرامات و حکایات، شیر خواری سے سنِ تمیز تک کے زمانے کے بابرکت واقعات کا بیان ہے۔ آغاز میں حمد کے ۱۷ شعروں کے بعد نعت رسول اکرم میں ۱۳ شعر ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو

؎ جس کی ہے نور سے جہاں پیدا — جس کے ہیں مکھ پہ کن فکاں شیدا
جس کی مشعل عدم کی ظلمت سوں — وہ بتائے وجود کی سب کوں
جس کا ہے دیکھنا خدا کا شہود — جس کا ہے نام وردِ ہر موجود
مکتبِ علم میں ہیں جس کے ملک — سورِ رسل طفلِ بےزباں بے شک ۲

اس مثنوی میں حضور کی ولادت کی مناسبت سے افرادِ خانہ جناب آمنہ، اور جناب عبدالمطلب کی زبانی خوشی کا اظہار اور آپ کی نعت کا بیان بھی ملتا ہے جو ایک منفرد اسلوب کا حامل ہے۔ اسی طرح آخر میں ابولہب کا وہ مشہور واقعہ بھی نظم بند کر دیا گیا ہے جس میں (لونڈی ثوبیہ کی زبانی آپؐ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سننے پر اس کو آزاد کر دینے کے بدلے میں) عذاب قبر سے کچھ وقت کے لئے تسکین ملنے کی روایت کا ذکر ہے۔ اس کا عنوان ہے "دربیان ایں رسالہ منقبت انجام رمناجات بجناب خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام"۔ اس میں بیان کرتے ہیں کہ کسی صحابی نے ایک روز ابولہب کو خواب میں دیکھا اور مرنے کے بعد کے حالات اس برگزرے معلوم کئے۔ ابولہب نے جواب دیا کہ میں ہمیشہ رنج و عذاب میں مبتلا رہتا ہوں۔ صرف اس بات کی مجھے تسکین ہوتی ہے جس میں میں نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو پیغمبر اسلام کی ولادت کی خوشخبری سنانے کے عوض آزاد کر دیا تھا اور اسی حالت میں مجھے پیاس بھر پانی نصیب ہوتا ہے۔ باقر اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں

؎ ویسے دشمن کوں اور سرور و طرب — یوں حمایت کیا ہے [illegible] و تعجب
جو کہ لایا ہے شہ اوپر ایماں — ہوویں جلیار اس پہ با دل و جاں
ہوئے خوش اس کے گر تولد سوں — نعمتاں کیا ملیں گی کہوں اس سوں ۳

اس میں حضور کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنے کے برکات و ثواب کا ذکر ہے۔ انعقاد مجالس میلاد کے سلسلے میں یہ مضمون نعت گو شعرا خصوصاً میلاد نگاروں کے ہاں عام نظر آتا ہے

اس کے آخر میں ایک مناجات بطور غزل ہے۔ اس کا مطلع و مقطع ذیل میں درج کیا جاتا ہے

؎ یا رسول خدا تمہارا ہوں — جان و دل سے خدا تمہارا ہوں
عفو باقر کی اب کرو تقصیر — از برائے خدا تمہارا ہوں ۴

من موہن میں مولانا باقر نے مختلف عنوانات کے تحت بہ روایات مختلف آپ کے معجزات بھی بیان کئے ہیں جن میں نشان ضرب کا [illegible] ہونا اور آسمان پر شیاطین کا موقوف ہونا وغیرہ کو نظم کیا ہے

---

۱۔۳ مخطوطات انجمن ترقی اردو۔ جلد اول ص ۸۸ - ۸۹ ص ۹۱ ۲ بہشت بہشت ص ۸۸ بحوالہ مقالہ اشتیاق ص ۱۰۲

۴ جنگ مومن ــــ ۸۱۲ اشعار پر مشتمل چھوٹے رسالے کا سن تصنیف ۱۱۸۵ھ ہے۔ اس میں آپؐ کے اعلانِ رسالت تک
کی زندگی کے مشہور واقعات کا بیان ہے۔ حضرت ابوطالب کی کفالت۔ شام کا سفر، حضرت خدیجہ سے عقد مبارک اور دیگر
سال کی عمر تک کے احوال قلمبند کر کے باقر نے اسے پہلے رسالوں سے مربوط کر دیا ہے۔ اس میں نعت کے شعروں کا نمونہ دیکھئے

ـــ جس سے صحرائے قدم ہے گلشن — جن سے ظلمات عدم ہے روشن
اس کی جاں جلوہ گر ذات وصفات — انبیا کو نہ ملی جز حیرت
جس کی امت میں رسولاں سارے — کوئی نعت اس کی کرے کیا بارے ۱

جنگ مومن میں آگے چل کر نبوت کے ہر سال کے واقعات بیان کئے ہیں۔ مثلاً ہجرت کے دوسرے سال میں تحویل قبلہ، فرض
عقد بی بی فاطمہؓ، صدقہ فطر اور زکوٰۃ کا فرض ہونا، غزوہ بدر، بی بی رقیہؓ کا حضرت عثمان سے نکاح وغیرہ کا ذکر ہے
یوں حضور اکرمؐ کی وفات مبارک تک کے کم وبیش تمام موضوعات پہلے چار رسائل میں آجاتے ہیں۔ بعد والے رسائل میں
جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے آپ کے شمائل اخلاق، خصائص، معجزات اور آپؐ کے احترام وآداب کا تذکار ہے۔

۵ آرام دل ــــ اس رسالے کی تصنیف ۱۱۸۵ھ میں ہوئی اس کے اشعار کی تعداد ۱۲۵۲ ہے اس میں تین باب
پہلے باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کا ذکر ہے۔ اس کے عنوانات اور ترتیب کا انداز شمائل ترمذی سے ملتا ہے
باقر نے بھی حافظ محمد بن عیسیٰ (مرتبہ شمائل ترمذی) کی طرح حضور اکرم کے روئے مبارک، چشم مبارک، اور گوش مبارک سے
لے کر آپؐ کی جبیں، ابرو، بینی، دہن، تبسم، آواز، فصاحت اور رفتار مبارک وغیرہ کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے
یہ باب آپؐ کی بوئے خوش وعرق مبارک تک بیسوؤں مضامین کے اوصاف کے بیان پر مشتمل ہے۔ بہشت بہشت کے
حصوں کی طرح اس کے عنوانات بھی فارسی میں ہیں۔ نمونے کیلئے یہ عنوان دیکھئے

در صفت تبسم وضحک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
در صفت قامت زیبائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
در صفت رفتار جانفزائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ...... وغیرہ

اس رسالے کا دوسرا باب آپؐ کے حسن سیرت کے بیان پر مشتمل ہے اور تیسرے باب میں آپؐ کی عادات شریفہ کا ذکر
بحیثیت مجموعی آرام دل آنحضرتؐ کی سراپا نگاری کے عمدہ نمونے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے عادات وخصائل، خلق مبارک، صفت حیا اور رحم
شفقت کے مضامین سے عبارت ہے۔ اس میں نعت کا نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

ـــ حقیقت میں سب کا ہے مطلوب او — ہیں سب عاشقاں اور محبوب او
او مہتاب ہے سب خلائق چکور — دو عالم میں ہے حسن کا اوس کے شور
سب اخلاق پاک اوس کے بے قیل وقال — کمالات روحی اوپر تھے دلیل ۲

شمائل نبوی کے بیان میں باقر نے احادیث کے واقعات وروایات کو بھی قلمبند کیا ہے۔ وہ حضورؐ کی صفات کو بعض اوقات
کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ جس سے شعروں میں دلچسپی کا عنصر بڑھتا ہے

---

۱ ۲ جنت بہشت بحوالہ اشفاق ص ۲۰۳ / ص ۲۰۲

اسی طرح آپ کے حسن سیرت کے بیان میں حضرت عائشہؓ کا مشہور جملہ (جو احادیث وسیرت کی کتابوں میں اکثر ملتا ہے)
کو جامعیت سے قلمبند کر کے کہتے ہیں ـــ کہ خلق اوس کا قرآن تھا سر بسر
احادیث کی طرح قرآن کے حوالے بھی نظر آتے ہیں۔ صفت حیا میں باقر کا یہ شعر دیکھئے

ـــ بیاں کیا کروں اوس کی شرم وحیا — فیستحی منکم ہے قول خدا ۲

۶ راحت جاں ـــ یہ سن ۱۱۸۶ھ میں تصنیف ہوا اس کے اشعار کی تعداد ۶۰۲ ہے اور اس میں باقر نے حضور اکرمؐ

۴ جنگ موبن ___ ۸۱۶ اشعار پر مشتمل چوتھے رسالے کا سن تصنیف ۱۱۸۵ھ ہے۔ اس میں آپؐ کے اعلان رسالت
تک کی زندگی کے مشہور واقعات کا بیان ہے۔ حضرت ابوطالب کی کفالت۔ شام کا سفر۔ جناب خدیجہ سے عقد مبارک اور دیگر
سال کی عمر تک کے احوال قلمبند کر کے باقر نے اسے پہلے رسالوں سے مربوط کر دیا ہے۔ اس میں نعت کے شعروں کا نمونہ دیکھئے

جس سے صحرائے قدم ہے گلشن — جن سے ظلمات عدم ہے روشن
اس کی جاں جلوہ گر ذات و صفت — انبیاؑ کو نہ ملی جز حیرت
جس کی امت میں رسولاں سارے — کوئی نعت اس کی کرے کیا بارے [1]

جنگ موبن میں آگے چل کر نبوت کے ہر سال کے واقعات بیان کئے ہیں۔ مثلاً ہجرت کے دوسرے سال میں تحویل قبلہ، فرض
عقد بی بی فاطمہؓ۔ صدقہ فطر اور زکوٰۃ کا فرض ہونا، غزوہ بدر۔ بی بی رقیہؓ کا حضرت عثمان سے نکاح وغیرہ کا ذکر ہے
یوں حضور اکرمؐ کی وفات مبارک تک کے کم و بیش تمام موضوعات پہلے چار رسائل میں آجاتے ہیں۔ بعد والے رسائل
جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے آپ کے شمائل، اخلاق، خصائص، معجزات اور آپؐ کے احترام و آداب کا تذکار ہے۔

۵ آرام دل ___ اس رسالے کی تصنیف ۱۱۸۵ھ میں ہوئی اس کے اشعار کی تعداد ۱۲۵۲ ہے۔ اس میں تین باب
پہلے باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کا ذکر ہے۔ اس کے عنوانات اور ترتیب کا انداز شمائل ترمذی سے ماخوذ
باقر نے بھی حافظ محمد بن عیسیٰ (مرتبہ شمائل ترمذی) کی طرح حضور اکرم کے روئے مبارک، چشم مبارک اور گوش مبارک
لے کر آپؐ کی جبیں، ابرو، بینی، دہن، تبسم، آواز، فصاحت اور رفتار مبارک وغیرہ کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے
یہ باب آپؐ کی بوئے خوش و عرق مبارک تک بیسیوں مضامین کے اوصاف کے بیان پر مشتمل ہے۔ نبشت بہشت کے
حصوں کی طرح اس کے عنوانات بھی فارسی میں ہیں۔ نمونے کیلئے یہ عنوان دیکھئے

در صفت تبسم و ضحک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
در صفت قامت زیبائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
در صفت رفتار جانفزائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ..... وغیرہ

اس رسالے کا دوسرا باب آپؐ کے حسن سیرت کے بیان پر مشتمل ہے اور تیسرے باب میں آپؐ کی عادات شریفہ کا ذکر
بحیثیت مجموعی آرام دل آنحضرتؐ کی سراپا نگاری کے عمدہ نمونے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے عادات و خصائل خلق مبارک، صفت حیا اور رحم
شفقت کے مضامین سے عبارت ہے۔ اس میں نعت کا نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

حقیقت میں سب کا ہے مطلوب او — ہیں سب عاشقاں اور محبوب او
او مہتاب ہے سب خلائق چکور — دو عالم میں ہے حسن کا اوس کے شور
سب اخلاق پاک اوس کے بے قیل و قال — کمالات روحی اوپر عقل دلیل [2]

شمائل نبوی کے بیان میں باقر نے احادیث کے واقعات و روایات کو بھی قلمبند کیا ہے۔ وہ حضورؐ کی صفات کو بعض اوقات
کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ جس سے شعروں میں دلچسپی کا عنصر بڑھتا ہے

---

۱ ۲ نبشت بہشت بحوالہ اشفاق ص ۲۰۳ / ص ۲۰۴

جناب عائشہ رض کی زبانی روئے مبارک کی روشنی کا بیان دیکھئے

ے گری سوئی مجھ ہاتھ سے بر زمین — لگی ڈھونڈنے میں اوسے ہر کہیں
کہ اتنے میں آیا سراج الانام — کہ ہے نور سے جس کے عالم تمام
پڑا اوس کے چہرہ کا اس طرح تاب — کہ مجھ کو ملی سوئی میری شتاب [1]

اسی طرح آپ کے حسن سیرت کے بیان میں حضرت عائشہ رض کا مشہور جملہ (جو احادیث و سیرت کی کتابوں میں اکثر مذکور ہے)
جامعیت سے تضمین کر کے کہتے ہیں ے کہ خلق اوس کا قرآن تھا سر بسر
احادیث کی طرح قرآن کے حوالے بھی نظر آتے ہیں۔ صفت حیا میں باقر کا یہ شعر دیکھئے

ے بیاں کیا کروں اوس کی شرم و حیا — فیستحی منکم ہے قول خدا [2]

4 راحت جاں ــــ یہ سن ۱۱۸۹ھ میں تصنیف ہوا اس کے اشعار کی تعداد ۶۰۲ ہے اور اس میں باقر نے حضور اکرم
کے خصائص بیان کئے ہیں۔ جو چیزیں آپ پر فرض تھیں ان کا ذکر کیا ہے جو چیزیں آپ پر حرام مگر آپ کی امت کے لئے حلال
نیز جو چیزیں آپ پر مباح مگر آپ کی امت پر حرام ہیں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں آپ کے دنیوی خصائص کے علاوہ
اخروی خصائص کو بھی شاعری کا موضوع بنایا گیا ہے۔ آپ کے خصائص و کرامات کے ساتھ امت محمدی پر اللہ تعالیٰ کے انعامات
کا بھی ذکر ہے ے

جوں خدا کی حمد میں حیراں ہے عقل — یوں نبی کی نعت میں ناداں ہے عقل
احمد مرسل، شہنشاہ رسل — سرور عالم امام جزو کل
جب خلائق کو ہوا اوس سے ظہور — اس سبب سے حق رکھا نام اوس کا نور [3]

راحت جاں کے آخر میں حضور اکرم کے واسطے سے خدا تعالیٰ کے حضور ایک موثر اور پر درد التجا ہے جس میں شہادت
کی آرزو اور مدینے میں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار اور دعا کی گئی ہے۔

5 من درپن ــــ یہ رسالہ راحت جاں کے قریباً ۲۰ سال بعد سن ۱۲۰۹ھ میں لکھا گیا اسی سبب اس کی زبان
پہلے رسالوں سے مختلف اور زیادہ صاف ہے اس میں ۳۱۶۱ اشعار ہیں۔ اس میں حضور اکرم کے معجزات کا بیان ہے اردو
میں معجزات رسول اکرم پر یہ سب سے زیادہ طویل، مبسوط اور مستند کتاب ہے۔ اسی سبب 'ہشت بہشت' کا یہ رسالہ
علیحدہ 'معجزات نبی کریم' کے نام سے بھی مشہور ہے
اس میں حمد و نعت، منقبت شاہ جیلانی اور مدحت سید ابوالحسن قربی کے بعد معجزات کا بیان ہے (معجزات کی تعداد
تک پہنچتی ہے) معجزات کے اختتام پر 'عرض احوال سراپا اختلال' ہے جو ایک پر درد مناجات کی صورت میں ہے اس میں
بے سر و سامانی، ضعف پیری اور پریشاں حالی کا نقشہ کھینچا ہے ہندوستان میں کفر کی گرم بازاری کی شکایت کی ہے اور تمنا کی ہے

ے مدام اس فکر میں ہے یہ کمینہ — کہ چلتا سر سے جاوے تا مدینہ
رہے واں ہو مرے واں اور اٹھے واں — عنایت سے تیری یہ سب ہے آساں [4]

آغاز کے نعتیہ اشعار کا نمونہ درج ذیل ہے

ے ہے گنج غیب کا مفتاح اسرار — ہے بیت القدس کا مصباح انوار

---

[1] [2] [3] ہشت بہشت بحوالہ اشفاق ص ۲۰۸ / ص ۲۰۹ / ص ۲۰۷ [4] مخطوطات انجمن ترقی اردو (جلد اول) ص ۹۷

حروف اوس کے ملائک پیور رسل ہیں — لقاط و سطر اوس کے جزو کل ہیں
... مقام خاص 'او ادنیٰ' ہے جس کا — خدا بن کوئی نہیں داتا ہے جس کا
بنے جس کے پیشکاراں انبیا سب — بنے جس کے مژدہ گویاں اصفیا سب !

من جیون ــــ ہشت بہشت کا آخری رسالہ 'من جیون' بھی 'من درپن' ہی کے سال تصنیف (۱۲۰۶ھ) میں مکمل ہو
اس کے اشعار کی تعداد ۸۱۸ ہے۔ اس رسالے کے تین باب ہیں۔ پہلے باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی
فرضیت کا بیان ہے۔ دوسرے میں درود پاک کے فضیلت اور برکات کا ذکر ہے۔ تیسرے باب میں حضورؐ کی زیارت کے فضائل اور
ثواب کا بیان ہے۔ یہ حصہ نہایت موثر اور درد میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کے کچھ اشعار دیکھئے

ـــ بیٹھا ہے تو کیا چل اے برادر — طیبہ کی طرف قدم کر از سر
در مشرب عاشقاں حیران — ہے فرض زیارت اُس کی اے جاں
اے آئینہ دار نور وحدت — اے صبح بہار واحدیت
پکڑا ہوں میں تیرا آستانہ — بن تیرے نہیں مجھے ٹھکانا
تو اپنی عطا و رحمت سے — کر مجھ کو بحال عاقبت سے
گر جلوہ کرے گا مہر تیرا — جاویگا یہ سب میرا اندھیرا !

من جیون بھی باقر کے مخصوص طرز اظہار سے مملو ہے اپنے بیان کی وضاحت اور استشہاد کے لئے انہوں نے قرآن اور احادیث
کے حوالے دئے ہیں اور صحابہ کے نسبت سے واقعات کو نقل کیا ہے۔

بحیثیت مجموعی 'ہشت بہشت' موضوع اور بیان کے لحاظ سے اردو نعت کے ارتقا میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھ
ہے نام کی نسبت سے تمام دکنی منظومات کا ماحصل 'ہشت بہشت' کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ سیرت رسولؐ سے
متعلق اس کے متنوع موضوع، مختلف بحریں اور رنگا رنگ اسالیب، نعت اس دعوے کے شاہد ہیں۔ کہیں اس میں بیان کا
عنصر نمایاں ہے۔ کہیں خطاب کا کہیں مدحت نگاری ہے اور کہیں جذبات و عقیدت نگاری۔ باقر کا تفصیلی انداز تحریر اسے
رتبع اور بھرپور بناتا ہے۔ 'ہشت بہشت' کی سب سے بڑی خوبی اس میں صحت واقعات کا التزام ہے جو اسے سیرتی
مثنویوں میں سب سے ممتاز ٹھہراتی ہے۔

جنوبی ہند میں اردو نعت کی روایت کو محمد باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ) کے بعد اور بہت سے شاعروں نے آگے بڑھایا۔ تیرہویں
کے نعت گو شاعروں میں شیر محمد خاں ایمان، اعزالدین خاں نامی (م ۱۲۶۰ھ) خواجہ ضیاء الدین بندہ (م ۱۲۸۵ھ) خواجہ
معین الدین شاہ خاموش (م ۱۲۸۸ھ) خواجہ عبداللہ خاں خیر محمد حیات خاں حیات میسوری، ضیاء الدین خاں ادب، شیخ محمو
علی ناظم حیدرآبادی، اور مداح نواب ارسطو جاہ خصوصیت کے ساتھ معروف ہیں

چودھویں صدی ہجری میں نعت گوئی کی اسی روایت کو خطیب بادشاہ مدراسی (م ۱۳۰۲ھ) اور سید محمد اسماعیل
مخدوم مدراسی (م ۱۳۰۸ھ) نے آگے بڑھایا۔ ان دونوں شاعروں کے نعتیہ کلیات[2] طبع ہو چکے ہیں

---

۱ ہشت بہشت بحوالہ اشفاق ص ۲۰۹ / ص ۲۱۵-۲۱۶ ۲ بحوالہ سیرت نبوی ص ۱۵۵

اسی دور کی نعت گوئی میں ترچناپلی کے غلام مصطفےٰ راسخ (صاحب چمنستان راسخ) کا نام بھی لیا جاسکتا
مزید تحقیق و تلاش سے اس فہرست میں اور بھی بیسوؤں ایسے شاعروں کا اضافہ ہو سکتا ہے جنہوں نے فکری و فنی
پر اردو نعت کی روایت کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اس میں قابل قدر اضافے کئے مگر ان شعرا کے کلام پر تبصرہ کا یہاں مح
نہیں۔ اس باب میں صرف اردوئے قدیم کے سلسلے میں جنوبی ہند کی نعت گوئی کا جائزہ مقصود ہے۔ بعد کے دور کے شعرا
تخصیص جنوبی و شمالی ہند کے بجائے عہد جدید اور عہد حاضر سے کی گئی ہے اور ان کا ذکر متعلقہ ابواب میں دیکھا جاسکتا ہ

## جنوبی ہند کی نعت گوئی کا جائزہ

جنوبی ہند کی نعت گوئی کا جائزہ مجموعی طور پر لینے سے قبل اجمالی طور پر اُن ماخذات و مراجع کا ذکر ضروری ہے جن کے سبب اردو نعت کا آغاز ہوا اور اس نے ارتقا کی اوّلین منزلیں طے کیں۔ جیسا کہ ہم اس باب میں ذکر کر آئے ہیں ان ماخذات میں چار طرح کی شعری تخلیقات ملتی ہیں۔

- صوفیائے کرام کے عارفانہ گیت اور جکریاں جن میں اردوئے قدیم کی نعت گوئی کے نمونے ملتے ہیں
- بزرگانِ کرام کی مذہبی تصانیف اور سیرتی مثنویاں
- قصص اور داستانوی مثنویوں کے آغاز میں (نعت گوئی کی روایت کے تحت لکھے گئے) نعتیہ اشعار
- شاعری کی دوسری اصناف غزل، قصیدہ، رباعی، مستزاد وغیرہ میں لکھی گئی نعتیں جو جنوبی ہند کے شعرا کے کلیات میں ملتی ہیں

مذکورہ بالا ماخذات سے ملنے والے اثاثۂ "نعت" کا غالب حصہ بزرگانِ کرام کی مذہبی شعری تصانیف اور سیرتی مثنویوں سے ماخوذ ہے ان سیرتی مثنویوں میں نامہ کی ترکیب سے ملنے والی شعری تصانیف کی کثرت ہے جن میں سے نمایاں تصانیف درج ذیل ہیں

| نوعیت | نام تصنیف / مصنف / سن تصنیف | کیفیت |
|---|---|---|
| نور نامے | نور نامہ (شریف) (۱۱۱۵ھ) | |
| | نور نامہ (سیدی) | تذکرہ اردو مخطوطات (ہاشمی) جلد اول ص ۱۸۷ |
| | نور نامہ ملک خوشنود | زور نے اسے ملک خوشنود کی امکانی تصنیف قرار دیا ہے |
| | نور نامہ مختار گیارھویں صدی ہجری | |
| | نور نامہ احمد ۱۰۸۹ھ | |
| | نور نامہ عنایت شاہ قادری ۱۱۱۱ھ | ۱۵۴۰ ابیات پر مشتمل ہے فارسی کے ایک نثری رسالہ کا منظوم ترجمہ |
| مولود نامے | مولود نامہ / تولد نامہ عبدالملک بحروچی ۱۰۰۹ھ | |
| | تولد نامہ امین گجراتی حدود ۱۰۰۹ھ | اڑھائی ہزار اشعار پر مشتمل ہے |
| | مولود نامہ عبداللطیف حدود ۱۰۶۷ھ | |
| | مولود نامہ مختار ۱۰۹۰ھ | |
| | مفید الیقین ختاجی ۱۰۹۵ھ | |
| | مولود نامہ شاکر ۱۱۰۰ھ | |
| | مولود نامہ / تولد نامہ قاسم | بارہ مجالس پر مشتمل ضخیم مثنوی |
| وفات نامے[۱] | وفات نامہ عبداللطیف ۱۰۷۸ھ | |
| | وفات نامہ عالم گجراتی ۱۰۸۷ھ | |
| | وفات نامہ امین گجراتی حدود ۱۱۰۹ھ | |

---

۱۔ اردوئے قدیم (مولوی عبدالحق) میں نصرت علی اور محمد محسن علی کے وفات ناموں کا ذکر بھی ملتا ہے نگرانؔ کو الفؔ عہد اور مولد و مسکن بارے میں معلومات نہیں ملتیں

| نوعیت | نام تصنیف | مصنف | سن تصنیف | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| وفات نامے | درد نامہ | شیخ محبوب عالم | عہد عالمگیر | |
| | وفات نامہ سرور کائنات | علی بخش دریا | ۱۱۱۱ھ | |
| | وفات نامہ سرور کائنات | امامی دکنی | ۱۱۴۰ھ | |
| | وفات نامہ | فیاض ولی ویلوری | بحدود ۱۱۴۱ھ | |
| | روضۃ الانوار | نوازش علی شیدا | ۱۱۷۳ھ | ۸۰ ہزار ابیات پر مشتمل |
| | مدینۃ الانوار | علاء المزاز الدین سنیقم جنگ | ۱۲۱۳ھ | |
| | وفات نامہ | شاہ محمد قادری دریا | | |
| | وفات نامہ | اصمی | | مختصر مثنوی |
| | وفات نامہ پیغمبر | منیر | | ایک غیر معروف شاعر |
| معراج نامے | | | | |
| | معراج نامہ | معظم بیجاپوری | ۱۰۸۰ھ | |
| | معراج نامہ | سید بلاقی حیدرآبادی | ۱۰۵۶ھ | |
| | معراج نامہ | مختار | ۱۰۹۴ھ | |
| | معراج نامہ | سید میراں ہاشمی بیجاپوری | ۱۰۹۹ھ | |
| | معراج نامہ | امین گجراتی | بحدود ۱۱۰۹ھ | |
| | معراج نامہ | اعظم دکنی | ۱۱۲۰ھ | بابا گیسو دراز (فارسی شاعر) کے مرید تھے |
| | معراج نامہ | اعظم بیجاپوری | ۱۱۷۷ھ | یہ شاہ درویش قادری کے شاگرد تھے |
| | معراج نامہ | شاہ ابوالحسن قربی بیجاپوری | ۱۱۴۰ھ | |
| | بحر المعانی | محمد بن مجتبیٰ مہدوی | ۱۱۸۱ھ | |
| | معراج نامہ | شاہ کمال الدین کمال | ۱۱۹۱ھ | |
| | معراج نامہ | شفیق اورنگ آبادی | ماقبل ۱۲۰۰ھ | |
| | ریحان معراج | میر منظور حسین ضمیر | ۱۲۴۷ھ | |
| | چرخیات لغرقی | | | |
| معجزات نامے | | | ماقبل ۱۰۸۳ھ | یہ قصیدہ کی ہیئت میں ہے ۱۱۲ اشعار |
| | قصیدہ معجزہ | جنونی گجراتی | ۱۱۰۰ھ سے قبل | |
| | قصیدہ معجزہ | جنونی گجراتی | ۱۱۰۲ھ | |
| | قصیدہ پری | | ۱۱۰۰ھ | |
| | بازو شگفتہ | | ماقبل ۱۱۰۰ھ | |
| | معجزات رسالت | مخدوم حسینی | | |

| نوعیت | نام تصنیف / مصنف / سن تصنیف | | | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| معجزات نامے | | | | |
| | من درپن | مولانا محمد باقر آگاہ | ۱۲۰۶ھ | |
| | معجزات النبیؐ | جان محمد عاجز | ۱۲۴۷ھ | |
| شمائل نامے | | | | |
| | شمائل النبیؐ | عبد المجید ترین | ماقبل ۱۱۵۰ھ | |
| | شمائل محمدی | صاحبان عثمان | اوائل بارھویں صدی | |
| منظوم سیرتیں | | | | |
| | روضۃ الانوار | ولی ویلوری | ۱۱۵۹ھ | |
| | اعجاز احمدی | نوازش علی شیدا | ۱۱۸۶ھ | |
| | ریاض السیر | غلام محمد حسرت | | |
| | ہشت بہشت. | مولانا محمد باقر آگاہ | ۱۱۸۱ھ — ۱۲۰۶ھ | یہ ضخیم مثنوی آٹھ حصوں پر مشتمل |
| | | سید امیر الدین حسین | عہد ۱۲۵۰ھ | دکنی کے چند مضامین (ہاشمی) ص ۹۹ میں اس مثنوی کی نشاندہی کی گئی ہے |

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے موضوع پر ملنے والی تصانیف کی مذکورہ بالا فہرست صرف ان مشہور اور نمایاں کتابوں پر مشتمل ہے جن کا ذکر دکنی شعر و ادب کی تاریخوں میں بکثرت ملتا ہے۔ اگر مزید تحقیق و تلاش سے کام لیا جاتا اور پاک و ہند کے مختلف کتب خانوں میں موجود مخطوطات کی فہرستوں کا مطالعہ کیا جائے تو اس طرح کی سینکڑوں تصانیف نظر آئیں گی

جنوبی ہند میں سیرت و نعت کا زیادہ تر سرمایہ انہی (مذکورہ بالا) تصانیف سے ماخوذ ہے۔ اور جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ان کے مصنفین میں زیادہ تعداد صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی ہے اور ان میں اکثر کتابیں مجلسوں میں پڑھنے کی غرض سے لکھی

جنوبی ہند میں اردو نعت کی روایت جس کے ماخذات و مراجع کا گذشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا ہے قریباً ساڑھے پانچ صدیوں
محیط ہے۔ اس طویل مدت میں نہ صرف اردو نعت نے اپنے آغاز و ارتقا کی اوّلین منزلیں طے کیں بلکہ مختلف موضوعات اور اسالیب
میں پختگی بھی پیدا کی۔ اردو نعت کی دکنی و گجراتی روایت کا جائزہ لینے کے لئے جب ہم ان ساڑھے پانچ صدیوں میں تخلیق
ہونے والے شعری ادب کا بحیثیت مجموعی جائزہ لیتے ہیں تو درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں

اردو نعت کا آغاز بھی اردو زبان ہی کے ساتھ ہوا۔ اور عربی و فارسی کی طرح یہ صنف بعد میں اس زبان سے متعارف
نہیں ہوئی۔ اردوئے قدیم میں صوفیائے کرام کی جکریاں اور دوسری مذہبی تصنیفات اس امر کی گواہ ہیں کہ اردو نعت کے ماخذ کا
بھی ورثہ بھی وہی ہے جو اردو زبان کا۔

اوّلین نعت گو صوفیائے کرام تھے جنہوں نے تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں بعض ایسی تصانیف لکھیں جن میں دوسرے مذہبی و
اخلاقی مسائل کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح اور فضائل و خصائل کا بیان بھی شامل ہے۔ نعت جو ایک
اعتبار سے صوفیانہ اور مذہبی شاعری ہے اپنی ابتدا اور فروغ کے لئے ان صوفیائے کرام ہی کی مرہونِ منت ہے

اردو نعت کا اوّلین سرمایہ فنی سے زیادہ تبلیغی، اصلاحی اور مقصدی نوعیت کا ہے۔ صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کی
تصانیف سیدھے سادے انداز کی مسلسل نظمیں ہیں جن کا مقصد لوگوں کو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ؐ سے روشناس کرانا اور ان
کی دینی اور اخلاقی تربیت کرنا ہے ظاہر ہے اُن کے مخاطب وہ خواص نہیں تھے جو علوم دینی و دنیوی سے بہرہ اندوز تھے اور جن کو
عربی فارسی پر دسترس حاصل تھی اصلاً اُن کا خطاب اُن ہزاروں عوام سے تھا جو ادبی لطافتوں اور نزاکتوں سے نا آشنا تھے
اور جن کے ساتھ صاف سیدھی زبان میں دینی اور اخلاقی مضامین پر گفتگو کی ضرورت تھی۔ لہٰذا ابتدائی نعتیہ اور سیرتی ادب
میں زیادہ تر زبان و فن کا عوامی انداز نظر آتا ہے۔ البتہ کہیں کہیں اعلیٰ اور معیاری نعت کے نمونے بھی نظر آتے ہیں۔

دکنی نعت کے موضوعات اور اُن کا اسلوب بیان عوام پسند ہے موضوعات میں حضور اکرم ؐ کی سیرت کے ان پہلوؤں پر
زیادہ توجہ دی گئی ہے جو عوام کے لئے جاذبِ توجہ اور دلچسپی کا موجب ہوں دکنی نعتیہ سرمایہ کا غالب حصہ آپ ؐ کے معجزات
خصوصاً معراج کے ذکر سے متعلق ہے۔ معراج پر جداگانہ تصانیف کے علاوہ بہت سی دکنی مثنویوں کے آغاز میں حمد و نعت کے
بعد خصوصیت سے واقعہ معراج کو نظم بند کیا گیا ہے۔ مقامی ماحول و معاشرت اور ہندی دیو مالا و اصنام پرستی کے زیر اثر
معجزات رسول اکرم ؐ کے بیان میں بعض غیر مستند واقعات و روایات بھی داخل ہو گئیں اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں
اظہار و بیان کے تمثیلی انداز نے بعض غیر حقیقی واقعات کو بھی نعت و سیرت کا جز بنا دیا اور یوں موضوع کو دلچسپ بنانے کے
ایک ایسا سلسلہ چل نکلا جس کے اثرات بعد کی نعت گوئی خصوصاً میلاد ناموں میں بہ آسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔

اسلوب بیان میں مقامی معاشرت میں پھیلے ہوئے ذوق موسیقی اور اس کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھا گیا۔ ہندی
گیتوں کے انداز اور اوزان میں جکریاں، دوہرے اور گیت لکھے گئے جن کا موضوع صوفیانہ تھا مگر جنہیں ہندی راگوں کی طرز
لکھا گیا بعض صوفیائے کرام نے ایسی شعری تخلیقات اور گیتوں کے ساتھ اُن کے راگوں اور اوزان موسیقی کی نشاندہی بھی کر دی
شیخ باجن اور محمود دریائی کے ہاں اس کی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں ان صوفیانہ گیتوں اور دوہروں میں حمد کے ساتھ
نعت کا موضوع بھی ملتا ہے۔ زبان کی تنگ دامانی کے باوجود ان ابتدائی نعتیہ جکریوں میں جذبات کی فراوانی موجود ہے۔
گیتوں کے بول اور دوہروں کی زبان اگرچہ عجز کا اظہار کر رہی ہے مگر عشق رسول کا چھلکتا ہوا جذبہ ہے کہ وسیلے کو خاطر میں نہیں لاتا اور
خود اس بے پایاں جذبے میں پگھلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ نعت کے جذبہ کو فروغ دینے میں ان جکریوں نے بڑا کام کیا۔ ...

راگوں کے ذریعے ان جکریوں اور دوہروں کے بول نگر نگر پھیل کر لوگوں کے دلوں میں اتر گئے۔

جکریوں کے علاوہ دوسری شعری تصانیف جو سیرت و نعتِ رسول اکرم کے موضوع سے متعلق ہیں ان کے پس منظر میں اور
ملس آرائی کا جذبہ کارفرما ہے۔ اردوئے قدیم کی غالب تصانیف مجلس میں سنانے اور پڑھنے کے لئے تخلیق ہوئیں۔ مذہبی تقریبا
ں بار بار پڑھے جانے کے سبب معراج ناموں، میلاد و وفات ناموں اور دوسری مذہبی تصانیف کے کچھ حصے سامعین کو یاد بھی ہو
بحور میں ترنم اور زبان میں سلاست اور بیان میں روانی کے عناصر ان تصانیف کی تخلیق کے پس منظر میں ملحوظ رہے ہیں

۔ ہیئت میں مثنوی پسندیدہ و مرغوب خیال کی جاتی رہی ہے اس کی بڑی وجہ قصہ گوئی اور بیان میں ربط و تسلسل کی فرد
ں جو مثنوی سے خاص ہیں۔ 'نامہ' سے متعلق کم و بیش تمام تصانیف مثنوی ہی کی ہیئت میں ہیں۔

مذہبی مثنویوں کے لئے نعت کا اثاثہ عشق و محبت کے موضوع اور داستانوں پر لکھی گئی مثنویوں میں بھی ذیلی حیثیت سے موجود
ں اجزا کو اردو مثنویوں میں نعتیہ عناصر کے عنوان سے جمع کیا جائے تو اس کی مقدار اس عہد میں ایک صنفِ سخن کے طور پر لکھی گئی نعتو
ں کہیں زیادہ ہوگی۔ مثنوی نگاری کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں کہانی خواہ ملکی ہو یا غیر ملکی، موضوع معاشرتی ہو یا اخلاقی ان کے آغا
ں حمد و نعت (اور منقبت) کا اہتمام ضرور کیا جاتا ہے اور اصل قصہ یا موضوع اس کے بعد شروع ہوتا۔ اس کے پیچھے ہر کام کو نام خدا
ر یادِ رسول ؐ سے شروع کرنے اور خیر و برکت حاصل ہونے کا عقیدہ کارفرما ہے۔ ایک دو کے سوا دکنی اور گجری کے تقریباً سارے مثنو
اعروں نے اس روایت کو نبھایا ہے۔ یوں اردوئے قدیم کی نعت گوئی کا ایک بڑا حصہ مثنوی کے آغاز میں برکت طلبی کے جذبۂ محرک
ے تخلیق کروایا۔

۔ اس ابتدائی سرمایہ نعت میں اردو زبان کے کم و بیش تمام ابتدائی لہجے اور اسالیب شعر نظر آتے ہیں۔ گجرات گولکنڈہ بیجا پو
ور دکن میں نشو و نما پانے والی اردو کی ابتدائی شکلیں جو بالآخر ولی دکنی کی روایت ریختہ میں ضم ہو جاتی ہیں جنوبی ہند کی نعت گوئی
یں نظر آتی ہے نیز ابتدائی سرمایۂ نعت میں ہندی الفاظ کا غلبہ ہے پھر اس میں آہستہ آہستہ فارسی و عربی الفاظ داخل ہونا ش
وتے ہیں اور ہندی کے غیر مانوس اور ثقیل الفاظ کا زور کم ہوتا جاتا ہے۔ نظامی سے ولی دکنی اور ولی دکنی سے باقر آگاہ تک نعت زبا
سالیب شعر کے مختلف مراحل سے گزر کر ایک معیار کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ باقر کی زبان ہماری آج کی زبان کے زیادہ قر
ہے۔ اس میں کہیں کہیں فارسی و عربی کے الفاظ اور تراکیب کا بے ساختہ استعمال بھی ملتا ہے اور ترسیل و اظہار کے وسیلے بھی وا
ور موثر انداز اختیار کر لیتے ہیں۔

ے۔ مثنوی کی ہیئت کے علاوہ اردو شاعری کی دوسری اصناف کو بھی نعتیہ مضامین کے اظہار کے وسیلوں کے طور پر برتا گیا
قصیدہ و غزل کے ساتھ رباعی، مستزاد، مخمس، تضمین وغیرہ میں بھی نعت کے نمونے ملتے ہیں۔ ان کی مثالیں جیسا کہ پہلے
شاندہی کی جا چکی ہے، کلیات قلی قطب شاہ، کلیات بحری، کلیات ولی اور کلیات شاہی میں دیکھی جا سکتی ہیں

۔ بحیثیت مجموعی دوسری اصناف سخن کی طرح اردو نعت نے بھی جنوبی ہند میں اپنی تخلیق و ارتقا کے اولین مرحلے طے کئے۔ جنوبی ہند کے نعت نگاروں نے
نعت کو فنی اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ رشد و ہدایت کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ تبلیغ و اصلاح کے مقاصد اور زبان کی قدامت کے باوجود جنوبی ہند کے نعتیہ کلا
یں اعلیٰ فنی معیار کے حامل نمونے بھی مل جاتے ہیں۔ جن میں محاسن شعری کے علاوہ کیف و اثر کے عناصر بھی نظر آتے ہیں۔ ایک صنف شاعری یا ا
کے طور پر نہ سہی ایک موضوع کے طور پر نعت مقبول و مروج رہی یوں شمالی ہند میں نعتیہ شاعری کے باقاعدہ ارتقا سے پہلے جنوبی ہند کی نعت اس
درجہ اور معیار کو پہنچ چکی تھی کہ اب اسے پھلنے پھولنے اور ایک جداگانہ صنفِ سخن کی حیثیت سے اپنا مقام منوانے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی

# شمالی ہند میں اُردو نعت گوئی کا جائزہ

## تمہید

۱ - صوفیائے کرام کی نعت گوئی کے نمونے

۲ - سودا و میر کا عہد

۳ - اُردو نعت دورِ تشکیل میں

۴ - امیر و محسن کی نعت گوئی

جائزہ

## تمہید

شمالی ہند میں مسلمانوں کا عمل دخل اگرچہ جنوبی ہند سے بہت پہلے ہو چکا تھا مگر اردو ادب کی پہلی تصنیفات جنوبی ہند ہی میں ہوئیں۔ اس کے تاریخی عوامل اور سیاسی پس منظر کا سرسری ذکر گزشتہ باب کے شروع میں ہو چکا ہے۔ شمالی ہند میں اردو زبان و ادب کی نشو و نما کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصّہ اردو کے اس عبوری دور سے تعلق رکھتا ہے، جب پنجاب اور دہلی میں مسلمانوں کی ابتدائی حکومتیں قائم ہوئیں اور مقامی زبانوں میں عربی فارسی کی آمیزش سے اردو زبان کا ابتدائی ہیولا تیار ہوا۔ دوسرا دور اورنگ زیب کی وفات (م ۱۱۱۸ھ) کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اورنگ زیب کا ۴۹ سالہ دورِ حکومت برصغیر پاک و ہند میں مسلم اقتدار کا نقطۂ عروج تھا۔ اتنی بڑی سلطنت اور اتنا بڑا عہدِ حکومت اس سے پہلے اور بعد میں کسی مسلمان بادشاہ کو نصیب نہ ہوا تھا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد تخت نشینی کی خونریز جنگوں، سازشوں اور بغاوتوں، اندرونی شورشوں اور بیرونی حملوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مغل سلطنت کے زوال و انحطاط کا یہی زمانہ شمالی ہند میں اردو زبان و ادب کے آغاز کا زمانہ ہے۔ فارسی زبان مغلوں کی شوکت و تجمّل کی علامت تھی۔ ان کے زوال کے ساتھ ہی معاشرے سے فارسی عمل دخل کی گرفت کمزور پڑنے لگی اور دہلی میں اردو شاعری کی طرف میلان کا آغاز ہوا۔ ۱۱۳۲ھ میں وَلی کا دیوان شمالی ہند پہنچا تو وَلی کے تتبع میں اردو غزلیں کہنے کا ایک عام رجحان ہو گیا، جس نے بڑھتے بڑھتے ایک شعری تحریک کی صورت اختیار کر لی۔

جنوبی ہند کی طرح شمالی ہند میں بھی اردو کی ابتدائی نشو و نما صوفیائے کرام کی مرہونِ منّت ہے۔ صوفیا کا تعلق چونکہ عوام الناس سے تھا اس لئے انہوں نے سرکار دربار کی زبان چھوڑ کر عوام کی زبان میں رُشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ یہاں بھی اردو زبان و ادب کے ابتدائی نمونے بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کی تصنیفات اور ملفوظات میں ملتے ہیں۔ شمالی ہند میں اردو نعت کے اوّلین عناصر کا ماخذ اردو کا یہی پہلا دور ہے جسے حافظ محمود شیرانی نے "خانقاہی اردو" سے یاد کیا ہے۔ "یہ خانقاہی اردو کے نمونے آج ہمارے کانوں کو نہایت عجیب معلوم ہونگے لیکن ہمیں تاریخی دلچسپی کی رُو سے ان پر نگاہ ڈالنی چاہیئے۔ یہ تبرکات ایسے عہد کی یادگار ہیں جب کہ ابھی دہلی میں بھی سناٹا تھا، اور میر و سودا کی تشریف آوری شروع ہونے میں بھی ایک عرصہ درکار تھا۔"[۱]

شمالی ہند کی نعت گوئی (جو ایک باقاعدہ شعری تحریک کی شکل میں بہت بعد کو رواج پذیر ہوئی) کا اوّلین سرمایہ بھی دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصّہ اردو شاعری کے آغاز (میر و سودا کے عہد) سے قبل کا وہ زمانہ ہے جب اردو میں مستقل تصانیف بہت کم کم نظر آتی ہیں اور اس کا بیشتر شعری سرمایہ صوفیائے کرام کے دوہروں، ریختہ کی صورت میں لکھی جانے والی غزلوں، نام کی ترکیب سے لکھے جانے والی منظوم رسالوں اور مذہبی مثنویوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصّہ اس عہد سے تعلق رکھتا ہے جو میر و سودا و مصحفی سے شروع ہوتا ہے جبکہ اردو شاعری کا باقاعدہ رواج ہو جاتا ہے۔ ذیل میں ہم ان دونوں ادوارِ نعت کا جائزہ لیتے ہیں۔

### ۱۔ صوفیائے کرام کی نعت گوئی کے نمونے

صوفیائے کرام کی کوششوں کا مقصد عام مسلمانوں، نومسلموں اور طالبانِ حق کو دین و معرفت کے بنیادی اصول بتا کر انہیں خدا کی طرف راغب کرنا تھا۔ اس لئے ان کے اقوال، ملفوظات، گیت اور دوسری شعری تصانیف میں تبلیغ و ہدایت کا رجحان غالب ہے۔ ان کے یہاں ادبیت اور شاعری مقصود بالذات نہیں بلکہ ان کی حیثیت ثانوی ہے، اصل منشا اصلاح و ہدایت ہے۔ تبلیغِ دین کے ساتھ تصوّف اس شاعری کا نمایاں موضوع ہے۔

---

۱۔ پنجاب میں اردو (حافظ محمود شیرانی) ص ۳۲۹۔

صوفیانہ رجحانات کا ظہور مخصوص تمدنی اور تہذیبی اثرات کے سبب تھا ۔ صوفیائے کرام کے دینی میلان کے علاوہ اُمتِ مسلمہ کی زبُوں حالی اور معاشرتی و سیاسی زوال کی جھلک بھی اس شاعری میں بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے ۔ نیز اس دَور کے لسانی رویّوں کا اندازہ بھی ان ابتدائی نمونوں میں نظر آتا ہے ، جب اُردو اپنے ارتقاء کی اوّلین منزلوں میں تھی ، اور اس کے شعری اسالیب ابھی واضح نہیں ہُوئے تھے ۔

اردو شاعری کے اوّلین نعتیہ نمونوں پر بھی صوفیانہ افکار و نظریات کا رنگ غالب ہے ۔ ذیل کے نعتیہ نمونوں کے مطالعہ سے اس صوفیانہ رجحان کا اندازہ ہوتا ہے ۔ حضرت غلام قادر شاہ م ( ۱۱۷۶ ھ ) کی "رمز العشق" کے یہ شعر دیکھیئے ۔

| | |
|---|---|
| وہی وہی نہ دوجا کوئی | پرگھٹ ہو یا گپت ہو کوئی |
| احد، محمّد ایک پچھانوں | ایک ہی دیکھو ایک ہی جانوں |
| حمد کہو اور بہت درود | ھو الحامد والمحمُود |
| اوّل آخر باطن ظاہر | ناہیں اس سے کوئی باہر |
| انا من نورہ سنو بیان | والکل نوری دھرو دھیان |
| سبھ لیو او بوجھو بات | ایک ہی ذات ہے ایک ہی ذات |
| سب بڑیائی اسے مسلّم | صلی اللہ علیہ وسلّم |
| صلی اللہ علیہ و آلہ | دمن اشتاق بنور جمالہ |

غلام قادر شاہ ہی کی ایک نعتیہ غزل دیکھیئے جس میں یہ صوفیانہ رنگ فصاحت کے ساتھ نظر آتا ہے ۔

| | |
|---|---|
| سب دیکھو نور محمّد کا ، یہ دیکھو نور محمّد کا | سب ، بیچ ظہور محمّد کا ، سب دیکھو نورِ محمّد کا |
| وہ نقطہ علم ازل کا ہے وہ اوّل ہر اوّل کا ہے | وہ مجمل ہر مجمل کا ہے سب دیکھو نور محمّد کا |
| وہ منشا سب اسما کا ہے وہ مصدر سب اشیا کا ہے | وہ مستر ظہور خفا کا ہے سب دیکھو نور محمّد کا |
| کہیں ظاہر ہو مشہور ہوا کہیں باطن ہو مستور ہوا | کہیں ناظر ہو منظور ہوا سب دیکھو نور محمّد کا |
| کہیں کلمہ حق کا نور اللہ کہیں بیچ بنگوڑے عبد اللہ | سبحان اللہ سبحان اللہ سب دیکھو نور محمّد کا |
| کہیں شمع کہیں پروانہ ہے کہیں دانا کہیں دیوانہ ہے | کہیں یار کہیں بیگانہ ہے سب دیکھو نور محمّد کا |
| کہیں غوث تمام کہایا ہے کہیں مولا نام دھرایا ہے | کہیں عبد غلام کہایا ہے سب دیکھو نور محمّد کا |

پنجاب میں اردو ' ( شیرانی ) کے ضمیمہ میں قاضی فضل حق نے اسی نعت کے پندرہ شعر اور نقل کیے ہیں ۔ ان کی فضا بھی صوفیانہ ہے " سب دیکھو نور محمّد کا " کی ردیف نے پوری نعت کو ایک معنوی کل میں پرو دیا ہے ۔ معنوی تسلسل اور ردیف کی تکرار کے ساتھ شعروں کی داخلی غنائیت اور قوافی نے ایک موثر آہنگ پیدا کیا ہے ۔ یہ نعت ' لولاک لما خلقت الافلاک ' کی صوفیانہ تشریح ہے مگر اس میں جگہ جگہ ' احد و احمد ایک پچھانوں ' کی صدا سنائی دیتی ہے ۔ یہ اشعار دیکھیئے ۔

| | |
|---|---|
| کہیں اسم صفت موں ساتر ہے کہیں اسم صفت میں ظاہر ہے | کہیں بھیتر ہے کہیں باہر ہے سب دیکھو نور محمّد کا |
| وہ غیب سوں آ عیان ہوا پھر علموں جا نہان ہوا | پھر عین موں آ اکوان ہوا سب دیکھو نور محمّد کا |
| کہیں روح مثال کہایا ہے کہیں جسم موں جا سمایا ہے | کہیں حسن و جمال دکھایا ہے سب دیکھو نور محمّد کا |

---

۱ - ۲ : پنجاب میں اُردو ( شیرانی ) ص ۳۳۷ / ص ۳۳۹

شاعر نے اسی نعت میں حضرت آدمؑ ، نوحؑ ، ابراہیمؑ ، یوسفؑ ، یعقوبؑ ، موسیٰ تمام پیغمبروں کو نورِ محمدی کے روپ قرار دیا ہے ۔ آگے چل کر جناب علیؓ و بتولؓ ، حسنؓ و حسینؓ سید عبدالقادر جیلانیؒ سے اس کے ڈانڈے ملا دیتے ہیں ۔ غلام قادر شاہ کی اس نعتیہ غزل میں نورِ محمدیؐ کا بیان اس انداز میں ہوا ہے ، جس طرح حمد یا صوفیانہ نظموں میں خدا تعالےٰ کی تجلیات و ظواہر کا ذکر کیا جاتا ہے اور ہر چیز کو خدا تعالےٰ کا جلوہ کہا جاتا ہے ، غلام قادر شاہ نے بھی سالک ، مجذوب ، طالب و مطلوب ، زاہد ، مومن ، شیخ ، برہمن ، درد ، درماں ، جنّت ، میزان وغیرہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ملا دیا ہے ۔ حضور اکرمؐ کے حوالے سے "ہمہ اوست" کا یہ پہلو ہمیں نعت کے مطلع سے مقطع تک پھیلا ہوا ہے ۔ ایک جگہ "وہ آپ ہی آپ نہ دُو جا ہے" کہہ کر نورِ محمدی کو وحدتِ موجودات کا مصدر و منبع ہی قرار دے دیتے ہیں ۔

جن رازِ حقیقت بوجھا ہے سب جان پہچان کے سو جھا ہے    وہ آپ ہی آپ نہ دو جا ہے سب دیکھو نور محمدؐ کا

صوفیائے کرام کی شاعری میں حمد و نعت کی آمیزش تو ہے ہی مگر خالص نعت کے شعروں میں بھی تصوّف کا یہ عنصر نمایاں ہے ۔ بھگتی تصوّف کے علاوہ اس کا سبب ہندو دیومالا اور صنمیات کا وہ تذکار بھی ہے جو اس عہدِ معاشرت میں عام تھا ۔ مندروں میں جو بھجن گائے جاتے تھے اس میں ہندی تصوّف کی یہی روح کار فرما تھی ۔ صوفیائے کرام اور اس دور کے صوفیانہ ذہن رکھنے والے شاعروں کے نعتیہ کلام میں حمد اور حمد نگاری میں نعتیہ عناصر گھل مل گئے ہیں ۔ صوفیانہ مزاج اور اُسلوب کا یہ پہلو اس عہد کی شاعری میں عام ہے ۔

شیخ محمد حاجی ( جو شیخ فاضل الدین بٹالوی م ۱۱۵۱ ھ کے مرید تھے ) کے یہ شعر ملاحظہ ہوں

کُنتُ کنزاً مخفیاً تھا تب کے یہ بھید نہ پایو رے    فاحببتُ اَن اُعرَف تب آدم بھیکھ بنایو رے

کہا آپ کوں "انا من نور اللہ" اور خلق سبھی کوں "من نوری"    تم سیانے سبھی بچار کرو پھر دوسرا کون سمایو رے

"وفی انفسکم" کہا آدم کوں سبھ جان بجھے ان جان ہوئے    ہر طرف بتاؤں وجہ اللہ تم سوں نہ کچھ لوکایو رے

"نحن اقرب" جب خبر دیا تب سوچ بڑی سبھ کے من موں    احد سے احمد آپ ہوں پھر کہ کے بعد چھپایو رے [1]

امام بخش قادری بھی اسی عہد کے شاعر تھے انہوں نے اسی بحر میں ایک غزل لکھی ۔ اس کے یہ اشعار دیکھئے :-

...... من رانی قدرای الحق سمجھ لیو احمد لا میم    رب سیں آپ ہی عرب بنیوں پھر ظاہر عبد کہایو رے

وُہ ہوالظاہر و ہوالباطن سبھ اشیاء کا عین ہوا    کچھ نہ چھوڑا غیریت سوں کیا وحدت صرف بنایو رے [2]

حمدیہ عناصر ہی کی طرح اس عہد کی نعتیہ شاعری میں منقبتِ صحابہ اور منقبتِ بزرگانِ دین خصوصاً سید عبدالقادر جیلانی کی منقبت اور منقبتِ شیخ کا بیان بھی ملتا ہے ۔ "پنجاب میں اردو" میں ایسے متعدد نمونے مل جاتے ہیں ۔ جنوبی ہند کی طرح شمالی ہند کے اوّلین نعتیہ نمونوں میں لسانی اور ہیئتی تصرفات بھی نظر آتے ہیں ۔ شیخ ابوالفرح فاضل الدین بٹالوی (م ۱۱۵۱ ھ) کی یہ نعت دیکھئے اس میں ردیف کا التزام تو ہے مگر قوافی کا کہیں ہے کہیں نہیں ہے ۔

دیکھو لوگو سبھی جگہ پر محمدؐ ہے محمدؐ ہے ،    سرو سرتاج وہ سرور محمدؐ ہے محمدؐ ہے

ابر دریا و صبح و مرتی کرم سیں خود نوازی ہے    اٹھا پلکاں دیکھو بھیتر محمدؐ ہے محمدؐ ہے

تمامی اولیا مومن پکاریں دین دُنیا میں    ہمارے بخت کا اختر محمدؐ ہے محمدؐ ہے

ملائک جن سبھی کہتے مبارک نام ہے پایا    علی اور فاطمہ زہرا محمدؐ ہے محمدؐ ہے

اُٹھا پلکاں دیکھو دل میں نہیں جز مصطفےٰ کوئی    ابو بکر عمر عثمان محمدؐ ہے محمدؐ ہے

---

۱-۲: پنجاب میں اردو (شیرانی) ص ۲۲۲ / ص ۲۲۵

لگی ہے عشق کی برچھی کہوں میں خلق سُوں ظاہر    ارے لوگو دیکھو ہر جا محمدؐ ہے محمدؐ ہے
احد احمدؐ تمہیں دیکھو کرم سیں جب نوازا ہے    خدا کے فیض کا مظہر محمدؐ ہے محمدؐ ہے [1]

قاضی فضل حق نے "پنجاب میں اُردو" کے ضمیمہ میں جلالا نامی کسی بزرگ کی درج ذیل نعت بھی نقل کی ہے۔ اس میں صرف ردیف کا التزام ہے۔

ہمیں جیسے گنہگاروں کو ہے تقویٰ محمدؐ کا    سوا اس سے نہیں کوئی جو کر کلمہ محمدؐ کا
زمین و آسماں چوداں طبق اور عرش کرسی سب    خدا صاحب کیا سب کچھ سبھی صدقہ محمدؐ کا
زلیخا نوجواں ہوئی لگا یعقوب کو دسنے    بہ پیراں عاشقاں نبیاں توجہ سے محمدؐ کا
------ طفیل اس کے ہی ہویا محی دین محبوبِ ربّانی    ہویا روشن جہاں کے باغ میں گل اس محمدؐ کا
کہے عاجز جلالا ہو نبی کا بول بالا ہو    کرم از حق تعالےٰ ہو پڑھو کلمہ محمدؐ کا [2]

مذکورہ بالا دونوں نعتوں کے کچھ اشعار نمونۃً درج کئے گئے ہیں ان میں نعت کے کم و بیش تمام موضوعات کی نشاندہی ملتی ہے۔ غزل کی ہیئت کے سبب باوجود مضامین میں عدم تسلسل کا احساس نہیں ہوتا، نعتوں کی ردیف نے مختلف مضامین میں بھی ہم آہنگی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اُردو نعتوں کے ان نمونوں میں اظہار اور ترسیل صاف اور قدامتِ زبان کے باوجود تفہیم و ابلاغ میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

اردو نعت کے قدیم نمونے ریختہ و ملمع کی شکل میں بھی ملتے ہیں، جن میں نصف مصرع فارسی یا عربی اور نصف مصرع ہندی میں ہوتا ہے۔ اور فارسی عربی الفاظ ہندی کے ساتھ آمیز کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی نظمیں قافیہ کی پابندی سے آزاد ہیں۔ اور ردیف کا التزام ہی انہیں ایک نظم کی وحدت عطا کرتا ہے۔ یہ نظمیں ہندی اوزان میں بھی ہیں اور فارسی اوزان میں بھی شیخ عثمان (جن کا تعلق گیارھویں صدی ہجری کی ابتدا سے ہے) کا یہ ریختہ ملاحظہ ہو۔ اس پر نعت کا عنوان تو نہیں مگر اس کی داخلی فضا اور بعض اشعار میں موجود حوالوں سے اس پر نعت کا گمان گزرتا ہے۔

عاشق دیوانہ ام آؤ پیارے حبیب    از ہمہ بیگانہ ام آؤ پیارے حبیب
اے نظرت آفتاب برمن مسکیں بتاب    جان و جگر شد کباب آؤ پیارے حبیب
اے دل و دین جان من درد تو درمان من    ذکرِ تو سامانِ من آؤ پیارے حبیب
اے تو کس بے کساں مونس بے چارگاں    غمخوار آوارگاں آؤ پیارے حبیب
حکم ترا بندہ اب نزدِ تو شرمندہ ام    زار و سرافگندہ ام آؤ پیارے حبیب
بر دلِ عثماں غریب رحمتِ خود کن قریب    زانکہ تو ہستی مجیب آؤ پیارے حبیب [3]

شیخ ابوالفرح محمدؐ فاضل الدین بٹالوی (م ۱۱۵۱ھ) کی درج ذیل مناجات دیکھئے اس کی ردیف "انظر بحالی یا نبی" ہے۔ اس کے اشعار کے پہلے مصرعوں کے آخری حصہ میں بھی عربی ٹکڑوں کا التزام ہے۔ اس کا انداز بیان بڑا پُرسوز، موثر اور عاجزانہ ہے

---

۱-۲: پنجاب میں اُردو (شیرانی) ص ۳۴۲/ص ۳۴۳

۳: پنجاب میں اُردو (شیرانی) ص ۳۴۱ (قاضی فضل حق نے اس عربی آمیز مناجات میں ایک اور شعر کی نشاندہی کی ہے جو درج ذیل ہے

ے آ بیٹھے دیکھنے عشق کوں صرنا غمو ما فی العلوم    کیسی ہی کیسی بڑی انظر بحالی یا نبی
بحوالہ ایضاً ص ۴۲۸

نا ہیں مرا چھٹ تم کوئی انظر بحالی یا نبیؐ ۔۔۔ ہے رین دن غفلت پڑی انظر بحالی یا نبیؐ
اس فضل سوں رکھو مجھے من عزل درجات الصفا ۔۔۔ فریاد کرتا ہر گھڑی ، انظر بحالی یا نبیؐ
میں ہوں خرابی میں پڑا کالطفل سود الخلق حیف ۔۔۔ اس غم ستی چھاتی سڑی انظر بحالی یا نبیؐ
اس شرم سوں مجھ مکھ نہیں حتی اری ضو الصفا ۔۔۔ ہے مرگ بھی سر پر گھڑی انظر بحالی یا نبیؐ
بر تع سریعت سوں دکھو حتیٰ کون بنور کم ۔۔۔ اس عشق سوں کر مِل جڑی انظر بحالی یا نبیؐ
رو رو دکھوں ر درو بھروں قضاً بقضا عامہا ۔۔۔ افواج عصیاں سوں جھڑی انظر بحالی یا نبیؐ
راکھو تمہیں راکھو تمہیں لی لیس غیرک یا ملاذ ۔۔۔ نا ہیں مرا چھٹ تم ستی انظر بحالی یا نبیؐ
بھولا ہوں میں بخشو تمہیں لا تاخذونی بالوزر ۔۔۔ جب محی الدّین بخشش کری انظر بحالی یا نبیؐ
فاضل پکارے رین دن اشفع تشفیع المذنبیںؐ ۔۔۔ فریاد کرتا ہر گھڑی ، انظر بحالی یا نبیؐ [1]

'انظر بحالی یا نبیؐ' کی ردیف نے اس نظم کو ایک استمداد کا رنگ دے دیا ہے ، جو نعت کا ایک خاص اسلوب ہے ۔ مغلیہ سلطنت کے زوال ، نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں اور خونریزی کے بعد مسلمان جن مصائب سے دوچار تھے ان کی جھلک اس نعت کے پس منظر میں لو دے رہی ہے ۔ اس میں اپنے گناہوں پر اظہارِ ندامت کے ساتھ ساتھ معاشرتی و تہذیبی کرب بھی نمایاں ہے ، جس نے اسے ایک فریاد کی شکل دے دی ہے ۔ یہ فریاد اگرچہ فاضل بٹالوی کی ہے مگر اس میں عصری بے چینی بھی پنہاں ہے ۔ اسی عصر کے دل محمد دلشاد پسروری کے ہاں بھی کرب کی اسی کیفیت کا اظہار ہے ۔

؎ غم ہجوم آورد مارا یا رسول اللہ اغث ۔۔۔ در چنیں وقتے خدا را یا رسول اللہ اغث [2]

کی فریاد کی شکل میں ملتا ہے ۔

جانی نام کے ایک اور شاعر ( محمد ود ۱۱۲۸ھ ) کی مناجات میں نعت کا عنصر بھی دیکھیے ۔

خدایا ستر کن عیبم کر ستار نام ہے تیرا ۔۔۔ نبیؐ تو رخلق دا والی تجھی کوں شرم ہے میرا
مجھے غفلت دبایا ہے ضلالت راہ بھلایا ہے ۔۔۔ گناہاں پا ئیا گھیرا الٰہی آسرا تیرا
نبیؐ جی آسرا تیرا
........ دلم کا ذکر کی منزل کیا صورت ہوئی در دل ۔۔۔ کیا حرص دہوا ڈیرہ الٰہی آسرا تیرا
نبیؐ جی آسرا تیرا [3]

اب تک ہم نے جن نعتیہ نمونوں کا جائزہ لیا ہے ، وہ فارسی شاعری کے زیرِ اثر ظہور پذیر ہوئے ۔ اس عہد میں ہندی آمیز نعتیں بھی لکھی گئیں ، جن میں غم و حزن کی کیفیات کے حوالے سے حضور اکرمؐ کی محبت کا اظہار ہے ۔ ان میں ہندی طرزِ اظہار ، الفاظ و بیان اور جذبات و کیفیات نمایاں ہیں ۔

محبوب عالم عرف شیخ جیون جو سید میراں بھیکھ چشتی صابری ( م ۱۱۳۱ھ ) کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ ان کے 'درد نامہ' [4]

---

۱ : پنجاب میں اردو ( شیرانی ) ص ۳۲۷ ( قاضی فضل حق نے اس عربی آمیز مناجات میں ایک اور شعر کی نشاندہی کی ہے جو یہ ہے :
؎ آ بیٹھے دیکھے عشق کوں صرنا عموماً فی العموم ۔ کسی بنی کیسی پڑی انظر بحالی یا نبیؐ ۔ بحوالہ ایضاً ص ۴۲۸

۲ : ایضاً ص ۳۴۷ دلشاد کے ہاں جناب علیؓ ، مہدی آخر الزماں ، حضرت عیسیٰؑ اور جناب غوثِ اعظم سے بھی ایسے ہی استمداد کے نمونے ملتے ہیں

۳ : ایضاً ص ۴۳ ۴ ـ ۴۶۳ ۔ ۴ : محشر نامہ ، خواب نامہ پیغمبر اور دہیر نامہ بی بی خاتون بھی محبوب عالم کی تصانیف ہیں ان کے موضوعات بھی مذہب سے متعلق ہیں ۔

میں سیرتِ رسولِ پاکؐ کے بعض واقعات کا بیان ہے ۔ رسولِ پاکؐ کی وفات پر مصنف نے حضرت عائشہؓ ، حضرت فاطمہؓ اور شیخین کی طرف سے مرثیے لکھے جو غزل کی ہئیت میں ہیں ۔ مصنف نے انہیں دوہرے کے نام سے لکھا ہے ۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کا دوہرا حسبِ ذیل ہے ۔

سکھ چین کے گھر سووتی لاگا کلیجے تیر اب — دکھ نین بھر بھر رووتی بھاری پڑی ہے پیر اب
رد رد کروں ہوں زاریاں کس کوں سناؤں حال یہ — کیا سی لگی اب مرم کی دبھی گئی ہے چیر اب
جانی بنا کوئل بھئی جر جر سسی جوں کو یلا — تن ماں لگی ہے لو کئی دل کا گیا دلگیر اب
نس دن پوکاروں ایکلی پیو بن سبھی تن بے کلی — آنسوں جھراں ناری بھراں نیو رہا نا نیر اب
میری ہوئی ہیں نین کٹ نہسی لگی ہے جہا نجگ — ترپھوں پڑی بے کل گھڑی کیسے دہروں میں دھیر اب
پیو چاہ چاہے جیو یہ پیو بن نہیں کچھ جیو نا — جیکوں تجوں پیکوں لہوں سا کی اٹھی ہے پیر اب
پک پک پڑی تھک تھک گری ٹوٹا تنک نا ہیں ہلا — محبوب عالم نیہہ کی پاؤں پڑی زنجیر اب [1]

حضرت عمرؓ کا دوہرہ یہ ہے ۔

محمدؐ یاد نا چوکوں پڑا دن رین کرلاؤں — کھڑا فریاد ماں کوکوں محمدؐ سا کہاں پاؤں
محمدؐ نیہہ کی پھانسی گئی گھر ما نہ ہے ہانسی — گئی ہے ٹوٹ کر پھانسی کسے یہ حال دکھلاؤں
لگن لاگی نپٹ گاہڑی محمدؐ پیت نہیں یادہی — یہی ہے جیو ماں ٹھادی محمدؐ نانو نت گاؤں
محمدؐ کہہ محمدؐ کہہ پوکاروں میں سدا اللہ — پھروں گھر گھر یہی کہہ کہہ محمدؐ ناؤں پہچاؤں
کرو را ہا ہا محمدؐ بن منھوں بھاہا پڑا نس دن — گئے سب چین ہر دم ہیں کسے دکھ بات سناؤں
نہ سنگی ... ہے کوساتھی بھئی ابی درد ماں چھاتی — نہیں تن کی سبھی ساتی محمدؐ ہاتھ من پاؤں
عجب محبوب عالم تھا نہایت خوب بالم تھا — مرا نت پرت بالم تھا رہا ہے بیٹھ کس ٹھاؤں [2]

موت نامے اور وفات نامے اردو نظم و نثر میں بکثرت ملتے ہیں جن میں حضور اکرمؐ کی وفات مبارک کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہ "دردنامہ الگ معنوی و صوری حیثیت کا حامل ہے ۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ماتم اور غم کا اظہار کرنے ، حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے اس غم میں شریک ہونے جیسے ذیلی عنوانات ہیں ( جن میں سے دو کا نمونہ اوپر دیا گیا ہے ) ان عنوانات کے تحت لکھے ہوئے اشعار کی نوعیت پہلے انفرادی اور شخصی مرثیوں کی سی ہے ، جو حضرت امام حسینؓ اور ان کے رُفقاء کے مصائب کے سلسلے میں لکھے گئے ، وہ غم ناموں ، شہادت ناموں اور مرثیوں سے منفرد حیثیت رکھتے ہیں ۔" [3]

درد نامہ کی طرح نور نامہ بھی نعت کی ایک مستقل صنف ہے جس میں نورِ محمدیؐ اور حضور اکرمؐ کی ولادت مبارک کا بیان ہوتا ہے ۔ اُردو کے ابتدائی نور ناموں میں ایک نور نامۂ فقیر بھی ہے جو فقیر نامی کسی شاعر نے لکھا اور ۱۰۵۴ھ کی تصنیف ہے ۔ [4]

اس دور مذہبی تصانیف کے آغاز اور مثنویوں میں بھی نعتیہ اشعار نظر آتے ہیں ۔ مولانا عبدی ( حیاتِ موجود اورنگ زیب ) کی "فقہ ہندی" تصنیف ( ۱۰۷۴ھ ) میں آغاز میں حمد کے بعد یہ شعر ملتے ہیں ۔

---

۱ - ۲ : پنجاب میں اُردو ( حافظ محمود شیرانی ) ص ۲۶۶ / ص ۲۶۷

۳ : تاریخ ادبیات ( پنجاب یونیورسٹی ) جلد ششم ص ۱۴۳

۴ : پنجاب میں اُردو ( شیرانی ) ص ۹۴

عـلم شریعت نال کے بھیجا پاک رسولؐ جو کچھ بھیجا رب تیں سب ہم کیا قبول

یارب اپنے فضل سوں بے حد بھیج درود نبی محمد مصطفےٰ تجھ سوں ہو خوشنود [1]

'فقہ ہندی' شمالی ہند کی قدیم ترین مثنویوں میں سے ایک ہے۔ اس کے بعد کی مذہبی مثنویوں میں اسماعیل امروہی کی مثنویاں ملتی ہیں۔ مثنویاتِ اسماعیل امروہی (بحدود ۱۰۵ھ تا ۱۱۲۳ھ) میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان مثنویوں کے موضوعات مذہب سے متعلق ہیں۔ ان کی غرض و غایت جیسا کہ مثنویوں سے ظاہر ہے، معاشرے کو اسلامی موضوعات و شخصیات سے روشناس کرانا ہے، اور فقہ کے پیرائے میں دینِ اسلام کی تبلیغ و تشریح ہے۔

اسماعیل کی پہلی مثنوی 'وفات نامہ بی بی (فاطمہ)' ہے [2]۔ اس کا سنِ تصنیف ۱۱۰۵ھ ہے۔ اس مثنوی میں حضرت فاطمہؓ کی پیدائش، حضرت علیؓ سے نکاح اور وفات کے احوال کو منظوم کیا ہے۔ اس کے آغاز (حمد و نعت) کے علاوہ مثنوی کے قصّہ میں بھی کئی جگہ حضور اکرمؐ کا ذکر اور نعت کا مضمون ملتا ہے۔ آغاز کے نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں۔

کہوں نعت اب میں، محمد رسول دو عالم صدقِ دل سیں کیجو قبول

محمد نبی ہیں گگے دُرِّ یتیم ازل سے ابد تک ہوئے مستقیم

سبھوں پر جو سردار ہیں مصطفےٰ شفیع دن قیامت کے ہیں مجتبیٰ

ہمارے بخت کیا ہیں روشن سدا نبی اولیاں بیچ کیتا خدا

نبی کی صفت بہت ہے بے شمار سکت کیا دھراں، وتے بولوں چار

پڑھیا نعت جو میں کہیا دل کر زُدد نبی آل اوپر پاک بولوں درود [3]

اس کے بعد اصحاب پاک کی مدح کا بیان ہے۔

اسماعیل امروہی کی دوسری مثنوی 'معجزہ اناز' ہے، جو بادشاہ خیبر و بلقیس شاہ کے قصّہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس کا سنِ تصنیف ۱۱۲۰ھ ہے۔ اس کے آغاز میں نعت کے شعر دیکھیے۔

محمد سبھوں پر کیے نامدار جنی نے انوں سے کیا کامگار

محمد نبی ہیں کریم و شفیع مراتب سبھوں پر کیا ہے رفیع

اوّل کچھ نہ تھا جد نبی جو کٹے نبوّت کا چھتّر انوں سر دیئے

چار(وں) یاران کے جو ہیں ہم کلام خدا نے بڑائی دیا ہے مدام [4]

یہ مثنوی چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کے بیان سے عبارت ہے، اس لئے اس میں جگہ جگہ نعت کے شعر ملتے ہیں۔ درج ذیل اشعار دیکھیے یہ وہ مقام ہے جہاں ملک خیبر کے بلقیس شاہ سے اس کے وزیر حضور اکرمؐ کا ذکر کرتے ہیں۔

وزیراں ہر اک دھر تیں بولے تمام مدینے میں ہیں یک محمدؐ بنام

ہر جائے دیں اپنا ظاہر کریں صدق سیں اونوں کا جو کلمہ پڑھیں

---

۱: پنجاب میں اردو (شیرانی) ص ۳۱۹

۲: ذکر مخطوطات انجمن ترقی اردو کراچی میں یہ مثنوی تین حصّوں قصّہ بی بی فاطمہ، وفات نامہ بی بی فاطمہ اور شادی نامہ بی بی فاطمہ کے ناموں سے ہے۔

۳-۴: اردو کی دو قدیم مثنویاں از اسماعیل امروہی (مرتبہ نائب حسین نقوی) ص ۱۰۵ / ص ۱۴۸

اگر کوئی ان کوں دیکھے جائے کر　　مسلمان ہو کر رہیں شاد کر

ہراک ملک کے شاہ دیویں خراج　　نہ ڈرتے کسی سے خدا غیر باج

ہراک کوئی کہتے ہیں ان کوں رسُول　　حکم مان دل ساتھ کرتے قبول

نہیں جھوٹ بولیں نہ کرتے ستم　　روشن مکھ اوپر نور ہے صبح دم　۱

اسی طرح یہ شعر دیکھئے بلقیس شاہ کے لشکر کا ایک وزیر حضور اکرمؐ ہی سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے پُوچھتا ہے۔

سنا ہوں مدینے میں ہے یک نبیؐ　　خدا نے جو محبوب کیتا سبھی

خدا نے حسن بہوت دیتا جمال　　نہ ویسا کوئی در جہاں خوش خصال

ہراک طرف مشہور ہے اُن کا نام　　خدا کے نبی، خلق کہتی تمام

اس کے بعد حضور اکرمؐ کے جواب میں بھی مدحِ رسُول کا عنصر نمایاں ہے۔　۲

یہ قصّہ ایک غیر معتبر روایت پر مشتمل ہے۔ اس میں حضور اکرمؐ کے ایک معجزے کا ذکر کیا گیا ہے، جس کا ذکر سیرت و احادیثِ نبوی میں کہیں نہیں ملتا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ حضور اکرمؐ معجزے سے ایک انار پیدا کرتے ہیں　شاہ کی بیٹی اس انار کو کھا کر حاملہ ہو جاتی ہے اور پل بھر میں مدّت حمل پوری کرکے ایک بچّے کو جنم دیتی ہے، جو چشم زدن میں بڑا ہو کر بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور اسلام کی تلقین کرتا ہے (اس موقعہ پر بھی نعتِ رسول اکرم کے کچھ شعر ملتے ہیں) یہ نومولود بوڑھا، دینِ اسلام کی تبلیغ اور حضور اکرمؐ کی تعریف کے بعد مرجاتا ہے، اور اس کا جنازہ اٹھا کر اسے دفن کر دیا جاتا ہے۔ اس معجزے سے (بقول اسماعیل ــــ ہوئے لکھ مسلماں اسی وقت پر) اسی وقت ایک لاکھ آدمی مسلمان ہو جاتے ہیں۔ مثنوی کے اختتام پر اسی معجزے کے توسّل سے اسماعیل خدا سے بخشش و نجات طلب کرتے ہیں۔

نبی ــــ سبھی معجزے کا بیان　　کہ کر سیں ہندی بیچ لا یا چھپان

برکت اسی معجزے کا خدا　　بہ بخشاؤ دنی دین میں مجھ سدا

سخاوت کی مجھ کوں تو توفیق کر　　گناہاں محبت سیں سب دور کر

میں بندہ گنہگار ہوں اسماعیل　　ز برکت نبی بخشے رب الجلیل ............　۳

## صُوفیائے کرام کی نعت گوئی کا مجموعی جائزہ :-

شمالی ہند میں اردو نعت کے ابتدائی نمونے جن کا ہم نے گزشتہ سطور میں جائزہ لیا ہے، چند خصوصیات کے سبب اہم ہیں۔ ان کی پہلی نمایاں خوبی یہ ہے کہ جنوبی ہند کے اولین نعتیہ نمونوں کی طرح ان کی تصنیف و تخلیق بھی صوفیائے کرام کے ہاتھوں ہُوئی۔ اسی سبب ان نمونوں میں تصوّف کا رنگ بڑا گہرا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے عقیدت و محبّت کا اظہار کرتے ہُوئے اکثر صوفیانہ عقائد و خیالات نعت میں در آئے ہیں۔ دوسری نمایاں خصوصیت ان نعتوں کا مناجاتی انداز ہے۔ یہ انداز اس دَور کی منقبتوں خصوصاً سیّد عبد القادر جیلانیؒ کی منقبت میں لکھے جانے والی شاعری میں عام ملتا ہے۔ ڈاکٹر ا۔ د۔ نسیم اس دَور کی نعت و منقبت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

"یوں تو حضرت نبی کریم کی نظرِ کرم ہو جانے سے تقدیر بن جانے اور حضرت پیرانِ پیر کی دستگیری سے بیڑا پار ہو جانے کا عقیدہ مسلمانوں کی غالب اکثریت

---

۱-۲ : اُردو کی دو قدیم مثنویاں از اسماعیل امروہی (مرتبہ نائب حسن نقوی) ص ۱۵۱ / ص ۱۵۵

۳ : ایضاً ( ) ص ۱۶۵

میں برِ صغیر کے ہر دَور میں رہا ہے۔ لیکن جس دَور کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں شعوری یا لاشعوری طور پر اس عقیدہ نے لوگوں کے دلوں میں اس لئے جگہ بنا لی تھی کہ یہ دَور مسلمانوں پر انتہائی مصیبت اور ابتلا کا تھا۔ ان کی سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ فوجی قوت اور دین کی مدافعت ختم ہو چکی تھی سکھ گردی نے پنجاب کے مسلمانوں کی سوچ اور فکر تک کے راستے مسدود کر رکھے تھے۔ ان حالات اور پس منظر میں اہلِ پنجاب کی نظروں میں نبی کریم کی نعت اور حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی منقبت میں ان کے محامد و محاسن بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے حضور مناجاتی اور فریادانہ انداز بھی پیدا ہو گیا ہے۔" [1]
لہٰذا نعت میں صوفیانہ عقائد 'احد محمدؐ ایک پچھانوں' اور 'سب دیکھو نور محمدؐ کا' کے بعد 'انظر بحالی یا نبیؐ' اور 'نبی جی آسرا تیرا' کا مناجاتی رنگ اور فریادانہ انداز نظر آتا ہے۔

جہاں تک ان نعتیہ نمونوں کے ہیئتی اور لسانی روایوں کا تعلق ہے، یہ بات واضح ہے کہ یہاں ادبیت اور شاعری مقصود بالذات نہیں بلکہ ان کی حیثیت ثانوی ہے۔ اس کے باوجود ان نعت پاروں میں احساس کی صداقت اور خلوص کا اظہار ملتا ہے۔ موضوع اور اسلوب دونوں میں سادگی نمایاں ہے۔ سادگی اور خلوص کی اسی خصوصیت نے ان نعتوں کو پُر تاثیر بنا دیا ہے۔ اس دَور کے نعتیہ نمونے اُسلوبی لحاظ سے بھی متنوع ہیں۔ غزل، دوہرے، گیت، دوہے سے لے کر منظوم مذہبی رسائل اور مثنویوں تک میں نعت کے عناصر بکھرے ہوئے ہیں۔ ان میں ہندی آمیز اسلوب اور بحروں کے ساتھ عربی و فارسی کی پیوند کاری بھی ہے۔ الفاظ و قوافی کے انتخاب و استعمال میں اگرچہ رسمی اور روائتی ادبی پابندیوں کا التزام نہیں ملتا، مگر بحروں میں ظاہر جھول یا املا و تلفظ کے اختلاف کے باوصف ترسیلِ خیالات یا ابلاغِ شعر میں کہیں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

## ۲۔ سودا و میر کا عہد

دہلی میں شاعری کا آغاز حاتم و آبرو اور ناجی و یکرنگ سے ہوتا ہے۔ جن کے کلام میں ایہام گوئی اور رعایتِ لفظی کی صنعت گری ملتی ہے۔ اس مختصر سے دَور میں شعرا کی توجہ نعت گوئی کے بجائے ایہام گوئی پر رہی کہ اسے معیارِ شاعری کا درجہ حاصل تھا، مگر بعد میں جب میر و مرزا کے دور میں شمالی ہند میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز ہو جاتا ہے، اور زبان و ادب کے اسالیب مستقل واضح اور پختہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں، تو مختلف شاعروں کے ہاں نعتیہ عناصر نظر آنے لگتے ہیں۔ اس دور میں کوئی ایسا شاعر تو نظر نہیں آتا جس کی کلی وابستگی صنفِ نعت سے ہو یا جس کے کلام کا معتدبہ حصّہ نعت کے موضوع سے متعلق ہو تاہم اردو کے معروف شاعروں کے ہاں نعت گوئی کے کچھ متفرق نمونے ضرور مل جاتے ہیں۔ ان نمونوں کی غالب حیثیت اگرچہ رسمی روائتی اور تقلیدی انداز کی ہے۔ مگر اردو نعت کے تشکیل اور حقیقی دَور تک پہنچنے سے قبل ان شاعروں کے نعتیہ نمونوں کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

مرزا محمد رفیع سودا (م ۱۱۹۵ھ) شمالی ہند کے شاعروں میں پہلے معروف شاعر ہیں، جنہوں نے مختلف اور متنوع موضوعات کے ساتھ نعت کو بھی اپنے فن میں برتا۔ ان کے کلیات میں اصناف اور ہیئتوں کی رنگا رنگی بھی پائی جاتی ہے۔ جو ان کے زورِ بیان، فنی پختگی اور قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔ قصیدہ نگاری ان کے تخلیقی جوہر کا خاص میدان ہے۔ اردو قصیدے کو صحیح معنوں میں تکنیکی ہنرمندی انہوں ہی نے بخشی۔ بقول عبدالسلام ندوی "اردو قصیدہ نگاروں میں سودا سب کے سرخیل ہیں۔" [2] انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں بھی قصیدے لکھے۔ ایک نعتیہ قصیدے کا مطلع درج ذیل ہے۔

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی     نہ ٹوٹی شیخ سے زنّارِ تسبیحِ سلیمانی [3]

---

۱: تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) چھٹی جلد ص ۱۴۴     ۲: شعر الہند (عبدالسلام ندوی) جلد دوم ص ۳۴۳

۳: کلیات سودا ص ۲۲۲

یہ قصیدہ ۴۸ اشعار پر مشتمل ہے ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کے بقول " اس قصیدے کو شمالی ہند میں اردو کی باقاعدہ نعتیہ شاعری کا ابتدائی نمونہ کہا جا سکتا ہے "[1] سودا کے اس غیر معروف قصیدے کی زمین فارسی سے مستعار ہے ۔ اور اس کے اسلوب پر بھی فارسی قصیدے کے اثرات نمایاں ہیں ۔ اس قصیدے کی تشبیب اخلاقی مضامین سے عبارت ہے ۔ شاعر عشق مجازی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے دل کو ' دینِ محمدی ' میں داخل ہونے کی تلقین کرتا ہے ۔ اس کے بعد دینِ محمدی کی تعریف اور نعتِ رسول اکرمؐ کا بیان شروع ہو جاتا ہے ۔ درج ذیل اشعار دیکھیے ۔

زہے دینِ محمدؐ پیروی میں اس کے جو ہو دیں　　　　رہے خاکِ قدم سے اس کی چشمِ عرش نورانی

ملک سجدہ نہ کرتے آدمِ خاکی کو گر اس کی　　　　امانت دار نورِ احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسی کو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا　　　　مراد الفاظ سے معنی ہیں تا آیاتِ قرآنی

خیالِ خلق اس کا گر شفیع کا فراں ہووے　　　　رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

زباں پر اس کے گزرے حرف جس جا گہ شفاعت کا　　　　کرے واں ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی

رکھا جب سے قدم مسند پر آ اُن نے شریعت کا　　　　کرے ہے موج بحرِ معدلت تب سے بیطغیانی [2]

یہ قصیدہ اپنی معنوی اور فنی خوبیوں کے سبب نہ صرف سودا بلکہ اردو کے نعتیہ قصائد میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے ۔ اس کی منفرد خصوصیت اس کا اسلوب ہے ، جس نے اسے فارسی کے بہترین قصیدوں کے برابر لا کھڑا کیا ہے ۔ سودا سے پہلے جنوبی ہند میں قصیدے کا اسلوب غزلِ مسلسل کا سا تھا ۔ سودا نے پہلی بار اردو قصیدے کو زورِ بیان ، شوکتِ الفاظ ، علوئے تخیل ، معنی آفرینی ، نزاکتِ مضمون اور جدتِ ادا سے [illegible] کیا ۔ [illegible] سودا کے [illegible] اردو نعت کو صحیح معنوں میں قصیدے کا پیکر ملا ۔ جس طرح مصحفی نے سودا کو " نقاشِ اول نظم قصیدہ در زبانِ ریختہ "[3] قرار دیا ہے ۔ اسی طرح شمالی ہند میں نعتیہ قصیدے کے باقاعدہ آغاز میں بھی سودا ہی کو اولیت کا فخر حاصل ہے ۔

زورِ بلاغت سے لبریز اس قصیدے میں کہیں کہیں سودا کے داخلی احساسات کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں ۔ عہدِ رسالت مآب میں نہ ہونے اور جمالِ محمدیؐ کے دیدار کی شدید تڑپ کا اظہار کرتے ہوئے نعتِ رسول اکرمؐ کے مضمون کو ایک نیا رُخ دیتے ہیں ۔ درج ذیل شعر دیکھیے

ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اُس وقت دُنیا میں　　　　وگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اُس کے سے نورانی

نہ ہونے سے جُدا سایہ کے اس قامت سے پیدا ہے　　　　قیامت ہووے گا دلچسپ وہ محبوبِ سبحانی

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے　　　　بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسفِ ثانی

معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد　　　　جو اس کو پھر کہوں تو ہوں میں مردودِ مسلمانی

کدھر اب فہمِ ناقص لے گیا مجھ کو نہ یہ سمجھا　　　　کہ وہ مہرِ الوہیت ہے یہ ہے ماہِ کنعانی

جو صورت اس کی ہے لاریب وہ ہے صورتِ ایزد　　　　جو معنی اس میں ہیں بے شک وہ ہیں معنی ربانی

حدیث من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر　　　　کہ دیکھا جس نے اس کو اُن نے دیکھی شکلِ یزدانی [4]

---

1 : اردو کی نعتیہ شاعری ( ڈاکٹر طلحہ رضوی برق ) ص ۳۵

۲،۴ : کلیاتِ سودا ص ۳۲۲ — ۳۲۴

۳ : تاریخ ادبیات ( پنجاب یونیورسٹی ) ساتویں جلد ص ۱۱۰

مقطع میں نعت کے موضوع سے عہدہ برآنہ ہوسکنے کا اظہار ملاحظہ ہو ۔

بس آگے مت چل لے سودا میں دیکھا فہم کو تیری — کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثناخوانی ۱

سودا کا دوسرا نعتیہ قصیدہ ۳۰ اشعار پر مشتمل ہے ۔ یہ قصیدہ نعت و منقبت میں ہے ۔ سودا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے ساتھ حضرت امیرالمومنین جناب علیؓ کی منقبت کو بھی اس قصیدہ کا موضوع بنایا ہے ۔ یہ قصیدہ موضوع کی طرح اسلوب و ادا میں بھی ایک انفرادی شان رکھتا ہے ۔ اس کا مطلع درج ذیل ہے ۔

چہرہ مہروش ہے ایک سنبل مشک فام دو — حسن بتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو ۲

سودا کے قصیدوں میں یہ قصیدہ اپنی منفرد زمین اور آہنگ کے سبب قاری کی توجہ کو فوراً اپنی گرفت میں لے لیتا ہے ۔ سودا کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس مشکل زمین میں شعر کہتے ہوئے کہیں دقت محسوس نہیں کی ۔ خیال کی ندرت اور بیان کی جدت کے ساتھ زبان کی برجستگی اور الفاظ کی بندش اس قصیدے کی نمایاں خوبیاں ہیں ۔ سودا زیر بحث قصیدے کے موضوع ( نعت و منقبت ) کی انفرادیت سے بخوبی آگاہ ہیں ۔ تشبیب میں وہ اس کی نزاکتوں کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

کہتی ہے مجھ سے معرفت ہووے گی خوب یہ غزل — ہمرہ نعت و منقبت کر اسے انصرام دو

اپنی یہ عرض اس سے ہے کہہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو — ایک زمین سنگلاخ اس میں تو ہو دیں کام دو

دے ہے جواب مجکو وہ ایک غزل تو کیا ہے یہ — ایسے کئے قصیدے تو صبح سے لے کے شام دو ۳

نعت و منقبت کے مضامین کا آغاز مطلع ثانی سے شروع ہوتا ہے ۔ نمونے کے کچھ شعر درج ذیل ہیں ۔

مثل محمد بازر خامہ ہیں گر بہ دو اسم دو — معنی تو ان میں ایک ہیں گو کہ ہوئے بنام دو

ہونے نہ دے غروب ایک بہر نماز مہر کو — ایک کرے اشارے سے قرص مہ تمام دو

....... ان کے طواف روضہ کو پہنچے کبھو نہ جبرئیل — رکھ کے زمیں پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو

....... ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر — دیتے نہ گر زمانہ کو مل کے یہ انتظام دو

....... برتش انہوں کے تیغ کی مجھ سے بیاں نہ ہو سکے — خامہ کی اب زبان ہوئی لکھنے سے جس کا نام دو

اختتامی اشعار میں حسن طلب کا رنگ انفرادیت بھی دیکھئے ۔

ہے یہ امید اسے یہی یوں علی سے نبی کہیں — اوروں کو دو جو ایک جام دیجیو اس کو جام دو

یہ بھی صلہ نہیں ہے کم عرصۂ حشر میں اگر — یاد کریں جو مجھ سے کو ایسے با احترام دو ۳

قصائد کے علاوہ سودا کے ہاں غزل میں بھی نعت کا نمونہ نظر آتا ہے ۔ ان کے کلیات کی پہلی غزل میں حمد و معرفت کا بیان ہے اور دوسری غزل نعت کے موضوع پر ہے ۔ اس کی ردیف " محمد کا " ہے ۔ مطلع سے مقطع تک اس ردیف کی تکرار نے ساری غزل کے مضامین کو نعتیہ آہنگ دے دیا ہے ۔ اس نعتیہ غزل کے کچھ شعر درج ذیل ہیں ۔

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمد کا — جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمد کا

محمد علم کا گھر ہے علیؓ اس کا ہے دروازہ — غلام اس کا ہو تو جو کلب ہو باب محمد کا

---

۱ : کلیات سودا جلد اول ص ۲۲۳

۲،۳،۴ کلیات سودا جلد اول ص ۲۲۴ / ص ۲۲۵

........زمین وآسماں ہوں کیوں نہ روشن نور سے اس کے　　کہ ہے اک پرتو خورشید مہتاب محمدؐ کا

........ادا کس کی زباں سے ہو سکے شکر اس کی نعمت کا　　دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا تاب محمدؐ کا

ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا نہ دم مارو　　خدا بن کون ہے آگاہ آدابِ محمدؐ کا　　۱

سودا کی غزلوں میں اِکا دُکا اور بھی نعتیہ اشعار مل جاتے ہیں۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے۔

پڑھیئے درود، حسن صبیح و ملیح پر　　جلوہ ہر ایک پر ہے محمدؐ کے نور کا　　۲

سودا نے مثنوی میں بھی نعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام رکھا ہے۔ ان کی مثنوی بہ عنوان "قصہ در عشق پسر شیشہ گر بزرگر پسر بطور ساقی نامہ دیگر حکایات شیخ و دُعا بادشاہ"[۳] میں توحید حمد کے بعد بیس اشعار کی ایک نعت ہے۔ اس کا نمونہ درج ذیل ہے۔

محمدؐ باعثِ ایجادِ افلاک　　محمدؐ علتِ غائی لولاک

محمدؐ کنتُ کنزاً کی گواہی　　محمدؐ عالم علمِ الٰہی

محمدؐ ہے مشیرِ عالمِ غیب　　محمدؐ رازدارِ حق ہے لاریب

محمدؐ عادل و کامل و عاقل　　محمدؐ ہے جو کچھ تھا اوس کے قابل

دو عالم کی بنا وہ رہبری کو　　جلا دے منصب پیغمبری کو

نہ پیدا خاک سے ہوتا جو وہ پاک　　نہ پھرتے آسمان گرد سر خاک

لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم　　یہ فرمایا انا احمد بلا میم

خدا کا اوس کو ہم سمجھیں نہ ثانی　　پر اس سے ہے حدیث من رآنی

ہمیں کیونکر نہ رحمت پر یقیں ہو　　کہ جب ایسا شفیع المذنبیں ہو

کہوں کیا خلقتِ انساں میں کیا ہے　　شرف آدم کا فخرِ انبیا ہے

کرے جو ہمسری اوس سے کسے تاب　　کہ نبیوں سے ہیں بہتر اوس کے اصحاب

کوئی صدق و عدالت حلم میں طاق　　کوئی علم و سخا میں شہرۂ آفاق

مذکورہ بالا نعت پارے کی زبان و بیان پر اگرچہ سودا کی قصیدہ نگاری کا انداز غالب ہے۔ مگر قصیدوں کی نسبت یہاں نعت کا موضوع زیادہ واضح اور موثر انداز میں پیش ہوا ہے۔ اس نمونۂ نعت کو سودا کے نعتیہ قصائد کے ساتھ پڑھئے تو اس فرق کا شدت سے احساس ہوگا کہ سودا کے نعتیہ قصیدہ میں خارجی مضامین کا غلبہ اور زورِ بیان کا شکوہ نمایاں ہے۔ جب کہ مثنوی کے نعتیہ اشعار میں خالص نعت کے مضامین ہیں۔ یہاں اظہار میں بھی سادگی اور روانی کا حسن اور تاثر غالب ہے۔ اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے قرآن و احادیث کے الفاظ و تراکیب کا کثرت سے استعمال کیا ہے، مگر عربی کے یہ الفاظ نعت کے قارئین کے لئے اجنبی اور نامانوس نہیں۔ دراصل انہی عربی الفاظ و کلمات نے مثنوی کے اس نمونۂ نعت کو حقیقی نعت کا آہنگ عطا کیا ہے۔

سودا نے حضور اکرمؐ کی تعریف میں آپؐ کو مختلف صفاتی ناموں، باعثِ ایجادِ عالم، علتِ غائی افلاک، عالم علم الٰہی، مشیرِ عالمِ غیب، رازدارِ حق، عادل، کامل، عاقل، شفیع المذنبیں اور فخرِ انبیاء سے یاد کیا ہے۔ ان اسمائے رسولِ مقبولؐ میں کچھ نام احادیث سے منصوص دوسرے

---

۱ - ۲ : کلیاتِ سودا (جلد اول) ص ۲ / ص ۳

۳ : کلیاتِ سودا (جلد دوم) ص ۵۸ - ۸۸

سودا کے جودتِ فن اور تراکیب سازی کا نادر نمونہ ، شمالی ہند میں حضورؐ کے اسمائے مبارک کو تخلیقِ نعت کا جزو بنانے کا اولین جذبہ سودا کے اسی نمونۂ نعت میں ملتا ہے ۔ یہاں اس امر کی وضاحت اس لئے ضروری خیال کی گئی ہے کہ بعد میں اسمائے رسولؐ کو نظم کرنا نعت کا ایک پسندیدہ انداز قرار پاتا ہے

اس نعت کے آخر میں صحابہ کرامؓ کی مدح کا رنگ بھی شامل ہے ۔ سودا نے ان نعتیہ شعروں میں جن مضامین و موضوعات کو قلمبند کیا ہے ان کا غالب حصّہ قرآن و احادیث سے ماخوذ ہے مگر کہیں کہیں غیر معتبر روایات و احادیث کو بھی قلمبند کر دیا گیا ہے ۔ حضورؐ کو 'احمد بلا میم' کہنے کا غیر اسلامی تصوّر یوں تو ہر دور کی نعتیہ شاعری میں نظر آتا ہے ، مگر اسے حضورؐ کی حدیث کے طور پر پیش کرنے کی پہل ( شاعری میں ) سودا کے ہاں نظر آتی ہے

؎ لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم     بہ فرمایا 'انا احمد بلا میم'

اسی طرح صحابۂ کرام کی دیگر انبیائے کرام پر فوقیت بھی سودا کے تخیّل اور زورِ بیان کی ایجاد ہے ۔

سودا کی ایک اور مثنوی ایک درویش اور عرس کے بارے میں ہے ۔ یہ مثنوی قریباً ۱۵ صفحوں ( کلیاتِ سودا جلد دوم ص ۸۵ ــ ۱۰۰ ) پر مشتمل ہے ۔ اس کے آغاز میں 'در حمدِ باری تعالےٰ' اور 'در بیانِ مناجات' کے درمیان میں نعت کے درج ذیل شعر ملتے ہیں ۔ اس مثنوی کے مختلف حصّوں کی طرح نعت کا بیان ساقی نامہ کی طرز پر ہے ، ملاحظہ فرمائیے ۔

الا اے ساقی فرخندہ فرجام     ادب کی مے سے تو آتش کا بھر جام
کہ یاں نقدِ فضولی ناروا ہے     نہیں یہ حمد ، نعتِ مصطفےٰ ہے
زہے سردفترِ اربابِ ملّت     تدادی بخشِ صد انواعِ علّت
محمّدؐ وہ کہ ہیں جتنے پیمبر     ہیں اوس کے مرتبے سے سب فروتر
نہ ہوتا وہ اگر زینت دہ خاک     تصدّق خاک کے ہوتے نہ افلاک
جہاں میں ہے یہ جتنا کچھ ہویدا     ہوا اوس کے لئے سب کچھ یہ پیدا
غرض جو کچھ کہ اس کا مرتبہ ہے     خدا ہی عالم اوس کا یا خدا ہے
نہ منہ اوس کی ثنا لائق نہیں ہے     ثنا گر ان کا جبریلِ امیں ہے
بس اب بہتر ہے اس جا گر خموشی     کہ ہو عجزِ سخن کی عیب پوشی
سکوت بر محل ہے دل کی تفریح     سخن پر اوس کو سو درجہ ہے ترجیح [1]

سودا کی نعت کا مذکورۂ بالا نمونہ بھی اپنی معنوی خوبیوں کے باعث اپنا ایک خاص تاثر رکھتا ہے ۔ خصوصاً جب ہم شمالی ہند کی نعت گوئی کے اولین نمونوں میں سودا کے نعتیہ اشعار پڑھتے ہیں تو سودا کی قادر الکلامی ، فنی مہارت ، پختگیٔ خیالات اور تشبیہات و استعارات کی ندرت ہمیں بہت متاثر کرتی ہے ۔

'مثنوی در ہجو فدوی متوطن پنجاب کہ در اصل بقّال بچہ بود' کے آغاز میں بھی 'لولاک لما خلقت الافلاک' کا شاعرانہ بیان ملاحظہ ہو ۔ کہتے ہیں ۔ ؎

بار و خدا ایک ہے دوسرے برحق نبی     صورتِ لوح و قلم جس کے لئے خلق کی
راست ہی ٹک بولنا ان کی ہی سوگند ہے     آج زباں ہے کھلی کل کے تئیں بند ہے [2]

یوں راست گوئی کی تعریف کرتے ہوئے مثنوی کے واقعہ کی طرف رجوع کیا ہے ۔

---

۱ : کلیاتِ سودا ( جلد دوم ) ص ۸۶     ۲ : کلیاتِ سودا ( جلد اوّل ) ص ۳۴۱ قاضی عبدالودود نے 'سویرا' میں ( صد ۲۹ ) کلیاتِ سودا کے پہلے مطبوعہ نسخے کی تفصیل میں اس مثنوی کو الحاقی قرار دیا ہے انہوں نے اسے شیدا کی مثنوی کہا ہے ۔ بحوالہ تاریخ ادبیات ساتویں جلد ص ۱۲۴

سودا کی مشہور مثنوی 'سبیلِ ہدایت' میں منقبت حسینؓ کی تشریح میں بھی حضورؐ کی نعت کے حوالے ملتے ہیں، مگر یہاں نعت شیعہ عقائد و خیالات کا غلبہ ہے اور شاعرانہ انداز میں تفضیلِ حسینؓ کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس میں جناب حسینؓ اور حضور اکرمؐ کے مابین مکالمات کے ذریعے نبوت اور امامت کے منصب اور ظاہری و باطنی مرتبہ کے مضمون کا بیان ہے۔ چند شعر دیکھئے۔

رتبہ باطنی پیغمبر — اپنے نزدیک ایک ٹھہرا کر
نسبتی مرتبے کو تم فائق — اس پہ سمجھے ہو یہ نہ تھا لائق
باطنی رتبہ جو نبی کا ہے — اس کے مافوق ہے جو یہ چاہیے
موجب اس رتبے کے نبی کریم — آپ کو بولے احمد بے میم
میم احمد سے کو دیا جب رد — تھا جو احمد سو ہو گیا وہ احد
احدیت سے ہے مرتبہ بالا — سمجھے گا تب ہی پوچھنے والا
فہم یوں باطنی سے ماہر ہے — اس سوا رتبہ جو ہے ظاہر ہے
کس طرح سے کہوں تو سبط نبی — رتبۂ باطنی سے ہو عالی [1]

یوں یہ سلسلۂ اشعار آگے چلتا ہے۔ آگے جاکر 'انا بشر مثلکم' اور 'احمد بے میم' پر شاعرانہ باریکیوں کا بیان ہے۔

بہ حیثیتِ مجموعی سودا نے نعت گوئی کی روایت کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ شمالی ہند کی نعتیہ شاعری کو ابتدا ہی میں موثر نمونے بن گئے۔ ان کے نعتیہ اشعار میں اصلاح زبان کی اس تحریک کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ جس کا سلسلہ شاہ حاتم دہلوی نے شروع کیا تھا۔ ان کی نعت گوئی میں ہندی الفاظ کا استعمال کم ہے۔ اور عربی و فارسی الفاظ کا رجحان غالب نظر آتا ہے۔

سودا کے معاصرین میں سب سے قدآور شخصیت میر تقی میر (م ۱۲۲۵ھ) کی ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری ان کے وارداتِ غم کے بیان پر مشتمل ہے۔ اور انہوں نے دوسرے موضوعات کی طرف بہت کم توجہ دی ہے۔ تاہم نعت میں ان کے کچھ شعر مل جاتے ہیں۔ اردو کے ایک اہم شاعر کی حیثیت سے میر کے نعتیہ اشعار کا مطالعہ ضروری ہے۔ اگرچہ ان کی تعداد دوسرے نعت گو شاعروں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اردو نعت کی تاریخ میں میر کی "مسدس در نعتِ سرورِ کائنات صلعم"[2] اپنی بعض خوبیوں کے سبب ذکر کے قابل ہے۔ اکثر مرتبینِ نعت نے میر کے نمونۂ نعت کے سلسلے میں اسی مسدس سے رجوع کیا ہے۔ اس کے کچھ بند دیکھئے۔

جرم کی کھو شرمگینی یا رسولؐ — اور خاطر کی حزینی یا رسولؐ
کھینچوں ہوں نقصانِ دینی یا رسولؐ — تیری رحمت ہے یقینی یا رسولؐ
رحمۃ اللعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

لطف تیرا عام ہے کہ مرحمت — ہے کرم سے تیرے چشم مکرمت
مجرم عاجز ہوں کر ٹک تقویت — تو ہے صاحب تجھ سے ہے یہ مکرمت

---

۱: کلیاتِ سودا (جلد دوم) ص ۳۲۹

۲: کلیاتِ میر ص ۱۳۸۸ - ۱۳۸۹

رحمت اللعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

دہر زیر سایۂ لطف عمیم | خلق سب وابستۂ خلق عظیم
تجھ سے جویائے کرم عاصی اثیم | سخت حاجت مند ہیں ہم تو کریم

رحمت اللعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

میر کا نعتیہ مسدس، دربارِ رسالت مآبؐ میں ایک عاصی اور گنا ہگار کا ندامت نامہ ہے۔ بارہ بندوں پر مشتمل یہ مسدس ایک منفرد تاثر کا حامل ہے۔ میر حضورِ اکرمؐ کی رحمت، لطفِ عمیم، خلق عظیم، اور دوسرے اوصاف کا ذکر کر کے اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرتے ہیں۔ ٹیپ کا شعر بار بار رحمت طلبی اور حصولِ شفاعت کی شدید تڑپ کا اظہار کرتا ہے۔ اور ایک درد انگیز کیفیت لئے ہوئے ہے۔ کم و بیش تمام بند اسی ٹیپ کے شعر کی وضاحت اور تشریح نظر آتے ہیں۔

میر کی نعت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے اظہار کے بجائے اپنے گناہوں اور خطا کاریوں پر ندامت کا اظہار اور رحمت طلبی کا تاثر نمایاں ہے۔ میر کے کلام کی خصوصیات جن میں دردمندی، اخلاص اور سوز و گداز کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسی نعتیہ مسدس کے ہر بند میں نمایاں ہیں۔ میر کی نعت میں مناجات اور التجا کا رنگ ایک ایسی منفرد خصوصیت ہے، جو اسے شمالی ہند کے اوّلین نعت پاروں میں ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔ میر نے اگرچہ اس نعتیہ مسدس کے علاوہ نعت میں کوئی قابلِ ذکر شعر نہیں کہا۔ (ان کی مثنویوں میں بھی روایتِ نعت کا التزام نہیں ملتا) مگر یہ ایک مسدس ہی اپنی فکری و فنّی خوبیوں کے باعث اس قابل ہے کہ شمالی ہند کے اوّلین نعت گو شعراء میں میر کا ذکر بھی کیا جائے۔ میر کی یہ حو بصورت نعتیہ رباعی بھی دیکھئے۔

پیغمبر حق کہ حق دکھایا اس کا | معراج ہے کمتریں پایا اس کا
سایہ جو اُسے نہ تھا یہ باعث ہوگا | کل حشر کو سب پہ ہوگا سایا اس کا ✓

## غلام ہمدانی مصحفی :-

(م ۱۲۴۰ ھ) سودا و میر کے ہم عصر ہیں۔ انہوں نے دلّی کے دبستانِ شاعری کی شعری روایات میں آنکھ کھولی۔ مگر نادری حملے اور دلّی کی تہذیبی شکست و ریخت کے بعد یہاں سے نقل مکانی کر گئے۔ ان کی عمر کا آخری حصہ لکھنؤ میں گزرا یوں انہوں نے لکھنؤ کے دبستانِ شاعری کا رنگ بھی دیکھا۔ مصحفی کے کلام کی طرح اس دور کے دوسرے شاعروں سے منفرد کیفیت لئے ہوئے ہے۔ ان کے ہاں غزلوں میں کہیں کہیں نعت کا شعر نظر آتا ہے۔

نہ ہوگی جاں کنی کے وقت ہرگز تشنگی غالب | کہ تو اے مصحفی مداح ہے ساقیٔ کوثر کا ۱
خدا ڈھونڈا نہیں مشتاق میں سرو و صنوبر کا | یہ روزِ حشر ہو سر پر مرے سایہ پیمبر کا ۲
سرتاج افصحاں میں نہ ہوں کیوں کہ مصحفی | سایہ ہے میرے سر پہ محمّد کی میم کا ۳

---

۱ - ۲ : کلیاتِ مصحفی (دیوانِ اوّل) ص ۱ / ص ۲
۳ : کلیاتِ مصحفی (دیوانِ چہارم) ص ۲

ایک مخمس کا آغاز بھی 'مدح پیمبر' کے ذکر سے ہوتا ہے۔ یہ مخمس نواب وزیر الممالک آصف الدولہ مرحوم کے بارے میں ہے

اوّل تو مدح گوئے پیمبر ہے مصحفیؔ  پھر نغمہ سنج مدحتِ حیدر ہے مصحفیؔ [۱]

درج ذیل رباعی میں حمد، نعت اور منقبت کا بیان ایک ساتھ ہے۔

اس رنج میں تو نے بہت دُکھ پایا  اور مارے قلق کے سخت تو گھبرایا
اب ہے یہ دعا کہ مصحفیؔ تجھ پہ رہے  اللہ و محمد و علی کا سایا [۲]

مصحفی کے دیوان ہفتم میں ایک ایسی رباعی بھی ملتی ہے جس میں انہوں نے درود و نعت کا ذکر کرتے ہوئے اہلِ تشیع پر سخت طنز کی ہے۔ واضح ہو کہ یہ رباعی مرنے سے چند سال پہلے کی ہے۔

سمجھے ہیں درود سے بھی نعت کو یہ خوب  یہ شیوہ نہیں طبع کو اپنی مرغوب
ہے مجلسِ شیعاں میں اِک سُنّی یُوں  سو نکٹوں میں ناک والا معیوب [۳]

'ریاض الفصحا' میں مصحفی نے عربی میں اپنے نعتیہ قصیدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ تلف ہو گیا۔

'..... یک دو جزو قصیدہ نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کہ گفتہ بودم آں جزو مسوّدہ صاف کردہ بر طاق بلند افتادہ بود بہ سبب نم زدگی باراں ارضہ قوّت خود نمودہ پارہ کاغذ کرم خوردہ و بارہ بہ سلامت برآمدہ مضمون بستہ آں نظم از دست رفت .....' [۴]

مصحفی کے اُردو قصائد میں ایک نعتیہ قصیدہ خاص طور پر مطالعہ کے قابل ہے کہ اس میں مثنوی نے اپنے شاعرانہ مسلک پر روشنی ڈالتے ہوئے اس زمانے کے شاعروں کے لسانی و عروضی رویّوں اور ضرورت سے زیادہ زبان و محاورہ کی صحت اور اُستادانہ طرزِ عمل کے طنزیہ بیان سے قصیدے کا آغاز کیا ہے۔

بعضوں کو گماں یہ ہے کہ ہم اہلِ زباں ہیں  دِلّی نہیں دیکھی ہے زباں داں یہ کہاں ہیں
پھر کس پہ ستم اور یہ دیکھو کہ عروضی  کہتے ہیں سدا آپ کو اور لاف گراں ہیں
....... اک ڈیڑھ ورق پڑھ کے دو جامی کا رسالہ  کرتے ہیں گھمنڈ اپنا کہ ہم قافیہ داں ہیں

یہ مضمون کچھ اور آگے چل کر گریز کا رُخ اختیار کرتا ہے۔

حاصل ہے زمانے میں جنھیں نظم طبیعی  نظم اون کی کے اشعار بہ از آبِ رواں ہیں
پروا انہیں کب ہے ردیف اور روی کی  کب قافیہ کی قید میں آتش نفساں ہیں
مجھ کو بھی عروض آتی ہے نہ قافیہ چنداں  اک شعر سے گرویدہ مرے پیر و جواں ہیں
سو کیوں نہ ہوں، یُوں ہیں بھی تو لیے کا ثنا خواں  جس کے لیے مخلوق یہ سب کون و مکاں ہیں
ماہِ عرب، اُمّی لقب، اعنی کہ محمدؐ  نت جس کی طرف دیدۂ انجم نگراں ہیں

یہاں سے مدحِ رسولؐ کا حصّہ شروع ہوتا ہے، جو مصحفی کی قادر الکلامی اور زورِ بیان کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

---

۱-۲ : کلیاتِ مصحفی دیوان چہارم ص ۲۸۹ / ص ۴۸۳

۳ : اورینٹل کالج میگزین خصوصی شمارہ بتقریب جشن صد سالہ ص ۱۵۲

۴ : ریاض الفصحا (مصحفی) ص ۲۸۶ بحوالہ لکھنو کا دبستان شاعری (صدیقی) ۲۲۵، ۲۲۶ صفحات

ان کے نعتیہ قصائد کی تشبیبوں میں تنوع پایا جاتا ہے۔ ان میں نادر خیالی، جدت طرازی کا عنصر نمایاں ہے۔ انہوں نے نعتیہ قصائد کی تشبیب میں عاشقانہ شعر بھی لکھے۔ ان کا یہ قصیدہ جس کا مطلع درج ذیل ہے، ایسی ہی تشبیب سے عبارت ہے۔ اس "گریباں آستیں دامن" کی ردیف مصحفی کی مشکل پسندی کا ثبوت ہے۔

جو ہاتھ آیا مرے یکسر گریباں آستیں دامن ۔ سو تھا سو چاک کے در خور گریباں آستیں دامن

بہ حیثیت مجموعی شمالی ہندوستان میں سودا کے بعد مصحفی نے قصیدے میں نعت گوئی کی روایت کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے نعت میں جو چند قصیدے (دیوان قصائد جلد اوّل دو قصیدے، دیوان قصائد جلد دوم تین قصیدے) کہے، وہ فصاحت، پاکیزگی اور خلوص سے عبارت ہیں۔

**حکیم مومن خاں مومن:-** (م ۱۲۶۸ھ) نے بھی اُردو نعت کے سرمایہ میں وقیع اضافہ کیا۔ انہوں نے نعت میں ایک زور دار قصیدہ لکھا جو ۹۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ مثنوی میں نعت کے ۸۳ شعر کہے۔ قدسی کی فارسی غزل پر تضمین کی اور چند نعتیہ رباعیاں لکھیں۔ اس کے علاوہ غزلوں میں اور حمد و منقبت سے متعلق قصیدوں میں بھی نعت کے شعر کہے۔ غالب اور اس دور کے بعد دوسرے نامور شاعروں کے حوالے سے دیکھا جائے تو مومن کا یہ مختصر سا اثاثۂ نعت بھی وقیع اور قابلِ ذکر نظر آتا ہے۔ مومن کے نعتیہ قصیدے کا نام 'زمزمہ سنجیٔ طبع بہ مضمون باد خوانی نسیم گلشن نبوت و شمال چمن رسالت' ہے۔ یہ مطلع در مطلع تین اجزا پر مشتمل ہے۔

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس ۔ کہ جیسے صبح شب ہجر، نالہ ہائے خروس [1]

زباں لال کہاں اور مدیح تاج خروس ۔ گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کا ذکر [2]

ترے ہے فیض سے ہر قطرہ آبیار مجوس ۔ ترے ہے نور سے ہر ذرہ جلوہ زار مجوس [3]

یہ قصیدہ جیسا کہ ان مطلعوں سے ظاہر ہے ایک علمی انداز لئے ہوئے ہے۔ اس میں الفاظ و تراکیب کا شکوہ بھی ہے اور زور بیان بھی۔ کہیں کہیں نامانوس الفاظ اور ایسی علمی اصطلاحات استعمال کر جاتے ہیں کہ عام قابلیت کے لوگ اس قصیدے کی صحیح تفہیم سے محروم رہتے ہیں۔ منطق و فلسفہ، عقائد و کلام، طب و حکمت، نجوم و ہیئت، کئی علوم و فنون کی مصطلحات کے سبب قصیدہ میں شعریت کی جگہ علمیت نے لے لی ہے۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مومن کے نعتیہ قصیدے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "دینی اصطلاحات، علمیت اور بلاغت کے لحاظ سے بھی مومن کا درجہ بلند ہے۔ جہاں وہ اپنی ہمہ دانی کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں، ذوق کی علمیت کے قریب پہنچ جاتے ہیں، اور زور بیان و برجستگی میں سودا کے ہمدوش ہو جاتے ہیں۔ مانوس، خروس، کی زمین میں جو قصیدہ ہے، وہ مومن کی بے پناہ علمیت کی دلیل ہے"۔ [4]

اس قصیدے کی تشبیب، گریز اور مدح کے کچھ اشعار دیکھئے۔ تشبیب بہاریہ ہے اور کافی طویل ہے۔

ہے اس طرح فرح انگیز کوکوئے قمری ۔ کہ جیسے نوبت ظفر میں شور و غلغل کوس

نوائے طوطیِ شکر فشاں کی لذت سے ۔ سماع و رقص میں اہلِ مذاق جوں طاؤس

...... صفا سے وہ در و دیوارِ باغ کا عالم ۔ کہ آشیانے ہیں دشوار طائروں کو جلوس

زہے فریب صفا خاک سبزہ ہے گلچیں ۔ پڑے جو وسعت گل زار میں گلوں کے عکوس

---

۱ ــ ۳ : کلیات مومن (جلد دوم) ص ۱۱ / ص ۱۲ / ص ۱۷

۴ ۰ : اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ (ڈاکٹر محمود الٰہی) ص ۳۴۶

------ یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا    مگر دیا ہے ل    اطلس ملبوس

------ ہوا ہے بس کہ گل شمع بھی ہے عطر آگیں    عدیل طبلہ عطار ہیں ی

ریز کا مرحلہ دیکھیئے۔

ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی    دم صبح کو ہے جس کی مسرت پابوس

شرف مدینے کو جس سے ہے ہونہ ہو وہ ہو    جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس

ح کے کچھ شعر ملاحظہ ہوں۔

------ وہ کون؟ احمد مرسل، شفیع ہر دو سرا    جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس

جہاں مطلع ، شہنشاہ آفتاب نشاں    فلک سریر و قمر طلعت و ملک ناموس

سیاہ چشموں کو مشکل نگاہ دزدیدہ    یہ اس کے حفظ سے ہے ملک معدلت محروس

------ کرم میں دوں اسے نیساں سے کس طرح تشبیہ    کروں میں جان کے کیوں کر ترقی معکوس

کہ جس کی بخشش یک روزہ کو وفا نہ کریں    ہزار سالہ گہر ہائے قلزم و قاموس [1]

قصیدے کے آخری حصہ میں قطعہ کے عنوان سے مدح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور رنگ اختیار کر لی ہے۔ یہاں بھی مومن نعت گوئی پر علمی رنگ غالب ہے۔ اور مختلف تلمیحات و اصطلاحات کے حوالے سے شانِ محمدیؐ کے مقام و مرتبہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ قصیدہ کے آخر میں مومن نے اپنے ذاتی واردات اور مشکلات کا اظہار کیا ہے۔ یہاں مومن کے لب و لہجہ میں داخلیت کا عنصر نمایاں ہو جاتا ہے۔ ومن نے دربارِ رسالت مآبؐ میں بے مہریٔ زمانہ، جورِ فلک، اپنے علوم و فنون کے رائیگاں جانے اور بدقسمتی کی شکایت کرتے ہیں، اور یہاں صیدہ حسنِ طلب اور دعا کے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے، جس میں دوستوں کے بامراد اور دشمنوں کے نامراد رہنے کی دعا مانگی ہے۔

درج ذیل اشعار میں مذکورہ مضامین و موضوعات کا نمونہ دیکھیئے۔

اگر کہے مددے یا محمد عربی    صفیر مرگ ہو، ستم کو نعرہ الکوس

------ براق اسپ ترا ابروئے فرشتہ رکاب    کہاں ہے چشم بشر ایسے پاؤں سے ممسوس

نہ جس کے دھیان میں مضمون قاب قوسین آئے    وہ دیکھ لے ترے زین و کمان کا قربوس

------ شہا ستم ہے کہ تیرے مدح خواں پہ کرے    ہزار گونہ ستم روزگارِ نامانوس

کچھ انتہا بھی کواکب کے دور بے جا کی    ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماع نحوس

------ خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس مومن    کہ منتظر ہے ازل سے اجابت قدوس

ہے جب تلک گل و بر قسمت نہال و شجر    ہے جب تلک دل لالہ میں داغ حسرت دلوس

مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخل مراد    رہینِ داغ عدد کا رہے دلِ مایوس [2]

شروع سے آخر تک اس نعتیہ قصیدے کا انداز مومن کی علمی وجاہت اور نکتہ آفرینی کا گواہ ہے۔ اس قصیدے کے قوافی شموس، عبوس، حکیموس، مبلوس، سوس، فلوس، ایوس، بلبوس، محروس، ادانیوس، جاموس، کیوس، دلوس، ستوس، جالینوس،

---

۱ : کلیات مومن ( جلد دوم ) ص ۱۱ — ۲۱

۲ : کلیات مومن ( جلد دوم ) ص ۲۱

بطلیموس، مطموس، طوس وغیرہ مومن کی مشکل پسندی، زورِ بیان، قادرالکلامی اور بے پناہ علمیت کی دلیل ہے [1]

قصیدہ کے برعکس مثنوی میں مومن کے ہاں سلاست و روانی کا احساس ہوتا ہے۔ کلیاتِ مومن میں 'مثنوی نا تمام دیگر' کے عنوان سے ایک نعتیہ مثنوی ملتی ہے جس کے آخر میں ایک طویل مناجات ہے۔ اس مثنوی کا آغاز ساقی نامہ کے انداز میں ہوتا ہے۔ آغاز کے کچھ اشعار یہ ہیں۔ ؎

پلا ساقیا جامِ کوثر مجھے  خرابِ شرابِ ھُدیٰ کر مجھے
وُہ ذوق آشنا لذت افزا شراب  کہ تسنیم ہو شرم سے جس کی آب
وُہ مے جو کرے لوثِ عصیاں کو دُور  کہے جس کو خالق شرابِ طہُور
وُہ مے جس کے حور و ملک تشنہ کام  وُہ مے جو سوا احمدی کے حرام
وُہ مے جس کی قلقل ندائے صلات  سجود صراحی ادائے صلات ......
خرابِ شرابِ سخن ہو قبول  ہوں مے فروشِ ثنائے رسولؐ ...... [2]

مومن کی نعت کا یہ انداز اُردو نعت کے متنوع اسالیب میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ مومن نے نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مضمون کے لئے ساقی ناموں کا معروف اسلوب اختیار کیا۔ اور ساقی و شراب سے متعلق علائم و رموز کو حضورِ اکرمؐ کی محبت، پیغام اور صفات کے بیان کے لئے، استعمال کیا۔ جملہ فنی محاسن کے علاوہ اس نعت میں مومن کے مذہبی عقائد (اہلِ حدیث) کا سراغ بھی ملتا ہے۔ ان کی نعت میں قرآن واحادیث کے حوالے اور مقامِ رسالت مآبؐ کے بیان میں شرعی حدود و قیود کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

محمدؐ سرائے ستائش گری  مدیح آفریں جس کی پیغمبری
دلِ ساکنانِ سپہرِ بریں  سرِ انبیاء سیّدالمرسلیں
وہ امی دلے نقش بندِ علوم  کلام اس کے سب دل پسند ملوم
یہ کیسے فنون اس کو حاصل ہوئے  کہ سارے صحف نقش باطل ہوئے
اسی بات پر حجت اتمام ہے  کہ جو بات ہے وحی و الہام ہے
وہی شافعِ خلق روزِ جزا  اسی کی گزارش پہ عفو و سزا ......
نکوخواہ ساری امم کا وُہی  وسیلہ نجات و کرم کا وُہی
وہی ساقیٔ کوثر و سلسبیل  وہی آبرو بخشِ عبدِ ذلیل
نہ کیجیے اگر حسبِ شرعِ رسول  خدا کی بھی طاعت نہ ہووے قبول ......
یہ کیا جسمِ خاکی کی معراج ہے  کہ نقشِ قدم عرش کا تاج ہے ...... [3]

یہ وہ مقام ہے جہاں مومن معجزاتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔ اس زمانے میں بعض لوگ واقعۂ معراج اور معجزۂ شق القمر کے بارے میں مغربی خیالات اور جدید علوم کے زیرِ اثر طرح طرح کی تاویلیں کر رہے تھے۔ مومن ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

---

۱: کلیاتِ مومن (جلد دوم) ص ۲۱۶ – ۲۳۲ اسی بحر اور انداز میں مومن کی ایک اور مثنوی 'حمد' کے موضوع پر بھی ہے جو زیرِ نظر کلیات میں (حمد و مثنوی ناتمام) کے عنوان سے ہے۔ کلیاتِ مومن کے بعض نسخوں میں ان دونوں مثنویوں کو ایک مثنوی کے طور پر درج کیا گیا ہے

۲: کلیاتِ مومن (جلد دوم) ص ۲۱۷  ۳: کلیاتِ مومن (جلد دوم) ص ۲۱۹

جو کہتے ہیں خرقِ فلک ہے محال — یہی ہے دلیلِ خفیفِ خیال
سمجھنے کی ہے بات اے نکتہ داں — ہوا خلق جس کے لئے آسماں
ہوا خرق اس کے لئے پھر اگر — تو کیا دور ہے گفتگو مختصر
کہاں نکتہ چیں ہیں دمِ جنگ ہے — کہ یاں بحث کا دائرہ تنگ ہے
بس اے تیرہ باطن نہ انکار کر — کہ برہان قاطع ہے شق القمر
سمجھ میں جو آوے وہ اعجاز کیا — خیالات و وسواس پرداز کیا
گیا ہے کدھر فلسفی کا خیال — کہاں فکرِ ناقص کہاں یہ کمال
تری عقل کیا اے ظلوم و جہول — کہ حیراں ہیں یاں سب نفوس و عقول
فلک سے نہ ہوں حصر اس کی صفات — زیادہ ثوابت سے ہیں معجزات [۱]

مومن نے معجزاتِ رسول اکرمؐ میں سب سے زیادہ زور آپؐ کے سایہ نہ ہونے پر دیا ہے۔ منطقی اور شاعرانہ دونوں اعتبارات سے مومن نے اس ایک مضمون سے کئی مضمون پیدا کئے ہیں۔ اس حصّۂ نعت میں (جو تقریباً ۲۱ اشعار پر مشتمل ہے) مومن نے کہیں دلائل سے کام لیا ہے اور کہیں تمثیلی انداز سے نفسِ مضمون کی وضاحت کی ہے۔ ؎

کدورت کہاں جسمِ اطہر ہے وہ — کہ نورِ مجرد کا مظہر ہے وہ
...... اگر ذاتِ وجہِ وجودِ امم — تو سایہ ہے آبادِ ملکِ عدم
...... ہوا جب کہ ہر ہدایت ضرور — کہ ہو جلوہ فرما زمیں پر وہ نور
گوارا نہ تھا بس کہ ہونا جدا — رہا سایہ حاضر حضورِ خدا [۲]

ایک اور نمایاں موضوع جس کی طرف مومن نے اس نعت میں اشارہ کیا ہے، حضور اکرمؐ کی منقبت "جہاد" ہے۔ اردو نعت میں مومن سے پہلے حضور اکرمؐ کی شخصیت کے اس پہلو کا بیان نہ ہونے کے برابر ہے۔ مومن شاہ اسماعیل شہید کی تحریکِ جہاد سے متاثر تھے۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک جداگانہ مثنوی بھی لکھی (اس مثنوی کی بحر اور انداز بھی زیرِ نظر مثنوی جیسا ہے) یہاں بھی آنحضرتؐ کی نعت کے بیان میں مومن نے جہاں دوسری صفات کا ذکر کیا ہے وہاں جہاد، حضور کی شجاعت اور عسکری صفات اور احتساب جیسے جلالی اوصاف کی نشاندہی بھی کی ہے۔ مومن کی نعت کا یہ پہلو بھی دیکھئے۔ ؎

وہ مستاصلِ بیخِ کفر و عناد — کہ جس کی چھری، تیغِ وقتِ جہاد
دمِ قتلِ کفار قہرِ خدا — ستمگار و خونخوار بہرِ خدا
زباں کشش سخت چالاک و چست — شکستِ بتاں میں تکاپو درست
قضا کی نظر سوئے ایما رہے — اجل پر غضب کار فرما رہے
عجب احتساب اس کا اعجاز جوش — خرابات افتادہ جوں بادہ نوش [۳]

---

۱ — ۲ : کلیاتِ مومن (جلد دوم) ص ۴۱۹ / ص ۴۲۱
۳ : " " ( " ) ص ۴۲۳

حضورؐ کی جلالی صفات کے اظہار کے بعد نعت کے دوسرے مضامین کا بیان ہے۔ یہاں تراکیب و تشبیہات کی جدت اور بلاغت قابلِ تحسین ہے۔ یہ شعر دیکھیے ؎

نگہبانِ صد گونہ اسرارِ دل — کہ خوابِ چوں بختِ بیدارِ دل
نہ نشست فقط قولِ حق و بشر — گواہِ نبوت مخبر تاجر
مطاعِ جہان و مطیعِ الٰہ — سرافرازِ عبد جہاں بادشاہ
بہارِ ازل خاتم المرسلیں — گلِ اوّلین و برِ آخریں [1]

نعت کے اختتام میں حضورِ اکرمؐ، آل و اصحاب، اور آئمہ و شہدائے اسلام پر درود و سلام بھیجا گیا ہے۔ اس کے بعد مثنوی میں مناجات اور دعا کے مضامین شروع ہو جاتے ہیں۔

مومن نے قدسی کی مشہور نعت پر ایک خمسہ[2] بھی لکھا، جس میں حضورِ اکرمؐ سے حد درجہ احترام و عقیدت کے ساتھ اپنی محبت و شیفتگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس خمسہ کے دو بند درج ذیل ہیں۔

ہوں تو عاشق مگر اظہار یہ ہے بے ادبی — میں غلام اور وہ صاحب، میں امت وہ نبی
یا نبی یک نگہِ لطف بہ امی و ابی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

...... کر سکے پایۂ عالی کو ترے کون ادراک — تیرے درجے کو نہ عیوق ہی پہنچے نہ سماک
گرچہ کافی تھی فضیلت کو حدیثِ لولاک — شبِ معراج عروج تو گذشت از افلاک
بہ مقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی[2]

یہ خمسہ ۹ بندوں پر مشتمل ہے۔ حضورِ اکرمؐ کے اوصاف کے بیان کے ساتھ شاعر نے کہیں کہیں اپنی حرص ذنوب، عجز بیانی، آپؐ سے دوری میں زندگی کے رائیگاں جانے کا احساس اور دوسری داخلی کیفیات کا اظہار ہے۔ اس میں کا درمیانی بند نعت کا خوبصورت نمونہ ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

صاحبِ خانہ سے ہوتا ہے مکاں کا اکرام — وہی جنت ہے جہاں میں ہو جہاں تیرا مقام
آب ہر چشمہ کرے کوثر و تسنیم کا کام — نخلِ بستانِ مدینہ زتو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

مومن کی رباعیات میں بھی تین چار رباعیوں میں حضورِ اکرمؐ، ان کی اطاعت گزاری اور دینِ اسلام سے اپنے شغف و توجہ کا ذکر ملتا ہے مگر یہاں زیادہ زور اپنے مذہبی عقائد کے اظہار پر ہے۔

ارباب حدیث کا میں فرماں بر ہوں — تقلید کے منکروں کا سردفتر ہوں
مقبول روایت آئمہ نہ قیاس — یعنی کہ فقط مطیع پیغمبر ہوں [3]

مجموعی طور پر مومن کے نعتیہ اشعار عقیدت و وابستگیٔ رسول کے ساتھ ایک عالمانہ شان کے مظہر ہیں۔ مومن نے نعت میں اگرچہ چند نمونے ہی پیش کیے مگر علمیت و شعریت کے امتزاج کے سبب ان کے نعتیہ اسلوب کا ایک منفرد رنگ ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں احترام و عقیدت کی شدت کے باوجود ایک سنبھلا ہوا انداز ہے اور کہیں بے اعتدالی نہیں پائی جاتی اور یہی ان کی نعت کا رنگِ خاص ہے۔

---

۱ — ۳ : کلیاتِ مومن (جلد دوم) ص ۴۲۳ / ص ۳۰۹ — ۳۱ / ص ۲۹۱

گزشتہ اوراق میں ہم نے اُردو کے ان معروف شاعروں کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے دُوسری اصناف کے ساتھ نعت کو بھی جزوی طور پر اپنے فکر و فن کا حصّہ بنایا۔ جزوی طور پر نعت گوئی کی یہ روایت میرؔ و سوداؔ کے دور سے لے کر کم و بیش شمالی ہند کی پوری شاعری تک پھیلی ہوئی ہے۔ نعت کے کچھ شعر یا غزل و قصیدہ کی ہیئت میں کچھ نعتیں ہر دیوان و کلیات میں نظر آجاتی ہیں۔ بحیثیتِ مجموعی اس انداز کی نعت گوئی نے اُردو نعت کی تاریخ و ارتقاء میں کسی واضح رویّے کو جنم نہیں دیا۔ مگر نعت گوئی کی روایت کے تسلسل کو نعت کی اس ریزہ کاری نے کسی نہ کسی شکل میں برقرار رکھا اور جہاں کہیں یہ موضوع کسی قادر الکلام اور پختہ شاعر کے فکر و فن کا حصّہ بنا، وہاں اس ریزہ کاری میں تقلید کے بجائے تخلیق کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔

ان انفرادی مثالوں میں انیسؔ و دبیرؔ کا نعتیہ کلام قابلِ ذکر ہے۔ ان کا نعتیہ کلام اگرچہ چند رباعیوں اور ایک دو قصائد تک محدود ہے، لیکن ان میں ان باکمال شاعروں کی فنّی مہارت پورے محاسن کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ خصوصاً میر انیسؔ کا "فخرِ ملک و اشرفِ آدم ہے محمدؐ" کے مصرع سے شروع ہونے والا نعتیہ مسدّس کیف آور اور موثر ہے اور اس کے الفاظ و تراکیب میں قصیدے کا سا شکوہ ہے۔[1]

قصائد میں میر نظام الدّین ممنونؔ نے سوداؔ و مصحفیؔ کی روایت کو آگے بڑھایا۔ سرورِ کائناتؐ کی مدح میں انہوں نے تین قصیدے لکھے جو ان کے زورِ قلم کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں۔ ایک قصیدے کا مطلع ہے ؎

نگاہ و غمزہ و ابرو و مژگان جفاکیشاں
رگِ جاں میں، جگر میں، دل میں، سینے میں رکھیں پنہاں[2]

یہ خوبصورت تراکیب کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اس کے ہر شعر میں انہوں نے چار باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ہر بات کے لیے وہ دلکش الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ لفظی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس قصیدے کے اکثر مصرعوں کے ارکان ترصیع ہیں — ترصیع میں جس ترنّم اور روانی کی ضرورت ہوتی ہے وہ ممنونؔ کے یہاں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ سیّد اسماعیل حسین منیرؔ شکوہ آبادی[3] اور نواب مرزا محمد تقی خاں ہوسؔ[4] نے بھی نعت میں چند قصیدے کہے۔

میر مہدی مجروحؔ کا دیوان 'مظہرِ معانی' (مطبوعہ ۱۳۱۶ھ) میں شائع ہوا۔ انہوں نے بھی غزل کی ہیئت میں چند سہلِ ممتنع نعتیں کہی ہیں۔ چھوٹی بحروں کی ان نعتوں میں حُسن اور تاثیر ہے۔ سہل اور سادہ زبان اور مختصر بحروں میں پہلے پہل مجروحؔ ہی نے نعتیں لکھیں۔ اس رنگ میں تقدّمِ زمانی کے اعتبار سے ان نعتوں کا ایک خاص مقام ہے۔[5]

میر حسنؔ (م ۱۲۰۴ھ) جرأتؔ (م ۱۲۲۵ھ) انشاءاللہ خاں انشاؔ (م ۱۲۳۳ھ) نظیر اکبر آبادی (م ۱۲۳۶ھ) سعادت یار خاں رنگینؔ (م ۱۲۵۱ھ) ناسخؔ (م ۱۲۵۴ھ) ذوقؔ (م ۱۲۷۱ھ) اور بہادر شاہ ظفرؔ (م ۱۲۷۹ھ) وغیرہ کے ہاں مثنوی، غزل، اور مخمّس کی شکل میں نعتیہ شاعری کے اِکّا دُکّا نمونے مل جاتے ہیں۔

حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ شمالی ہند میں نعت گوئی کا یہ دور زیادہ تر رسمی و تقلیدی رویّوں سے عبارت ہے۔ اس دور میں اُردو کے معروف شاعروں نے جزوی طور پر نعت گوئی کو اپنایا ضرور مگر کسی کے ہاں نعت سے کلّی وابستگی نظر نہیں آتی بلکہ کسی کے ہاں نعت کا غالب حصّہ بھی نہیں۔

---

۱۔ انتخاب میر انیس ص ۲۱-۲۶ ۲۔ اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ (ڈاکٹر محمود الٰہی) ص ۳۱۹
۳۔ لکھنؤ کا دبستانِ شاعری (ابواللیث صدیقی) ص ۴۲۴
۴۔ اُردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ (ڈاکٹر محمود الٰہی) ص ۳۲۶
۵۔ میر مہدی مجروح کی نعت گوئی پر خالد بزمی کا ایک تعارفی مضمون روزنامہ 'امروز' لاہور میں چھپا ہے (۱۲ مئی ۱۹۶۹ء)۔

## ٣ اردو نعت دورِ تشکیل میں

شمالی ہندوستان میں اردو نعت کا دوسرا دور کرامت علی شہیدی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا غلام امام شہید
مولانا لطف بریلوی اور مولوی تمنا مراد آبادی سے شروع ہوتا ہے۔ ان نعت گو شاعروں نے اردو نعت کو تقلیدی دور سے
نکال کر تشکیلی دور میں داخل کیا۔ انہوں نے اپنے شغف نعت سے نہ صرف یہ کہ نعت گوئی کی ترویج و تشہیر میں قابلِ قدر خدمات انجام
دیں بلکہ نعت کے اعلیٰ نمونے بھی تخلیق کئے ہیں۔ یہی وہ دور ہے جب غزل کے دیوان کی طرح پہلی بار ردیف دار نعتیہ دیوان مرتب کرنے
کا آغاز ہوا۔

اردو نعت کے اس تشکیلی دور کے پس منظر میں سب سے بڑا ہاتھ عصری، معاشرتی و مذہبی رجحانوں اور تحریکوں کا ہے
جن میں سرِفہرست سید احمد شہید کی اصلاحی تحریک اور اس کے خلاف شدید ردِّعمل کی تحریک ہے۔ سید صاحب کی تحریکِ اصلاح نے
مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی تطہیر پر زیادہ زور دیا اور پیر پرستی، قبر پرستی، سوئم، چہلم، شادی کی ہندوانہ رسوم، بے جا اسراف،
ممانعتِ نکاحِ بیوگان، وغیرہ مشرکانہ بدعات کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اسی سلسلے کی ایک اہم اور موثر کڑی شاہ اسماعیل شہید کی
معروف کتاب تقویتہ الایمان (سن تصنیف ١٢٣٣ھ) ہے۔ جو اگرچہ اصلاحِ عقائد و ترکِ بدعات کی ایک مخلصانہ کوشش تھی، مگر اس
کے اکثر مندرجات جن کا تعلق مسئلۂ علمِ غیب، مسئلۂ حیات النبی، توسّل فی الدعا، استمداد اور غیراللہ کو پکارنا، مجالسِ اعراس اور محافلِ میلاد
کے انعقاد سے ہے۔ برِّصغیر کے غالب مسلمانوں کے مذہبی عقائد و خیالات سے متصادم تھے۔ "تقویتہ الایمان" کے خلاف گہرا ردِّعمل ہوا
اور کسی نہ کسی شکل میں اب تک ہو رہا ہے۔ "تقویتہ الایمان" کو "تفویتہ الایمان" کہا گیا ہے۔ اس کے رد میں فتاویٰ اور کتب و رسائل
کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ اس میں زیرِ بحث مسائل پر "بدعتی" اور "وہابی" گروہوں میں مناظروں اور بحث و مباحث کی شدّت
و کثرت نے نعت پر بھی گہرے اثر ڈالے۔ حیات النبی، علمِ غیب اور دوسرے مسائل کے علاوہ "تقویتہ الایمان" کی عبارت
"...... اس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم 'کن' سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جن اور فرشتے،
جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے ......" [1] نے امکانِ نظیر اور امتناعِ نظیر کے مسئلہ کو جنم دیا۔
مولانا فضل حق خیرآبادی اور ان کے متبعین نے امکانِ نظیر کے خلاف اور امتناعِ نظیر کے حق میں نہ صرف یہ کہ فتوے جاری کئے بلکہ رسائل لکھے اور
منظومات کہیں۔ [2]

"تقویتہ الایمان" کے خلاف شدید ردِّعمل اس دور کے نعت گو شاعروں کے ہاں بھی ملتا ہے۔ انہوں نے حضورِ اکرم کی
فضیلت، مدح اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کے ساتھ ان عصری، مذہبی مسائل کو بھی اپنی نعت گوئی کا موضوع بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس
دور کی نعت گوئی میں درج ذیل مضامین و رویے بکثرت ملتے ہیں۔

١- مجالسِ میلاد کے انعقاد کی اہمیت و فضیلت پر زور اور منکرانِ میلاد کے خلاف شدید ردِّعمل۔

٢- میلادیہ نعتوں کی کثرت جن میں حضورِ اکرم کی ولادت کا تذکار ہوتا ہے۔

٣- درود شریف کے موضوع پر نعتیں اور سلام و قیام کے مضامین۔

٤- حیات النبی اور آنحضرت کے علمِ غیب کے مضامین کی کثرت۔

---

١- تقویتہ الایمان (شاہ اسماعیل شہید) ص ٦٧، ٦٨۔

٢- مولانا فضل حق خیرآبادی نے مرزا غالب سے بھی اس مسئلہ پر ایک مثنوی کہلوائی جس کا نام "شانِ نبوت و ولایت" ہے۔ بحوالہ قصائد و مثنویات فارسی (غالب مرتبہ مہر) ص ٤٩۔

۵ - حضور اکرمؐ کی بشریت کے مقابلے میں آپ کی رسالت و نبوّت کا خصوصی تذکرہ -

۶ - یا رسول اللہ ، یا نبیؐ ، یا مصطفےٰؐ اور اسی انداز سے خطاب نیز آپ سے استمداد اور توسّل فی الدّعا کے مضامین -

۷ - امکانِ نظیر کا رد اور امتناعِ نظیر کا بیان -

ان مذہبی مسائل و مضامین کے علاوہ تشکیلی دَور کی نعت گوئی میں معاصرادبی میلانات کی جھلک بھی ملتی ہے - اس وقت لکھنوی دبستانِ شاعری کے زیرِ اثر اُردو شاعری میں سراپا نگاری کا عام رجحان تھا - اس کے اثرات نعت گوئی پر بھی پڑے - اور نعتوں میں حضور اکرمؐ کے ظاہری جمال اور اعضائے مبارک کے حسن کے تذکار پر خصوصی توجہ دی جانے لگی -

ذیل میں ہم ان چند اہم شعراء کا ذکر کرتے ہیں جو ادبی سطح پر تو زیادہ شہرت حاصل نہ کر سکے اور ادبی تاریخوں اور تذکروں میں اِن کا ذکر کم کم ملتا ہے - مگر اردو نعت کی تشکیل و ارتقاء کے سلسلے میں جن کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں -

**کرامت علی شہیدی** :- (م ۱۲۵۶ھ) مصحفی اور شاہ نصیر کے شاگرد تھے - ان کے اُردو دیوان میں خمسے ، قصیدے ، غزلیں ، مثنویاں ، رباعیاں اور قطعات بھی ملتے ہیں - انہوں نے نعت میں اگرچہ بہت کم لکھا ، مگر ان کی وجہِ شہرت وہ مختصر سا سرمایۂ نعت ہی ہے جو ایک قصیدے ، دو نعتیہ غزلوں اور ایک رباعی پر مشتمل ہے - اس میں بھی زیادہ شہرت ان کے قصیدے کو ملی ، جس کا مطلع یہ ہے -

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا ، سرِ دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعتِ احمد کا

حسنِ مطلع اور چند دُوسرے شعر درج ذیل ہیں -

دبستانِ ازل میں وہ معلّم عقلِ کل کا تھا ، نہ تھا نام و نشاں جن روز اس لوح زبرجد کا
چمن پیرائے کن فراش جس کی بزمِ رنگیں میں ، بہارِ آفرینش ایک بوٹا اس کی مسند کا
عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا ، عرب میں شور اٹھا جس وقت اس کی آمد آمد کا
شرف حاصل ہوا آدمؑ اور ابراہیمؑ کو اس سے ، نہ تنہا فخرِ عالم ، فخر تھا اپنے اَب و جد کا
گزر وحدت سے کثرت میں نہ ہوتا ذاتِ مطلق کو ، نہ بنتا صفر گر نقشِ احد پر میمِ احمد کا
رہا کعبے میں تیرے روضے کے دَر پر نہ جا پائیں ، اسی اندوہ سے ہے رنگ تیرہ سنگِ اَسوَد کا [۱]

یہ قصیدہ ۳۳ اشعار پر مشتمل ہے - اور رنگ قدیم کی شاعری کے انداز و اُسلوب کا حامل ہے - اس میں تشبیہات و استعارات ، تراکیب و حسنِ تعلیل کی خوبصورت مثالیں بھی ملتی ہیں - مگر اس کا مجموعی مزاج اس دَور کے عام قصیدوں کا سا ہے - شہیدی نے تشبیب و گریز کے التزام کے بغیر مطلع سے مقطع تک سارا زورِ بیان مدح ہی پر صَرف کیا ہے - اس اعتبار سے یہ قصیدہ ، قصیدہ سے زیادہ غزلِ مسلسل نظر آتا ہے - فکری طور پر یہ قصیدہ نعت کے تین غالب مضامین پر مشتمل ہے - پہلا حصّہ حضور اکرمؐ کے اوصاف و مدح سے عبارت ہے ، جس کے اشعار کا نمونہ اُوپر درج کیا گیا ہے - دُوسرا حصّہ شفاعت طلبی کے موضوع سے عبارت ہے - یہ چند شعر دیکھئے -

بھروسا ہر کسی کو اک حصارِ عافیت کا ہے ، مجھے نام مبارک کا ہے ذوالقرنین کو سَد کا
اُدھر اللہ سے واصل ، اِدھر مخلوق میں شامل ، خواص اُس برزخِ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدّد کا
عجب گوہر فشاں واں ہوں گے جب حرفِ شفاعت کو ، تماشہ گاہِ محشر میں تکیں گے نیک منہ بد کا

---

۱ - دیوانِ شہیدی مطبوعہ نو لکشور لکھنؤ ۱۸۷۶ء ( بمطابق ۱۲۹۳ھ )

بٹیں گے جس گھڑی عشرت کے ساماں بزمِ جنت میں — کھلے گا حال امّت کو ترے انعامِ بے حد کا ۱

تیسرا حصّہ شیفتگی و فدائیت کے اظہار پر مشتمل ہے ۔ اور یہی اس قصیدے کا سب سے جاندار حصّہ ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قصیدے کی خارجیت بہ کہیں کہیں ( خصوصاً آخری شعروں میں ) وفورِ جذبات نے ایک کیف آور داخلیت پیدا کر دی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت نگاری عقیدہ اور شیفتگی کی لے میں بدل جاتی ہے ، تو قصیدے میں سوز ، اخلاص ، فدائیت اور والہانہ پن کے جذبات و احساسات کا اظہار نمایاں ہو جاتا ہے ۔ یہ اشعار

ہوئی ہے ہمّتِ عالی مری معراج کی طالب — مشرّف ہو طواف اے کاش مجھ کو تیرے مرقد کا

کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملوں آنکھیں — کبھی گرد دُور بیٹھوں میں کروں نظّارہ گنبد کا

'طوافِ در و دیوارِ آستانہ' کی یہ خواہش شدید ہوتی ہے تو شہیدی کہتے ہیں ۔

مدینے کی گلی کے گرد لائق ہو مرا لاشہ — کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام اور دد کا

تمنّا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے — قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

خدا خود چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے — زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمّد کا ۲

شہیدی نے نہ جانے کس لمحۂ قبولیت میں یہ شعر لکھے تھے کہ حج بیت اللہ ( ۱۲۵۵ھ ) کے بعد جب وہ مدینۂ طیبہ جا رہے تھے تو راہ میں بیمار پڑ گئے ۔ جب وہ دیارِ رسول کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ روضۂ اقدس نظر آنے لگا تو وہیں جان ، جانِ آفریں کے سپرد کر دی ۔ یہ واقعہ ۴ صفر سن ۱۲۵۶ھ کا ہے ۔ اس قصیدے میں درج خواہش اور حسنِ خاتمہ کے سبب شہیدی اور ان کے اس قصیدے کو بہت شہ
اردو نعت کی تاریخ میں شہیدی کا ذکر دراصل اسی قصیدہ اور حسنِ خاتمہ کی عطا ہے ۔ اس قصیدے کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو
کہ امیر مینائی اور محسن کاکوروی جیسے نعت نگاروں نے اس قصیدے کی تقلید میں قصیدے کہے ۔ امیر مینائی کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے ۔

تفکّر امتیازِ جان و جاناں میں کیا حد کا — عروض اب تک نہ آیا ہاتھ میں اس بیتِ محمّد کا ۳

اور محسن کاکوروی کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے ۔

مٹایا لوحِ دل سے نقشِ ناموسِ اب و جد کا — دبستانِ محبت میں سبق تھا مجھ کو ابجد کا ۴

حدیثِ قدسی ( مرتبہ قاضی محمد عمر ) کے آخر میں ص ۱۲۲ - ۱۲۵ پر اس قصیدہ کی تضمین میں ایک بھرپور اور وقیع خمسہ بھی
جو فراق نے لکھا ہے ۔ آخری بند درج ذیل ہے ۔

مذاق اس مسئلہ کی بے خبر ثابت روایت ہے — کہ خالق نے درود افضل کیا ہے ہر عبادت سے

وہیں صلِّ علیٰ فرما کے بس لب ہلے رحمت سے — خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے

زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمّد کا

قصیدہ کے علاوہ شہیدی نے غزل کی ہیئت میں بھی دو قابلِ ذکر نعتیں لکھیں ۔ پہلی نعت کا مطلع یہ ہے ۔

مرا سینہ ہے ہمیشہ بود و باش شیرِ یزداں کا — فضائے لامکاں سے قرب ہے میرے نیستاں کا

ڈاکٹر فرمان فتحپوری اس غزل کے بارے میں کہتے ہیں کہ "یہ نعت ناسخ کی مشہور زمین میں ہے اور زبان و بیان کی صناعیوں کے لحاظ

---

۱-۲ - دیوانِ شہیدی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۶ء ( م ۱۲۹۳ھ )

۳ - محامد خاتم النبیین ( امیر مینائی ) ص ۵

۴ - کلیاتِ محسن کاکوروی ص ۹۷

لکھنوی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے"[1] اسی باعث یہ نعتیہ غـــزل[2] دوسری نعتیہ غزل کی نسبت کم معروف ہے۔ [illegible]
نعتیہ غـــزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

ے
ہے سُورہ والشمس اگر رُوئے محمدؐ    وَالّلیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
جب رُوئے محمد کی نظــر آئی تجلّی    سمجھا ہیں شبِ قدر ہے گیسوئے محمدؐ
کم ساقط ہُوا رُوئے نکو خوئے نکو کا    ہے نیک مگر رُوئے صفت خوئے محمدؐ
ہے سرمۂ کوری میں نہاں دیدۂ بد بیں    جس دن سے عیاں ہے رُخ نیکوئے محمدؐ
ماہ نو شوّال سے عاشق کو نہیں عیـــد    جب تک نظر آجائے نہ ابروئے محمدؐ

اس نعتیہ غزل میں جمالِ محمدیؐ کے ظاہری پہلو خصوصاً آپؐ کے خدوخال اور ابرُو و گیسو کی تعریف کی گئی ہے۔ یہاں موضوع اور اظہار کے انتخاب و پیشکش میں لکھنوی شاعری کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ نکتہ آفرینی اور صنعت گری کے نمونے کم و بیش سبھی شعروں میں ملتے ہیں۔ جس کے سبب خارجیّت نمایاں ہے۔ اور واقعی احساسات و واردات کا فقدان ہے۔ اُردو نعت پر لکھنو کے دبستانِ شاعری کے اثرات کے مطالعہ کے سلسلے میں یہ غزل ایک خاص اہمیّت رکھتی ہے۔ وہ رعایتِ لفظی اور صنعت گری جو لکھنوی شعرا کا خاصہ تھی، اس نعت کے فکری و فنّی ماحول پر غالب ہے۔

شہیدیؔ نے نعت میں ایک رباعی بھی کہی جس میں حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں اپنی غفلت اور عصیاں کے بیان کے ساتھ حضورِ اکرمؐ کے تذکارِ مبارک اور شفاعت طلبی کا مضمون باندھا ہے۔

ے
عصیـــاں سے مراد دستِ امل کوتہ ہے    ہاں چشمِ شفیع کی طرف گم رہ ہے
ذاکر کو ہے لَا اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہ کا شغل    یاں وِردِ محمـــد رسول اللّٰہ ہے

رباعی کے دُوسرے شعـــر میں کلمۂ طیّبہ کے الفـاظ کس خوبصورتی سے سمیٹے ہیں۔

شہیدی کے دیوان میں جرأتؔ، عطا حسین عطا، اور شاہ نصیر کی غزلوں پر خمسہ کے علاوہ جامیؔ کی ایک غزل پر بھی خمسہ ملتا ہے۔ جامیؔ کی غزل چونکہ نعت رسولِ اکرمؐ میں ہے اس لئے شہیدی کے خمسے میں دوسرے مضامین کے ساتھ نعت کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ پہلا بند ملاحظہ ہو۔

ے
بادشاہی سے تو بہتر ہے مجھے رنج کشی    شہدِ محبت سے بھی شیریں ہے مجھے تلخ چشی
عقلِ کل کو ہے تمنّا مری دیوانہ وشی    اے حبیبِ عــربی مدنی قــرشی
کہ بود دردِ غمت مایہ صد عیش و خوشی

جامیؔ کی نعتیہ غـــزل پر خمسہ کے علاوہ جامیؔ کا ذکر ان کی غزلوں میں بھی نظر آتا ہے۔ جامیؔ سے ان کی قدرِ مشترک حُبِّ رسولؐ اور ذوقِ نعت ہے۔ ان کے کلام میں کہیں کہیں جامی کے رنگِ سخن کا پرتو صاف نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں نے اپنے مضمون "شہیدی کی نعت" میں شہیدی کے چند اشعــار کی نشان دہی کی ہے۔ جن کا مضمون اور اســلوب جامیؔ سے ماخوذ نظر آتا ہے۔

---

۱۔ اُردو کی نعتیہ شاعــری ( ڈاکٹر فرمان فتحپوری ) ص ۵۱

۲۔ ڈاکٹر اشفاق نے اسے قصیدہ کے ذیل میں رکھا ہے نیز اس کا موضوع نعت کے بجائے منقبت جناب علیؓ بتایا ہے۔ دیکھئے اردو میں نعتیہ شاعری حاشیہ ص ۲۹

اس مختصر سے سرمایۂ نعت کے علاوہ مولوی کرامت علی شہیدی نے اُردو نعت میں کوئی چیز یادگار نہیں چھوڑی[1] مگر ان کے مختصر سے نعتیہ کلام خصوصاً قصیدہ ہی نے انہیں وُہ مقام و مرتبہ بخشا کہ اُردو نعت کی تاریخ کے اوّلین اہم شاعروں میں ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے ۔ امیر مینائی جیسے نعت گو شاعر نے شہیدی کے حسنِ خاتمہ کی آرزو کی ہے ۔

ان کے کوچے میں اجل کاش میسّر ہوتی
میری تربت بھی شہیدی کے برابر ہوتی

**مولوی کفایت علی کافی مرادآبادی :-** نعت کی اس روایت کے دوسرے بڑے شاعر مولوی کفایت علی کافی مرادآبادی (شہید ۱۲۷۴ھ) ہیں ۔ لطف بریلوی کی طرح کافی نے بھی نعتِ رسول اکرم ؐ کے لئے غزل کی ہیئت کو استعمال کیا ۔ "دیوان کافی" کے آخر میں ان کے کچھ نعتیہ خمسے بھی ہیں جو قدسی کی مشہور فارسی نعت اور کافی کی اپنی نعتوں کی تضمین میں ہیں ۔ ان کے علاوہ ایک معراج نامہ ہے جو ترجیع بند کی صورت میں ہے ۔ دیوان نعت سے الگ داستانِ صادق ، جذبۂ عشق ، مثنوی تجمل دربارِ نبی کریم ؐ ، حلیہ شریف ، مولود بہاریہ ، بہارِ خلد ( شمائلِ ترمذی کا ترجمہ ) ، نسیم جنّت (چہل حدیث کا ترجمہ ) ، خیابانِ فردوس ( ترغیب اہلِ سعادت از شاہ عبدالحق محدث ) بھی کافی کی یادگار تصنیفات ہیں[2] ان کے فکر و فن کا رجحان جیسا کہ مذکورۂ بالا کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے ۔ مذہبی موضوعات خصوصاً نعت کی طرف ہے ۔

مولانا کافی کی نعت کے نمایاں موضوعات میلاد سے متعلق ہیں ۔ لطف بریلوی کی طرح مولانا کافی کی بیشتر غزلیں میلادیہ ہیں ۔ ان کی ردیفوں اور مطلعوں ہی سے ان نعتوں کی پوری فضا سامنے آجاتی ہے ۔ یہ نعتیں میلاد کی ضرورت کے تحت لکھی گئیں ۔ زیرِ نظر نسخہ[3] دیوانِ کافی کے آغاز میں مہتمم مطبع نے میلاد خوانوں کے حلقے اور مجالسِ میلاد میں ان کی مقبولیت کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے "...... حضرات مولود خواناں کی خدمت میں التماس ہے کہ بعد ختم مولود شریف اس خاکسار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں ......"

ان میں سے کچھ نعتیں آج بھی مجالسِ میلاد میں ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں ۔ چند میلادیہ نعتوں کے مطلع درج ذیل ہیں ۔

خاتم الانبیاء ہوئے پیدا مجتبیٰ ، مصطفیٰ ہوئے پیدا (ص ۱)
ہوئے حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلِ علیٰ پیدا ہوئے حضرت رسول احمدؐ مجتبیٰ پیدا (ص ۳)
جنابِ فخرِ عالم سیّد سرور ہوئے پیدا شفیعِ دردمنداں ، شافعِ محشر ہوئے پیدا (ص ۲)
ہوئے پیدا رسول قدر داں مکّہ و بطحیٰ حبیبِ کبریا عزت رسان مکّہ و بطحیٰ (ص ۸)
شبِ ولادت ختم پیمبراں ہے آج شبِ ولادت سردار سروراں ہے آج (ص ۲۱)

---

۱ ۔ نظر حسین لدھیانوی نے اپنے مضمون "تذکرۂ عندلیبانِ ریاضِ رسولؐ" میں شہیدی کے نعتیہ کلام کا ذکر کرتے ہوئے صفحہ ۲۹ پر ایک ترجیع بند کا حوالہ اور نمونۂ کلام بھی دیا ہے جس کے ٹیپ کا شعر قدسی کی مشہور نعت کا مطلع ہے سے دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی ؛ مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی ۔ یہاں نظر صاحب سے سہو ہوا ہے ۔ شہیدی نے قدسی کے مطلع پر کوئی ترجیع بند نہیں کہا ۔ انہوں نے جس ترجیع بند کا نمونۂ کلام دیا ہے وہ کلام امام شہید کا ہے اور ان کے مولود شریف میں صفحہ ۴۷ - ۵۰ پر درج ہے ۔ اس کے علاوہ وہ نعت قدسی کی تضمینوں کے مشہور مجموعے "مدحتِ قدسی" مرتبہ قاضی محمد عمر ، مطبوعہ مطبع مرتضوی محمد عزیز الدین ۱۸۷۲ء کے صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۳ پر بھی غلام امام شہید ہی کے نام سے درج ہے ۔

۲ ۔ ماہنامہ "ماہِ نو" لاہور ، مسلم فن و ثقافت نمبر ص ۱۴۴     ۳ ۔ مطبوعہ ۱۳۲۲ھ مطبع ابوالعلائی حیدرآباد دکن ۴ ۔ حوالے اشعار کے ساتھ درج ہیں ۔

ذیل میں ذکرِ میلاد ہی کے موقع پر کافی نے امکان نظیر اور امتناع نظیر کے مسئلہ پر اپنے مؤقف کی یوں وضاحت کی ہے ۔

جنابِ صاحبِ لولاک کے مانند اے کافی نہیں کوئی ہُوا پیدا نہیں کوئی ہُوا پیدا (ص ۳)

کوئی پیدا ہوا انسان نہ ہووے گا کوئی کافی قسم کھاتا ہوں میں باعز و شان کُلہ دلبھی (ص ۸)

ہے وُہ یکتائے عالم ایجاد اس کا ثانی کوئی ہُوا ہی نہیں (ص ۳۴)

میلاد کی مناسبت سے اس تقریبِ سعید کے انتظام و اہتمام اور مجالسِ میلاد کے احترام و آداب اور فیوض و برکات کا ذکر بھی کافی کی متعدد نعتوں میں نظر آتا ہے ۔ آغاز دیوان ہی کی نعتوں میں ایک نعت[1] اسی موضوع سے متعلق ہے ۔ اس کے کچھ شعر دیکھیے

سر کے بل چاہیئے اے اہلِ ولا یاں آنا الغرض رحمتِ عالم میں ذرا یاں آنا

محفلِ موردِ سلطانِ رسالت ہے یہ عین آداب ہے با صدق و صفا یاں آنا

ہے ادب کو تو یہاں دخل نہیں بار نہیں عطرِ آداب سے پوشاک بسا یاں آنا

عرش سے فرش تک اللہ رے ہجومِ ملکوت اور جبریل کا وہ مژدہ رسا یاں آنا

محفلِ فرحتِ میلادِ نبی صلی علیٰ بہ نصیب اپنے تئیں صبح و مسا یاں آنا

شرفِ محفلِ میلاد کہیں کیا کافی ہم سمجھتے ہیں شفاعت کا صلا یاں آنا (ص ۳)

اس کے علاوہ اور بھی کئی جگہ اسی مضمون کے شعر ملتے ہیں ۔ مثلاً

اس رُخِ پاک کا جس بزم میں چرچا ہوگا درو دیوار سے واں نُور برستا ہوگا (ص ۶)

زیارت گاہِ عالم ہے مکانِ مولدِ حضرت شفائے اہلِ ایماں ہے بیانِ مولدِ حضرت (ص ۱۲)

کافی کی نعتوں کا دوسرا نمایاں موضوع درُود ہے ۔ یہ موضوع میلاد کی مجالس سے متعلق بھی ہے مگر نعت گوئی میں اس کی ایک جداگانہ حیثیت بھی ہے ۔ کافی نے اس موضوع پر دونوں اعتبار سے نعتیں لکھی ہیں ۔ بعض نعتیں مجلسی انداز کی ہیں اور بعض میں درود شریف کی خیر و برکت اور درُود پڑھنے کی تلقین ملتی ہے ۔ چند مطلعے درج ذیل ہیں

پیدا ہوئے رسولِ خدا مومنو صلوات اس صاحبِ لولاک پہ ہر دم کہو صلوات (ص ۱۸)

ہر روز جمعہ پڑھے جو بہت درود و صلوات نہ ہووے کیونکر اسے نار دوزخ سے نجات (ص ۱۷)

عاصیو غم کی دوا ہے درُود کیا دوا عین کیمیا ہے درُود (ص ۲۳)

نامِ حضرت پہ لاکھ بار درُود بے عدد اور بے شمار درود (ص ۲۳)

نورِ ایماں ہوا درود شریف دُر افشاں ہُوا درود شریف (ص ۲۴)

ہر مرض کی دوا درود شریف دافعِ ہر بلا درود شریف (ص ۲۴)

یہ پوری غزلیں فضائل درود کے موضوع پر ہیں ۔ اور مقصدی و اصلاحی اندازِ نعت کی حامل ہیں ۔ ان سے جہاں کافی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی و شیفتگی کا اندازہ ہوتا ہے ۔ وہاں تذکار و تبلیغ سیرتِ رسول کے تقاضے بھی پورے ہونے پر خصوصاً جب ہم اس عہد کے مذہبی و تہذیبی پس منظر میں ان نعتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کی کثرت ، شدت اور کیفیت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے

---

۱ - اس نعت پر کافی کا ایک خمسہ بھی ہے جو ان کے دیوان کے آخر میں ص ۵۹ - ۶۰ پر درج ہے ۔

کافی نے درود و سلام کی تلقین کے علاوہ اپنی نعتوں میں آنحضرتؐ پر خود بھی درود و سلام بھیجا ہے۔ درج ذیل مطلع دیکھ

ہوئے تولد حبیبِ جہاں خدا کا ان پہ درود دائم ۔ کہیں بہم ہو کے جن و انساں خدا کا ان پر درود دائم (ص ۳۰)

عرشِ بریں ایوانِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ خلد سرا بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۳۱)

پیدا ہوئے خیر الوریٰ صلو علیہ و آلہٖ ۔ پیدا ہوئے نور الہدیٰ صلو علیہ و آلہٖ (ص ۴۱)

ہے جو بہ حکمِ خدا صلو علیہ وسلمو ۔ اور امیرِ کبریا صلو علیہ وسلمو (ص ۳۸)

ان نعتوں کی ردیفیں طویل ہیں۔ اور درود و سلام ہی کا مفہوم رکھتی ہیں۔ اس التزام کے سبب ان نعتوں کی مکمل فضا درود و سلام کا مخصوص آہنگ رکھتی ہے۔ جو حسن اور کیف کا ایک خاص تاثیر اور ترنم و موسیقی کی ایک منفرد لے رکھتی ہے۔ لطف بریلوی کی طرح کافی کے ہاں بھی حضور اکرمؐ کے ظاہری جمال اور سراپا کے اوصاف کا بیان ملتا ہے۔ ان کی ایک نعت کا مطلع ہے

سراپا وہ صلِ علیٰ آپ کا تھا ۔ کہ ہر عضو حسنِ تجلی نما تھا

اس میں آنحضرتؐ کے عارض، چہرہ، رنگ، پیراہن، جسم، دندان و لب، حسنِ تبسم اور مجموعی طور پر اوصافِ شمائل کا ذکر ہے۔ اس انداز کی اور بہت سی نعتیں ہیں جن کا غالب حصہ آپؐ کے سراپا مبارک کے بیان میں ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

سپہرِ حسن پہ روئے شریف کے آگے ۔ سہا کی شکل ہے ادنیٰ سا ایک تارا چاند (ص ۲۲)

سہی سرو ریاض بے مثالی ۔ قدِ رعنائے دلجوئے محمدؐ (ص ۲۳)

تھا جو گلدستۂ گلزار تجلی وہ قد ۔ سایہ سے دور رہا سروِ روانِ اعجاز

نرگسِ گلشن مازاغ ہے وہ چشم شریف ۔ ہوئے مژگان مبارک رگِ جانِ اعجاز

سوزنِ گم شدہ صدیقہ نے پائی اپنی ۔ کھل گیا کچھ بہ تبسم جو دہانِ اعجاز (ص ۲۴)

صلِ علیٰ کرامت پیراہن شریف ۔ کیا تازہ تر ہے صورتِ پیراہن اعجاز (ص ۲۷)

کافی مراد آبادی کی نعت گوئی کی ایک خصوصیت ان کا عالمانہ انداز ہے۔ انہوں نے اوصاف و مقامِ محمدیؐ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا۔ اور نہ ہی رنگ تغزل کی رو میں نعت کو شریعت کی حدود سے متجاوز ہونے دیا۔ انہوں نے اپنی نعتوں کو قرآن اور احادیث سے مزین کیا ہے۔ ان کے ہاں متعدد جگہ احادیثِ رسول اکرمؐ، قرآن مجید کی آیات کے حوالے نظر آتے ہیں یہ شعر دیکھیے۔

ہے آیت رفعت 'ورفعنا لک ذکرک' ۔ بالاست شہرت 'ورفعنا لک ذکرک' (ص ۲۸)

یہاں "ورفعنا لک ذکرک" کی ردیف نے خوب سماں باندھا ہے۔

کافی نے آنحضرتؐ کی وفات مبارک، معراج شریف اور صحابہ کرام کے منقبت کو بھی بڑی شائستگی سے اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے۔ شہرِ رسول مدینہ کے فراق اور محبت میں بھی ان کی چند نعتیں ہیں جن کی ردیف ہی میں لفظ 'مدینہ'[1] کا التزام ہے۔

کافی کی نعت گوئی کے بارے میں اب تک کی گفتگو اس کے خارجی پہلوؤں اور تہذیبی و عصری رویوں کے زیر اثر پیدا ہونے والے عناصر کی تھی۔ نعتِ کافی کا اصل جوہر ان کا عشقِ رسولؐ اور اس سے پیدا ہونے والا اخلاص ہے۔ مولانا کافی کی نعتوں کی وجہ شہرت ان کی وابستگیٔ رسولؐ کا یہی والہانہ جذبہ ہے جس کے سبب بعد میں آنے والے بڑے بڑے نعت گو شعراء نے ان کے

---

۱- دیوانِ کافی ص ۲۷ ، ص ۳۴ ، ص ۳۳ ، ص ۴۴

اخلاص و درد مندی کی آرزو کی ہے ۔ مولانا احمد رضا خاں کی ایک رباعی دیکھئے ۔

پرواز میں جب مدحتِ شہ میں آؤں تا عرش پروازِ فکر رسا میں جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضا کافی کا دردِ دل کہاں سے لاؤں [1]

کافی کے لئے نعت گوئی ایک رسم نہیں، ایک قلبی واردات کا درجہ رکھتی ہے ۔ انہوں نے جس محبت میں ڈوب کر نعتیں لکھی ہیں وہ ا
کے بہت کم شاعروں کے ہاں نظر آتی ہے ان کی یہ مشہور نعت [2] دیکھئے جس کے مصرع مصرع سے والہانہ پن ٹپکتا محسوس ہوتا ہے

دیکھتے جلوۂ دیدار کو آتے جاتے گُلِ نظّارہ کو آنکھوں سے لگاتے جاتے
ہر سحر روضۂ مبارک کی زیارت کرتے داغِ حرماں دلِ محزوں سے مٹاتے جاتے
سرِ شوریدہ کو کسوت یہ تصدق کرتے دلِ دیوانہ کو زنجیر پہناتے جاتے
پائے اقدس سے اُٹھاتے نہ کبھی آنکھوں کو رو کنے والے اگر لاکھ ہٹاتے جاتے
قدمِ پاک کی گر خاک ہی ہاتھ آجاتی چشمِ مشتاق میں بھر بھر کے لگاتے جاتے
خواب میں دولتِ دیدار ہی ملتی وہ اگر بختِ خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے
دشتِ یثرب میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جاتے
دستِ صیاد سے چھوٹے جو ہزاروں کی طرح چمنِ کوچۂ دلبر ہی کو جاتے جاتے
کافیِ کشتۂ دیدار کو زندہ کرتے لبِ اعجاز اگر آپ ہلاتے جاتے (ص ۵۱)

شیفتگی و وارفتگی کے عالم میں کہی ہوئی ان کی ایک اور مشہور نعت آج بھی ذوق و شوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہے ۔ اس کا مطلع اور مقطع یہاں درج کیا

یا الٰہی حشر میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو رحمتِ عالم جنابِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو
۔۔۔۔۔۔۔ بعد مرنے کے بھی ہے کافی کی یہ یارب دعا دفترِ اشعارِ نعتِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو (ص ۳۹)

کافی کے ہاں اس قبیل کے اور سینکڑوں اشعار اور متعدد نعتیں مل جاتی ہیں جن میں نعت کے موضوعات کے بیان میں ان کے
احساسات اور کیفیات واردات کا موثر بیان نظر آتا ہے ۔ بحیثیتِ مجموعی انہوں نے اردو نعت کو اخلاص، درد مندی اور سرمستی و شیفتگی
عطا کی اور اُردو نعت کو ایک رسمی و روائتی دائرے سے نکال کر اسے سچے تخلیقی تجربہ کے طور پر پیش کیا ۔ ان کی نعتیں کیف و گداز او
فنی محاسن کے اعتبار سے بلند پایہ ہیں ۔ انہوں نے مابعد کے نعت گو شعرا کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ ان کے ذوقِ نعت کے لئے ا
تحریک کا کام کیا ۔ مولانا احمد رضا خاں اور دوسرے کئی شاعروں کے ہاں کافی کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں ۔

**غلام امام شہید** ( ۱۲۹۲ھ ) شمالی ہندوستان کے اوّلین معروف نعت نگاروں میں شمار ہوتے ہیں ۔ ان سے قبل اگرچہ مخت
شاعروں کے کلام میں نعتیہ اشعار اور غزلیات و قصائد نعت نظر آتے ہیں، مگر مولوی غلام امام شہید نے پہلی بار اردو نعت کو ایک انفرادی ر
دیا ۔ انہوں نے سوز و گداز میں ڈوب کر نعتیں لکھیں جس سے نہ صرف یہ کہ نعت کی لے بدلی اور وہ رسمی دائرے سے نکل کر حقیقی اور تخلیقی
انداز و اسلوب سے آشنا ہوئی، بلکہ اس میں کیف و تاثیر کا عنصر بھی داخل ہوگیا ۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم اُردو نعت کے ارتقائی سف

---

۱ ۔ حدائقِ بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۲۳۱ نیز مولانا احمد رضا خاں نے ملفوظات (جلد دوم) میں ص ۴۸ ۔ ۵۰ پر بھی کافی مرادآبادی کی نعت گوئی کی تعریف کی ہ

۲ ۔ مولوی کافی نے اپنی اس نعت کی تضمین بھی کی جو اُن کے دیوان کے آخر میں ص ۵۸ ۔ ۵۹ پر درج ہے ۔ نیز کافی کی اس نعت پر بعد کے کئی نعت گو شاعروں نے بھی نعتیں کہیں ۔

امام شہید کا نعتیہ کلام دیکھتے ہیں تو نعت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

فارسی نعتوں کے علاوہ اردو میں غلام امام شہید نے غزل، مثنوی، ترجیع بند اور دوسری ہیئتوں میں بھی نعتیہ شعر کہے۔ مختلف اصناف علاوہ انہوں نے مختلف بحور میں بھی نعت کی ترویج کی۔ بحرِ طویل میں ان کی نعت کا نمونہ دیکھئے جو شاید اردو میں پہلی مثال ہے۔

باغ جہاں آباد ہے یاں سرو بھی آزاد ہے قمری نہایت شاد ہے نہ صید نہ صیاد ہے
ہاں محفل میلاد ہے وقتِ مبارک باد ہے جبریل کو ارشاد ہے مشہور کردے یہ سخن
نورِ خدا پیدا ہوا خیر الوریٰ پیدا ہوا بحرِ عطا پیدا ہوا ابرِ سخا پیدا ہوا
نجم الہدیٰ پیدا ہوا بدر الدجیٰ پیدا ہوا شمس الضحیٰ پیدا ہوا، پیدا ہوا شاہِ زمن ۱

اس نعت کی تشبیب بہاریہ اور ہر مصرع مرصّع و مسجّع ہے۔ اندرونی قوافی کے التزام نے پوری نعت میں ایک ترنم اور موسیقی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ (غلام امام شہید نے اسی بحر اور انداز و مضامین پر مشتمل فارسی میں بھی ایک میلادیہ قصیدہ لکھا) چھوٹی بحر کے ایک بند میں نعت کا نمونہ ملاحظہ کیجئے اس قصیدہ کا مطلع ہے۔

چمن میں آج کیوں شورِ فغاں ہے کہ گل خنداں ہے بلبل نوحہ خواں ہے
...... محمد بادشاہِ دو جہاں ہے محمد قبلہ گاہِ مقبلاں ہے
محمد شمع ہے بزمِ قدم کی محمد مالکِ کون و مکاں ہے
محمد ہے دوائے دردمنداں محمد چارۂ بےچارگاں ہے
محمد سے ہوئی تکوینِ کونین محمد مدعائے کن فکاں ہے ۲

غزل کی ہیئت میں بھی انہوں نے متعدد نعتیں لکھیں جو انداز بیان کی شگفتگی کے سبب ایک منفرد حسن اور تاثیر کی حامل ہیں۔ ان میں ل کے رنگ کے ساتھ ساتھ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیف بھی شامل ہے۔ غلام امام شہید کی نعتیہ غزلوں نے نہ صرف یہ کہ معیاری تخلیقی نعت کی روایت کو آگے بڑھایا بلکہ اسے ایک معیاری اسلوب سے آشنا کیا۔ ان کی درج ذیل نعت دیکھئے۔

مداح ہوں جنابِ رسالت پناہ کا عرشِ بریں گوشہ ہے میری کلاہ کا
...... زیبا ہے فخر و ناز مجھے جس قدر کروں دیکھو تو مدح خواں ہوں میں کس بادشاہ کا
ہے اس کے حکم کے نہ چلے لوح پر قلم مالک ہے وہ تمام سپید و سیاہ کا
پیغمبروں کو فخر ہوا اس کی ذات پر سردار ہی سے بڑھتا ہے رتبہ سپاہ کا
...... درپیش ہے عدم کا سفر سب کو دوستو جو نعت کا کلام ہے توشہ ہے راہ کا ۳

"مدینہ" ردیف میں ان کی یہ نعتیہ غزل بھی اپنی انفرادی شان لئے ہوئے ہے۔

جب سے ہوا وہ گل چمن آرائے مدینہ جبریل بنا بلبلِ شیدائے مدینہ
سینہ ہے مرا رہ کشِ صحرائے مدینہ دل ہے جرسِ محملِ لیلائے مدینہ
واں کے در و دیوار مرے پیشِ نظر ہیں اندھیر ہو گر آنکھ سے چھپ جائے مدینہ

---

۱۔ شعر الہند (عبدالسلام ندوی) حصہ دوم ص ۲۰۸ - ۲۰۹

... نعت ... ص ۵۳ / ص ۱۲۶

ہر سنگ میں واں کے شررِ طُور ہے پنہاں ہر خشت کو کہئے یدِ بیضائے مدینہ
قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے ہم دیکھتے ہیں اس کو جو دیکھ آئے مدینہ ۱

اس متفرق نعتیہ کلام کے علاوہ غلام امام شہید کی نعتیہ شاعری کا غالب حصّہ ان کے مولود شریف میں نظر آتا ہے۔ جو موضوعات اور طرزِ اظہار کے اعتبار سے متنوع اور رنگارنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ میلاد ناموں کی روایت کے مطابق اس میں سب سے پہلے حضور اکرمؐ کی ولادت مبارک کا ذکر ہے۔ غلام امام شہید کہتے ہیں

آمد آمد ہے رسولِ پاکؐ کی آمد آمد ہے شہِ لولاکؐ کی
آمد آمد سیّدِ اعظم کی ہے آمد آمد سرورِ عالم کی ہے
آمد آمد ہے شہِ ابرار کی آمد آمد ہے بڑے سردار کی ۲

یہ سلسلہ ۲۶ اشعار تک جاتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل کون و مکاں میں اُن کے استقبال کی تیاریوں پر مشتمل اس نعت پارے میں شہید نے آپ کی صفات اور اسمائے مبارکہ کے ساتھ زمین و عرش کی اس رونق اور ہماہمی کا نقشہ بڑے دلکش پیرائے میں کھینچا ہے۔ آپؐ کے ظہورِ قدسی کے بعد دوسری نعت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کی بحر پہلی نعت سے مختلف ہے چند شعر درج ذیل ہیں۔

شہنشاہِ اعظم تولّد ہُوئے رسولِ مکرّم تولّد ہُوئے
شہِ دین و دُنیا تولّد ہُوئے مہِ اوجِ علیا تولّد ہوئے
تولّد ہُوئے پیشوائے جہاں تولّد ہوئے مقتدائے جہاں
تولّد ہُوئے سرورِ مرسلاں تولّد ہوئے رہبرِ دوجہاں
تولّد ہُوئے رہنمائے قدیم قسیمؐ جسیمؐ نسیمؐ وسیم
تولّد ہُوئے بحرِ فیضِ عمیم شفیعؐ مطاعؐ نبیؐ کریم ۳

آپؐ کی صفات پر مشتمل چند شعر مزید ہیں اس کے بعد ایک طویل سلام ہے جس میں آپ کے اسمائے مبارکہ کی صفات کے حوالے سے آپؐ کی نعت بیان کی گئی ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے

اَلسّلام اے آفتابِ داد و دیں اَلسّلام اے انتخابِ اوّلیں
اَلسّلام اے دستگیرِ بےکساں اَلسّلام اے چارۂ دردِ نہاں

سلام کے پندرہ شعروں کے بعد یہ سلام ایک التجا اور مناجات کا انداز اختیار کر لیتا ہے۔ یہ حصّہ وفورِ اخلاص اور شدّتِ جذبات سے عبارت ہے۔ دربارِ رسالت مآبؐ میں اپنے گناہوں پر ندامت کا شدید احساس، روزِ محشر کی سختیوں کا خوف حضور اکرمؐ کی شفاعت کی اُمّید، دستگیری اور رحمت کی آرزو اس مناجات کے نمایاں موضوعات ہیں۔ طرزِ بیان میں دردمندی اور گداز کا عنصر بھرپور اور مؤثر ہے۔ مناجات کے آخری حصّہ میں آستانۂ رسولؐ پر حاضر ہونے اور وہیں مرنے کی شدید تڑپ کا اظہار ہے

در کو تکتے تکتے ہو جاؤں ہلاک واں کی خاکِ پاک سے مل جائے خاک ۴

۱۔ ماہنامہ 'شام و سحر' (نعت نمبر) ص ۲۷-۲۸
۲-۳ : مولود شریف شہید ص ۱۴/۱۵/۱۶/۱۸/، ص ۳۲

معجزات کے بیان میں حضورِ اکرمؐ کے سایہ نہ ہونے کو صوفیانہ انداز نظر سے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں "فی الحقیقت وہ جمالِ جہاں آرا قدرت میں عکس نور احدیت تھا۔ پس عکس کا عکس محال ہے"۔ اس موقع پر ایک نظم بھی لکھی ہے، جو نعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

| | |
|---|---|
| محمدؐ کی مانند جگ میں نہیں | ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں |
| یہ بھی رمز جو اس کے سایہ نہ تھا | کہ رنگِ دوئی واں سمایا نہ تھا |
| نہ ہونے کا سایہ کے تھا یہ سبب | ہوا صرف پرستش میں کعبہ کی سب |
| جہاں تک کہ تھے یاں کے اہلِ نظر | سمجھ مایۂ نورِ کحل بصر |
| سبھوں نے لیا پتلیوں پر اٹھا | زمیں پر نہ سایہ کو گرنے دیا |
| سیاہی کا پتلی کی ہے یہ سبب | وہی سایہ آنکھوں میں پھرتا ہے اب[1] |

شہید کی نعت گوئی کا کمال وہ تین منظوم قصّے ہیں جو ان کے مولود شریف کے آخر میں ہیں۔ یہ تینوں قصّے مثنوی کی ہیئت اور مختصر بحروں میں ہیں اور ان میں عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیات و واردات کا بیان ہے۔ ان قصّوں کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ قصّۂ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ

۲۔ قصّۂ حضرت حلیمہ سعدیہ۔

۳۔ روایتِ استن حنانہ۔

**قصّہ حضرتِ بلالؓ** میں حضور اکرمؐ کی وفاتِ مبارک کے بعد جناب بلالؓ کے غم و اندوہ اور آنحضرتؐ کی جدائی سے پیدا ہونے والی حزنیہ کیفیات کا بیان ہے۔ اس قصّہ کی بنیاد اگرچہ تاریخی واقعہ پر رکھی گئی ہے، مگر جذبات و احساسات کے اظہار میں شاعرانہ رنگ غالب ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ شام سفر کر جاتے ہیں۔ کافی عرصہ بعد جب حضورؐ کی یاد ستاتی ہے تو مدینہ کا رُخ کرتے ہیں۔ یہاں ان کی آخری اذان اور وفات کو غلام امام شہید نے جس دردمندی سے بیان کیا ہے، وہ حصّہ نہ صرف جذبات نگاری کا مرقع ہے بلکہ اپنے شعری محاسن کے سبب شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کچھ شعر ملاحظہ کیجئے۔

| | |
|---|---|
| آیا زباں پر جو محمدؐ کا نام | بس لیا ہاتھوں سے کلیجہ کو تھام |
| کہتے ہیں کوٹھے سے گرا بے خبر | کر گیا کرتے ہی جہاں سے سفر |
| مرقدِ انور کو اشارہ کیا | زندگی سے اپنی کنارا کیا |
| ہاتھ سوئے قبر اٹھا رہ گیا | سر جو جھکا تھا سو جھکا رہ گیا |
| ماتم و غم زدہ کا عام تھا | حجرۂ ازواج میں کہرام تھا |
| خاک پہ تڑپا جو وہ اندوہ گیں | عرش کو جنبش ہوئی کانپی زمیں |
| عشق کا غم چارہ گر جاں ہوا | خانۂ محبوب کا مہماں ہوا |
| جان گئی جان کے جویا کے پاس | پہنچا مریض اپنے مسیحا کے پاس |
| ذرّہ ہوا مہرِ درخشاں میں گم | قطرہ ہوا چشمۂ حیواں میں گم |
| پیاسے نے دریا سے ملاقات کی | خوب تلافی ہوئی مافات کی[2] |

۱۔ مولود شریف شہید، ص ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷؛ ص ۳۲

۲۔ مولود شریف غلام امام شہید ص ۷۶

32

معجزات کے بیان میں حضور اکرمؐ کے سایہ نہ ہونے کو صوفیانہ اندازِ نظر سے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں "فی الحقیقت وہ جمالِ جہاں آرا قدرت میں عکس نور احدیّت تھا۔ پس عکس کا عکس محال ہے"۔ اس موقع پر ایک نظم بھی لکھی ہے، جو نعت کا اعلیٰ نمونہ ہے،

محمدؐ کی مانند جگ میں نہیں ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
یہ بھی رمز جو اس کے سایہ نہ تھا کہ رنگِ دوئی واں سمایا نہ تھا
نہ ہونے کا سایہ کے تھا یہ سبب ہوا صرف پوشش میں کعبہ کی سب
جہاں تک کہ تھے یاں کے اہلِ نظر سمجھ مایۂ نور کحل بصر
سبھوں نے لیا پتلیوں پر اٹھا زمیں پر نہ سایہ کو گرنے دیا
سیاہی کا پتلی کی ہے یہ سبب وہی سیاہ آنکھوں میں پھرتا ہے اب [1]

شہید کی نعت گوئی کا کمال وہ تین منظوم قصّے ہیں جو ان کے مولود شریف کے آخر میں ہیں۔ یہ تینوں قصّے مثنوی کی ہیئت اور مختصر بحروں میں ہیں اور ان میں عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی کیفیات و واردات کا بیان ہے۔ ان قصّوں کے عنوانات درجِ ذیل ہیں۔

۱۔ قصّۂ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ
۲۔ قصّۂ حضرت حلیمہ سعدیہ۔
۳۔ روایتِ استنِ حنانہ۔

**قصّہ حضرتِ بلالؓ** میں حضور اکرمؐ کی وفاتِ مبارک کے بعد جناب بلالؓ کے غم و اندوہ اور آنحضرتؐ کی جدائی سے پیدا ہونے والی حزنیہ کیفیات کا بیان ہے۔ اس قصّہ کی بنیاد اگرچہ تاریخی واقعہ پر رکھی گئی ہے، مگر جذبات و احساسات کے اظہار میں شاعرانہ رنگ غالب ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ شام سفر کر جاتے ہیں۔ کافی عرصہ بعد جب حضورؐ کی یاد ستاتی ہے تو مدینہ کا رُخ کرتے ہیں۔ یہاں ان کی آخری اذان اور وفات کو غلام امام شہید نے جس دردمندی سے بیان کیا ہے، وہ حصّہ نہ صرف جذبات نگاری کا مرقع ہے بلکہ اپنے شعری محاسن کے سبب شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کچھ شعر ملاحظہ کیجیے۔

آیا زباں پر جو محمّد کا نام بس لیا ہاتھوں سے کلیجہ کو تھام
کہتے ہیں کوٹھے سے گرا بے خبر کر گیا گرتے ہی جہاں سے سفر
مرقدِ انور کو اشارہ کیا زندگی سے اپنی کنارا کیا
ہاتھ سوئے قبر اٹھا رہ گیا سر جو جھکا تھا سو جھکا رہ گیا
ماتم و غم غمزدہ کا عام تھا حجرۂ ازواج میں کہرام تھا
خاک پہ تڑپا جو وہ اندوہ گیں عرش کو جنبش ہوئی کانپی زمیں
عشق کا غم چارہ گر جاں ہوا خانۂ محبوب کا مہماں ہوا
جان گئی جان کے جویا کے پاس پہنچا مریض اپنے مسیحا کے پاس
ذرّہ ہوا مہرِ درخشاں میں گم قطرہ ہوا چشمۂ حیواں میں گم
پیاسے نے دریا سے ملاقات کی خوب تلافی ہوئی مافات کی [2]

---

۱۔ مولود شریف شہید ص ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷؛ ص ۳۲

۲۔ مولود شریف غلام امام شہید ص ۷۶

قصۂ بلال کے بیان میں شہیدؔ اپنی وارداتِ محبتِ رسولؐ کو بھی شامل کر لیتے ہیں ۔ یہ ان کا مخصوص انداز ہے جو دوسرے قصوں میں بھی نمایاں ہے ۔ ان کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کا بیان دراصل اپنے جذبہ محبتِ رسولؐ کو زندہ و تازہ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے ۔ وہ آنحضرتؐ سے صحابہ کرام کی عقیدت و محبت کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ارادت و شیفتگی کا بھی جائزہ لیتے ہیں ۔ یہاں صحابہ کے جذبہ فریفتگی پر پورا نہ اتر سکنے اور مدینے سے دُوری کا احساس ان کی لے میں اخلاص اور دردمندی کا تاثر اور نمایاں کر دیتا ہے ۔ یہ اشعار دیکھئے ۔

چاہتے ہیں جس کو بلاتے ہیں یوں　　شربتِ دیدار پلاتے ہیں یوں
حیف ہے ہم پھرتے ہیں شام وسحر　　حرص کا کاسہ لئے یوں در بدر
گھر کے نہ دلدار کے در کے ہوئے　　ہم نہ اُدھر کے نہ اِدھر کے رہے
رحمتِ عالم مجھے بلوایئے　　رحم مرے حال پہ فرمایئے
شربتِ دیدار پلا دیجئے　　بہرِ خدا میری دوا کیجئے
ہند میں خاطر مری ناشاد ہے　　جلد خبر لیجئے فریاد ہے
مجھ کو نہیں چاہیئے باغِ ارم　　سر ہو مرا اور وہ خاکِ قدم　　۱

یہاں سے شہیدؔ حضورِ اکرمؐ کے قدمِ مبارک کے فضائل مناقب کا بیان شروع کرتے ہیں ۔ ان کا یہ خوبصورت گریز غزل کی ہئیت میں ہے ، جس کا عنوان ہے 'غزل در وصفِ قدم شریف' یہ نعتیہ غزل قصۂ بلال کے متن سے الگ کر کے بھی پڑھی جا سکتی ہے ، اور اپنی منفرد خوبیوں کے سبب نعتیہ شاعری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے ۔ چند شعر درج ذیل ہیں ۔

سنگ موم ہوتا ہے دیکھ کر قدم تیرا　　سب کے جی میں کرتا ہے اپنا گھر قدم تیرا
رتبے سب کے ہیں اعلیٰ پر کسی پیمبر کا　　عرش تک نہیں پہنچا ہاں مگر قدم تیرا
اپنی جاں مٹاؤں گا خاک میں ملاؤں گا　　پر کہیں نہ جاؤں گا چھوڑ کر قدم تیرا　　۲

'وصفِ قدم شریف' میں یہ غزل چھ شعروں پر مشتمل ہے ۔ اس کے بعد مثنوی کی بحر و ہئیت میں قصہ کا آخری شعر یوں ہے ۔

قصہ کیا میں نے دعا پر تمام　　بھیجو پیمبر پہ درود و سلام　　۳

دُوسرا قصہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے حبِ رسول کا ترجمان ہے ۔ ڈاکٹر اشتیاق اس قصہ کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ قصہ "بچوں اور عورتوں میں نہایت مقبول رہا ہے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اب تک وہ گھروں میں گایا جاتا ہے ۔ اور چھوٹے بچوں کے لئے لوری کا کام کرتا ہے ۔ اس کی اس قدر مقبولیت کا سبب مضمون کی سادگی ، بیان کا دلنشیں انداز ، نہایت صاف اور بدیع تشبیہیں اور رواں دواں الفاظ کا استعمال ہے ، جن کی ترکیب اور خلوص سے شاعر نے کلام کو پُر تاثیر بنا دیا ہے ۔ محبوبِ یزدانی پر تصدق کا مضمون ہر جگہ موجود ہے ۔ لیکن یہاں اس کی خصوصیت اس کا معصوم رنگ ہے ۔ ماں کا اپنے بچے کے ساتھ پیار اور محبت کا اظہار اس قدر شیفتہ وارفتہ اور والہانہ انداز میں شاعر کے اپنے جذب و کیف کی ترجمانی کرتا ہے جو اس بخت عالم کے ساتھ عشق و محبت کے ایمانی رشتے نے پیدا کیا ہے ۔ خلوص کی فراوانی سے شاعر کا دل پیچ و تاب کی اضطرابی کیفیت سے دوچار ہے ۔ وہ اس جذب و شوق کو حضرت حلیمہ سعدیہ کی زبانِ حال سے ظاہر کرتا ہے ؛ ۴

---

۱ : مولود شریف غلام امام شہید ص ۷۶　　۲-۳ : مولود شریف غلام امام شہید ص ۷۶ ، ۷۷ ، ۷۸
۴ : اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشتیاق) ص ۲۷۳

یہ قصّہ غلام امام شہید کے مولود شریف کا حصّہ ہے، جسے میلاد کی مجلسوں میں پڑھے جانے کی غرض سے لکھا گیا۔ خصوصاً زنانہ مجال
ں اس کا تاثر شدید ہوگا کیونکہ اس میں حبِ رسول کی نسائی جذبات وکیفیات کا انداز نمایاں ہے۔ مگر اس قصّہ میں شاعر کی داخلی زندگی کے ا
ثرات و احساسات کی جھلکیاں بھی واضح طور نظر آتی ہیں جو آنحضرتؐ کی محبت سے متعلق ہیں۔ شہید نے حضرت حلیمہ سعد
کے حوالے سے اپنے حبِ رسول کی ترجمانی کی ہے۔ اس قصّہ کے درج ذیل اشعار ملاحظہ کیجئے۔

دودھ اس گل کو پلاتی تھی وہ — گل سی پھولی نہ سماتی تھی وہ
کبھی مکھڑے کی بلائیں لیتی — صدقے ہو ہو کے دُعائیں دیتی
کبھی صورت کا تماشا کرتی — ٹکٹکی باندھ کے دیکھا کرتی
چومتی تھی کبھی پیشانی کو — کبھی اس چہرۂ نورانی کو
کبھی نہلاتی تھی خوش ہو ہو کر — پانی پیتی تھی قدم دھو دھو کر
گرد پھرتی بھی کبھی سو سو بار — جیسے ہو شمع پہ پروانہ نثار
کبھی کر بیٹھتی بے ساختہ شور — چاند کو دیکھ کے جس طرح چکور
کبھی آنکھوں میں بٹھا لیتی تھی — کبھی سینے سے لگا لیتی تھی
خواب سے کرتی تھی جس دم بیدار — آنکھوں سے تلووں کو مَلتی ہر بار
بختِ عالم ہے تو اے دلبر جاگ — جاگنا بخت کا ہے بہتر جاگ
جب جگاتی تو جگاتی تھی یوں — اور سُلاتی تو سلاتی تھی یوں
سو میرے عرش کے تارے سو جا — میرے اللہ کے پیارے سو جا
ماہِ والا نسبی کر آرام — آفتابِ عربی کر آرام
----- آمنہ بی بی کے جانی سو جا — میری دولت کی نشانی سو جا
تیرے آرام کو اے مہ پارہ — میری آنکھوں کا بنے گہوارہ [۱]

یہ قصّہ واقعات وکیفیات کا ایک تنوع لئے ہوئے ہے۔ شہید کو اظہار پر اتنی قدرت حاصل ہے، کہ انہوں نے ہر مق
پر حبِ رسولؐ کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ پیرایۂ اظہار چونکہ نسائی ہے، اس لئے الفاظ اور لب و لہجہ پر بھی یہی رنگ غالب
محاکات نگاری کا حامل اسلوب ان کی فنکارانہ صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔ یہ اسلوب اردو نعت میں ایک خوشگوار اضافہ ہے جس کی مثال شہید
سے پہلے کے نعتیہ کلام میں نظر نہیں آتی۔ قصّہ کے یہ شعر دیکھئے جہاں حضور اکرمؐ کی گمشدگی پر حلیمہ سعدیہ اپنے جذبات
کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں۔

ہائے کس ابر میں وہ چاند چھُپا — چھا گئی دل پہ مرے غم کی گھٹا
کیا ہوا دودھ کا پالا میرا — کیا ہوا گیسوؤں والا میرا
کیا ہوا وہ گلِ باغِ خوبی — کیا ہوا نورِ دلِ محجوبی
کیا ہوا سروِ گلستانِ کمال — کیا ہوا شمعِ شبستانِ جمال

---

۱: اردو نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشتیاق) ص ۳۰۳۔

...... کھو گیا دشت میں جانی میرا گم ہوا یوسفِ ثانی میرا
اس لئے روتی ہوں باحالِ سقیم نہیں ملتا ہے مرا دُرِّ یتیم
لعل میرا گہرِ یکتا ہے بچّہ بن باپ کا اکلوتا ہے

اسی جگہ حسنیہ و سراپا نگاری کا نمونہ بھی ملاحظہ کیجئے جو آنحضرتؐ کے سراپوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

سر پہ چھوٹا سا عمامہ ہے بجا تن پہ ہلکا سا ہے جامہ زیبا
گال اس گل کے ہیں گورے گورے لال ہیں آنکھوں میں اُس کی ڈورے
سر پہ ہیں بال جھنڈولے ایسے گُلِ سنبل کا ہو جھرمٹ جیسے
اس کی زلفوں کے گھنگروالے بال دلِ شیدا کے لئے ہے جنجال
قد ہے بوٹا سا قیامت پایا خواب نے جس کا نہ دیکھا سایا
سُرمگیں آنکھ خرد کی راہزن آفتِ جاں ہے غضب وہ چتون
سامنے اس کے اگر آتا ہے آفتاب ابر میں چھپ جاتا ہے
خم ابرو سے مہِ نو ہے خجل تیرِ مژگاں سے دل و جاں بسمل
نور ہی نور ہے مکھڑا اس کا غیرتِ حور ہے وہ نامِ خدا
جلوہ افزا جو وُہ دلبر ہو جائے راہ خوشبو سے معطّر ہو جائے [1]

شہیدؔ نے اس قصّہ کے اختتام پر حلیمہ سعدیہ کی آنحضرتؐ سے محبت اور والہانہ پن کا ذکر کرتے ہوئے اپنی طرف گریز کیا ہے۔ قصّہ کا یہ حصّہ اپنی دلپذیری اور اثر آفرینی کے سبب پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں اپنی دنیا طلبی اور دیارِ رسولؐ سے دُوری کا بیان کیا گیا ہے۔ اعترافِ ندامت کے ساتھ فریاد اور التجا کے انداز نے کیف و گداز کے تاثر کو اور زیادہ اُبھار دیا ہے۔ خلوص کی شدّت سے شاعر کا دل ایک ہیجانی اور اضطرابی کیفیت سے دوچار ہے۔ حلیمہ سعدیہ کے جذبۂ حبِّ رسول کا تذکار اُن کی اپنی محبتِ رسولؐ کا ترجمان و عکاس ہے۔ آخری شعروں میں شہیدؔ کے جذبات حبِّ رسول۔ ایک دُعا اور مناجات کا رنگ اختیار کر جاتے ہیں۔ روضۂ رسولؐ کے دیدار اور شہرِ رسولؐ میں موت کی شدید خواہش کا اظہار دیکھئے۔

کون حالِ دلِ ناشاد سُنے بےکسوں کی وہی فریاد سُنے
آستانہ پہ بلائے ہم کو اپنا دیدار دکھائے ہم کو
ہند سے ہم بھی سفر کر جائیں جا کے اس دیس میں بس مر جائیں
کام جاں ذائقہ دولت پائے منّتِ خاک اپنی ٹھکانے لگ جائے

یہ مناجاتِ شہیدِ مسکیں
سُن کے یارو کہو آمین آمین [2]

---

۱-۲: مولودِ امام شہیدؔ ص ۸۰ — ۸۱ / ص ۸۳

"روایت استنِ حنانہ" اس سلسلے کی تیسری اور آخری کڑی ہے پہلے دو قصّوں میں شہید نے صحابۂ کرام کی آنحضرتؐ سے بے انتہا محبت کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ یہاں مسجدِ نبویؐ کے ایک ستون کے جذباتِ عشق کا بیان کیا گیا ہے اس کا ماخذ حضورِ اکرمؐ کی احادیث و سیرت میں ملنے والا وہ مشہور واقعہ ہے کہ جب مسجدِ نبوی میں نیا منبر رکھا گیا اور آپؐ اس پر بیٹھ کر خطاب کرنے لگے تو مسجدِ نبوی کے ایک ستون (جسے استنِ حنانہ کہا جاتا ہے) اور جس سے ٹیک لگا کر آپؐ خطبہ دیا کرتے تھے آپ کی جدائی میں رونے لگا۔ قصّے کے آغاز ہی میں حبِ رسولؐ کا مضمون ہے۔ شہید ستون حنانہ کی آنحضرتؐ سے محبت و وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مسجدِ مصطفٰےؐ میں ایک ستون | تھا بہت اس جمال پر مفتوں
گو کہ آتش کو چوب سے ہے لاگ | لیکن اس کی غذا تھی عشق کی آگ
دست بستہ وہ وفا میں سدا | ایک ہی پاؤں سے کھڑا رہتا
خشک ہو کر وہ دردِ غم کا دوست | رہ گیا صرف استخوان و پوست
تھا مگر کوئی عاشقِ نمناک | پردۂ چوب میں چھپائے پاک ..........
عشقِ جانانہ سے جو بے کل تھا | رکنِ کعبہ سے بھی وہ افضل تھا ..........
قدرتِ کردگارِ برحق تھا | کہ مقیّد تھا اور مطلق تھا
طاقِ ابرو کی سمت سے جھکتا | یہ ستون تھا کہ مرغِ قبلہ نما
حق کی قدرت کے کھیل ہیں یہ نفیس | چوب سے لیوے کارِ مقناطیس
یارو لکڑی کا ماجرا دیکھو | کاہ میں جذبِ کہربا دیکھو
کششِ عشق اس کی کامل تھی | محبتِ یارؐ اس کو حاصل تھی ...... [1]

شہید نے تخیّل کی ندرت اور جدتِ ادا سے اس قصّہ کو نعت نگاری کا ایک اعلیٰ نمونہ بنا دیا ہے۔ ایک چوبِ خشک کی زبان سے انہوں نے محبتِ رسولؐ کی ایسی واردات بیان کی ہیں جو قاری پر ایک بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں۔ تشبیہہ و استعارات کی جدّت سے ان کا قصّہ محاکاتی کیفیات کا حامل ہو گیا ہے۔ ایک ایک شعر حضورِ اکرمؐ کی محبت و عقیدت میں ڈوبا نظر آتا ہے۔ ستون کی زبانی کہتے ہیں۔

لیکن اس آرزو میں ہوں میں ہلاک | کیوں نہ دانتوں کی میں بنا مسواک
یہ تو کہتا نہیں کہ شانہ بنوں | تیرے آئینہ ہی کا خانہ بنوں
تو ہو جس آئینہ میں عکس فگن | میں اسی آئینہ کا ہوں مسکن
میرے تختوں کا تخت بن جاتا | استراحت مجھی پہ فرماتا
سرمہ آنکھوں میں تو لگاتا ہے | رشک سے دل پسا ہی جاتا ہے
کر جگر کاش سرمہ داں بنتا | سرمہ پر دے سے جان کے چھنتا
ایسی قسمت کہاں کہ جام بنوں | لبِ جاں بخش تک ترے پہنچوں
کاش نعلین تیری بن جاؤں | پاؤں ہر لحظہ چومنے آؤں [2]

---

۱-۲ : مولود غلام امام شہید ص ۸۴، ۸۶

پورے قصے میں متون کی زبانی شہید نے اپنے عشقِ رسولؐ کا اظہار کیا ہے۔ یہ ان کی فن کارانہ صلاحیت کا کمال ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ کی زندگی سے ایک نسبتاً غیر معروف واقعہ کو اپنی تخلیق کا موضوع بنا کر حبِ رسولؐ کے مختلف تجربات بیان کئے ہیں۔ وہ حضورِ اکرمؐ کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں مثلاً نگارِ عرب، بہارِ طرب، ماہِ عالی نسب، شاہِ امی لقب، سرورِ انبیاء، مظہرِ کبریا، شمعِ بزمِ قدم، مہرادجِ کرم، بحرِ جود و سخا، سیّدِ عالم، شفیعِ امم اور شہ دیں وغیرہ ان القابات و اسمائے صفات کے ساتھ انہوں نے والہانہ انداز میں نہ صرف اپنے جذب و کیف کی ترجمانی کی ہے، بلکہ حضورِ اکرمؐ کے اوصاف، صفات اور فیوض و برکات کا ذکر بھی کیا ہے۔

اب تک غلام امام شہید کی نعت گوئی پر جو گفتگو کی گئی ہے اور نمونۂ کلام سے نعت کی جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ غزل و مثنوی سے متعلق تھیں لیکن جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا ہے شہید نے دوسری اصناف اور ہیئتوں میں بھی نعت لکھی ہے۔ ذیل میں معراج سے متعلق مشہور ترجیع بند کا نمونہ درج کیا جاتا ہے۔ یہ ترجیع بند پندرہ بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلا بند یہ ہے۔

قدِ رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن — سرمگیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبینِ روشن — اور وہ مکھڑے کی تجلّی وہ بیاضِ گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن — دلربانہ وہ رفتار وہ بے ساختہ پن
مردہ بھی دیکھے تو کرے چاک گریباں کفن — اٹھ چلے قبر سے بے تاب زباں پر یہ سخن

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی [1]

اس نعتیہ ترجیع بند کی فضا اور آہنگ نشاطیہ ہے۔ شہید نے حضورِ اکرمؐ کے سراپا اور جمالِ محمدیؐ کے مختلف پہلوؤں کو دلربایانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ شبِ معراج افلاک کی رونق، عرشِ بریں کی تزئین، حوروں اور فرشتوں کی ہماہمی، مختلف برگزیدہ پیغمبروں کی مسرت کا اظہار، درود و سلام کی صدائیں، ماہ و نجوم اور آسمان و کہکشاں کی تزئین کا ذکر کرتے ہوئے شہید نے اپنی قوتِ متخیلہ کا پورا زور صرف کر دیا ہے۔ تشبیہ و استعارات کی دلکشی، تراکیب کی ندرت، منظر نگاری اور محاکاتی اسلوب شہید کے نعتیہ ترجیع بند کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ کہیں کہیں مکالمہ کا عنصر بھی نظر آتا ہے اور کہیں کہیں ڈرامائی کیفیت دا[illegible] سے کام لیا ہے۔ ذیل کا بند دیکھئے۔

انگلیاں اٹھنے لگیں دور سے وہ آپہنچا — گردنیں جھکنے لگیں سجدہ کی خاطر سرِ جا
سب لگے کہنے کہ ہے سایہ ذات یکتا — آدمی ہم نے تو اس شان کا دیکھا نہ سنا
آدمی ہوتا تو اس ماہ کے سایہ ہوتا — جس کے سایہ نہ ہو وہ نورِ خدا ہے بخدا
واہ کیا حسن ہے کیا شان ہے اے صلِّ علیٰ — وجد کے حال میں پھر جھوم کے رضواں بولا

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی [2]

شہید نے امیر خسرو کی مشہور غزل کی تضمین میں بھی ایک نعت لکھی جو ان کے مخصوص رنگِ نعت کی مظہر ہے۔ نمونہ

---

۱ - ۲ : مولود شریف (شہید) ص ۴۷، ۴۹

درج ذیل ہے -

بخشی ہے خالق نے تجھے سب سروروں کی سروری　　پیغمبروں کی دی تجھے اللہ نے پیغمبری

صورت سے تیری ہے عیاں شان خدا کی برتری　　اے چہرہ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری

ہرچند صفت می کنم در حسن زاں زیباتری

جبریل سے معراج میں تھے پوچھتے شاہِ اُمم　　تم نے تو دیکھا ہے جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم

روح الامیں کہنے لگے اے مہ جبیں حق کی قسم　　آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری [1]

بہ حیثیتِ مجموعی غلام امام شہید نے متنوع ہیئتوں اور اصناف میں نعت کے مختلف موضوعات و مضامین کو شعری محاسن اور تخلیقی انداز میں پیش کیا - انہوں نے مقدار اور معیار دونوں اعتبار سے اردو نعت کی روایت میں گراں قدر اضافہ کیا خصوصاً جب ہم شمالی ہندوستان میں اردو نعت کے ارتقا کا جائزہ لیتے ہیں ، تو کرامت علی ، شہیدی کے بعد وہ دوسرے اہم نعت نگار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں - حامد حسن قادری ان کی حبِ رسول کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں "ان کی شیفتگی اور فدائیت اس درجہ پر پہنچ گئی ہے کہ بجز نعت شریف لکھنے اور پڑھنے کے کوئی شغل نہ تھا - اسی سبب سے مداحِ نبیؐ اور عاشقِ رسولؐ کے مبارک القاب سے مشہور تھے "[2] ان کا نعتیہ کلام اور مولود شریف ان کی اسی شیفتگی اور فدائیت کا ترجمان ہے ان کے مولود کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ گزشتہ سو سال سے متعدد اشاعتی اداروں نے اسے بار بار شائع کیا - اس کی اشاعتوں کا شمار مشکل ہے نیز اس کے بہت سے حصے آج بھی میلاد کی مجلسوں میں ذوق و شوق سے پڑھے اور سُنے جاتے ہیں ۔

پیشتر اس کے کہ لطف بریلوی کا ذکر کریں ، سرسری طور پر نیاز بریلوی کا بھی تذکرہ کرتے چلیں جن کے شغفِ نعت نے نعت گوئی کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ۔

## مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی

(م ۱۲۹۵ھ) قادری ، چشتی ، فخری ، نظامی ، صابری ، سہروردی نقشبندی قدیمہ سلاسل میں بیعت تھے اور تصوف کے ساتھ نعت گوئی سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے - ان کا زیادہ تر نعتیہ کلام فارسی میں ہے - اردو میں بھی کہیں کہیں نعت کے شعر مل جاتے ہیں - سوز و گداز کی فراوانی اور اثر انگیزی کے سبب انہوں نے اپنے حلقۂ ارادت کے کئی نعت گو شاعروں کو بہت متاثر کیا - اردو نعت کے فروغ و ترویج میں ان کی صوفیانہ شاعری اور عشقِ رسولؐ کا بھی عمل دخل ہے ۔

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا　　از ماہ تا بماہی سب ہے ظہور تیرا

اسرارِ احمدیؐ سے آگاہ ہو سو جانے　　تو نور ہر سرور ہے ہر سنگ طور تیرا [3]

بہتر ہے نیاز آپ کو تو رشتۂ اخلاص　　ہر ایک سے توڑنے شہِ لولاک سے باندھے [4]

مرمز خناک کہیں صاحبِ لولاک جہاں　　بس وہاں وہم و گماں بار و یہ ہے سب لاشے [5]

---

۱ : مولود شریف (شہید) ص ۸۱　　۲ : داستانِ تاریخ اردو (حامد حسن قادری) ص ۲۲۹

۳ ــ ۵ : دیوان شاہ نیاز (مرتبہ شفیق بریلوی) ص ۱۴۰ ، ۲۲۸ ، ۲۳۳ تنظیم خدام سلسلۂ عالیہ نیازیہ کراچی -

**مولوی حافظ لطف علی خاں لطف** (م ۱۲۹۸ھ) جو لطف بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ غزل میں نعت نگاری کی روایت کے سب سے پہلے بڑے شاعر ہیں۔ انہوں نے نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھرپور انداز میں غزل کی ہیئت کا استعمال کیا۔ ان سے پہلے کی نعتیہ شاعری کا بڑا سرمایہ مثنوی اور قصیدہ پر مشتمل ہے۔ مختلف شاعروں کے ہاں غزلوں میں نعت نگاری کے کچھ نمونے ملتے ہیں۔ مگر بحیثیتِ مجموعی کوئی ایسا غزل گو نظر نہیں آتا جس نے اپنی غزل کو نعت کے لئے مخصوص کر دیا ہو۔ لطف نے نہ صرف یہ کہ غزل میں نعت نگاری کے وسیع امکانات دریافت کئے بلکہ باقاعدہ نعت میں ایک غزلیہ دیوان ۱۲۸۰ھ میں مرتب کیا جو ان کی زندگی ہی میں متعدد بار چھپا اور ان کی وفات کے بعد اب تک اس کے بہت سے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔[1]

'تذکرہ مہرِ جہانتاب' کے مرتب نے لطف بریلوی کے دیوان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے، 'دیوانش تماما در نعت'۔[2]

لطف بریلوی کے دیوان نعت میں ۱۰۳ غزلوں کے علاوہ ۹۷ اشعار کا ایک طویل سراپا اور ایک خمسہ شامل ہے[3] یہ دیوان اُردو نعت کے ارتقا میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لطف بریلوی سے پہلے نعت ایک موضوع تھا جسے مختلف شعرا نے فنی طور پر برتا اور مختلف اصناف (غزل، قصیدہ اور رباعی و مثنوی) میں نعتیں لکھیں مگر لطف بریلوی کے ہاں یہ موضوع ایک جُداگانہ صنف کے طور پر ابھرتا محسوس ہوتا ہے۔ لطف بریلوی کی نعت گوئی مقدار اور کیفیت دونوں اعتبار سے نعت کے موضوع کو اُردو میں پہلی مرتبہ ایک علیحدہ صنفی درجہ عطا کرتی ہے۔ یہاں اُردو شعرا کے کلام میں ملنے والے نعتیہ عناصر پہلی بار ایک واضح اور جُداگانہ شعری کل (صنف) میں ڈھلتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لطف بریلوی کی نعتوں میں کم و بیش نعت کے سبھی معروف موضوعات نمایاں اسالیب جن کا زیرِ نظر مقالے کے پہلے باب میں ذکر کیا گیا تھا اپنے فنی محاسن اور شعری لطافتوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ غزل کی صنفی خصوصیات نے نعتیہ مضامین کی پیشکش میں حُسن و تاثیر کا جو اضافہ کیا ہے، اس سے لطف بریلوی کی نعت اور صنفِ نعت سے متعلق ان کے تخلیقی رویّے اور نکھر کر سامنے آتے ہیں۔

دیوانِ لطف کے مطالعہ میں سب سے پہلا تاثر جو قاری کے ذہن پر مرتسم ہوتا ہے وہ لطف بریلوی کے ذوقِ نعت سے وابستگی کے بارے میں ہے۔ اُردو نعت میں لطف بریلوی پہلے شاعر ہیں جنہوں نے نہ صرف یہ کہ تواتر سے اپنے شغفِ نعت کا اظہار کیا بلکہ اس میں طرح طرح کے مضامین پیدا کئے ان کا یہ رویّہ نعت کو ایک جُداگانہ صنف کے طور پر ترویج دینے کی طرف پہلا شعوری اعلان نامہ ہے۔ یہ اعلان نامہ متنوع مضامین سے عبارت ہے۔ اس میں فنِ نعت کی نزاکت، منصبِ نعت گوئی سے عہدہ برا ہونے کی مشکلات، کوتاہیٔ اظہار، اپنے شغفِ نعت گوئی، نعت گوئی کی برکات و ثمرات کے مضامین نمایاں ہیں۔ لطف نے ان موضوعات پر بکثرت اشعار لکھے۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| ؎ | وصف لکھتا ہوں نبی کے حُسنِ عالمگیر کا<br>کیوں نہ شہروں شہروں شہرہ ہو مری تحریر کا | (ص ۵) |
| ........ | تیری مدحت کی بدولت اب تو اے ممدوحِ حق<br>خلق میں ممدوح ہوں اک اک جوان و پیر کا | " |
| ؎ | اے لطف نعت گوئی میں یہ مرتبا ہوا<br>مجھ کو حصولِ عشقِ حبیبِ خدا ہوا | " |
| ؎ | ہوں میں بلبل باغِ وصفِ احمدِ مختار کا<br>سو زباں رکھتا ہے ہر پتہ مرے گلزار کا | (ص ۶) |
| ؎ | ہوئی پسند فصاحت مری جو روزِ الست<br>کیا نبیؐ کا مجھے حق نے مدح خواں پیدا | (ص ۱۳) |

---

۱: ۱۲۸۰ھ والا اڈیشن مطبع گلشن محمدی لکھنؤ سے چھپا ہے اس کے دیباچہ میں مطبع آئینہ سکندری سے چھپنے والے ایک پہلے ایڈیشن کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جو ۶۲۵ جلدوں پر مشتمل تھا

۲: بحوالہ شعر الہند (مولانا عبدالسلام ندوی) جلد دوم ص ۲۰۹

۳: زیرِ نظر دیوانِ لطف مطبع مجتبائی لکھنؤ سے ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوا اس کے آخر میں مولوی کفایت علی کافی اور کچھ دوسرے شعرا کی نعتیں درج ہیں۔

ؔ وہ ہے مدیح خدا اس کا ہے خدا مداح — بشر کی جان لکھے نعتِ سیدِ ابرار (ص ۲۳)

ؔ ایسے بے مثل کی لکھے کوئی کیوں کر تعریف — میرے ادراک سے بھی جس کی ہو بڑھ کر تعریف (ص ۲۹)

ؔ داب لی ہے منہ میں اپنے صورتِ غنچہ زباں — ہم نے قرآں میں ترے وصف و ثنا کو دیکھ کر (ص ۲۲)

لطفؔ کے ہاں ایسے شعروں کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی ہے۔

میلاد، لطفؔ بریلوی کی غزلوں کا نمایاں موضوع ہے۔ انھوں نے میلادِ رسولِ اکرمؐ کے سلسلے میں منعقد ہونے والی مجالس کے لئے بطورِ خاص نعتیہ غزلیں لکھیں جو ان کے دیوان میں جا بجا نظر آتی ہیں۔ اکثر غزلوں کے مطالع کی زمین ہی اس کے مزاج کو متعین کر دیتی ہے۔ ان نعتوں میں مجالسِ میلاد انعقاد کرنے کی برکت، ان مجلسوں میں شرکت کرنے کے آداب اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کے مضامین قلم بند کئے ہیں۔

لطفؔ بریلوی کی میلادیہ نعتوں سے ان کے مذہبی رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے جو مکتبِ بریلی سے خاص ہیں اور جن کے مطابق مجلسِ میلاد میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لاتے ہیں اور صاحبِ خانہ اور سامعینِ مجلس کو اپنے لطف و کرم اور فیوض و برکات سے نوازتے ہیں اسی سبب اس انداز کی نعتوں میں مجالسِ میلاد کو ترتیب دینے میں شائستگی و اہتمام کے ذکر کے ساتھ ساتھ حاضرینِ مجلس کو بھی مؤدب و محتاط انداز میں شریک ہونے کی درخواست کی جاتی ہے۔ دورانِ میلاد خوانی حضورِ اکرمؐ پر درود پڑھنے کا ذکر بھی کیا جاتا ہے لطفؔ بریلوی کی چند میلادیہ نعتوں کے مطلعے درج ذیل ہیں۔

ؔ دکھائے گر خدا مجھ کو مکانِ مولدِ حضرت — لکھوں اے لطفؔ مذکورِ زبانِ مولدِ حضرت (ص ۱۵)

ؔ نہ پایا دو جہاں میں اک مکان محفلِ مولد — جہاں دل کھول کر کرتے بیانِ محفلِ مولد (ص ۲۰)

ؔ باادب داخل ہو لے دل محفلِ میلاد میں — خود بدولت خود ہیں شاملِ محفلِ میلاد میں (ص ۳۶)

ؔ لطفؔ کیا بیٹھا ہے غافل محفلِ میلاد میں — ہیں رسول اللہ شاملِ محفلِ میلاد میں (ص ۳۶)

ؔ خموش بیٹھے ہو کیا مومنو درود پڑھو — شفیعِ روزِ جزا پر پڑھو درود پڑھو (ص ۳۷)

ؔ آج فخرِ انبیا صلی علیٰ پیدا ہوئے — شافعِ روزِ جزا صلی علیٰ پیدا ہوئے (ص ۵۱)

ؔ آج وہ شمس الضحیٰ شمس الضحیٰ پیدا ہوئے — آج وہ بدر الدجیٰ بدر الدجیٰ پیدا ہوئے (ص ۵۵)

یہ نعتیں اپنا ایک خاص تاریخی و مذہبی پس منظر رکھتی ہیں۔ ان کا غالب حصہ اس عہد میں اہلِ حدیث علمائے کرام کے ان خیالات کے ردِ عمل کے طور پر تخلیق ہوا جن میں محافلِ میلاد کے انعقاد کو بدعت قرار دے کر اس سے اجتناب کی تلقین کی گئی۔ یہ خیالات فتاویٰ کی صورت کے علاوہ اس عہد کی مناظراتی تحریروں میں عام نظر آتا ہے۔ (بریلوی اور اہلِ حدیث عالموں کی تحریروں اور تقریروں میں ان خیالات کی حمایت اور رد کا سلسلہ آج بھی جاری ہے)

لطفؔ بریلوی ان نعتوں میں جہاں اپنے مذہبی عقائد کی تبلیغ و تشہیر کرتے نظر آتے ہیں وہاں اپنے مخالفوں کے بارے میں طنز و تشنیع سے کام لیتے ہوئے ان کی مذمت بھی کرتے ہیں۔ یہاں لطفؔ شاعر کی سے زیادہ مناظر دکھائی دیتے ہیں اپنے مؤقف کی تائید اور منکرینِ میلاد کے رد میں وہ نہ صرف اپنے دلائل دیتے ہیں بلکہ اس کے ثبوت میں مختلف اقوال اور کتب کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ درج ذیل اشعار دیکھئے جن میں انعقادِ مجالسِ میلاد کی تعریف اور برکات کا ذکر ہے

ؔ روایت کرتے ہیں یہ ناظران مولدِ حضرت — نہ دیکھا نور جو دیکھا میانِ مولدِ حضرت (ص ۱۵)

ؔ سال بھر آئیں گے اس گھر کی زیارت کے لئے — ہیں فرشتے جو کہ داخل محفلِ میلاد میں (ص ۳۶)

ؔ وہ ہے مدیحِ خدا اس کا ہے خدا مدّاح — بشر کی جان لکھے نعتِ سیدِ ابرار (ص ۲۳)

ؔ ایسے بے مثل کی لکھے کوئی کیوں کر تعریف — میرے ادراک سے بھی جس کی ہو بڑھ کر تعریف (ص ۲۹)

ؔ داب لی ہے منہ میں اپنے صورتِ غنچہ زباں — ہم نے قرآں میں ترے وصف و ثنا کو دیکھ کر (ص ۲۲)

لطف کے ہاں ایسے شعروں کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی ہے ۔

میلاد ، لطف بریلوی کی غزلوں کا نمایاں موضوع ہے ۔ انھوں نے میلادِ رسولِ اکرمؐ کے سلسلے میں منعقد ہونے والی مجالس کے لئے بطورِ خاص نعتیہ غزلیں لکھیں جو ان کے دیوان میں جا بجا نظر آتی ہیں ۔ اکثر غزلوں کے مطالع کی زمین ہی اس کے مزاج کو متعین کر دیتی ہے ۔ ان نعتوں میں مجالسِ میلاد انعقاد کرنے کی برکت ، ان مجلسوں میں شرکت کرنے کے آداب اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کے مضامین قلم بند کئے ہیں ۔

لطف بریلوی کی میلادیہ نعتوں سے ان کے مذہبی رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے جو مکتبِ بریلی سے خاص ہیں اور جن کے مطابق مجلسِ میلاد میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لاتے ہیں اور صاحبِ خانہ اور سامعینِ مجلس کو اپنے لطف و کرم اور فیوض و برکات سے نوازتے ہیں ۔ اسی سبب اس انداز کی نعتوں میں مجالسِ میلاد کو ترغیب دیتے ہیں شائستگی و اہتمام کے ذکر کے ساتھ ساتھ حاضرینِ مجلس کو بھی مؤدب و محتاط انداز میں شریک ہونے کی درخواست کی جاتی ہے ۔ دورانِ میلاد خوانی حضورِ اکرمؐ پر درود پڑھنے کا ذکر بھی کیا جاتا ہے ۔

لطف بریلوی کی چند میلادیہ نعتوں کے مطلع درج ذیل ہیں ۔

ؔ دکھائے گر خدا مجھ کو مکانِ مولدِ حضرت — لکھوں اے لطف مذکورِ زبانِ مولدِ حضرت (ص ۱۵)

ؔ نہ پایا دو جہاں میں اک مکان محفلِ مولد — جہاں دل کھول کر کرتے بیانِ محفلِ مولد (ص ۲۰)

ؔ با ادب داخل ہو اے دل محفلِ میلاد میں — خود بدولت خود ہیں شامل محفلِ میلاد میں (ص ۳۶)

ؔ لطف کیا بیٹھا ہے غافل محفلِ میلاد میں — ہیں رسول اللہ شامل محفلِ میلاد میں (ص ۳۶)

ؔ خموش بیٹھے ہو کیا مومنو درود پڑھو — شفیعِ روزِ جزا پر پڑھو درود پڑھو (ص ۳۷)

ؔ آج فخرِ انبیا عشقِ علی پیدا ہوئے — شافعِ روزِ جزا شفیعِ علی پیدا ہوئے (ص ۵۱)

ؔ آج وہ شمس الضحیٰ شمس الضحیٰ پیدا ہوئے — آج وہ بدر الدجیٰ بدر الدجیٰ پیدا ہوئے (ص ۵۵)

یہ نعتیں اپنا ایک خاص تاریخی و مذہبی پس منظر رکھتی ہیں ۔ ان کا غالب حصّہ اس عہد میں اہلِ حدیث علمائے کرام کے ان خیالات کے ردِّ عمل کے طور پر تخلیق ہوا جن میں محافلِ میلاد کے انعقاد کو بدعت قرار دے کر اس سے اجتناب کی تلقین کی گئی ۔ یہ خیالات فتاویٰ کی صورت کے علاوہ اس عہد کی مناظراتی تحریروں میں عام نظر آتا ہے ۔ ( بریلوی اور اہلِ حدیث عالموں کی تحریروں اور تقریروں میں ان خیالات کی حمایت اور رد کا سلسلہ آج بھی جاری ہے )

لطف بریلوی ان نعتوں میں جہاں اپنے مذہبی عقائد کی تبلیغ و تشہیر کرتے نظر آتے ہیں وہاں اپنے مخالفوں کے بارے میں طنز و تشنیع سے کام لیتے ہوئے ان کی مذمت بھی کرتے ہیں ۔ یہاں لطف شاعری سے زیادہ مناظر دکھائی دیتے ہیں اپنے مؤقف کی تائید اور منکرینِ میلاد کے رد میں وہ نہ صرف اپنے دلائل دیتے ہیں بلکہ اس کے ثبوت میں مختلف اقوال اور کتب کا حوالہ بھی دیتے ہیں ۔ درج ذیل اشعار دیکھئے جن میں انعقادِ مجالسِ میلاد کی تعریف اور برکات کا ذکر ہے ۔

ؔ روایت کرتے ہیں یہ زائران مولدِ حضرت — نہ دیکھا نور جو دیکھا میان مولدِ حضرت (ص ۱۵)

ؔ سال بھر آئیں گے اس گھر کی زیارت کے لئے — ہیں فرشتے جو کہ داخل محفلِ میلاد میں (ص ۳۶)

..... موضوع جمع الجوامع میں لکھا ہے دیکھ لو ہوئے ہیں حضرت بھی شامل محفل میلاد میں (ص ۳۶)

"منکرین میلاد" کے بارے میں ان کے خیالات کا اندازہ درج ذیل شعروں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

ـــ جو منکر اس کی عظمت کے ہیں شیطان مجسم ہیں بہشتی جنتی ہیں وہ مسلمان مولد حضرت (ص ۱۵)

ـــ اس کو دشمن جانو محبوب خدا کا دوستو جو کرے انکار جاہل محفل میلاد میں (ص ۳۶)

ـــ رسول پاک پہ واجب ہو درود پڑھو کدھر خیال ہے اے غافلو درود پڑھو (ص ۳۷)

..... خدا کے دوست ہو اے دشمنو درود پڑھو جہنمی ہو بہشتی بنو درود پڑھو ( " )

ـــ جو منکر ہیں رسول اللہ کی تعظیم کے ان کو نہ بلوایا کرو اے عاشقان محفل مولد (ص ۲۰)

ـــ اگر وہ دشمن دیں خود بخود آ جائیں محفل میں نظر میں رکھیں ان کو حاضران محفل مولد ( " )

ـــ نہ اٹھیں منکر تعظیم جب تعظیم حضرت کو اٹھا دیں زور سے ان کو میان محفل مولد ( " )

لطف بریلوی کی نعتوں میں ایک اور منفرد انداز جو ان سے پہلے کے نعتیہ نمونوں میں کم کم تھا اور پہلی بار بتکرار و کثرت سے ان کے ہاں اظہار پذیر ہوا، حضور اکرمؐ کی سراپا نگاری سے متعلق ہے۔ اردو نعت میں حضور اکرمؐ کے شمائل اور ظاہری اوصاف سے زیادہ آپ کے باطنی اوصاف اور خصائل و صفات پر زور دیا جاتا رہا مگر لکھنوی دبستانِ شاعری کے اثرات کے سبب نعت میں بھی سراپا نگاری کے رجحانات آنا شروع ہو گئے۔ لطف بریلوی کی نعتوں میں حضور اکرمؐ کے دوسرے اوصاف کے ساتھ آپؐ کے ظاہری جمال کا تذکرہ بھی انہی اثرات کے سبب ہے۔

لطف کے ہاں یہ سراپا نگاری دو انداز کی ہے۔ پہلا انداز تو ایک باقاعدہ سراپا کا ہے جو غزل مسلسل کی ہیئت میں ۹۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں حضور اکرمؐ کے اعضائے مبارک اور ظاہری جمال کی تفصیلات اپنی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں اور پڑھنے والے پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں اور دوسرا انداز بھرپور سراپا کی بجائے مختلف اجزائے حسن رسول پاکؐ کے اظہار پر مشتمل ہے۔ یہ انداز ان کی نعتوں میں نمایاں ہے جہاں غزل کے اشعار میں مضامین کی ریزہ کاری کے سبب مسلسل سراپا کے بجائے جزوی طور پر سراپا نگاری کے نمونے نظر آتے ہیں۔

"سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے دیوان کے آخر میں طویل سراپا کا مطلع درج ذیل ہے۔

مری وہ فکر رسا ہے وہ ہوں طبیعت دار
ازل کے روز سے لکھتا ہوں نعت کے اشعار (ص ۵۲)

جس میں سر و زلف، عارض و چشم اور لب و دندان مبارک کے اوصاف کو بیان کیا گیا ہے۔ اعضائے مبارک کی صفات کے اظہار میں لطف نے حضور اکرمؐ کے بعض معجزات کو بھی شامل سراپا کر لیا ہے۔ اس سراپائے منظوم پر ایک قصیدہ کا گمان گزرتا ہے اس میں تراکیب و تشبیہات کے علاوہ مختلف صنائع بدائع اور رعایتِ لفظی کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔ حُسنِ صورت کے بیان میں لطف کا اندازِ نعت احتیاط و احترام کے جذبات سے مملو ہے۔ اس سراپا کے علاوہ جزوی طور پر جمالِ محمدیؐ کے ظاہری پہلوؤں کی مدح ان کی نعتیہ غزلوں میں جابجا نظر آتی ہے۔ درج ذیل اشعار دیکھیے۔

ـــ تیغ ابروئے مبارک کا جہاں تذکرہ ہے جس کو دیکھو بھر رہا ہے دم اسی شمشیر کا (ص ۵)

ـــ نبیؐ کے زلف و عارض کا مجھے دھیان ہے یارب نہیں خالی ہے دل میرا گلاب و عطر و عنبر کا (ص ۵)

قیامت یاد قامت میں تری فریاد کرتا ہوں کہ جس سے یوں گماں ہوتا ہے دھوکا شورِ محشر کا (ص ۵)

ـــ دیکھنا روئے مصطفیٰ جو مرے حضرت کا (ص ۱۹)

ـــ سنبل میں نہیں نکہت گیسوئے محمدؐ گل میں نہیں رنگ رخ نیکوئے محمدؐ (ص ۱۳)

ـــ لکھوں حبیب خدا کی وہ مدحت رخسار کہے جہاں کہ یہ مطلع ہے مطلع انوار

یہ ساری نعت آنحضرتؐ کے ظاہری اوصاف جمال اور منصب رسالت کی تعریف میں ہے۔ لطف نے اس نعت میں حضور اکرمؐ کے رخسار، گیسو، ابرو، رفتار و گفتار کی مدح سے آپ کی شان رسالت اور مقام و مرتبہ محمدیؐ اور فضیلت آنحضرتؐ [illegible] لکھ گئے ہیں اس نعت پر ایک قصیدے کا گمان ہوتا ہے۔ لطف نے آپؐ

..... موہنز جمع الجوامع میں لکھا ہے دیکھ لو — ہوئے ہیں حضرت بھی شامل محفل میلاد میں (ص ۳۶)

'منکرین میلاد' کے بارے میں ان کے خیالات کا انداز درج ذیل شعروں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

- جو منکر اس کی عظمت کے ہیں شیطان مجسم ہیں — بہشتی حقیقی ہیں دوستان مولد حضرت (ص ۱۵)
- اس کو دشمن جانو محبوب خدا کا دوستو — جو کرے انکار جاہل محفل میلاد میں (ص ۳۶)
- رسول پاک پہ واجب ہو درود پڑھو — کدھر جمال سے اے جاہلو درود پڑھو (ص ۳۷)
- ..... خدا کے دوست پڑھے دشمنو درود پڑھو — جہنمی ہو بہشتی ہو درود پڑھو ( ؍؍ )
- جو منکر ہیں رسول اللہ کی تعظیم کے ان کو — نہ بلوایا کرو اے عاشقان محفل مولد (ص ۲۰)
- اگر وہ دشمن دیں خود بخود آ جائیں محفل میں — نظر میں رکھیں ان کو حاضران محفل مولد ( ؍؍ )
- نہ اٹھیں منکر تعظیم جب تعظیم حضرت کو — اٹھا دیں زور سے ان کو میان محفل مولد ( ؍؍ )

لطف بریلوی کی نعتوں میں ایک اور منفرد انداز جو ان سے پہلے کے نعتیہ نمونوں میں کم کم تھا اور پہلی بار بتکرار و کثرت سے ان کے ہاں اظہار پذیر ہوا، حضور اکرمؐ کی سراپا نگاری سے متعلق ہے۔ اردو نعت میں حضور اکرمؐ کے شمائل اور ظاہری اوصاف سے زیادہ آپ کے باطنی اوصاف اور خصائل و صفات پر زور دیا جاتا رہا مگر لکھنوی دبستانِ شاعری کے اثرات کے سبب نعت میں بھی سراپا نگاری کے رجحانات آنا شروع ہو گئے۔ لطف بریلوی کی نعتوں میں حضور اکرمؐ کے دوسرے اوصاف کے ساتھ آپؐ کے ظاہری جمال کا تذکرہ بھی انہی اثرات کے سبب ہے۔

لطف کے ہاں یہ سراپا نگاری دو انداز کی ہے۔ پہلا انداز تو ایک باقاعدہ سراپا کا ہے جو غزل مسلسل کی ہیئت میں ۹۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں حضور اکرمؐ کے اعضائے مبارک اور ظاہری جمال کی تفصیلات اپنی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں اور پڑھنے والے پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں اور دوسرا انداز بھرپور سراپا کی بجائے مختلف اجزائے حسنِ رسول پاکؐ کے اظہار پر مشتمل ہے۔ یہ انداز ان کی نعتوں میں نمایاں ہے جہاں غزل کے اشعار میں مضامین کی ریزہ کاری کے سبب مسلسل سراپا کے بجائے جزوی طور پر سراپا نگاری کے نمونے نظر آتے ہیں۔

'سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' کے عنوان سے دیوان کے آخر میں طویل سراپا کا مطلع درج ذیل ہے۔

مری وہ فکرِ رسا ہے وہ ہوں طبیعت دار
ازل کے روز سے لکھتا ہوں نعت کے اشعار (ص ۵۲)

اس میں سر و زلف، عارض و چشم اور لب و دندان مبارک کے اوصاف کو بیان کیا گیا ہے۔ اعضائے مبارک کی صفات کے اظہار میں لطف نے حضور اکرمؐ کے بعض معجزات کو بھی شامل سراپا کر لیا ہے۔ اس سراپائے منظوم پر ایک قصیدہ کا گمان گزرتا ہے۔ اس میں تراکیب و تشبیہات کے علاوہ مختلف صنائع بدائع اور رعایتِ لفظی کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔ حسنِ صورت کے بیان میں لطف کا اندازِ نعت احتیاط و احترام کے جذبات سے مملو ہے۔ اس سراپا کے علاوہ جزوی طور پر جمالِ محمدیؐ کے ظاہری پہلوؤں کی مدح ان کی نعتیہ غزلوں میں جابجا نظر آتی ہے۔ درج ذیل اشعار دیکھیے۔

- تیغ ابروئے مبارک کا جہاں مداح ہے — جس کو دیکھو بھر رہا ہے دم اسی شمشیر کا (ص ۵)
- نبیؐ کے زلف و عارض کا مجھے دھیان ہے یا رب — نہیں حیراں ہے دل میرا گلاب و عطر و عنبر کا (ص ۵)
- قیامت یادِ قامت میں تری برپا کرتا ہوں — کہ مجھ یوں کو ہو جاتا ہے دھوکا شورِ محشر کا (ص ۵)

یادِ ابروئے رسولؐ پاک آتی ہے مجھے　　سجدہ کرواتی ہے اے محرابِ کعبہ خم ترا　　(ص ۶)

وصف جب گلزار میں چشمِ مبارک کا کیا　　خواب آنکھوں سے اڑایا نرگسِ بیمار کا　　(ص ۶)

یہ کس کے قدِ بالا کے الم میں جان دی میں نے　　کہ پہنچا عالمِ بالا تلک غُل میرے ماتم کا　　(ص ۷)

مدحتِ قامتِ بالائے نبیؐ لکھتا ہے　　کلک ہے غیرتِ شمشاد و صنوبر اپنا　　(ص ۸)

دل یہ کس خورشید رو کے تل پہ مائل ہو گیا　　جو سویدا کو قمر کا نور حاصل ہو گیا　　(ص ۱۱)

صبح سے شام تلک شام سے لے کر تا صبح　　رخ و گیسو کا ترے ذکر ہی گھر گھر ہوتا　　(ص ۹)

دیکھتا رُوئے مصفّا جو مرے حضرت کا　　صورتِ آئینہ حیران سکندر ہوتا　　(ص ۶)

سنبل میں نہیں نکہتِ گیسوئے محمدؐ　　گل میں نہیں رنگ رخِ نیکوئے محمدؐ　　(ص ۱۹)

لکھوں حبیبِ خدا کی وہ مدحتِ رخسار　　کہے جہاں کہ یہ مطلعِ ہے مطلعِ انوار　　(ص ۱۳)

یہ ساری نعت آنحضرتؐ کے ظاہری اوصاف جمال اور منصب رسالت کی تعریف میں ہے۔ لطفؔ نے اس نعت میں حضور اکرمؐ کے رخسار، گیسو، ابرو، رفتار و گفتار کی مدح سے آپ کی شانِ رسالت اور مقام و مرتبہ محمدیؐ اور فضیلت آنحضرتؐ کے مضامین قلم بند کئے ہیں۔ نعت غزل مسلسل میں لکھی گئی ہے اس نعت پر ایک قصیدے کا گمان ہوتا ہے۔ لطفؔ نے آپؐ کے جزوی سراپا کے بیان میں ان مناسبتوں کا خاص خیال رکھا ہے جو غزل سے مختص ہیں۔ رعایتِ لفظی کا التزام کم و بیش ہر جگہ نظر آتا ہے۔ نمونتاً یہ شعر دیکھئے۔

بنیں گے طائرِ تصویر طوطی و بلبل　　سُنیں گے آپ کا گر وصفِ خوبیِ گفتار　　(ص ۲۳)

مثال رہ کے ہوں پامال کبک اور طاؤس　　سناؤں آپ کی اس ڈھب کی خوبیِ گفتار　　(ص ۱۱)

جگہ ہے اس کی یاد مصحفِ عارض میں سیپارہ　　نزولِ آیتِ رحمت ہے جس کی پلک صورت پر　　(ص ۲۲)

لطفؔ بریلوی کی دوسری خصوصیاتِ نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ان کے وہ رویے ہیں جن میں ان کے داخلی احساسات کی جھلک ملتی ہے۔ ان ردیفوں میں روضۂ رسول سے دوری کا احساس نمایاں ہے۔ 'ہند کی پرآشوب زمین' سے دیارِ رسول جانے، روضۂ رسول پاک کے دیدار اور سرزمین مدینہ میں مرنے کی خواہش کا اظہار جابجا نظر آتا ہے۔ خصوصاً وہ نعتیں جن کے قافیہ و ردیف میں مدینہ کا لفظ آتا ہے، ایسے ہی احساسات سے عبارت ہیں۔ ان کے علاوہ ان کی کئی غزلوں کے آخری شعروں میں یہی داخلی رویّہ کار فرما ہے۔

حضور اکرمؐ سے استمداد اور شفاعت طلبی کے مضامین بھی لطفؔ بریلوی کے ہاں عام ہیں۔ وہ نعتیں جن کی ردیفیں یا شفیع المذنبینؐ شفیع الوراؐ، الغیاثؐ، یا رسولؐ اور یا رسولؐ اللہ ہیں، اسی اندازِ نعت سے عبارت ہیں۔ اس زمانے میں جب کہ اہل حدیث علمائے کرام کی تحریروں اور تقریروں میں حضورِ اکرمؐ کے خطابِ ندائیہ کو بدعات اور شرک و کفر سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ لطفؔ بریلوی کے ہاں 'یارسولؐ اللہ' اور 'یا رسولؐ' کی ردیفیں ان کے مذہبی عقائد کی ترجمان ہیں۔ [1]
ذیل کے اشعار دیکھیے جن میں لطفؔ بریلوی کے داخلی رویوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان شعروں میں وابستگی و محبتِ رسولؐ

---

[1] 'حیات النبیؐ' کا یہ مسئلہ ہر دور کے علماء کی طرح شعرا کے ہاں بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ بریلوی اور دیوبندی شاعروں کے ہاں عام طور پر اور دیوبندی حضرت کے ہاں کہیں کہیں 'یارسول اللہ' کا خطاب ملتا ہے جب کہ اہل حدیث نعت گو اس سے اجتناب کرتے ہیں۔

ے جذبات نے کیف اور تأثر کو نمایاں کر دیا ہے۔

ے نہ ہوئی ہائے مدینہ کی زیارت حاصل ۔۔۔ جیتے جی میں نہ ہوا داخل جنت افسوس (ص ۲۶)

ے یا خدا بہر نبی اب تو مدینہ دکھلا ۔۔۔ جیتے جی باغ جناں بندے کو مولا دکھلا (ص ۴)

ے ہاں عرب میں کہیں اے شاہِ عرب بلوالو ۔۔۔ ہند میں اب تو گزارہ نہیں دم بھر اپنا (ص ۸)

ے شفیع الورا یا شفیع الورا ، ۔۔۔ مجھے بخشوا یا شفیع الورا (ص ۱۰)

ے کب تلک ہوں آپ کی فرقت میں بے دم الغیاث ۔۔۔ الغیاث اے بادشاہِ ہر دو عالم الغیاث (ص ۱۶)

ے تیغِ فراق سے ہے دل افگار الغیاث ۔۔۔ کب تک رہوں میں صورت بیمار الغیاث (ص ۱۶)

ی فراق اور محرومی میں کہیں کہیں شہیدی کے حسنِ خاتمہ اور خوش بختی کا اظہار بڑے رشک سے کرتے ہیں۔

تا بہ کے شوقِ شہادت میں پھروں آوارہ ۔۔۔ یا خدا میں بھی شہیدی ہوں وہ روضہ دکھلا (ص ۴)

عشق میں لطف جو تو اُس سے نہ کم تر ہوتا ۔۔۔ تیرا مرقد بھی شہیدی کے برابر ہوتا (ص ۹)

پہنچا نہ آپ کے درِ اقدس تلک یہ لطف ۔۔۔ ہیہات مرتبہ نہ شہیدی عطا ہوا (ص ۵)

مجموعی طور پر لطف اردو نعت کے پہلے اہم شاعر ہیں جنہوں نے نعت کے موضوع کو فنی اور صنفی سطح پر برتا ۔ فکری و فنی طور پر [نع]ت کی روایت کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اسے منزل کی مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جن میں آگے چل کر سینکڑوں [ص]احب دیوان نعت گو پیدا ہوئے۔

مولوی محمد حسین تمنا مراد آبادی (م ۱۳۱۷ ھ) کے نعتیہ دیوان المسمیٰ بہ "ترانۂ ایمان" بھی نعت کے عصری رویوں [...] سے عبارت ہے۔ وہ مشہور شیخ طریقت شاہ عبدالغنی مجددی (م ۱۲۹۶ ھ) سے نقش بندی سلسلے میں بیعت تھے۔ ان کی [ن]عت میں ان کے مذہبی عقائد کی جھلک نمایاں ہے۔ ان کی نعت نگاری صوفیانہ اور عالمانہ اسلوب کی حامل ہے۔ "احد اور احمد [...] کے الفاظ سے نعت گو شعرا نے سینکڑوں متنوع مضمون پیدا کئے ہیں۔ مولوی محمد حسین تمنا کے دیوان کی پہلی نعت ہی [...] میں احد اور احمد کی رعایتِ لفظی سے مختلف مضمون نکالے ہیں جو ان کی عالمانہ شان کے مظہر ہیں۔ درج ذیل اشعار دیکھئے۔

احمد کے سب کمالات وجوبی ان سے ظاہر ہیں ۔۔۔ بقدر میم پیدا ہے اثر امکانِ احمد کا

..... احد ظاہر ہے احمد سے نشاں بے نشاں دیکھو ۔۔۔ لیا ہے آئینہ مطلق نے اس نور مقید کا

..... نبیؐ کی معرفت عنوان عرفان الٰہی ہے ۔۔۔ احد مکشوف ہے عقدہ کھلے گر میم احمد کا

..... احد نے نام میں اپنی لگا کر میم محبوبی ۔۔۔ تمنا رحمت والفت سے نام احمد کا [1]

وہ موضوع جس کے سبب مولوی محمد حسین تمنا نے بہت شہرت حاصل کی، "امتناعِ نظیر" کا موضوع ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا [ج]ا چکا ہے۔ "تقویت الایمان" کی ایک عبارت اور اس کی رد میں امکان نظیر اور امتناع نظیر کا مسئلہ کھڑا ہوا۔ اس [ب]ارے میں مولوی تمنا، مولانا فضل حق خیر آبادی کے ہم نوا تھے۔ انہوں نے اپنے نعتیہ کلام میں متعدد جگہ پر بڑے شد و مد کے [س]اتھ اپنے مؤقف کا اظہار کیا ہے۔ اور طرح طرح کی دلیلوں سے اپنے مخالفین کی تردید کی اور اپنے موقف کی تائید میں شعر کہے۔

---

1۔ "ترانۂ ایمان" (تمنا مراد آبادی) ص ۲ — ۳

45

میں ان کے کچھ شعر درج کئے جاتے ہیں، جن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیتِ پیغمبر شانِ یکتائی کا اظہار کیا گیا ہے، امکانِ نظیر کی تردید کی گئی ہے۔

مرآتِ وحدت احدی ہے وہ ذاتِ پاک — آوے گا کیونکر آپ کا ہمسر خیال میں ۱

چشم دیکھیں گے منکر بھی ان کی یکتائی — قریب موسم ہنگامِ نشور آیا ۲

احدی شان بھلا کس میں تجلی کرتی — ذاتِ احمد کا نہ آئینہ جو یکتا ہوتا ۳

مختلف اشعار کے علاوہ ان کی درج ذیل نعت دیکھئے اس میں امتناعِ نظیر کے مسئلہ پر تمنا مرادآبادی نے کھل کر اظہارِ خیال کیا ہے۔ ان کی یہ نعت اس مسئلہ پر ان کے موقف کا ایک واضح اعلان نامہ ہے۔ اس کی زمین اور مطلع و مقطع کے علاوہ دوسرے اشعار اس مسئلہ پر تمنا کے خیالات و عقائد کی موثر ترجمانی کرتی ہے۔

مثل ان کے دوسرے انساں کو کہنا ہے غلط — اس کا ہے لکھنا غلط اور اس کا ہے پڑھنا غلط

ان کو خاتم کہہ دیا ہے خالقِ کونین نے — یہ نہیں ممکن کہ ہو اللہ کا کہنا غلط

قدرتِ حق اور ہے ثانی نبی کا اور ہے — اس کا ہونا ہے اصح اور اس کا ہے ہونا غلط

وہ کہا اللہ کا کہتے ہیں ہو سکتا نہیں — اب سے لے کر تا ابد ایک ان کا فرمانا غلط

مثلِ آیت قولِ حضرت واجب الاذعان ہے — ہے وہ کافر جس نے قولِ شاہِ دیں جانا غلط

........ اے تمنا ہیں وہ یکتائے دو عالم بالیقین — مومنِ صادق نہ سمجھے گا مرا کہنا غلط ۴

اس نعت کے علاوہ مختلف نعتوں میں طرح طرح سے تمنا نے امتناعِ نظیر کی کھل کر وضاحت و حمایت کی ہے بقول ڈاکٹر ایوب قادری 'شاید ہی کسی شاعر نے اردو میں اس مسئلہ پر اس بلند آہنگی سے اظہارِ خیال کیا ہو'۔ ۵

امتناعِ نظیر کے ساتھ دوسرے مسائل جو ردِ وہابیت کے سبب نعت کا اہم موضوع ہے۔ 'حیات النبی' اور حضور اکرمؐ کے 'علمِ غیب' کا مسئلہ ہے۔ یہ مضامین و مسائل بعد میں تو نعت (خصوصاً دبستانِ بریلی سے وابستہ نعت گو شاعروں) کا ایک بنیادی موضوع بن گیا مگر شروع شروع میں اس کی جھلکیاں تمنا کے ہاں نظر آتی ہیں۔ یہ شعر دیکھئے۔

جب دشمنوں نے ان کو حیات النبی کہا — جیتے ہی جی تمام بد اندیش مر گئے ۶

ازل کا ماجرا ظاہر ابد کا حال روشن ہے — نہ پوچھو علم ان اللہ کے شاگردِ رشید کا ۷

تمنا کی ایک نمایاں خصوصیت جو انہیں اس دور کے نعت گو شاعروں سے ممتاز ٹھہراتی ہے۔ ان کے ہاں حضورِ اکرمؐ کی شجاعت اور اس کے متعلقات کا اظہار ہے۔ تمنا اپنے ہم عصر نعت نگاروں میں واحد شاعر ہیں جنہوں نے اس موضوع پر کثرت سے شعر کہے انہوں نے حضورِ اکرم کی جرأت و شجاعت، جنگ و رزم اور غزوات میں ان کی کارکردگی کو مختلف حوالوں سے اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے۔ اردو نعت میں حضور کی رحمت و شفقت کے مضامین تو ہر دور میں بکثرت ملتے ہیں، مگر میدانِ جنگ میں اعدا پر آپ کی ہیبت و جلال کے مضامین بہت کم نظر آتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی حدود و پس منظر میں لکھی جانے والی نعتوں میں حضورؐ کی شجاعت نگاری کا یہ رویہ تمنا ہی کے ہاں اپنی پوری جزئیات و متعلقات

---

۱-۴ : ترانۂ ایمان (تمنا مرادآبادی) ص ۴۲/ص ۳/ص ۲/ص ۳۲

۵ : ماہنامہ 'ادبِ لطیف' لاہور (غالب نمبر) ص ۱۸۶ — ۶-۷ : ترانۂ ایمان (تمنا مرادآبادی) ص ۶۸/ص ۲

کے ساتھ اظہار پذیر ہوتا ہے ۔ تمنا کی کم و بیش ہر نعت میں دو چار شعر ایسے مل جاتے ہیں جن میں آپ کی شجاعت، آلاتِ حرب، دشمنانِ دین پر آپ کی قوت و شجاعت کے اثرات اور اسی انداز کے دوسرے مضامین قلم بند کئے ہیں ۔ بعض نعتوں کا غالب موضوع ہی آپ کی شجاعت کا تذکار ہے ۔

اس تذکار میں تمنا کے ذوقِ شعری اور رنگِ غزل کے سبب ایک خاص فضا ملتی ہے ۔ تمنا نے تشبیہہ و استعارہ اور الفاظ و تراکیب کے انتخاب میں اس موضوع کے تقاضوں کو بطورِ خاص پیشِ نظر رکھا ہے ۔ اور ہیبت و جلال کی کیفیات کے اظہار میں رزم نگاری کے لوازم کو خوش اسلوبی سے برتا ہے ۔ یہ نعت دیکھئے ۔

گرمِ پیکار جو ہوں شاہِ رسل باندھ کے صف — ایک تیر آپ کا اور لاکھ عدو اس کے ہدف
کانپ کر ترکِ فلک فرشِ زمیں پر گر جائے — سر کریں تیر جو وہ قلعۂ گردوں کی طرف
فوجِ اعدا ہو پراگندہ بسانِ آواز — لشکرِ شاہِ دو عالم کی جو سن لے حصف
پیل کو زیر کرے مورچۂ لشکرِ شاہ — ان کی خدمت میں جو کچھ ہوتے ہیں اقوی اضعف [1]

اسی طرح ایک اور نعت کے یہ شعر دیکھئے جس میں تشبیہہ و استعارہ اور رعایتِ لفظی کی خوبیوں کے علاوہ نعت کی زمین ہی میں ایک رزمیہ اور عسکری آہنگ کا تاثر ملتا ہے ۔

جرأتِ حضرت کا اب تک یہ اثر باقی ہے واں — کوہسارِ خیبر میں شیرِ نر ہر سنگ ہے
لشکرِ حضرت تمنا کیا بیاں ہو سکے — ناگہانی مرگ جس لشکر کا اک سرہنگ ہے
سامنے ترکانِ شاہِ دیں کی آ سکتا ہے کون — ان کی جرأت دیکھ کر ترکِ فلک بھی دنگ ہے
شہسوارِ اشہبِ گردوں ہیں وہ عرشی مکاں — کہکشاں بھی مرکبِ خیر الورا کا تنگ ہے
ہے نکلتا عیدِ قرباں اجل کا اک ہلال — جب نکلتی تیغِ شاہِ دیں بوقتِ جنگ ہے [2]

تمنا کے دیوان میں اس موضوع پر سینکڑوں شعر ملتے ہیں ۔ یہاں مختلف نعتوں کے چند اور متفرق شعر درج کئے جاتے ہیں جن سے تمنا کی نعت کے اس رنگِ خاص کا اندازہ ہو سکے ۔

للکارے جو شیروں کو وہ حکمِ شہِ دیں سے — سو بیل کا نعرہ دہنِ مور سے نکلے (ص ۵)
جس دن سے ثنا لکھی ہے تیغِ شہِ دیں کی — اس دن سے تمنا کا قلم سیفِ زباں ہے (ص ۶)
رزمِ نبی کی مدح تمنا نے جب لکھی — مصرعِ غزل کے فقرے ہوئے ذوالفقار کے (ص ۷)
گر شجاعانِ عرب دب کے ملے کیا ہے بعید — شیر بھی ملتے جو حضرت سے تو داب کر ملتے (ص ۸)
قتلِ اعدائے نبی میں کام آنے کے لئے — خنجر و تیر و کماں، تیغ و تبر پیدا ہوئے (ص ۹)
للکاریں جو وہ سرورِ کونین تمنا — شیروں کا بھی ہیبت سے کلیجہ نکل آئے (ص ۱۰)

تمنا نے آنحضرت کے اجزائے صورت اور متعلقاتِ نبوی کے اوصاف میں بھی قابلِ ذکر شعر کہے ۔ ان کی نعتوں کا غالب حصہ شمائلِ محمدی کے اوصاف و تذکار پر مشتمل ہے ۔ انہوں نے اس ذیل میں اتنی جزئیات اور تفصیلات قلمبند کی ہیں کہ ان سے ماقبل اور عصری نعت گو شاعروں میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے ۔ ان کے ہاں نعتوں کے مختلف اشعار میں یہ جزئیات دو طرح کی ہیں ۔

---

۱ ـ ۲ : 'ترانۂ ایمان' (تمنا مراد آبادی) ص ۳۳ / ص ۵۷

ایک تو حضورِ اکرمؐ کے ظاہری جمال اور اعضا ئے مبارک ـــــ آنکھیں، دندان، لب، قامت، چہرہ، گیسو، ہتھیلی اور تلو ے یعنی جسم سے متعلق ہیں اور دوسری کا تعلق آپ کے مناسبات و متعلقات سے ہے۔ اس باب میں تمنّا کے نعتیہ اشعار مدحت سرائی کے ساتھ ساتھ ان اشیاء و مقامات سے انتہائی عقیدت و وابستگی کے مظہر ہیں جن سے حضورِ اکرمؐ کا کوئی نہ کوئی تعلق رہا۔ ذیل میں کچھ شعر دیکھئے جہاں دونوں طرح کے نمونے نظر آتے ہیں۔ تمنّا کا ذوقِ غزل یہاں بھی اپنا جادو جگا رہا ہے۔ رعایتِ لفظی اور دوسرے محاسنِ شعری کے سبب یہ اشعار ایک خاص حسن اور کیف کے حامل ہیں :

میں آبِ غسلِ نعلینِ پیمبر کا پیاسا ہوں — نہیں اب حضرت خضر آبِ حیواں میرے پینے کا (ص ۸)

کہوں صَرف اک کلام نعت گیسوئے پیمبر میں — اگر مل جائے مجھ کو طول عمر جاودانی کا ( " " )

قلم ہاتھ سے نکلا جاتا ہے لکھوں تو کیا لکھوں — اثر رکھتا ہے یہ وصف روانی ان کے توسن کا (ص ۹)

زمیں کے ساکن تو کیا ہیں صاحب نہ آسمانوں نہ جنتوں میں — نبی کے تلوے کی مثل ہوگا عذار زیبا کسی حسیں کا ( " " )

اگر ذراتِ صحنِ شاہ دیں کی مدح لکھ جاتی — تو صفحہ اس مرے دیواں کا تختِ کہکشاں ہوتا (ص ۱۰)

جس چاہ میں آبِ دہنِ شاہ پڑا تھا — وہ چاہ بھی ہے چشمۂ کوثر کے برابر (ص ۲۹)

جس پہ لکھوں گا مدیح کفِ پائے نبوی — جلوہ گر ہوگا برنگِ یدِ بیضا کاغذ (ص ۳۷)

سفرہ جود نبی کی جو ثنا خوانی لکھوں — عمر اتنی ہے کہاں اور کہاں اتنا کاغذ (ص ۴۰)

گر تاک کو دیں اس رخ انور کا غسالہ — خوشے کی جگہ عقد ثریا نکل آوے (ص ۴۰)

نقشِ قدمِ شاہ میں گر تخم مغیلاں — بو دیں تو سہی نخلۂ طوبیٰ نکل آوے (ص ۴۰)

وہ نورانی ہتھیلی آستیں سے یوں نکلتی ہے — کہ جو خاور سے تابان نیّر خاور نکلتا ہے ص ۵۵ [1]

شہرِ رسولؐ کے اوصاف میں بھی تمنّا نے متعدد اشعار کہے۔ ان کی جزئیات پسند طبیعت نے اس باب میں بھی حسنِ ارادت و عقیدت کی کیف آور جھلکیاں پیش کیں گنبدِ خضرا، روضۂ رسولؐ اور دیارِ نبیؐ (مدینہ) کے تذکار و اوصاف کے علاوہ انہیں مدینہ کی ہر چیز میں حضورِ اکرمؐ کا موثر حوالہ اور تعلق نظر آتا ہے اور یوں مدینے سے وابستہ ہر چیز ان کے لئے محترم اور گراں مایہ قرار پاتی ہے ایک ہی نعت کے یہ شعر دیکھئے

بدخشاں میں جو معدن سے کوئی گوہر نکلتا ہے — ملاؤ سنگِ یثرب سے تو اک پتھر نکلتا ہے

سعادت نخل یثرب کی تماشا ہے کہ ہر پتّہ — ہمائے دولت جاوید کا شہپر نکلتا ہے

زمین یثربی کی خوبیاں دیکھو کہ صحرا میں — مغیلاں کا شجر بھی سرو سے خوشتر نکلتا ہے

شجاعت کا نبیؐ کی یہ اثر ہے دشت یثرب میں — کہ ہر ایک بچۂ روباہ شیر نر نکلتا ہے [2]

مناسباتِ شہرِ رسولؐ کی مدحت کا یہ انداز اور تسلسل اردو نعت میں اس سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔ مدینہ شہر کے بارے میں ارادت و محبت کا ایک مجموعی تصوّر، روضۂ رسول دیکھنے کی خواہش اور دیارِ رسول میں مرنے کی خواہش کا اظہار اردو نعت کا عام موضوع ہے۔ مگر اس شہر کے مناسبات اور ان کی جزئیات کا توصیفی اظہار اردو نعت میں تمنّا کی عطا ہے۔

---

۱ : 'ترانۂ ایمان' (تمنّا مرادآبادی) حوالہ ساتھ درج کر دیا گیا ہے

۲ : 'ترانۂ ایمان' (تمنّا مرادآبادی) ص ۵۵

گزشتہ اوراق میں جن نعت گو شاعروں کا مطالعہ کیا گیا ہے، وہ اردو ادب و شعر کی تاریخوں اور تذکروں میں زیادہ معروف تو نہیں مگر اردو نعت کی تاریخ و ارتقا میں نہ صرف یہ کہ تاریخی مقام کے حامل ہیں بلکہ نعت کو صنفی اور فنی درجہ عطا کرنے میں ایک اعتبار سے "موجدین" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کی تجزیاتی مطالعہ سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اردو نعت کو اس دور میں چند ایسے شاعر ملے جنہوں نے کلی طور پر اپنے فکر و فن کو نعت کی تخلیق میں استعمال کیا۔ انہوں نے اپنے شغفِ نعت اور کثرتِ کلام کے سبب نعت گوئی کو جزوی اور تقلیدی روش سے نکال کر تشکیلی دور میں داخل کیا اور نعت گوئی سے اس صنف کے خدوخال واضح کئے۔

۲۔ اس دور میں زیادہ تر غزل کو نعت گوئی کیلئے برتا گیا۔ غزل کی بہت سی خصوصیات نعت میں بھی در آئیں۔

۳۔ نعتیہ دیوان مرتب کرنے کا رواج ہوا۔

۴۔ فکری طور پر اس دور کی نعت گوئی کا زیادہ حصہ میلاد کی فضا سے متعلق ہے اور اس کے پس منظر میں "تقویت الایمان" کا رد بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔

۵۔ اس دور کی نعت گوئی میں معاصر ادبی و فنی روایتوں کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ جن میں غزل دوستی، خارجیت، سراپا نگاری، رعایت لفظی صنائع بدائع وغیرہ کی وہ خصوصیات سرِ فہرست ہیں جو اس دور کی لکھنوی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔

## ۴۔ امیر و محسن کی نعت گوئی

نعت گوئی کی دورِ تشکیل کی یہی روایت امیر مینائی اور محسن کاکوروی تک پہنچ کر تکمیلِ فن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، اردو نعت کے تقلیدی دور کے شاعروں نے جزوی طور پر نعتیں کہیں۔ وہ اگرچہ مشہور شاعر تھے مگر ان کی وجہ شہرت نعت گوئی نہیں تھی۔ اسی طرح تشکیلی دور کے شاعروں نے اگرچہ نعت گوئی ہی کو ترسیل و اظہارِ فن کا ذریعہ بنایا مگر ان کے شعف نعت کو معیارِ فن کا وہ درجہ حاصل نہ تھا کہ ادبی تاریخوں اور شعری تذکروں میں ان کا ذکر نمایاں طور پر کیا جاتا ہے۔ زیرِ مطالعہ دور میں نعت گوئی کی یہی روایت امیر و محسن کے فن میں منقلب ہو کر ادب و فن کے اعلیٰ معیار حاصل کر لیتی ہے کہ امیر مینائی نے نعت کے علاوہ دوسری اصناف میں بھی شاعری کی مگر محسن کاکوروی کی وابستگی نعت اور کمالِ فن صحیح معنوں میں نعت گوئی کے سلسلے میں اب تک کی جانے والی کوششوں کا ماحاصل ہے۔ ذیل میں ہم ان شاعروں کی نعت گوئی کا جائزہ لیتے ہیں۔

امیر مینائی (م ۱۳۱۸ھ) ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب شاہ مینا تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے خود بھی سلسلہ چشتیہ صابریہ میں امیر شاہ سے بیعت کی۔ ان کی طبیعت اور کلام میں تصوف، توکل و استغنا، انکسار و زہد اور حبِ رسول اکرمؐ کا میلان اسی پس منظر کی دین ہے جو بعد میں ان کی نعتیہ شاعری کی تخلیق کا محرک بنا۔

امیر مینائی نے نعت گوئی کو بطورِ خاص اس وقت اپنایا جب ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد انہوں نے لکھنو چھوڑ کر کاکوری میں پناہ لی۔ یہاں ان کی ملاقات مشہور نعت گو شاعر محسن کاکوروی سے ہوئی۔ مذہبی پس منظر کے سبب اگر امیر مینائی کے کلام میں پہلے ہی کہیں کہیں نعت کے اشعار ملتے ہیں مگر ان کے نعتیہ کلام کا بڑا اور وقیع حصہ ان کے قیامِ کاکوری اور اس کے بعد کے زمانے میں تخلیق ہوا جس میں محسن کاکوروی کے اثرات کی جھلک واضح طور پر نظر آتی ہے۔

امیر مینائی کی متعدد تصنیفات میں سے محامد خاتم النبیین، مثنوی نورِ تجلی و ابرِ کرم، نعتیہ مسدس صبحِ ازل، شامِ ابد، لیلۃ القدر اور شاہ انجم نعت سے متعلق ہیں۔ علاوہ ازیں نعت میں انہوں نے کئی قصیدے بھی لکھے۔ "خیابانِ آفرینش" امیر مینائی کا

مولود نامہ ہے جو نثر میں ہیں۔ ان تصنیفات کے علاوہ ان کے متعدد نعتیہ اشعار ہیں جو ان کے دوسرے شعری مجموعوں میں ملتے ہیں۔

امیر مینائی کا نعت سے شغف کسی رسم یا تقلید کا نتیجہ نہ تھا۔ انہوں نے نعت گوئی کی طرف بطور خاص توجہ دی اور اسے ایک اہم شعری صنف کے درجہ اور معیار پر پہنچانے کی مخلصانہ کوشش کی۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے نعت کے موضوع کو ایک مکمل فن بنانے میں امیر (و محسن) کی کارکردگی تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ فنی نزاکتوں کے علاوہ نعت کے فکری پہلوؤں کے سلسلے میں بھی امیر مینائی کی مساعی قابلِ ذکر ہے۔ ان کے سامنے میلاد ناموں کی ایک طویل روایت تھی جن میں بالعموم صحتِ واقعات کا خاص خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ میلاد ناموں میں ایسی روایات جو مستند اور معتبر نہ تھیں بکثرت جگہ پانے لگی تھیں۔ ان میلاد ناموں کے اثرات نعتیہ شاعری میں بھی نظر آتے تھے۔ امیر مینائی نے صحتِ روایات کی طرف خصوصی توجہ دی۔ ان کے میلاد نامہ 'خیابان آفرینش' کا سببِ تالیف ان کا یہی جذبہ ہے۔ وہ اس کے آغاز میں لکھتے ہیں ---"مولف حقیر فقیر امیر عرض کرتا ہے کہ نعتیہ مسدسات 'ذکر شاہ انبیا' 'صبح ازل' 'لیلۃ القدر' 'شامِ ابد' بار بار چھپے اور شیوع پا چکے تو قصد ہوا کہ میلاد شریف نثر میں لکھا جائے اور اس کی تصحیح روایت کا بہت اہتمام کیا جائے مگر دنیا کی مکروہات سے یہ ارادہ پورا نہ ہوتا تھا۔ ہر امر ایک وقت پر موقوف ہے۔ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ یہ میلاد شریف جس میں "تکلفات شاعرانہ و منشیانہ کو اس ڈر سے کہ مبادا کہیں حد سے متجاوز ہو جائے دخل نہیں دیا گیا۔ صاف صاف عبارت میں مستند اور معتبر سیر سے منتخب کر کے لکھا ہے اور تاریخی نام خیابانِ آفرینش رکھا ہے....." [1]

اس کے بعد میلاد ناموں میں ملنے والی روایات پر بحث کی ہے۔ اور ان روایتوں میں تنقیح و تصحیح کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ آخر میں پھر سبب تالیف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہتے ہیں:

"ان وجوہ سے اس ہیچمداں کو یہ خیال ہوا کہ ایک رسالہ ایسا لکھا جائے جس کے پڑھنے سننے میں اہلِ علم و فضل کو مطلق تامل نہ ہو اور تکلفاتِ شاعرانہ و منشیانہ سے بالکل پاک ہو۔ اس لئے کہ شاعری اور انشا پردازی میں کسی قدر حد سے تجاوز ہو ہی جاتا ہے اور نقل روایات میں حد سے تجاوز کرنا سخت مواخذے سے ڈراتا ہے......" [2]

'خیابانِ آفرینش' کے موضوعات میں نورِ احمد نبوی اور احوالِ پیدائش، احوال رضاعت، حضور کا لڑکپن، حضور کی فراست، حلیہ مبارک، حضور کے خصائل، نزولِ وحی، شروع زمانہ اسلام، صحابہ اور نجاشی، حضرت عمرؓ کا ایمان لانا، معراج ہجرت نمایاں ہے۔ آخر میں تین نثری مناجاتیں ہیں جن میں اپنے گناہوں پر اظہارِ ندامت اور مغفرت و بخشش طلبی کا دلدوز اور موثر بیان ہے۔

امیر مینائی کا اندازِ میلاد نگاری سنبھلا ہوا اور محتاط ہے۔ اسی سبب انہوں نے اسے نثر تک محدود رکھا ہے کہ میلاد ناموں میں کی جانے والی شاعری میں بے احتیاطی کی گنجائش اور ڈر رہتا ہے، انہیں اس کا بخوبی اندازہ تھا [3] اس لئے انہوں نے اپنے نعتیہ کلام کو میلاد کا حصہ بنانے کے بجائے اسے میلاد نامے کے بعد ضمیمہ کے طور پر شائع کیا "تاکہ جس کا جی چاہے مقامات مناسب پر میلاد پڑھنے میں اس دیوان سے پڑھے۔" [4]

---

۱ـ۴ : 'خیابانِ آفرینش' (امیر مینائی) ص / ص ۳ سبب تالیف ہی میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"جب علما و فضلا کو (روایات کی) تصحیح میں.... غور و فکر کی احتیاج ہے تو انشا پردازوں اور شاعروں کے لکھنے کا اس باب میں اعتبار رہا اور ان کی لکھی ہوئی عبارتیں جیسی کہ کہیں کہیں مشہور مولدوں میں پائی جاتی ہیں کیونکر قابلِ اعتماد ہو سکتی ہیں۔"

امیر مینائی کی نعت گوئی کے ذیل میں ہم پہلے اس کلام کا جائزہ لیتے ہیں جو میلاد کی فضا سے متعلق ہے اور جسے میلاد کی مجالس میں پڑھنے کی غرض سے لکھا گیا۔ اس میں نعت نگاری کا ایک مجلسی انداز نمایاں ہے اور نعت کے ان مضامین کو قلمبند کیا گیا ہے جن کا تعلق مجلسِ میلاد کے انعقاد، خیر و برکت اور حضور اکرمؐ کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں سے ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ سے عقیدت کا اظہار، درود شریف اور سلام و صلوٰۃ کے موضوعات پر مشتمل نعتیں بھی میلادوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ امیر مینائی نے میلاد کے تمام مروّج اور مقبول عام موضوعات پر نعتیں لکھی ہیں۔ اس کلام میں وہ ترجیع بند قابلِ ذکر ہے جس کا عنوان "ترجیع بند قابلِ پیشخوانی در محفل میلاد شریف صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" [1] اس کا پہلا بند یہ ہے ۔

کر دو خبر یہ محفلِ میلادِ شاہ ہے — یاں آمدِ جنابِ رسالت پناہ ہے
امت چلے رسول کی یہ جلوہ گاہ ہے — سیدھی یہی بہشت میں جانے کی راہ ہے

دربارِ عام گرم ہوا اشتہار دو
جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

دو متفرق بند اور دیکھیے :

در ہیں کشادہ رحمتِ ربِّ کریم کے — ہیں عطر بار باغ میں جھونکے نسیم کے
خلعت بٹیں گے لطفِ خدائے کریم کے — تقسیم ہوں گے ہار ثوابِ عظیم کے ......

آراستہ مکان ہے جلوس تمہانہ ہے — رحمت ہے فرش ظلِّ خدا شامیانہ ہے
ساماں نئے نئے ہیں نیا کارخانہ ہے — مسند بچھی ہے آمدِ شاہِ زمانہ ہے ......

یہ ترجیع بند تیرہ بندوں پر مشتمل ہے۔ اس کی بحر موضوع کی مناسبت سے ایک پکار، دعوت اور اعلان کا آہنگ رکھتی ہے۔ اس کے مضامین میں فضا بندی اور ماحول سازی کا عنصر نمایاں ہے۔ شاعر نے ملائکہ، انبیائے کرام، اور خود رسولِ پاکؐ کی شمولیت کا ذکر کرنے، مجلسِ میلاد میں شرکت کرنے اور اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کی ترغیب دی ہے اس کا آخری بند یہ ہے :

ہرچند اژدہام خلائق دو چند ہے — بس کر امیر ختم سخن دلپسند ہے
اس کا سلام ہوگا جو اقبال مند ہے — مولود آگے ہوگا یہ ترجیع بند ہے ......

ذکرِ انعقاد و اہتمامِ مجلس کے بعد، میلاد کا دوسرا اہم اور بنیادی موضوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بیان مبارک ہے۔ 'محامد خاتم النبیین' کی پہلی نعت ہی اس موضوع پر اس کا انداز غزلِ مسلسل کا سا ہے۔ 'پیدا ہوا' کی ردیف نے تمام اشعار میں ایک فکری ہم آہنگی پیدا کردی ہے۔ اس کے یہ شعر دیکھیے ۔

مژدہ اے امت کہ ختم المرسلین پیدا ہوا — انتخابِ صنعِ عالم آفریں پیدا ہوا
نور جس کا قبل خلقت تھا ہوا اس کا ظہور — رحمت آئی رحمۃ للعالمین پیدا ہوا
چاہیے تعظیم کو اٹھیں جو ہیں محفل نشیں — نائب خاص خدائے ماد طیں پیدا ہوا ........ [2]

---

۱ : محامد خاتم النبیین (امیر مینائیؒ) ص ۱۱۱ — ۱۱۳

۲ : " " " ( " ) ص ۲۸ — ۲۹

ی موضوع پر ان کی ایک اور طویل نعت ہے ۔ چند شعر درج ذیل ہیں ۔

زہے رحمت کہ ختم انبیا کی آمد آمد ہے — حبیبِ خاص محبوبِ خدا کی آمد آمد ہے
زمانہ تیرہ و تاریک تھا اب روشنی ہوگی — مٹیں گی ظلمتیں شمعِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے
یہ مہر و مہ ہیں جس کے فرش پا انداز کے ٹکڑے — اسی شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ کی آمد آمد ہے
ادب آواز دیتا ہے سنبھل بیٹھو سنبھل بیٹھو — کہ فخرِ اولیاء و انبیا کی آمد آمد ہے [1]

یہاں بھی ردیف نے نعت کی فضا سازی میں مدد دی ہے ۔ امیر مینائیؒ کی مذکورۂ بالا دونوں نعتیں حضورِ اکرمؐ کے فضائل اور محامد و صفات سے عبارت ہیں اور میلاد کی ضرورت و روایت کے مطابق ہیں ۔

'محامد خاتم النبیین' میں دوسری قسم ان نعتوں کی ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے موضوع پر لکھی گئی ہیں ۔ یہ نعتیں تعداد اور کیفیت کے اعتبار سے وقیع ہیں ۔ واقعہ معراج کا بیان نہ صرف میلاد نگاروں بلکہ عام نعت گو شاعروں کے نزدیک بھی مدحت کا ایک اہم موضوع رہا ہے ۔ ہر دور کے نعت نگاروں نے اس واقعہ پر معراج نامے ، معراجیہ مثنویاں یا نعتیہ غزلوں میں معراج سے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے ۔ امیر مینائیؒ نے معراج کے واقعہ کو قلمبند کرتے ہوئے سیرتِ رسولِ پاکؐ میں اس کی اہمیت کے ساتھ ساتھ جس فضا بندی کا التزام کیا ہے وہ ان کی شاعری کا کمال ہے ۔ معراج کی رات ملائکہ و انبیائے کرام کی کیفیاتِ انبساط مہ و نجوم اور کہکشاں و آسمان کی رونق ، عرش و جنت کے تزئین کا احوال ، مکۂ مکرمہ سے مسجدِ اقصیٰ اور پھر عرش تک کے سفر کا نقشہ جس خوبصورتی سے امیرؔ نے کھینچا ہے ، وہ نعتیہ غزلوں میں کم کم نظر آتی ہے ۔ معراج ناموں کی اکثریت چونکہ مثنوی کی ہیئت میں ہے لہٰذا وہاں مثنوی کی صنفی خصوصیات کے باعث ربط و تسلسل سے فضا بندی کی جا سکتی ہے ۔ مگر غزل کی ہیئت میں لکھی جانے والی نعتوں میں کسی مربوط فضا بندی اور ماحول نگاری کی گنجائش بہت کم ہے ۔ یہاں غزل کی ریزہ کاری اور دوسری صنفی پابندیوں کے سبب کوئی مربوط اور واضح تاثر برقرار رکھنا بہت مشکل ہے ۔ مگر امیر مینائیؒ نے اپنی فنی مہارت سے اس موضوع پر لکھی گئی نعتیہ غزلوں میں بھی فضا سازی اور ماحول نگاری کے مؤثر نمونے پیش کئے ہیں ۔ انہوں نے 'معراج کی رات' 'آج کی رات' ، 'شبِ معراج' ، اور 'رسول اللہ آتے ہیں' ، کے الفاظ سے اپنی ردیفوں میں اس مؤثر فضا بندی کی پوری پوری گنجائش رکھی ہے ۔ ردیفوں کے علاوہ امیر مینائیؒ کی ان غزلوں کے اسلوب ، الفاظ و تراکیب اور تشبیہات و استعارات نے ان غزلوں کے نشاطیہ آہنگ اور حسن و تاثر میں اضافہ کیا ہے ۔ چند مطلعے [2] درج ذیل ہیں ۔

گرم حضرت کا یہ بازار تھا معراج کی شب — کہ خدا آپ خریدار تھا معراج کی شب
کس کے آنے کی فلک پر ہے خبر آج کی رات — آنکھ سورج سے ملاتا ہے قمر آج کی رات
اللہ نے خلوت میں بلایا شبِ معراج — کیا رتبہ محبوب بڑھایا شبِ معراج
شبِ معراج ہے مہماں رسول اللہ آتے ہیں — چلیں حوریں بڑھیں غلماں رسول اللہ آتے ہیں
غل ہے معراج کی شب شاہِ امم آتے ہیں — مالکِ مہر و مہ و لوح و قلم آتے ہیں
فرشتوں میں ہے ہنگامہ رسولِ پاک آتے ہیں — کھلیں رحمت کے دروازے شہِ لولاک آتے ہیں

ان نعتیہ غزلوں کے علاوہ معراج کے موضوع پر ان کا ایک نعتیہ ترجیع بند بھی قابلِ ذکر ہے ۔ اس میں دوسرے

---

۱ : ذکرِ حبیب (خالد مینائیؒ) ص ۲۳۲ ـ ۲۳۳

۲ : محامد خاتم النبیین (امیر مینائیؒ) متفرق صفحات ص ۱۱۵ ـ ۱۱۶

موضوعات کے علاوہ معراج کے مضمون کو یوں قلمبند کیا ہے۔

راہی ہوئے سرورِ دو عالم — خورشید عَلم ستارہ پرچم
جبریل رکاب میں شتاباں — پرواز میں مرکبِ صبا دم
آئے سوئے کعبہ قبلۂ دیں — دونی ہوئی آبروئے زمزم
کعبے سے جو بڑھ چلی سواری — اقصےٰ میں تھے انبیا فراہم
دیکھی جب دُور سے سواری — تسلیم کو گردنیں ہوئیں خم [1]

ایک اور بند کے یہ شعر دیکھئے۔

کیا بزم تھی بزمِ لامکانی — جس بزم میں نور تھا نہ سایا
بیگانہ دوئی سے بزمِ وحدت — اپنا تھا اس جگہ پرایا
...... بے فاصلہ میزبان و مہماں — کیا قرب نے بُعد کو مٹایا
...... خود ناز کو ناز سے حکایت — خود شوق کو شوق سے کنایا [2]

اسی طرح شیخ سعدی کے مشہور نعتیہ قطعہ بلغ العلےٰ بکمالہ ------ الخ پر لکھی گئی تضمین میں معراج کا نقشہ دیکھئے۔

شب جشن خالق بحر و بر — جو طلب ہوئی تو بندھی کمر
صفِ انبیا تھی اِدھر اُدھر — وہ نجوم میں صفتِ قمر
چمنِ جناں کے کھلے تھے در — لگے جھومنے شجر و حجر
ہوئے جبریل جو راہبر — تو سوار ہو کے براق پر

بلغ العلےٰ بکمالہ

------------- الخ

جو اِدھر سے شوقِ لقا ہوا — تو اُدھر سے شوق سوا ہوا
جو حباب بن کے جدا ہوا — وہی قطرہ عین بقا ہوا
الف ایک تھا نہ دوتا ہوا — تھا اگرچہ مد سے بڑھا ہوا
نہ کروں گمان کہ کیا ہوا — سرِ عرش ہے یہ لکھا ہوا

بلغ العلےٰ بکمالہ

[3] ---------- الخ

یہ پوری تضمین ایک کیف آور فضا سے عبارت ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے مصرعوں سے امیر مینائی نے کئی صوفیانہ نکات پیدا کئے ہیں۔ منظر نگاری، محاکات آفرینی اور غنائی آہنگ اس نعت کی جان ہے۔ یہ نعت معراج کے بیان میں امیر مینائی کا شاہکار ہے۔ اس میں منظر نگاری اور فضائلِ محمدیؐ دونوں کا حسین امتزاج ہے۔ امیر نے معراج کے موضوع اور پیشکش میں ان دونوں پہلوؤں کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔

---

۱-۲ : محامد خاتم النبیین (امیر مینائی) متفرق صفحات ۱۱۵ - ۱۱۶

۳ : محامد خاتم النبیین (امیر مینائی) ص ۱۰۹

امیر نے تراکیب سازی میں جس ندرت کا اظہار کیا ہے، اس کا اعلیٰ نمونہ اس تضمین میں موجود ہے۔ چند تراکیب ملاحظہ کیجئے
گہر محیط عطائے رب، ثمر سمائے سخائے رب، شجر ریاض رضائے رب، ثمر نہال ولائے رب، گل باغ نشو و نمائے رب،
نگہ آشنائے ادائے رب، بکمال شوق رضائے رب، ہمائے اوج علائے رب، داخل بزم ہو، نسیم گلشن کن فکاں،
تسیم روضہ جاوداں، ہمائے فرق پیمبراں، مسافر رہِ لامکاں ضیائے دیدۂ قدسیاں، ختم صنع اللہ، شاہ نجم سپاہ، خضر راہ وفا،
نو بہار ریاض دیں، ثمرہ شجر یقیں وغیرہ وغیرہ۔

مذکورۂ بالا تراکیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی صفات میں ہیں۔ امیر مینائی نے تراکیب میں صفات رسولؐ کا اتنا بلیغ اظہار کیا ہے کہ خود ان میں چھوٹی چھوٹی نعتوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ چھوٹی بحر جس میں عام طور پر بلیغ خیالات کے بیان کی گنجائش کم ہوتی ہے۔ امیر مینائی کی تراکیب کے سبب ایجاد کا عمدہ نمونہ بن گئی ہے۔ ان تراکیب کے علاوہ الف، مد اور ایسے ہی بعض دوسرے الفاظ حباب و قطرہ وغیرہ سے امیر نے علامتوں کا کام لیا ہے۔ اور ان کے حوالے سے بعض صوفیانہ نکات کا اظہار کیا ہے۔

لکھنؤ کے دبستان شاعری میں سراپا نگاری کا جو رجحان تھا اس سے دوسرے نعت گو شاعروں کی طرح امیر مینائی بھی متاثر ہوئے۔ امیر کے ہاں کسی بھرپور اور طویل سراپا کے بجائے مختلف نعتیہ غزلوں میں آنحضرت کے جمالِ ظاہری اور اعضائے مبارک کے اوصاف ملتے ہیں۔ کہیں کہیں آپؐ کے حسن و جمال کے مجموعی تاثر کا بیان ہے۔ درج ذیل اشعار میں دونوں طرح کی مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

خوبانِ عالم کی تجھے خالق نے دی ہے افسری — گالوں بھی صدقے حورِ عین بالوں پہ صدقے ہے پری
اے کلکِ صورت آفریں صد آفریں صد آفریں — اس بانکپن اس نوک کی دیکھی نہیں صورت گری
جن و بشر تسخیر ہیں سب صورتِ تصویر ہیں — مازاغ کے سرمے سے ہیں آنکھیں تری شوخی بھری [1]

ایک اور نعت کے یہ شعر دیکھئے جن میں آپ کے رُخ و لب اور جبین و دہن کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

درود پڑھتے تھے قدسی جو دیکھتے تھے وہ رُخ — لب آپ کے تھے وہ معجز نما کہ صلِّ علیٰ
جبیں وہ لوح کہ جس میں نقوشِ رحمتِ حق — جمالِ پاک وہ نورِ خدا کہ صلِّ علیٰ
دہن وہ چشمۂ شیریں اگر نظر آئے — کہے یہ چشمۂ آبِ بقا کہ صلِّ علیٰ [2]

تشبیہہ مبارک رسُولِ اکرمؐ پر بھی ان کی ایک نعت ہے، جس کا مطلع ہے۔

زہے نوبہار تشبیہہ مبارک — مصوّر نثار تشبیہہ مبارک

اس نعت میں جیسا کہ اس کی ردیف سے ظاہر ہے، حضور اکرمؐ کی تشبیہہ مبارک اور ظاہری شمائل کا بیان ہے۔ اس کلام کے علاوہ جو میلاد ناموں کی فضا سے خاص ہے اور جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ 'محامد خاتم النّبیین' میں نعت کا وہ سرمایہ ہے جو غزل، قصیدہ، رباعی، ترجیع بند، ترکیب بند اور مختلف تضمینوں پر مشتمل ہے۔

امیر مینائی کے نعتیہ کلام کا غالب حصّہ غزل کی ہیئت میں ہے۔ وہ اردو شاعری کی تاریخ کے پہلے بڑے صاحبِ طرز غزل گو ہیں جنہوں نے کیفِ نعت کو رنگِ تغزّل سے ہمکنار کیا۔ اگرچہ ان سے قبل اور ان کے معاصر نعت گو شاعروں میں بھی ایسے لوگ ملتے ہیں جنہوں نے غزل کی ہیئت میں نعتیہ دیوان مرتب کئے۔ مگر فنّی طور پر امیر کی غزل گوئی کا حق، نعت، تمنّا اور

---

۱ — ۲ : 'محامد خاتم النّبیین'، (امیر مینائی) ص / ص ۴۶

دوسرے نعت گو شاعروں سے زیادہ درجہ و مقام رکھتی ہے ۔ شاعری سے خدا داد مناسبت کے سبب اگرچہ ان کے سارے کلام میں تازگیِ مضمون ، پاکیزگیِ زبان اور متانتِ انداز کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس ہوتا ہے ، مگر ان کی غزل گوئی کا ایک خاص انداز ہے ۔ تخیل کی رنگینی اور خلاقی کے ساتھ لکھنو کی فصیح ، سلیس اور آراستہ زبان ان کی غزل گوئی کی نمایاں خصوصیات ہیں ۔ جب ان کی غزل گوئی میں نعت کے مضامین در آئے تو رنگِ تغزل اور کیف نعت کے امتزاج نے ایک حسین اور موثر کیفیت پیدا کر دی ۔ یہی دلنشینی ان کی نعتیہ غزلوں کا جوہر ہے ۔ ایک جگہ کہتے ہیں ۔

قائل ہوں میں تو اپنی طبیعت کا اے امیرؔ
مضمونِ نعت میں بھی نہ لطفِ غزل گیا

اور یہ فی الواقعہ ان کے استادانہ کمال کا ثبوت ہے کہ انہوں نے غزل کے مزاج کو قائم رکھتے ہوئے اسے ایک قرینے اور شائستگی سے نعت گوئی کے لئے استعمال کیا ۔ غزل کی ہیئت میں نعت گوئی کی ترویج و مقبولیت امیر مینائی جیسے شاعروں ہی کی مرہونِ منت ہے ۔

خالد مینائی نے امیر کی نعتیہ غزلوں کے فکری و فنی محاسن کا ذکر کرتے ہوئے جن خصوصیات کا ذکر کیا ہے ، ان میں سلاستِ زبان ، زور اصلیت اور سوز و گداز کی بطور خاص نشاندہی کی ہے ۔ وہ امیر کے فنِ نعت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

" رعایتِ لفظی و معنوی اور گفتار کی نرمی و گرمی کے باوجود ، جو طرزِ امیر کے اساسات میں سے ہیں ، زبان اکثر و بیشتر ان کی صاف شستہ ، ٹھیٹ ، بامحاورہ اور مناسب موقعہ ہے ، کہ عام و خاص سب ہی کو بھاتی ہے اور یہی سبب ہے کہ امیر کی نعت گھر گھر پڑھی جاتی ہے ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ بیان کی حد تک ان کے نعتیہ کلام کی سب سے بڑی خوبی زبان کا شیریں و سہلِ ممتنع ہونا ہے (کلام امیر میں جن) جذبات کا اظہار کیا گیا ہے ، مصنوعی طرح سے طاری نہیں کئے گئے تھے ، حقیقی ہے ۔ اس لئے ان میں اصلیت کا زور اور واقعیت کا جوش پورا پورا موجود ہے ۔

------ بیان میں بانکپن کے ساتھ گداز و اثر بھی ہے اور یہ لازمہ ہے ان جذبات کی سچی عکاسی کا جو ذاتِ رسولؐ کے احترام اور اس سے حقیقی تعلق کی بنا پر دل میں پیدا ہوتے ہیں ۔" [1]

امیر مینائی کی نعت گوئی کا کمال یہ بھی ہے کہ وہ عقیدت کے فراوانی کے باوجود نعت گوئی میں محتاط ہیں اور انہوں نے مدحِ رسولؐ میں آدابِ شریعت کو ملحوظ رکھا کہ فنِ نعت میں مشکل مرحلہ ہے ۔ ان کی نعت کے مضامین میں ایک نمایاں مضمون تو حضور اکرمؐ کے جمال اور ظاہری شمائل کا ہے ۔ اس بارے میں پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ۔ دوسرے نمایاں مضامین میں حضورِ اکرمؐ سے استمداد اور ان سے شیفتگی و محبت کے جذبات کا اظہار ہے ۔ یہی دو موضوع ایسے ہیں جن کے بیان میں امیر مینائی کا اخلاص جھلکتا محسوس ہوتا ہے ۔ حضورِ اکرمؐ سے فریاد اور استمداد میں ان کی نعتیں سوز و گداز اور کیف و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں ۔ ان کی درج ذیل غزلیں دیکھیئے جو سراپا فریاد ہیں ۔ مطلعے ملاحظہ ہوں ۔

جز ترے کس سے کرے مسکین یہ امت الغیاث [2]
الغیاث اے شافعِ روزِ قیامت الغیاث

---

1 : ذکرِ حبیب (خالد مینائی) ص ۳۱ - ۳۲

2 : محامد خاتم النبیین (امیر مینائی) ص ۳۰

؎ فلک ہے بر سرِ فریاد یا رسول اللہ بچائیے مجھے فریاد یا رسول اللہ ۱

ان کے علاوہ کم و بیش تمام نعتوں میں کسی نہ کسی انداز میں حضور اکرمؐ سے التجا کا مضمون ملتا ہے ۔ یہ شعر دیکھئے :

؎ چاہیئے مجھ پہ عنایت شہِ دیں تھوڑی سی دیجیئے قبر کو یثرب میں زمیں تھوڑی سی
آرزو ہے کہ محبت میں تمہاری کٹ جائے عمر باقی ہے جو لے خسروِ دیں تھوڑی سی ۲

شیفتگی و محبت کے جذبات کا والہانہ اظہار امیر مینائی کی نعتیہ غزلوں کا ایک اور منفرد موضوع ہے ۔ ان کی اکثر غزلیں اسی کیف و مستی میں ڈوبی ہوئی ہیں ۔ ان کی درج ذیل نعت دیکھئے جس کی ردیف ہی میں "صدقے" کے التزام نے شیفتگی کی فضا پیدا کر دی ہے ۔

؎ مال آپ پر تصدق جاں آپ پر ہے صدقے آنکھوں سے سر ہے قرباں آنکھیں ہیں سر سے صدقے ۳

یہ پوری نعت اسی جذبے میں ڈوبی ہوئی ہے ۔

ان کے علاوہ اور بہت سی نعتیں ہیں جن میں ارمان و آرزو کا سوز ، محویت و ولایت کے جذبات ، دیارِ رسولؐ سے دوری کا شدید احساس ، روضۂ رسولؐ پر حاضری کا والہانہ شوق کا اظہار ملتا ہے ۔ عقیدت و محبت کی شیفتگی اور جاں نثاری اور جاں سپاری کا جذبہ ان نعتوں کی جان ہے ۔ بعض غزلیں تو مسلسل انہی کیفیات کی آئینہ دار ہیں خصوصاً وہ غزلیں جن کے بیشتر شعر مدینہ کے فراق میں ہیں ۔ نمونہ درج ذیل ہے ۔

؎ جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
۔۔۔۔ دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے مجھ میں طاقت شوق کھینچے لئے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں
قافلے والے چلے جاتے ہیں آگے آگے مر دلے شوق کہ میں پیچھے رہا جاتا ہوں
کاروانِ رہِ یثرب میں ہوں آوازِ درا سب میں شامل ہوں مگر سب سے جدا جاتا ہوں ۴

؎ اللہ اللہ مدینہ جو قریب آتا ہے خود بخود سر تسلیم جھکا جاتا ہے
۔۔۔۔۔۔ میں کہوں روضۂ پُر نور رہا کتنی دور ساتھ والے کہیں اب آتا ہے اب آتا ہے ۵

ان کے علاوہ وہ بہت سی نعتیں جن کے ردیف و قافیہ میں لفظ مدینہ کا التزام ہے بطورِ خاص امیر مینائی کی محبتِ رسول کی مظہر ہیں ۔ مدینہ کا تصور ہی دراصل امیر کے جذباتِ حبِّ رسول کے لئے ایک انگیخت اور تحریک ہے ۔ یہ لفظ امیر کے کلام کا ایک ایسا بلیغ استعارہ ہے جس کے حوالے سے امیر مینائی نے محبتِ رسول کی تمام کیفیات و جذبات کی موثر ترجمانی کی ہے ۔ عقیدت کی فراوانی کے ساتھ جذب و کیف کا تاثر امیر کے انہیں شعروں میں زیادہ ہے جس میں مدینہ یا اس کے متعلقات ( روضۂ رسول وغیرہ ) کا ذکر ہے ۔ درج ذیل شعر دیکھئے :

ہند سے مجھ کو مدینہ میں بلا لیں سرکار پھر میں یہ عرض کروں گا کہ تمنا کیا ہے ۶
یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے ۷
مدینے جاؤں دوبارہ پھر آؤں پھر جاؤں تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے ۸
کشتی مری تباہ ہے پار لے خدا لگے ایسی ہوا چلے کہ مدینے کو جا لگے ۹
تن سے نکلے گی مرے جس دم امیر روح جائے گی مدینے کی طرف ۱۰

۱ـ۳: محامد خاتم النبیین (امیر مینائیؒ) ص ۲۸ / ص ۸۲ / ص ۹۳
۴ـ۱۰: محامد خاتم النبیین (امیر مینائی) ص ۶۹ / ص / ص / ص / ص ۹۲ / ص / ص ۹۹

امیر مینائی کی غیر غزلیہ نعت میں قصائد، رباعیات، ترجیع بند اور دوسری کئی اصناف ہیں جن میں امیر نے نعت لکھی۔ بہتر اس کے کہ ان کے نعتیہ قصائد کا جائزہ لیں، سرسری طور پر دوسری اصناف[1] میں کی گئی نعتیہ شاعری کا ذکر ضروری ہے۔ ترجیع بند میں ان کی ایک طویل مناجات بحضرت سرورِ کائنات ہے جس کا ٹیپ کا شعر ہے:

وقتِ مدد ہے المدد اے شاہ المدد
آفت میں ہے یہ بندہ درگاہ المدد

یہ مناجات جوشِ جذبات اور زورِ بیان کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس میں اپنے گناہوں پر اظہارِ ندامت، بے مہریٔ زمانہ، شکایتِ روزگار، برگشتگیٔ طالع کے بیان کے بعد حضور اکرمؐ سے دنیا و عقبیٰ میں دستگیری اور رحمت و شفاعت کی آرزو کا اظہار کیا ہے۔ ایک ترجیع بند مخمس میں ہے "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کی تضمین ہیں، اور ایک ہے "گر بر سر و چشمم من نشینی ..... الخ" کی تضمین میں ہے۔

ان کے علاوہ صائب، سعدی اور جامی کے اشعار پر اردو میں تضمینیں ہیں۔ ایک تضمین محسن کاکوروی کے اس قصیدے پر ہے جو محسن نے شہیدی کے قصیدہ کی زمین میں لکھا ہے۔ محامد خاتم النبیین میں رباعیاں بھی خاصی تعداد میں ہیں، جو امیر مینائی کی فنی مہارت کا ثبوت ہیں۔ محامد خاتم النبیین کے آغاز میں حمد و نعت کے بعد سبب تالیف دیں، اپنے ضعف نعت اور دعا کا اظہار ہے۔ جب کہ اس دیوانِ نعت کے آخر میں مثنوی کی طرز پر دو مناجاتیں ہیں۔

امیر نے ترکیب بند اور مسدس میں بھی نعت کہی۔ "ذکرِ شاہ انبیا" ان کا مشہور مسدس ہے۔ "یہ مسدس محفلِ میلاد میں پڑھے جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ پہلے مجلسِ میلاد اور اس کے انعقاد کے فضائل بیان کئے ہیں، اور اس کے بعد ولادتِ رسول سے لے کر آنحضرتؐ کی وفات تک کے مختصر واقعات بیان کئے ہیں۔"[2]

امیر مینائی نے کل پانچ قصیدے لکھے جن میں تین قصیدے نعت میں ہیں۔ ان کے نعتیہ قصائد کا نمایاں وصف مضمون آفرینی کے ساتھ تخیل کا اعتدال ہے۔ شکوہِ الفاظ، شوکتِ تراکیب اور الفاظ کی تراش خراش جو اس زمانے میں قصیدہ نگاری کے لوازم میں شامل تھی، ان قصیدوں میں بھی نظر آتی ہے۔ امیر مینائی کا ذوقِ غزل کہیں کہیں ان کے قصیدوں میں بھی جھلکتا ہے۔ امیر کے نعتیہ قصیدوں کے مطلع[3] درج ذیل ہیں۔

تفکرِ امتیازِ جان و جاناں میں کیا حد کا ۔۔۔ عروض اب تک نہ آیا ہاتھ اس بیت معقد کا

اے خضر بھول گئی تھی مجھے راہ تنگ و تاز ۔۔۔ وقت پر آگئے تم عمر تمہاری ہو دراز

لائی ہے کیا چمن میں ہر اک شاخسار پھول ۔۔۔ دکھلا رہے ہیں باغِ جناں کی بہار پھول

پہلا قصیدہ کرامت علی شہیدی کی تقلید میں اس کے مشہور قصیدے کی زمین میں ہے۔ یہ قصیدہ دوسرے قصیدوں سے طویل ہے۔ اور ۱۲۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک ۲۳ اشعار کی غزل بھی ہے۔ جس میں کسی مجازی محبوب کے خدو خال کی تعریف کے بعد پھر وصف نبیؐ کی طرف گریز کیا ہے اور مطلع ثانی یوں کہا ہے۔

الف آدم میں ہے ممدود احمد میں ہے مدکا ۔۔۔ سبب یہ ہے کہ واں سایہ تھا یاں سایہ نہ تھا قد کا

---

۱: محامد خاتم النبیین (امیر مینائی) ص ۹۶ – ۱۳۶
۲: لکھنؤ کا دبستانِ شاعری (ابو اللیث صدیقی) ص ۴۵۷
۳: محامد خاتم النبیین (امیر مینائی) ص ۵ / ص ۱۵ / ص ۲۵

57

اس قصیدے میں حمد و مناجات' دنیا سے بیزاری، حضور اکرمؐ سے عقیدت، ان کے نام مبارک کے شمائل و برکات کا تذکرہ ہے۔ آپ کے سایہ نہ ہونے کو مختلف مضامین اور انداز میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح لفظ محمدؐ کی صفات و برکات میں بھی طرح طرح کے نکات پیدا کئے ہیں

دُوسرے قصیدے کا آغاز ڈرامائی طور پر ہوتا ہے۔ یہ ۱۲۴ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں حضر سے مکالمہ، روضۂ مبارک کی تعریف معراج شریف اور آپؐ کے بعض معجزات کا ذکر ہے۔

تیسرا قصیدہ ۵۵ اشعار کا ہے۔ اس میں پھُول کی ردیف کا التزام ہے جس کے باعث اس کی فضا پہلے دونوں قصیدوں سے مختلف ہے۔ یہ زیادہ تر آپؐ کے ظاہری شمائل کے تذکار پر مشتمل ہے۔ اس میں تمہید کے بعد گریز' مدح اور دُعا کے مرحلے پہلے قصیدوں کی نسبت زیادہ فطری اور برجستہ انداز لئے ہوئے ہے۔

بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری " قصائد عام طور پر مشکل زمینوں میں کہے گئے ہیں اور امیر مینائیؒ کی قادر الکلامی و زبان دانی کا سکّہ بٹھاتے ہیں۔ قصیدہ نگاری کے لوازم کو بھی یہ پورا کرتے ہیں۔ لیکن بلحاظ شاعری ایسے نہیں کہ انہیں نعت گوئی کی تاریخ میں قابلِ ذکر اضافہ کہا جا سکے۔" ۱

دراصل امیر مینائیؒ کی غزل گوئی ان کے نعتیہ کلام پر اس شدّت سے چھائی ہوئی ہے کہ ان کے ہاں دوسری اصنافِ سخن کا کوئی تاثر اجاگر نہیں ہوتا۔ سینکڑوں نعتیہ غزلوں کے سامنے تین نعتیہ قصیدوں کے فنی و معنوی محاسن اور ان کا تاثر پوری طرح ابھر نہیں سکا، ورنہ جہاں تک ان کی قصیدہ نگاری اور نعتیہ قصیدوں کا تعلق ہے، وہ ان کی فنّی پختگی اور قادر الکلامی کا ثبوت ہیں۔ ان میں تشبیہات، استعارات، حسنِ تعلیل کے اعلیٰ نمونے اور دوسرے فنّی محاسن نظر آتے ہیں۔ اگر ان کے نعتیہ قصائد کا ان کے ہم عصر قصیدہ نگاروں (امیر، منیرؔ، جلال اور تسلیم وغیرہ) سے مقابلہ کیا جائے تو وہ بہتوں سے بہتر نظر آئیں گے۔ بقول ڈاکٹر محمود الٰہی "نعتیہ قصیدوں میں امیر مینائیؒ سرورِ کائنات کے معجزات اور ان کے معمولات بیان کرتے ہیں۔ ان کے یہاں ممدوح کی شخصیت واضح رہتی ہے۔ وہ نعت جیسے دشوار گزار راستے میں بڑی کامیابی سے چلے ہیں۔ ان کے قصیدے شعر و ادب اور مذہب و ملّت دونوں کا حق ادا کرتے ہیں۔" آگے چل کر ڈاکٹر محمود الٰہی امیر کی قصیدہ نگاری پر رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ " ان کی سب سے بڑی خصوصیّت یہ ہے کہ وہ علمی اور فنّی بے راہ روی سے بہت دُور رہتے ہیں۔ ان کی زبان و بیان میں بڑا رکھ رکھاؤ اور سنجیدگی ہے ان کے تخیّل میں پیچیدگی نہیں ہے اور ان کے استعارے عام ہیں۔ اردو قصیدہ نگاری کی تاریخ ارتقا میں ان کی یہ خدمات فراموش نہیں کی جا سکتیں۔" ۲

بحیثیتِ مجموعی امیر مینائیؒ نے نعت گوئی کی تاریخ میں قابلِ ذکر اضافہ کیا۔ وہ اُردو نعت کے شعرائے ماقبل (کافیؔ، لطفؔ اور تمنّا مراد آبادی وغیرہ) اور شعرائے مابعد خصوصاً محسنؔ کاکوروی و مولانا احمد رضا خاں وغیرہ) کے درمیان ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے نعت کے فن کو تشکیلی مراحل سے نکال کر تکمیلی منازل کی طرف گامزن کیا۔ نعت گوئی کو اصنافِ شعر میں آج جو اہمیّت و حیثیّت حاصل ہے وہ (محسن سے قبل) امیر مینائیؒ ہی کے ذوقِ نعت کا نتیجہ ہے۔ خصوصاً غزل کی ہیئت میں انہوں نے نہ صرف نعت کی روایت کو آگے بڑھایا بلکہ نعت خوانوں کے حلقوں اور عوام الناس میں نعت کی ترویج و تشہیر میں بھی ان کی نعتیہ غزلوں کا خاص عمل دخل ہے۔ خاص طور پر ان کی درج ذیل غزلیں ہر عہد کے میلاد خوانوں اور مجالسِ میلاد میں مقبول و مشہور رہی ہیں۔ انہیں نہ صرف ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہا ہے بلکہ

---

۱: اُردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) ص ۶۹ ۲: اُردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ ڈاکٹر محمود الٰہی ص ۴۱ - ۴۳

...ست سے نعت گو شاعروں نے ان زمینوں میں نعتیں بھی کہی ہیں۔ ان نعتوں کے مطلعے ملاحظہ ہوں۔

۔ خلق کے سرور شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم — مرسلِ داور خاص پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

۔ جب مدینہ کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں — حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

۔ یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے — سانس لیتا ہوں تو جنّت کی ہوا آتی ہے

۔ اب کہاں چین خبر دی مرے جی نے مجھ کو — کہ مدینے میں بلایا ہے نبیؐ نے مجھ کو

ان نعتوں کی فضا اخلاص اور شیفتگی سے لبریز ہے اور یہی امیر مینائی کی نعت گوئی کا جوہر ہے۔

**سیّد محمد محسن کاکوروی** (م ۱۳۲۳ھ) کے ہاں پہلی بار اُردو نعت کا فن تکمیل آشنا ہوتا نظر آتا ہے۔ ان کی نعت اب تک کی گئی نعت گوئی کا ماحصل ہے۔ تقلیدی روش اور تشکیلی مراحل کے بعد محسن کے ہاں پہلی بار اُردو نعت فن کا ایک مثالی معیار اور ایک جداگانہ صنفِ سخن کا اعلیٰ درجہ حاصل کرتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ محسن کا شغفِ نعت ہے۔ انہوں نے اس صنف پر خصوصی توجہ دی۔ اردو کے دوسرے شاعروں نے تو دیگر اصناف کے ساتھ نعت بھی لکھی۔ مگر محسن نے صرف نعت ہی لکھی۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نعت کے ساتھ ہی محسن کاکوروی کا نام ذہن میں آجاتا ہے۔ ان کا نعتیہ کلام پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے محسن نعتیہ شاعری کو بامِ عروج پر پہنچانے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اسی لئے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "نعت گوئی تو سب کے لئے ہے مگر محسن کاکوروی نعت گوئی کے لئے ہیں"۔ [1]

محسن کے نعتیہ کلام کے تجزیے سے پہلے ان کے بارے میں مختلف ناقدین کی آراء ملاحظہ ہوں۔

عبدالسلام ندوی نے محسن کاکوروی کے بارے میں لکھا ہے کہ (انہوں نے نعت گوئی کو) اپنا خاص فن بنایا اور اس حیثیت سے غیر معمولی شہرت حاصل کی، لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اس مقدس موضوع کے متعلق لکھنو کی بدنمود غلط شاعری کا استعمال اور بھی غلط طریقے سے کیا۔ چنانچہ خود ان کے صاحبزادے مولوی نورالحسن صاحب لکھتے ہیں "ان کی سدا بہار طبیعت حسرت و یاس کے مضامین سے الگ رہتی ہے۔ شگفتگیٔ طبع اور زندہ دلی کی برقی روشنی ہر بیان میں اپنی چمک دکھاتی ہے۔ مضامین کی بلند پروازی، الفاظ کا شان و شکوہ، بندش کی چستی ان کا خاصۂ طبیعت ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بوجہ دقتِ مضامین و بلندیٔ خیالات و تلمیحات بقیہ طلب کے ان کا کلام کم استعداد حضرات کی سمجھ سے باہر ہے"۔ ان تمام باتوں کے ساتھ رعایتِ لفظی کا بھی خاص طور پر التزام ہے۔ ........ ان تمام خصوصیات کے اجتماع نے ان کے کلام کو اس قدر بے اثر کر دیا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں کسی مذہبی جذبہ سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں۔ غرض انہوں نے جو نعتیہ قصائد اور نعتیہ مثنویاں لکھی ہیں۔ ان کا بیشتر حصہ ایک معمّا اور چیستاں ہے، نعت نہیں ہے"۔ [2]

محسن کاکوروی کے فن کے بارے میں یہ پہلی تنقیدی رائے ہے جو (محسن کے کلام کے بارے میں اُردو تذکروں میں مندرج تاثرات کے بعد) عبدالسلام ندوی کی ایک مربوط اور عالمانہ تصنیف "شعر الہند" سے لی گئی ہے۔ مولانا نے "شعر الہند" کے حصۂ دوم میں "مذہبی شاعری" کے عنوان سے ایک مستقل عنوان لکھا ہے۔ یہ باب اردو کی نعتیہ شاعری کے بارے میں پہلے اہم مطالعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلامِ محسن کے جائزہ لینے والوں کے لئے عبدالسلام ندوی کی رائے ہمیشہ

---

۱: [illegible] (قصیدہ نمبر) ص ۳۵۲ — ۲: شعر الہند، عبدالسلام ندوی، حصہ دوم ص ۲۱۱ — ۲۱۲

بحث طلب رہی ہے ۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اپنے تحقیقی مقالے "لکھنؤ کا دبستان شاعری" میں محسن کاکوروی کے نعتیہ کلام کا جائزہ لیتے ہوئے عبدالسلام ندوی کی رائے کے برعکس لکھا ہے : "محسن کی نعت میں تخلیقی شان پائی جاتی ہے ۔ اس لئے کہ نعت گوئی اگر ہمیشہ سے موجود تھی لیکن اسے فن کی حیثیت سے کسی اردو شاعر نے محسن سے پہلے اختیار نہیں کیا ۔ اور جن لوگوں نے عقیدت کی بنا پر صرف نعت گوئی کو اپنا شعار بنایا ، انہوں نے کوئی شاعرانہ کمال پیدا نہیں کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محسن کا کلام جذبات کی غیرفانی بنیادوں پر استوار ہے ۔ خلوص اور محبت ، شیفتگی اور عقیدت جو محسن کی زندگی کے عناصر تھے ، انہی سے اُن کی شاعری نے ترکیب پائی ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس میں صوری و معنوی دلکشی پائی جاتی ہے ۔" [1]

ڈاکٹر ابواللیث نے لکھنوی شاعری کے عناصر خارجیت ، نسائیت اور ابتذال وغیرہ کے پس منظر میں محسن کاکوروی کی نعت کا جائزہ لیتے ہوئے اسے (نعت گو) اس لئے بھی سراہا ہے کہ وہ ان عناصر سے پاک ہے ۔ ڈاکٹر اشتیاق نے بھی عبدالسلام ندوی کی اختلافی رائے پر ایزاد کیا ہے ۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی طرح ان کی بھی یہی رائے ہے کہ محسن نے لکھنوی شاعری کے معائب کو رد کیا ہے ۔ "اس لحاظ سے محسن ایک مجتہد کی حیثیت رکھتے ہیں کہ انہوں نے (لکھنوی) ماحول کے اس بگاڑ میں اصلاح کی بہترین راہیں پیدا کیں ۔ نہ صرف لکھنؤ کے محاسن کے کھوٹ کو دور کیا بلکہ ان میں اور چار چاند لگا دیئے ۔ ۔ ۔ ۔ محسن نے زبان کے اعجاز کو ایک ایسے موضوع کے لئے وقف کر دیا جو خود سراپا اعجاز ہے ۔" [2]

محسن کاکوروی کا کلیات سراپا نعت ہے ۔ انہوں نے مختلف اصناف میں نعتیہ شعر کہے ۔ ان کی مثنویوں میں "صبح تجلی" اور "چراغ کعبہ" زیادہ مشہور ہوئیں ، اور قصیدوں میں "مدیح خیرالمرسلین" نام کا قصیدہ جسے قصیدہ لامیہ بھی کہتے ہیں پہلے ہم محسن کی مثنویوں کا ذکر کرتے ہیں ۔

**صبح تجلی :** کلیات محسن کی سب سے طویل مثنوی ہے جس کے اشعار کی تعداد تقریباً پونے دو سو ہے ۔ یہ مثنوی ۱۲۸۹ھ میں تصنیف ہوئی ۔ "گلزار نسیم" کی بحر میں لکھی گئی ۔ یہ مثنوی حضور اکرمؐ کی ولادت کے ذکر مبارک پر مشتمل ہے ۔ محسن نے اس مثنوی میں بھی واقعہ معراج بیان کیا ہے ۔ بیت اللہ میں تشریف آوری ، مسجد اقصیٰ میں ورود اور پھر ہفت افلاک کی سیر ، جنت و دوزخ کا حال ، آخر میں عرش و کرسی اور مقام اعلیٰ تک رسول اللہ کی رسائی دکھانے کے بعد شاعر نے ایک مناجات پر مثنوی کو ختم کیا ہے ۔ مثنوی کے آغاز میں منظر نگاری ملاحظہ ہو :

بیضاوی صبح کا سماں ہے — تفسیر کتاب آسماں ہے
ہے خاتمہ شب دل افروز — دیباچہ نگار نسخۂ روز
آثار سحر ہوئے نمایاں — سیپارہ لئے ہوئے ہے دوراں
واللیل کو ختم کر چکا ہے — آمادہ دور والضحیٰ ہے
عنوان فلک ہے در منثور — لوح زریں ہے سورۂ نور
اطراف بیاض مطلع صاف — والفجر کے حاشیہ پہ کشاف

محسن کاکوروی کے فن کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے موضوع کی مناسبت سے الفاظ کا انتخاب کیا ہے ۔ یہ ان کے فن کا اعجاز ہے کہ انہوں نے بلیغ استعارات اور پاکیزہ تشبیہات کے باعث شروع سے آخر تک مثنوی کی فضا میں طہارت و تقدس کا عنصر برقرار رکھا ہے

---

۱ : لکھنؤ کا دبستان شاعری (ابواللیث صدیقی) ص [illegible]
۲ : اردو میں نعتیہ شاعری (رفیع الدین اشفاق) ص ۳۲۰ – ۳۲۱

تلمیحات کی ندرت وکثرت ان کی مثنوی میں بھی قصیدہ کی شان پیدا کردی ہے - ان کا طرز اظہار بظاہر تکلف سے عبارت نظر آتا ہے ، مگر انہوں نے جس التزام سے اسے نباہا ہے اس کے باعث اس تکلف کو ان کا فطری اسلوب ماننا پڑتا ہے - اس مثنوی میں نعت کے چند شعر دیکھئے ۔

| | |
|---|---|
| پیدا ہوئے سرور دو عالم | پیدا ہوئے فخر نوح و آدم |
| محبوب خدا ، نبی مرسل | صبح دو بین روز اوّل |
| شاہنشہ انبیا محمدؐ | تاج سر اصفیا محمدؐ |
| پیدا ہوئے حضرت پیمبر | صبح قدرت کے سعد اکبر |
| خورشید سپہر دین محمد | نور عین الیقین محمدؐ |
| پیدا ہوئے قبلۂ طریقت | پیدا ہوئے کعبۂ حقیقت |
| مقصود ازل اجل و اعلیٰ | منظور حضور حق تعالیٰ |
| سلطان فلک حشم محمدؐ | مہر عرب و عجم محمدؐ |

- - - -

محسن کاکوروی کی دوسری مثنوی 'چراغ کعبہ' بھی گلزار نسیم کی بحر میں ہے - یہ مثنوی ۱۳۰۱ھ میں لکھی گئی - اس مثنوی میں واقعہ 'معراج' کو نظم کیا گیا ہے - چونکہ یہ واقعہ رات سے متعلق ہے لہٰذا اسی مناسبت سے محسن نے 'چراغ کعبہ' کے آغاز میں رات کے پُر اسرار سکون وسکوت کا نقشہ کھینچا ہے - مثنوی کی یہ تمہید یا پس منظر نہایت شاعرانہ ہے اور قارئین کو آغاز واقعہ ہی میں ایک پاکیزہ فضا میں لے جاتا ہے - اس کے بعد گریز ، مدح جبریل ، صفت براق اور مسجد اقصیٰ کے عنوانات ہیں اس کے بعد ہفت افلاک کی سیر ہے - جس کو فتوحات مکّہ کے طرز پر پیش کیا گیا ہے - نظریۂ قدیم کے بموجب فلک اوّل پر چاند ، فلک دوم پر عطارد ( منشی فلک ) فلک سوم پر زہرہ ( سعد اصغر ) فلک چہارم پر سورج ( شاہ فلک ) ، فلک پنجم پر مریخ ( بہرام ) فلک ششم پر مشتری ( سعد اکبر ) اور فلک ہفتم پر زحل ( ہندوئے فلک ) واقع ہیں - لہٰذا ہر فلک کی سیر پر ایسا شعر موجود ہے ، جس میں اس ستارہ کا ذکر کیا گیا ہے ، جس کا اس فلک سے تعلق ہے ۔

پھر جنت و دوزخ کی سیر ہے - آخر میں عرش وکرسی اور مقام اعلیٰ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی دکھانے کے بعد شاعر نے ایک مناجات پر مثنوی کو ختم کیا ہے ۔

'چراغ کعبہ' میں بھی زبان وبیان کی صناعی ، آرائش اور مضمون آفرینی کے عمدہ نمونے ملتے ہیں - آغاز مثنوی کا یہ قصّہ دیکھئے - شب معراج کی مناسبت سے کس خوبی سے نئے مضامین پیدا کئے ہیں ۔

| | |
|---|---|
| بھیگی ہوئی رات آبرو سے | داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے |
| اوڑھے ہوئے نیلی گل اندام | شبنم کی ردا بقصد احرام |
| گویا کہ نہا کے آئی فی الحال | جھک جھک کے نچڑتی ہوئی بال |
| کیا سعی صفا سے رنگ فق ہے | سر سے پا تک عرق عرق ہے |
| نامحرموں سے چھپائے چہرہ | پردیں کو بنائے منہ کا سہرا |

---

کلیات محسن ( محسن کاکوروی ) ص

آنا کھلتا ہوا نہ جانا ، انداز خرام صوفیانہ

ستانے کا دم انہیں دمبدم الفاس ہوا رفیق و محرم

خوشبو وہ کہ ہار یاسمن کے لپٹے ہوئے بالوں میں دلہن کے

یا تازہ بسی ہوئی ختن کی کلیاں یوسف کے پیرہن کی

ناخن کی جگہ ہلال کی مد دفتر سے طلوع کے ندارد

گرتے ہوئے ٹوٹ کر ستارے ہیں رمی جمار کے اشارے ۱

محسن کے یہ اشعار اس صنعت گری کا عمدہ نمونہ ہیں ، جو ان کے عہد میں لکھنوی دبستان شاعری کی سب سے بڑی نمایاں خصوصیت خیال کی جاتی ہے ۔ مگر محسن کے یہاں صنعتوں کے استعمال میں بھی ان کا رنگ انفرادیت نمایاں ہے ۔ انہوں نے لکھنوی شاعری کی عام روش کے مطابق صنعت گری اور رعایت لفظی کو نہ تو فی نفسہٖ مقصد شعر سمجھا ہے اور نہ ہی اسے مبالغہ و اغراق کے لئے استعمال کیا ہے ۔ ایک تو ان کا موضوع ہی ایسا عظیم ہے کہ جہاں بڑے سے بڑا مبالغہ ، حقیقت اور صنعت گری کوتاہی فن اور اظہار عجز کے ذیل میں آتی ہے ۔ دوسرے ان کی محبت رسول اور شغف نعت ہے ۔ جس کے سبب محسن صنعت گری میں بھی شاعرانہ لطافتوں کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ۔ بقول ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی "ان کی رعایت بے ساختہ ، ان کی تشبیہات اور استعارات جاندار اور ان کا عام انداز شاعرانہ ہے ۔ ان تکلفات کی وجہ سے کلام میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی ۔ تلمیحات بھی ہیں اور بکثرت ہیں لیکن بندش کی چستی اور نظم کی روانی ایسی ہے کہ طبیعت اس پر رک کر نہیں رہ جاتی "۔ اس اعتبار سے ان کا کلام ایک طرف تعلیم یافتہ طبقے کے لئے جاذبیت رکھتا ہے تو دوسری طرف عوام الناس بھی اس کی خوبیوں پر سر دھنتے ہیں ۔ ۲

ان کا یہ رنگ اس مناجات میں بھی ہے جو مثنوی کے آخر میں ہے ۔

اے پرتو مہر لایزالی بے مثل مثال بے مثالی

شمع حرم خدا نمائی ، قندیل حریم کبریائی

جس طرح ملا تو اپنے رب سے انداز سے شوق سے ادب سے

یوں ہی ترے عاصیان مہجور اک دن ہوں تری لقا سے مسرور

صدقے میں ترے یہ آرزو ہے دم میں وہ آخرت کریں طے

ہو حشر کا دن خوشی کی تمہید جس طرح سے صبح صادق عید

یوں سر پہ ہو مہر آتشیں خو ڈولی میں کسی کے جیسے جگنو

دشمن پہ کڑی ہو پہلی منزل میں سوؤں لحد میں ہو کے غافل

گذرے مرقعت کے سخن میں رکھی ہو یہ مثنوی کفن میں

یاں شوق خلوص و انس ہو واں میں ہوں آپ ہوں خدا ہو ۳

یہاں بھی حسن و تاثیر کا سبب وہی رعایت لفظی ہے جو لکھنوی شاعری کی عام روش یعنی بجائے قصیدے کے اپنے جذبات و احساسات کی ترسیل کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے ۔ رعایت لفظی سے زیادہ محسن نے رعایت معنوی ملحوظ رکھی ۔ اس کی

---

۱ ، ۳ : کلیات محسن (محسن کاکوروی) ص

۲ : لکھنو کا دبستان شاعری (ابو اللیث صدیقی) ص ۵۶۳

سب سے بڑی وجہ ان کی تخلیقی صلاحیت اور قوتِ ایجاد ہے ۔ جس نے لکھنوی شاعری کی تصنعات (رعایتِ لفظی، مراعاتُ النظیر اور صنائع بدائع کی بھرمار) کو فنِ شریف بنایا ۔ محمد حسن عسکری نے محسن کے شعری اسالیب کا رشتہ ان کے موضوع اور عقائد سے ملاتے ہوئے لکھا ہے کہ " رعایتِ لفظی بڑی چیز سہی لیکن محسن کی نعتیہ مثنویوں میں یہ رعایت تین دائروں میں یا تین سطحوں پر بیک وقت عمل کرتی ہے

۱ ۔ انفرادی طور سے شعر کے اندر رعایتِ لفظی اور مناسبات کا استعمال ۔

۲ ۔ پوری مثنوی میں ایک خاص مضمون کی رعایت اور اس کے مناسبات کا انتخاب ۔

۳ ۔ مناسبات سے اس طرح کے مضمون نکالنا جن سے حقیقتِ محمدی کی طرف اشارہ ہو ۔

اگر یہ رعایتِ لفظی اور مضمون آفرینی صرف الگ الگ شعروں میں ہی کام کر رہی ہوتی تو بھی ہمیں کم سے کم ان کی قوتِ ایجاد کی داد دینی پڑتی جو پارے کی طرح بیتاب رہتی ہے اور مچلتی ہوئی ایک شعر سے دوسرے شعر میں نکلتی چلی جاتی ہے ۔ لیکن یہ مسلسل اور انتھک مضمون آفرینی بجائے خود حقیقتِ محمدی کی گوناگوں کیفیتوں کا ایک استعارہ ہے جو لمحہ بہ لمحہ نئی سے نئی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے ۔ محسن کے کلام کی شگفتگی اور تازگی سدا بہار جمالِ محمدی کا گویا ایک عکس ہے ۔ محسن کا کمال اسی بات میں ہے کہ ان کا آئینۂ شعر کبھی ماند نہیں پڑتا اور ہر لحظہ یہ بدلتے ہوئے عکس قبول کرتا رہتا ہے ۔ ان کی قوتِ ایجاد صرف شعروں ہی میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ مناسبات کو شعر میں ، شعر کو مثنوی کے نقش میں اور اس نقش کو اپنے مستقل موضوع میں پیوست اور منضبط کرتی ہے ۔ تنظیم کا یہ عمل کسی معمولی درجے کے تخیل کے بس کا روگ نہیں ۔ اس کے لئے تعمیری صلاحیت درکار ہے ۔

تلمیحات کا استعمال محسن کی صنعت گری کی دوسری خصوصیت ہے ۔ جس کے نمونے ان کے ہاں جا بجا ملتے ہیں ۔ انہوں نے اپنے کلام کو تلمیحات سے مزین کر کے نہ صرف یہ کہ اسے علمی وقار اور شکوہ عطا کیا ہے بلکہ ان سے نفسِ مضمون کی ترسیل کا کام لیا ہے ۔ قرآن و احادیث کے حوالوں کی کثرت کے باوجود ان پر صنعت گری کا گمان نہیں گزرتا اور وہ ترسیلِ مضمون میں حارج نہیں ہوتے بلکہ اسلوب کو بلیغ اور وقیع بناتے ہیں ۔ مختلف جگہوں سے یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

محبوبِ خدا و انس و جاں کا — مقصود رموزِ کن فکاں کا

منظورِ اشارۂ ' فکبّر ' — قائم بہ مقام ' قم فانذر '

مٹتا داغِ فراقِ ' لن ترانی ' — مسرور جمال ' من رآنی '

آنکھوں کی تلاش جلوۂ رب — کانوں میں صدائے ' نحن اقرب '

ہے نامِ خدا سوادِ تحریر — ' والّیل اذا سجیٰ ' کی تفسیر

' آیا سوئے بزم ' لی مع اللہ ' — آئینے میں جیسے پرتوِ ماہ

' پتلی میں جماؔ جمالِ دل خواہ — جس طرح چنے پہ ' قل ہو اللہ '

مذکورۂ بالا شعروں کی طرح ان کے پورے کلام میں تلمیحات قرآن و احادیث ہی سے ماخوذ ہیں ۔ اسی طرح علوم و فنون کی مختلف اصطلاحیں اور اسلامی تاریخ و روایات کے پرتو ان کے اسلوبِ شعر میں رچے بسے دکھائی دیتے ہیں ۔

صبحِ تجلّی اور چراغِ کعبہ کا حسن اور تاثیر انہی محاسن کے باعث ہیں ۔ جو لکھنوی شاعری کا طرۂ امتیاز تھیں

---

ستارہ یا بادبان ( محمد حسن عسکری ) ص ۳۲۱

انہیں محسن کے انداز میں کسی نے نعت گوئی جیسے پاکیزہ موضوع کے لئے استعمال نہیں کیا تھا۔ محسن کے ہاں رعایت لفظی، تلمیحات، تشبیہات، استعارات، مراعات النظیر، حسن تعلیل اور دوسرے صنائع بدائع اس فطری انداز میں ملتے ہیں کہ ان پر تصنع اور آورد کا گمان نہیں گزرتا۔ محسن کے اسلوب میں یہ تمام اجزائے ترکیبی یوں گندھے ہوئے ہیں کہ انہیں موضوع سے کسی طور الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے ہاں تشبیہات و استعارات اور حسن تعلیل وغیرہ کی مثالیں الگ الگ دینے کی ضرورت نہیں۔ ان کے مذکورہ بالا اشعار میں ان تمام محاسن شعری کے نمونے موجود ہیں۔ نعتیہ مثنویوں کی تاریخ میں محسن کی یہ مثنویاں اپنے اسلوب کی انفرادیت کے سبب ممتاز اور سرفہرست ہیں۔ لکھنوی شاعری کے محاسن کا سب سے منفرد اور مبارک استعمال انہیں مثنویوں میں ہوا ہے۔

محسن کے نعتیہ قصائد میں سرفہرست وہ لامیہ قصیدہ ہے جس کا عنوان 'مدیح خیر المرسلین' ہے اور جس کا مطلع ہے:

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

یہ قصیدہ محسن نے سن ۱۲۹۳ھ میں (یعنی دونوں مثنویوں 'صبح تجلی' ۱۲۸۹ھ اور 'چراغ کعبہ' ۱۳۰۱ھ کے درمیانی عرصے میں) لکھا۔ یہ ایک جداگانہ اسلوب کا نمائندہ ہے۔ اس کی فضا ہندی عناصر سے تیار کی گئی ہے۔ محسن نے نعت کے موضوع کے لئے ہندو مذہب اساطیر کی علامتیں استعمال کی ہیں اور الفاظ و تراکیب کی مدد سے نہ صرف مقامی ماحول کو پیش کیا ہے بلکہ ہندوانہ رسم و رواج اور ہندوانہ مذہب و تہذیب سے خاص روایات، تقریبات اور تلمیحات کی کثرت سے اس نعتیہ قصیدے کی فضا کو 'مناسباتِ کفر' کے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ اس کی تشبیب کے کچھ شعر درج ذیل ہیں:

گھر میں اشنان کریں سرو قدانِ گوکل — جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن سے ابھی — کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی — ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل
دیکھئے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن — سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بے کل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں — تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کے میلا تھا ہنڈولے کا بھی گرداب بلا — نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رتھ نہ بہل
ڈوبے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے — نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل [۱]

محسن کی یہ تشبیب اگرچہ بہاریہ ہے۔ لیکن اس کا انداز اور مضامین پر ہندوستانی تہذیب و معاشرت کے گہرے اثرات ہیں۔ نعتیہ قصائد کی تاریخ میں یہ قصیدہ اس اعتبار سے نہ صرف مختلف مگر منفرد اور 'اپنے نوع کی خاص ہی چیز ہے'۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری "یہ تشبیب نعتیہ قصائد کی تاریخ میں بالکل اچھوتی تھی۔ آنحضرت کی سیرت و سنت کے بیان میں ہندوستانی تہذیب اور تہذیبی اصطلاحات کا سہارا اس سے پہلے کسی نے نہیں لیا تھا۔ عام طور پر قصیدے کی تشبیب انہی بندھے ٹکے الفاظ و اصطلاحات و تشبیہات میں کہی جاتی جو عربی اور فارسی شعراء کے ذریعے اردو میں مروج و مستعمل تھے۔ اس لئے محسن کاکوروی نے قصیدے کی تشبیب میں جس مقامی رنگ سے کام لیا تھا، اسے بعض معترض حلقوں میں ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا اور طرح طرح کے اعتراض اٹھائے گئے۔" [۲]

---

۱: کلیات محسن (محسن کاکوروی) ص ۱۵۹ — ۱۶۱

۲: اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) ص ۹۰

اسی ضمن میں انہوں نے امیر مینائی کے اس دفاع کا حوالہ بھی دیا ہے، جس میں انہوں نے معترضین کے جواب میں حضرت کعب زبیر کے مشہور قصیدہ 'بانت سعاد' سے نعتیہ قصیدے میں غیر مشروع تشبیب کا جواز پیش کیا ہے۔
امیر مینائی کہتے ہیں "بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ قصیدہ نعت میں متھرا، گوکل و کنہیا، کا ذکر بے محل ہے۔ لہٰذا دفع دخل کیا جاتا ہے کہ نعت میں تشبیب کے معنی ہیں ذکر ایامِ شباب کرنا اور اصطلاح شعر میں مضامین عشقیہ کا بیان کرنا اساتذہ نے تخصیص مضامین عاشقانہ کی قید بھی نہیں رکھی۔ کوئی شکایتِ زمانہ کرتا ہے کوئی متفرق مضامین کی غزل لکھتا ہے۔ کوئی غزل میں اسی طرح کا خاص تلازم ملحوظ رکھتا ہے۔ الغرض متبعان کلام اساتذہ حقیقت شناسان تشبیب و قصیدہ پر پوشیدہ نہیں کہ مضامین تشبیب کے محصور نہیں ہیں اور نہ کچھ مناسبت کی قید ہے کہ حمد و نعت و منقبت میں قصیدہ ہو تو تشبیب میں بھی اس کی رعایت رہے۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی نے منقبت میں قصیدہ لکھا جس کا مطلع ہے

صبحے کہ در ہوائے پرستاریٔ وثن
جنبد کلید بتکدہ در دستِ برہمن

اور اس قصیدے کی تشبیب میں بھی ایسے ہی مضامین لکھے ہیں۔ عمدہ تر سند اس کے جواز کی یہ ہے کہ حضرت سرورِ کائنات خواجہ ہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قصیدہ 'بانت سعاد' جس کی تشبیب بھی مشروع نہیں ہے، پڑھا گیا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے اس کی تحسین فرمائی"۔ [1]

محسن کاکوروی کو بھی اس امر کا پورا پورا احساس تھا کہ وہ نعت کے قصیدے کا آغاز ہندوانہ تشبیب سے کر رہے ہیں اور نعت کے حوالے سے قارئین کی ایک جماعت کو اس پر اعتراض ہوگا کہ نعتِ رسول میں مناسبات کفر کا استعمال غیر مشروع ہے یہی وجہ ہے کہ قصیدے میں آگے چل کر انہوں نے خود اس اندیشے کی نشاندہی کر دی ہے۔ وہ اس تشبیب کے جواز میں کہتے ہیں۔

گر قصیدہ سے جدا ابر بہار تشبیب — فکر کے تازہ تر کرنے کو ہے مستعمل
مختلف ہوتے ہیں مضمون کہیں عشق کہیں حسن — کہیں نغمہ ہے کہیں مے کہیں پھول اور پھل
تاہم اک لطف ہے خاص اس میں جو سمجھے ناداں — کہ سخن اور سخن گو کو ہے نازش کا محل
پڑھ کے تشبیب مسلمان مع تمہید و گریز — رجعت کفر بہ ایماں کا کرے مسئلہ حل
کفر کا خاتمہ بالخیر ہوا ایماں پر — شب کا خورشید کے اشراق سے قصہ فیصل
چشم انصاف سے دیکھو تو قصیدے کی شبیہہ — نیم رخ تھی اسی رنگت سے ہوئی مستقبل
ظلمت اور اس کے مکارہ میں ہوا طول سخن — گر ایمان کی کہیے تو اسی کا تھا محل
کفر و ظلمت کو کیا کس نے کہ ہے دینِ خدا — مے و نغمہ کو لکھا کس نے کہ ہے حسن عمل
ہوا مبعوث فقط اس کو مٹانے کے لئے — سیفِ مسلول خدا، نور نبی مرسل [2]

محمد حسن عسکری نے محسن کے اس قصیدے کا تہذیبی پس منظر میں جائزہ لیا ہے۔ وہ اپنے اس سوال کہ "آخر اس نظم میں ایسی کیا بات ہے جو آج سے سو سال پہلے ہماری اجتماعی روح کی کسی پوشیدہ رگ کو چھو گئی؟" کے جواب میں اس قصیدے کی مقبولیت

کے تاریخی و تہذیبی پہلوؤں پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے جو نتائج اخذ کرتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں -

"(اس) قصیدہ میں اجتماع ضدین کی وہ تمام قسمیں موجود ہیں جو محسن کی شاعری کی بنیاد ہیں ---- عالم طبعی کو جس کیف کے ساتھ محسن نے یہاں قبول کیا ہے، اس کا تو نشان بھی ان کی کسی اور نظم میں نہیں تھا۔ فطرت اور انسان، اس طرح ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے ہیں، انسانی عوامل کا بیان فطرت کی اصطلاح میں ہوا ہے۔ اور فطرت کا بیان انسانی زندگی کی اصطلاح میں ------ محسن نے عناصر فطرت میں انسانی زندگی کی لہر دوڑائی ہے۔ روح فطرت کی تازگی اس طرح نچوڑی ہے انسان اور فطرت میں وہ انضباط پیدا کیا ہے کہ صرف ہند اسلامی تہذیب میں نہیں بلکہ پوری اسلامی تہذیب میں اس نظم کا ایک خاص مقام ہے ----- فطرت کے علاوہ دوسری چیز جسے محسن نے جذب کرنے اور اسلامی تصورات کے ساتھ انضباط دینے کی کوشش کی ہے، مقامی عناصر ہیں۔ خصوصاً وہ عناصر جن کا تعلق سری کرشن سے ہے۔ چونکہ سری کرشن اوتار بھی ہیں اور جسمانی محرکات سے ان کا خاص رشتہ ہے۔ اس لئے فطرت کے حسن اور مقامی عناصر کی لطافت کے ذریعے محسن ہوس و عشق اور جسم و روح کی دوئی مٹانے میں بھی کامیاب ہوئے ہیں ---------(قصیدہ میں) عربی و فارسی الفاظ اور ہندی الفاظ کا سنگم بھی معنویت سے خالی نہیں اور اضداد کے اسی امتزاج پر دلالت کرتا ہے۔ الفاظ کے ذریعے محسن نے ہند و عرب کو گلے ملا دیا ہے -

اس قصیدے میں سب سے گہرا اجتماع ضدین کفر و اسلام کا ہے۔ امیر مینائی اور خود محسن نے تشبیب کا جواز پیش کرتے ہوئے یہ شرعی حیلہ تو ضرور نکالا ہے کہ قصیدے میں نور و اسلام کو کفر پر غالب آتے دکھایا گیا ہے - ---- لیکن اس غلبۂ اسلام کا تعلق فکری عنصر سے زیادہ ہے - قصیدے کی جذباتی فضا کچھ اور کہتی ہے - ہر قصیدہ نگار کی طرح محسن نے بھی تشبیب پر مدح کی نسبت زیادہ زور دیا ہے - اور تشبیب کی ملاحت بیان آگے چل کر کم ہو گئی ہے - سری کرشن کے مناسبات جس چٹخارے کے ساتھ نظم ہوئے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ کفر کوئی ایسی چیز نہیں جس سے گھبرایا جائے - خصوصاً قصیدے کا خاتمہ

> کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
>
> سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

صاف اعلان کرتا ہے کہ اسلام نے کفر کو قبول کر لیا - اس قصیدے کی سب سے بڑی جذباتی معنویت یہی ہے - اسلام کو پورے بغیر کفر و اسلام کا امتزاج — اور یہی اس قصیدے کی مقبولیت کا راز ہے۔"[1]

اس قصیدے کے ۱۲۲ اشعار میں دو غزلیں بھی شامل ہیں - قصیدے میں غزل کی شمولیت نئی چیز نہیں مگر محسن نے یہاں جس خاص سلیقے کا التزام رکھا ہے وہ قصیدے کی روایت میں محسن کی جدتِ ادا کا پہلو لئے ہوئے ہے - عام طور پر قصیدے میں شامل غزلیں قصیدے ہی کی ردیف و قافیہ میں ہوتی ہیں، مگر محسن نے دونوں غزلوں کو قصیدے کے پہلے مصرع 'سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل' کی پیروی میں یوں لکھا ہے کہ 'بادل' کو ردیف بنایا ہے اور 'متھرا' کو قافیہ اور پوری غزلوں کے اشعار 'بادل' ردیف کے ساتھ جمنا، مہرا، کرشمہ، صدقہ، بجلی وغیرہ کے قوافی میں ہیں - یہ دونوں غزلیں قصیدے کی معنوی فضا سے اس طرح مربوط ہیں کہ اسی کا تخلیقی حصہ نظر آتی ہیں -

---

1: ستارہ یا بادبان (محمد حسن عسکری) ص ۲۹۸ — ۳۳۶

قصیدہ میں خالص نعت اور مدح رسولؐ کے اشعار کا نمونہ بھی ملاحظہ ہو۔

گل خوش رنگ رسولِ مدنی العربی — زیبِ دامانِ ابد طرۂ دستارِ ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر — نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
اوجِ رفعت کا قمر، نخلِ دو عالم کا ثمر — بحرِ وحدت کا گہر، چشمۂ کثرت کا کنول
مرجعِ روحِ امیں، زیبدہ عرشِ بریں — حامیِ دینِ متیں، ناسخِ ادیان و ملل

قصیدے کے آخر میں مناجات کے شعر دیکھئے۔

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل — میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیری خالی — نہ مرا شعر، نہ قطعہ، نہ قصیدہ نہ غزل
دین و دُنیا میں کسی کا نہ سہارا ہو مجھے — صرف تیرا ہو بھروسہ تری قوت ترا بل
ہو مرا ریشۂ اُمید وہ نخلِ سرسبز — جس کی ہر شاخ میں ہو پھول ہر اک پھول میں پھل
آرزو ہے کہ رہے دھیان ترا تادمِ مرگ — شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل
صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مداح — ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل
کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ — سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل [1]

بہ حیثیتِ مجموعی اس قصیدے کو نہ صرف محسن کے نعتیہ قصائد بلکہ اردو قصائد نعت کی تاریخ میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس قصیدے کی اس سے بڑی خوبی کیا ہوگی کہ اگر اُردو کے نعتیہ قصائد میں مقبولیت و شہرت اور فنی محاسن کے اعتبار سے صرف ایک قصیدہ منتخب کیا جائے تو بلاخوفِ تردید محسن کے اسی لامیہ قصیدے کا نام ذہن میں آتا ہے۔ اس قصیدے کی شہرت کا محسن کے نعتیہ کلام پر ایک اثر یہ بھی پڑا کہ اس کے مقابلے میں ان کے دُوسرے قصیدے 'گلدستۂ رحمت'، 'آبیاتِ نعت'، 'نظمِ دل افروز' اور 'انیسِ آخرت' اپنی فنی خوبیوں کے باوصف مشہور نہ ہو سکے۔ ان قصیدوں کے مطلعے درجِ ذیل ہیں۔

- پھر بہار آئی کہ ہونے لگا صحرا گلشن — غنچہ ہے نام خدا، نافۂ آہوئے ختن
- مٹایا لوحِ دل سے نقشِ ناموسِ اب وجد کا — دبستانِ محمدؐ میں سبق تھا مجھ کو ابجد کا
- ہے منزل اک مہ کنعاں کی قعر [illegible] میں — یہ مہمانِ عزیز اترا ہے کس اُجڑے ہوئے گھر میں
- ازل سے عشقِ حسنِ بے نشاں کے روئے تاباں کا — لئے صد فتنۂ محشر ہوا مہماں دل و جاں کا

پہلا قصیدہ محسن نے سولہ سال کی عمر میں کہا۔ ۵۱ اشعار کے اس قصیدے کی تشبیب بہاریہ ہے۔ اور اس پر لکھنوی اسالیبِ شعر خصوصاً سراپا نگاری کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس میں محسن نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ ظاہری (کاکل و ابرو اور زلف و دندان و عارض وغیرہ) کی مدح کی ہے۔ دوسرا قصیدہ شہیدی کے مشہور قصیدۂ نعت کی تقلید میں ہے۔ شہیدی کے قصیدے کی زمین میں بہت سے شاعروں نے قصیدے لکھے (اور نعتیں بھی کہیں) مگر محسن کا قصیدہ مضمون آفرینی کے سبب زیادہ مقبول ہُوا۔

---

١۔ کلیاتِ محسن، ص ١٨٥

مثنویات و قصائد کے علاوہ محسن نے رباعی کو بھی فنِ نعت کے لئے برتا اور اس خوش اسلوبی سے برتا کہ ان کی رباعیوں کے لب و لہجہ پر انیس و دبیر کا گمان ہوتا ہے۔

مولا کی نوازشیں نہاں کھلتی ہے ۔۔۔ عزت مری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے
بندہ کو نگاہِ مولا بس ہے ۔۔۔ حضرت کا مرے لئے وسیلہ بس ہے
کہہ دو کہ ملک گوش بر آواز ہیں ۔۔۔ مداحِ پیمبر کی زباں کھلتی ہے
ہیں مشتِ غبار ہوں سہارا مجھ کو ۔۔۔ دامانِ رسولِ مصطفیٰ کا بس ہے

محسن کی غزلوں میں نعت گوئی کے نمونے کے لئے درج ذیل اشعار دیکھئے۔

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لئے ۔۔۔ زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے
ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعتیں محسن ۔۔۔ کلامِ نعتیہ رکھا مری زباں کے لئے
محسن کی التجا ہے فنا فی الرسول ہو ۔۔۔ اے بحرِ فیض لے خبر اپنے حباب کی [1]

سراپائے مبارک میں ان کا ایک مسدس بھی ان کی قوتِ شاعری کا بے مثل نمونہ ہے۔

بحیثیت مجموعی محسن کاکوروی نے اردو نعت کو فنی معیار سے ہمکنار کیا۔ اردو نعت کی وہ روایت جس کے ابتدائی نمونے جنوبی ہند کے شاعروں کی تصنیفات میں ملتے ہیں اپنے ارتقائی و تشکیلی دور سے گزرتی ہوئی، محسن کے شغف و وابستگیِ نعت قادرالکلامی اور اعلیٰ تخلیقی صلاحیتوں کے سبب ایک مستقل فن کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ انہوں نے نعت کو وہ انفرادیت دی جو اس سے پہلے حاصل نہ تھی۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری "اردو شاعری کو بلند سطح تک پہنچانے میں جتنا ہاتھ ان کا ہے کسی اور کا نہیں"[1] یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر نعت کو محسن جیسا شاعر نہ ملتا تو یہ فن اور بہت عرصے تک تشنۂ تکمیل ہی رہتا۔ محسن نے جس شائستگی اور خوش سلیقگی سے لکھنوی دبستانِ شاعری کے عناصرِ فنی (تشبیہات و استعارات، تراکیب و حسنِ تعلیل، تلمیحات، سراپا نگاری، زبان و بیان کی نفاستیں، مضمون آفرینی اور رعایتِ لفظی وغیرہ) کو نعت کے موضوع میں برتا۔ اس سبب ان کا کلام نہ صرف تاریخِ نعت بلکہ تاریخِ شعر و ادب میں بھی اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ ان عناصرِ فنی (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جن کی مثالیں گذشتہ صفحات میں دی گئی ہیں، محسن کے نمونۂ کلام میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہیں) کے علاوہ محسن نے اردو نعت کو علمی وقار عطا کیا۔ قرآن و احادیث اور علوم و فنون کے مختلف حوالوں[2] کے سبب ان کی نعت گوئی بلیغ اور وقیع ہے۔ اس کے ساتھ ہندی عناصر کی دلآویزی، کیف اور شعریت نے ان کی شاعری میں حسن اور تاثیر پیدا کی اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اپنی نعت کو شریعت کی حدود میں رکھا اور مضمون آفرینی اور تخیل کی رنگ آمیزی کو احادیث و قرآن کے دائرے سے باہر نہیں جانے دیا۔ یوں ان کی نعت افراط اور ناہمواری کا شکار نہیں ہوئی۔

---

۱: کلیاتِ محسن (متفرق صفحات)
۲: اس موضوع پر (حیدرآباد یونیورسٹی سندھ) سے درج ذیل عنوانات کے تحت ایم اے کے تین مقالات بھی لکھے گئے
(۱) محسن کے کلام پر قرآن و حدیث کے اثرات (۲) چراغِ کعبہ — حواشی و تعلیقات
(۳) صبحِ تجلی — حواشی و تعلیقات، بحوالہ 'صریرِ خامہ' نعت نمبر ص ۱۳۷

## شمالی ہند کی نعت گوئی کا جائزہ :-

شمالی ہند میں نعت کے اوّلین نمونوں اور صوفیائے کرام کی نعتوں کے بعد میرؔ و مرزا کے دور سے لے کر میر و محسن تک پہنچتے پہنچتے اردو نعت کئی مرحلوں سے گزری اور اس نے تقلید سے لے کر تشکیل و تکمیلِ فن تک اپنے ارتقاء کی کئی منزلیں سر کیں۔ ہم گزشتہ اوراق میں ان مختلف ادوار و مراحل کی خصوصیات کا جائزہ لے آئے ہیں۔ جب ہم بحیثیت مجموعی اس پورے دور کا سرسری جائزہ لیتے ہیں تو درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ شمالی ہندوستان میں قدما کے دور میں نعت گوئی کا ذوق کم پایا جاتا ہے۔ سوائے سوداؔ کے دوسرے شاعروں کے نعتیہ نمونے ادبی لحاظ سے قابلِ ذکر نہیں۔ دہلوی دبستان کے شاعروں میں سوداؔ کے بعد نعت کے نمونے محسن کے ہاں ملتے ہیں۔[1]

۲۔ نعت نے ہر دور میں معاصر سیاسی و مذہبی اور ادبی و ثقافتی میلانات کے اثرات قبول کئے ہیں۔ شاعری کے دہلوی اور لکھنوی دبستان کے لب و لہجہ اور دیگر خصائص زبان و بیان کے ساتھ وہاں کی تہذیب و معاشرت نے بھی نعت کے فکر و فن کو متاثر کیا۔ مثلاً دہلوی دبستان کے شاعروں میں نعت کا ایک اسلوب میرحسن کے ہاں پرورش پا رہا تھا، جس کا نمونہ مثنوی سحرالبیان میں ملتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دلّی کی بساط لٹ جانے کے بعد لکھنؤ میں ایک نیا دربار پوری شان و شوکت سے آراستہ ہو رہا تھا۔ میرحسن جب نعت لکھنے بیٹھے تو یہ دربار اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ ان کے سامنے موجود تھا۔ چنانچہ انہوں نے شاہِ شہنشاہاں کی مدح لکھی تو تمام تشبیہیں اور استعارے اسی دربار سے مستعار لئے

گردوں اس کے رتبہ کا کیا میں بیاں　　کھڑے ہیں جہاں باندھے صف مرسلاں
مسیح اس کے خرگاہ کا پارہ دوز　　تجلّی طور اس کی مشعل فروز
خلیل اس کے گلزار کا باغباں　　سلیماں سے کئی مہردار اس کے ہاں
خضر اس کے سرکار کا آب دار　　زرہ ساز داؤد سے واں ہزار[1]

اسی طرح لکھنؤ کے معاشرے میں تخلیق ہونے والی نعتوں پر وہاں کی معاشرت کے اثرات ملتے ہیں۔ لکھنؤ میں شیعیت کا دور دورہ تھا۔ لکھنوی شیعہ شعرا کے ہاں نعتوں میں منقبت اہلِ بیت کے مضامین بھی مل جاتے ہیں۔ میرانیس کے نعتیہ مسدس کے یہ بند دیکھئے۔

پہلے کیا جس چیز کو اللہ نے پیدا　　لکھا ہے کہ وہ نور جنابِ نبوی تھا
دس سو برس میں اس دن سے وہ نور شہ والا　　استادہ رہا روبروئے خالقِ یکتا
گہ حمد و ثنا گہ صفت قدرت حق تھی
اس نور پہ ہر دم نظر رحمت حق تھی

اس نور کو دو حصے کیا حق نے برابر　　اور پھر کئے دو حصّے کے دو حصے مکرّر
دو ٹکڑوں سے مخلوق ہوئے احمد و حیدر　　پیدا ہوئے دو حصّوں سے سبطین پیمبر
زہرا کو پھر اس نور سے تنہا کیا پیدا
یوں پنجتن پاک کا نقشہ کیا پیدا[2]

---

۱: مثنوی سحرالبیان، میرحسن، ص ۲۲۹　　۲: انتخاب میرانیس، ص ۴۲

عت میں شیعہ خیالات وعقائد کا یہ وہی عکس ہے جس کی جھلک ہم دکن کی شیعہ ریاستوں کے شاعروں کی نعت میں دیکھ
ئے ہیں ۔ اس کے برعکس سنّی عقائد رکھنے والے شاعروں کے ہاں نعت میں مدحِ اہلِ بیت کے ساتھ تمام خلفائے راشدہ
کی منقبت ملتی ہے ۔ نیز اس منقبت میں تفضیلِ علیؓ کا وہ رنگ نہیں ہے جو میر انیسؔ کے نمونہ نعت میں
جھلکتا ہے ۔ نمونے کے لئے کافیؔ کے یہ شعر دیکھئے ۔

مرتضےٰ شیرِ خدا اور جناب حسنین — شان سے انؓ کی نمودار ہے سبحان اللہ
صدرِ ایوان خلافت میں وزیرِ اعظم — یارِ غار شہِ ابرار ہے سبحان اللہ
اور میدانِ فتوحات میں جنابِ فاروق — عادل و جاہد کفّار ہے سبحان اللہ
اور عثمان غنی بحرِ سخا ذی النورین ، — کیا حیامند حیادار ہے سبحان اللہ
سورہ دہر سے ثابت ہے مناقب جس کا — وہ علی حیدر کرار ہے سبحان اللہ [1]

غزل کی معروف زمینوں میں معمولی تصرفات دیکھئے ۔ مرزا غالب کی زمین میں قوافی کی تبدیلی سے امیر مینائی نے
درج ذیل نعت کہی :

جنّت ہے درِ خسروِ ذیشاں مرے آگے — کیہ دو کہ نہ لے دون کی رضواں مرے آگے

۴ ۔ اُردو نعت کا موثر اظہار غزل کی ہیئت میں ہُوا بلکہ ایک لحاظ سے اُردو نعت کی فنی تشکیل ہی اس وقت ہوئی
جب غزل میں نعت گوئی کا رواج ہوا ۔ لکھنو میں غزل کو وہی اہمیت حاصل تھی جو دکن میں اُردو شاعری کے آغاز کے
وقت مثنوی کو حاصل تھی ۔ لکھنو والوں نے اپنے دبستان شاعری کو ممتاز کرنے کے لئے غزل کو آلۂ اظہار بنایا اور ساری
صلاحیتیں اس کے بنانے اور سنوارنے ہی صرف کر دیں ۔ لکھنو میں غزل کی مقبولیت اور گرم بازاری کے سبب دوسری اصناف
دبی رہیں ۔ لکھنوی دبستان شاعری کے زیرِ اثر تخلیق ہونے والی نعت کا بڑا حصّہ بھی غزل کی صورت میں ہے ۔ (محسنؔ کی
صبح تجلی اور چراغ کعبہ کے علاوہ اس دور کی مثنویوں میں نعت کا کوئی قابلِ ذکر نمونہ نہیں ملتا ۔ یہی حال قصیدے کا ہے
اوّل تو اس دبستان سے متعلق شاعروں نے قصیدے لکھے ہی کم ۔ جو تھوڑے بہت قصیدے ملتے بھی ہیں ان میں نعت کے
چند قصیدے ہی نظر آتے ہیں ۔ مقبولیت حاصل کرنے والوں میں غالباً محسنؔ کاکوروی کا

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

---------------- الخ واحد قصیدہ ہے ) اس عہد کی غزل گوئی
نے نعت کے مزاج پر بھی اثرات ڈالے ۔ نعتیہ دیوانوں میں اس دور کی غزل کے مقبول و پسندیدہ اسلوب
جھلکتے ہیں ۔ سنگلاخ زمینوں میں غزل کہنے کی طرح نعت گوئی بھی ہونے لگی ۔ اسی طرح کسی مشہور شاعر نے جو روش
اختیار کی یا زمین نکالی اسی میں نعتیں کہنے کا بھی رواج ہوا نیز وہ رعایت لفظی اور صنائع بدائع جو غزل کے علاوہ اس
معاشرت و ادب میں عام تھے ، نعتوں میں بھی استعمال ہونے لگے ۔ خارجیت ، سراپا نگاری ، اسلوب کی نمائش اور محاورے
کا استعمال ، جو شاعری کی عام روش تھا اس کا اظہار نعت میں بھی فراوانی کی صورت میں ہوا ۔ اگلے صفحے پر چند نعتیہ اشعار

---

۱ : دیوانِ کافیؔ (کافیؔ مراد آبادی) ص ۴۲

دیکھئے، جن میں لکھنوی غزل کی سنگلاخ زمینیں اور مشکل قوافی نیز دیگر خصائص بھی نمایاں ہیں:

- حنا سے ہے یہ تری سُرخ اے نگار انگشت ۔ کہ ہو نہ پنجۂ مرجاں کی زینہار انگشت (مصحفی)
- نبی کی ذات ہے کیا مظہرِ صلاح و فلاح ۔ محیطِ فیض اتم مصدرِ صلاح و فلاح (کافی)
- کر چکا دل خنجرِ ہجرِ پیمبر پاش پاش ۔ آستاں پر ان کے اب چل کر کریں سر پاش پاش (لطف)
- رحمتِ عالم سے ہے ایوان جنت کا رسوخ ۔ باعث خیرالوریٰ کی ہے شفاعت کا رسوخ (کافی)
- کی شہادت کی نبیؐ نے نان نعمت نصف نصف ۔ ہو گئی دونوں نواسوں کو عنایت نصف نصف (امیر)
- ہے یہ روشن شجرِ روضۂ پُرنور کی شاخ ۔ جس کے آگے ہے خجل نخل سرِ طور کی شاخ (امیر)

لمبی ردیفیں بھی جو لکھنوی غزل گوئی کی خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں، نعتوں میں نظر آتی ہیں۔

- دلِ دردمند کی داستاں نہ کہوں جو تم سے تو کیا کہوں ۔ تمہیں غم زدوں کے ہو قدرداں نہ کہوں جو تم سے تو کیا کہوں (امیر مینائی)
- مدح خواں ہوں میں جو آواز نہیں ہے تو نہ ہو ۔ سوز حاصل ہے مجھے ساز نہیں ہے تو نہ ہو (امیر مینائی)
- آج فخرِ انبیا صلی علیٰ پیدا ہوئے ۔ شافعِ روزِ جزا صلی علیٰ پیدا ہوئے
- ہوئے تولد حبیبِ رحماں خدا کا ان پر درود دائم ۔ کہیں بہم ہو کے جن و انساں خدا کا ان پر درود دائم (کافی)

اسی طرح دو غزلوں سہ غزلوں کی طرح نعتیہ دیوانوں میں ایک ہی زمین میں دو دو تین تین نعتیں نظر آتی ہیں۔ اس دقت پسندی اور سنگلاخ زمینوں میں سخن ترازی کی ندرت دکھانے کے علاوہ اس دبستانِ نعت میں لکھنوی اور دوسری شعری خصوصیات، رعایت لفظی، صنائع بدائع، خارجیت اور سراپا نگاری کے نمونے بکثرت ملتے ہیں جن کا گذشتہ اوراق میں مختلف شاعروں کی نعت کے ذیل میں جائزہ لیا جا چکا ہے۔

اور تو اور اسی معاشرت کی مقبول شعری روش "ریختی" میں بھی نعت گوئی کا نمونہ مل جاتا ہے۔ قدسی کی غزل پر جان صاحب کی تضمین کا انداز دیکھئے۔

لونڈی سو جان سے قربان گئی تم پہ نبیؐ ۔ اچھے محشر میں بھلا دیکھو مری تشنہ لبی
تو ہے بندی کا سہارا دیم حاجت طلبی ۔ مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
مر دوئے چار کریں جو روہیں لے نیک صفات ۔ حکم ہے شرع کا باری سے رہیں ایک اک رات
ایک تو پاس رہے تین کی پوچھیں نہ وہ بات ۔ ما بہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد میگزرد تشنہ لبی [1]

شمالی ہند میں تضمین کی صورت میں بھی نعت کا ایک بڑا حصہ تخلیق ہوا۔ اردو شاعروں نے ایسی غزلوں کے علاوہ جن نعتوں کی تضمینیں لکھیں ان میں

- اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آزری (امیر خسرو)
- بلغ العلیٰ بکمالہٖ (شیخ سعدی)
- بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (شاہ عبدالعزیز)

---

1. حوالہ ص ۳۱۸ تاریخ ریختی معہ دیوان جان صاحب مرتبہ مولوی سید محمد مبین مطبع انوار احمد الہ آباد

دیکھئے، جن میں لکھنوی غزل کی سنگلاخ زمینیں اور مشکل قوافی نیز دیگر خصائص بھی نمایاں ہیں:

؎ حنا سے ہے یہ تری سُرخ اے نگارانگشت — کہ ہو نہ پنجۂ مرجاں کی زینہار انگشت (مصحفی)

؎ نبی کی ذات ہے کیا مظہرِ صلاح و فلاح — محیطِ فیض اتم مصدرِ صلاح و فلاح (کافی)

؎ کرچکا دل خنجرِ ہجرِ پیمبر پاش پاش — آستاں پر ان کے اب چل کر کریں سر پاش پاش (لطف)

؎ رحمتِ عالم سے ہے ایوان جنت کا رسوخ — باعث خیر الورا کی ہے شفاعت کا رسوخ (کافی)

؎ کی شہادت کی نبیؐ نے نان نعمت نصف نصف — ہوگئی دونوں نواسوں کو عنایت نصف نصف (امیر)

؎ ہے یہ روشن شجر روضۂ پُرنور کی شاخ — جس کے آگے ہے خجل نخل سرِ طور کی شاخ (امیر)

لمبی ردیفیں بھی جو لکھنوی غزل گوئی کی خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں، نعتوں میں نظر آتی ہیں۔

؎ دلِ دردمند کی داستاں نہ کہوں جو تم سے تو کیا کہوں — تمہیں غم زدوں کے ہو قدرداں نہ کہوں جو تم سے تو کیا کہوں (امیر مینائی)

؎ مدح خواں ہوں میں جو آواز نہیں ہے تو نہ ہو — سوز حاصل ہے مجھے ساز نہیں ہے تو نہ ہو (امیر مینائی)

؎ آج فخرِ انبیا صلّی علیٰ پیدا ہوئے — شافعِ روزِ جزا صلّی علیٰ پیدا ہوئے

؎ ہوئے تولد حبیبِ رحماں خدا کا ان پر درود دائم — کہیں بہم ہو کے جنّ و انساں خدا کا ان پر درود دائم (کافی)

اسی طرح دو غزلوں سہ غزلوں کی طرح نعتیہ دیوانوں میں ایک ہی زمین میں دو دو تین تین نعتیں نظر آتی ہیں۔ اس دقت پسندی اور سنگلاخ زمینوں میں سخن تراشی کی ندرت دکھانے کے علاوہ اس دبستان نعت میں لکھنوی اور دوسری شعری خصوصیات، رعایت لفظی، صنائع بدائع، خارجیت اور سراپا نگاری کے نمونے بکثرت ملتے ہیں جن کا گزشتہ اوراق میں مختلف شاعروں کی نعت کے ذیل میں جائزہ لیا جا چکا ہے۔

اور تو اور اسی معاشرت کی مقبول شعری روش 'ریختی' میں بھی نعت گوئی کا نمونہ مل جاتا ہے۔ قدسی کی غزل پر جان صاحب کی تضمین کا انداز دیکھئے۔

لونڈی سو جان سے قربان گئی تم پہ نبیؐ — اچھے محشر میں بجھا دیجو مری تشنہ لبی

تو ہے بندی کا سہارا دیم حاجت طلبی — مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مردوئے چار کریں جورویں لے نیک صفات — حکم ہے شرع کا باری سے رہیں ایک اک رات

ایک تو پاس رہے تین کی پوچھیں نہ وہ بات — ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات

رحم فرما کہ زحد میگزرد تشنہ لبی [1]

شمالی ہند میں تضمین کی صورت میں بھی نعت کا ایک بڑا حصّہ تخلیق ہوا۔ اردو شاعروں نے اپنی غزلوں کے علاوہ جن نعتوں کی تضمینیں لکھیں ان میں

؎ اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتان آذری (امیر خسرو)

؎ بلغ العلیٰ بکمالہ (شیخ سعدی)

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (شاہ عبدالعزیز)

---

[1] حوالہ ص ۳۱۸ تاریخ ریختی معہ دیوان جان صاحب مرتبہ مولوی سید محمد مبین مطبع انوار احمد الہ آباد

کے علاوہ جان محمد قدسی کی مشہور نعت ؎

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی　　دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

سینکڑوں تضمینیں ہوئیں جن میں زیادہ تر خمسے کی شکل میں ہیں۔ [1] جن میں غلام امام شہید، مولوی کفایت علی کافی، لطاف حسین خستہ (حالی)، مومن دہلوی، حکیم آغا جان عیش دہلوی اور بہادر شاہ ظفر جیسے معروف شاعروں کے علاوہ تیموریہ خاندان کی شاعرات شہزادی کیفی اور نواب اختر محل اختر کی اردو تضمینیں شامل ہیں۔ [2] (مرزا غالب نے بھی قدسی کی غزل پر خمسہ لکھا مگر فارسی میں ہے)

بحیثیت مجموعی اس دور نعت میں نعت کا بلحاظ مقدار و معیار اضافہ ہوا۔ نعتیہ شاعری میں رنگِ تغزل کے ساتھ مولانا کفایت علی کافی، غلام امام شہید اور دوسرے شاعروں نے اثر، خلوص اور کیف کا اضافہ کیا۔ امیر مینائی نے نعت کو حلاوت اور محسن کاکوروی نے علمی انداز، وجاہت، جدّت آفرینی اور ندرتِ فن کا کمال بخشا۔

---

۱: کالیداس گپتا رضا نے 'متعلقات غالب' میں 'غزل قدسی اور تضمین غالب' کے مضمون میں قدسی کی تضمینوں کے کئی مجموعوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں قابلِ ذکر یہ ہیں: خمسائے غزل قدسی، (مرتبہ محمد حسین خاں تحسین ۱۲۷۱ھ) حدیث قدسی (مرتبہ قاضی محمد عمر ۱۳۸۱ھ) صحیفہ قدسی حصّہ دوم حدیث قدسی (مرتبہ حاجی سید شمشیر علی ۱۳۹۳ھ) نیز غزل قدسی پر سب سے زیادہ تضمینیں بنارس کے اخبار 'جریدہ روزگار' میں چھپیں بقول گپتا رضا "چار سال ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰ کے پرچوں میں دو سو سے زائد خمسے تو میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ قیاس غالب ہے کہ خمسوں کی مجموعی تعداد پانچ سو کے قریب ہوگی۔" واضح ہو کہ یہ اخبار ۱۸۷۵ء سے نکلنا شروع ہوا اور ۱۹۰۳/۴ء تک جاری رہا۔ 'متعلقات غالب'، کالیداس گپتا رضا، ص ۱۴ — ۳۰

۲: تذکرہ شاعرات اردو (مولفہ محمد جمیل احمد) ص ۱۶۰، ۱۶۱ یہ خمسے 'حدیث قدسی' سے لئے گئے ہیں

## پانچواں باب

## عصر جدید کی نعت گوئی

(ا) تمہید

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اثرات

فریاد و استمداد کا اسلوب

(ب) جدید انداز نعت

حالی – شبلی – مولانا احمد رضا خاں بریلوی – حسن رضا بریلوی – نظم طباطبائی – علامہ اقبال – ظفر علی خاں – حفیظ جالندھری –

(ج) دیگر نعت گو

شائق – یزداں میرٹھی – ممتاز گنگوہی – حمزہ – معلی – حسرت – مظفر – جلیل مانکپوری –

(د) علماء و صوفیاء کی نعتیہ شاعری / عصر جدید کا دور آخر

(ہ) عصر جدید کی نعت گوئی کا جائزہ

## تمہید

...... گذشتہ ابواب میں ہم نے جنوبی ہند اور شمالی ہند میں تخلیق ہونے والے نعتیہ کلام کا جائزہ لیا ہے جس کا
اس دور کا آغاز ہم ۱۸۵۷ء (۱۲۷۴ھ) کی جنگ آزادی سے کر رہے ہیں ۔ زبان و ادب کے ادوار کی کوئی ایسی
بندی کی حد بندی ممکن نہیں ہوتی جس میں ریاضی کی سی قطعیت موجود ہو کیونکہ بہت سے شاعر ایسے ہوتے ہیں جن کا
زمانہ دو دوروں تک پھیلا ہوتا ہے کچھ ایسے شاعر بھی ہوتے ہیں کہ اپنے سے پہلے دور کے رنگ میں شاعری کرتے
رہتے ہیں ۔ شعر و ادب کے ادوار اور دبستانوں کی ترتیب عام طور پر اکثریت کی بناء پر قائم کی جاتی ہے
تاکہ ہر دور کی خصوصیات کی روشنی میں ان کی انفرادیت کا مطالعہ کیا جا سکے ، اردو نعت کا دورِ جدید بھی
کچھ ایسا ہی پس منظر رکھتا ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امیر مینائی اور محسن کاکوروی کا دورِ نعت ہنوز جاری ہے ۔ کہ مختلف
سیاسی و تہذیبی تبدیلیوں کے سبب ہندوستانی سیاست ، تمدن اور معاشرت کے ساتھ شعر و ادب کے رنگ اور
فکر و اظہار کے اسالیب میں بھی ایک نمایاں تبدیلی آئی ہے ۔ حالی کا مقدمہ شعر و شاعری[1] ایک لحاظ سے شاعری
کے بدلتے ہوئے معیاروں کا ایک اعلان نامہ تھا جس میں انہوں نے شاعری کی قوت انقلاب کی نشاندہی
کرتے ہوئے اصلیت ، جوش اور سادگی کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا ۔ حالی اور ان کے رفقاء نے پرانے
مسلمات شاعری کی کایا پلٹ دی اور اردو شاعری کے وہ تمام معیارات ، موضوعات اور فکری و فنی اقدار جو
فارسی کے زیر اثر تقریباً ڈھائی سو برس تک دہلی ، دکن ، پنجاب اور دوسرے علمی مراکز میں قائم رہی تھیں بدل گئیں ۔
۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہندوستانی مسلمانوں کی تہذیبی و مذہبی اور سیاسی و ادبی زندگی کا سب سے اہم واقعہ
تھی ۔ مسلمان مجاہد نہ صرف ۱۸۵۷ء کے زمانے میں بلکہ اس سے بہت پہلے سے مسلمانوں کو جہاد کیلئے اکساتے رہتے تھے ۔
مسلمانوں نے تعداد میں کم ہونے کے باوجود جنگ آزادی میں ہندوؤں سے زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیا نیز بے مثال
استقامت دکھلائی اور بے شمار جانی و مالی قربانیاں دی تھیں لہٰذا جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد زیادہ تر مسلمان
ہی انگریزوں کی انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنے ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو سازش و بغاوت کا نام دے کر اس کا
ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا گیا ۔ اور اس بغاوت میں ہندوؤں کی شرکت کو محض ایک عارضی لغزش سے تعبیر کیا
گیا ۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کئی برس تک انگریزوں کی حکمت عملی اس اصول پر مبنی رہی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو
زیادہ کمزور و ناکارہ اور محتاج بنا دیا جائے اور ان کے حوصلے ایسے پست کر دئے جائیں کہ وہ پھر کبھی انگریزی
حکومت کے خلاف نبرد آزما ہونے کا خیال تک دل میں نہ لا سکیں چنانچہ جنگ آزادی کے ناکام ہونے کے بعد
ہی انہوں نے مسلمانوں پر مظالم شروع کر دئے ، وحشیانہ قتل عام ، تاراجی و غارت گری ، ضبطیاں ، قرقیاں
خانہ بربادیاں اور جلا وطنیوں اور ظلم و تعدی کا ہدف صرف مسلمان ہی تھے ۔ ۱۸۵۷ء کے شاہی
معافی نامے کے باوجود مسلمانوں کیلئے شدید ابتلاء و آزمائش کا زمانہ ختم نہیں ہوا بلکہ دیر تک یونہی جاری رہا
اور پھانسیوں اور کالے پانی کی سزائیں جو بھی ان کا مقدر بنی رہیں اور ابھی ان سے نجات نہ تھی ۔

---

۱۔ یہ مقدمہ دیوانِ حالی کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں نامی پریس کانپور سے شائع ہوا ۔

... جنگِ آزادی میں مسلمانوں میں عوام کے ساتھ ساتھ علماء و شعراء کی نمایاں تعداد شامل تھی خصوصاً نعت کہنے والے شاعر نہ صرف یہ کہ اس میں پیش پیش رہے بلکہ انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں اور جام شہادت نوش کیا ۔ اردو نعت کا عہد جدید اپنی فصاحت گو شاعروں کے ذکر سے شروع ہوتا ہے ۔ مولانا لیاقت علی الہ آبادی کی مشہور نظم "جہادیہ" جنگِ آزادی کے سلسلے کی ایک اہم تاریخی دستاویز ہے ۔ مولانا انگریز کے خلاف جہاد کے پُر زور مبلغ تھے جگہ جگہ نہ صرف یہ نظم سنائی جاتی بلکہ دیواروں پر بھی چسپاں کردی جاتی ۔ لوگ وعظ کے نقطے ایسے کھڑے ہو کر پڑھتے اور "دین دین" کے نعرے لگاتے ہوئے آزادی کی راہ میں لڑنے کیلئے تیار ہو جاتے ۔ اس جہادیہ میں قرآن اور حدیث کے حوالوں کے ساتھ مسلمانوں کا لہو گرمایا گیا اس کا پہلا شعر ہے

بعد حمد خدا و نعت رسول اکرم
یہ رسالہ ہے جہادیہ کہ لکھتا ہے قلم

اس میں جہاد کی تبلیغ کیلئے آنحضرت صلعم کے ارشادات کا حوالہ دیا گیا جس سے اس میں نعتیہ عناصر شامل ہو گئے ہیں ۔

اے برادر تو حدیث نبوی سن لے
باغ فردوس ہے تلوار کے سائے کے تلے
ع دل سے اس راہ میں جب کوئی دیوے گا اگر
سات سو اس کو خدا دیوے گا روز محشر
زر بھی گر خرچ کیا اور لگائی تلوار
پھر تو دیوے گا خدا اس کے عوض سات ہزار
جو کہ حال اپنے سے غازی کو بنا دے اسباب
اس کو بھی مثل مجاہد کے خدا دے گا ثواب [2]

یہ سلسلہ اشعار آگے تک چلتا ہے اور اس میں آنحضرت کی ان احادیث مبارکہ کا بیان ہے جو جہاد سے متعلق ہیں مولانا نے جہاد میں حصہ لیا گرفتاری کے بعد برطانوی صعوبتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے ۱۷ اپریل ۱۸۶۱ء میں جزیرہ انڈیمان میں شہید ہوئے ۔ ان کے علاوہ دوسرے شعراء میں مولانا رضی الدین آتش شہید ، منشی محمد اسماعیل منیر شکوہ آبادی ، مولانا فضل الحمد اسیر دھلوی ، امیر مینائی ، مفتی سید احمد خان ، مولانا فضل حق خیرآبادی اور مولانا کفایت علی کافی وہ شعراء ہیں جنہوں نے جنگِ آزادی میں حصہ بھی لیا اور نعت رسول اکرم میں شعر بھی کہے مولانا مفتی کفایت علی کافی شہید جن کا ذکر ہم گذشتہ باب میں پیش کر آئے ہیں تحریکِ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں شہید ہوئے ۔ روایت ہے کہ جب مراد آباد میں آپ کو برسرِ عام پھانسی دی جا رہی تھی تو آپ کے ہونٹوں پر نعت کے شعر تھے ۔ اس نعت کا مطلع اور مقطع درج ذیل ہے ۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا ۔ پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک ۔ نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا [3]

---

۱۔ ماھنامہ ترجمان اہل سنت کراچی جنگِ آزادی نمبر ص ۲۱۶ - ۲۱۷
۲۔ ماھنامہ ترجمان اہل سنت کراچی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر ص ۲۱۶ - ۲۱۷
۳۔ العلم کراچی (جنگِ آزادی نمبر) جون ۱۹۵۷ء

ہی نعت میں حضور اکرمؐ کی لاثانی اور قائم و دائم سیرت اور دین کے حوالے سے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے جنگ آزادی کے دوسرے نعت گو شاعروں میں فضل حق خیرآبادی کی خاص اہمیت ہے عربی میں نعتیہ اشعار لکھے آپ بھی انڈمان میں فوت ہوئے۔ مولانا فضل احمد اسیر کا یہ شعر ان کی گرفتاری کے وقت ان کے ہونٹوں پر تھا ہ

یہ خوشی حاصل ہے ہم ہوگئے شہید ۔ جان دی ہم نے رسول اللہؐ کی آن پر

منیر شکوہ آبادی ان متوالے مجاہدین میں سے ہیں جنہوں نے فرنگیت کے خلاف زبردست محاذ قائم کیا۔ آپ مولانا فضل حق خیرآبادی کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ بھی اسیر ہو کے جزیرہ انڈمان میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے رہے انہوں نے اپنے ایام روپوشی اور زمانۂ مصائب کا دردناک احوال اپنے قصائد میں قلمبند کیا ہے۔ منیر نے نعتیہ قصائد بھی لکھے اسی طرح امیر مینائی جو معروف نعت گو ہیں بھی انگریزوں کی مخالفت میں گرفتار ہوئے آپ پر مختلف صعوبتوں کا پہاڑ ڈھایا گیا اور کمزوری و نقاہت کے بڑھنے پر آپ کو رہا کر دیا گیا مفتی سید احمد خان (م ۱۸۵۹) مرزا غالب کے شاگرد تھے مفتی سید احمد خان نے زمانۂ اسیری میں جزائر انڈمان میں آنحضرتؐ کے حضور ایک منظوم عرضداشت لکھی جس میں مصائبِ آلام و قید و بند کا اندوہناک بیان ہے اس کے چند شعر درج ذیل ہیں ہ

قسم ہے تجھے اے نسیم سحر — مری بے کسی پر ذرا رحم کر
میسر نہیں کوئی پیغام بر — مدینے میں ہووے جو تیرا گذر
تو میری طرف سے زمیں چوم کر — یہ کہنا بدرگاہ خیر البشر
نبی الوریٰ یا نبی الوریٰ — ببیں حالِ ما یا نبی الوریٰ
...... بہت مجھ پہ طوفانِ بیداد ہے — بہت تنگ تر جانِ ناشاد ہے
ستم وار گردونِ بیداد ہے — خبر لیجئے حلبہ فریاد سے
...... بندھے ہیں بندِ آہنی سے سب رشتہ ہا — رہا بند کے جند آب و غذا
نہ سننا تھا جو کچھ وہ سب کچھ سنا — نہ ہونا تھا جو کچھ وہ سب کچھ ہوا
ستم گر دیار و وطن بھی چھٹا — چھٹے سب کے سب دوست اور آشنا
...... اسیری بہت اس پہ اب شاق ہے — یہ ستیہ رہائی کا مشتاق ہے [1]

ان کی یہ عرضداشت قبول ہوئی لیکن ان کو خاک وطن نصیب نہ ہوئی رہائی کے وقت وطن آنے میں چند روز باقی تھے کہ جزیرہ انڈمان ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ سید مرحوم نے نعت میں اور کلام بھی کہا [2]
اسی طرح چند اور نعت گو شاعر بھی ہیں جنہوں نے عملی طور پر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا۔

جنگ آزادی سے قیام پاکستان تک ہندوستانی مسلمان جن سیاسی و تاریخی اور مذہبی و دینی تحریکوں سے گذرتے رہے اردو نعت ان کا بھی اثر قبول کرتی رہی۔ برصغیر سے باہر بھی ملت اسلامیہ جن مسائل اور جنگوں سے دوچار رہی ان کی جھلکیاں بھی برصغیر کی اردو نعت گوئی میں نظر آتی ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز خصوصاً پہلی جنگ عظیم کے بعد کے نعتیہ کلام میں یہ ملی شعور زیادہ نمایاں ہے۔

---

1۔ ماہنامہ ادب لطیف لاہور (غالب نمبر) جلد ۶۹ شمارہ ۱۱، ۱۲ ص ۱۸۵

2۔ ڈاکٹر ایوب قادری نے اپنے مضمون غالب کے چند شاگرد مطبوعہ ماہنامہ ادب لطیف (حوالہ ایضاً) میں

...... ۱۹۱۴ء میں ترک جنگ عظیم اول میں شریک ہو گئے ۲ نومبر ۱۹۱۴ء کو برطانیہ نے مسلمانوں کے مقامات مقدس کی حرمت برقرار رکھنے کا وعدہ کیا۔ مگر انہوں نے (۱۹۱۶) میں وعدہ شکنی کی۔ جدہ پر قبضہ کے بعد کرنل ولسن کی کمان میں انگریزی فوجیں مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوئیں، انہوں نے جبل ابو قبیس پر اپنی توپیں نصب کیں اور قلعہ جیاد پر گولہ باری شروع کی قلعہ کی ایک دیوار ٹوٹ گئی اور وہاں کی ترکی فوج شہید ہو گئی قلعہ جیاد کی فتح کے بعد محلہ معبدہ کا ترکی قلعہ محصور کر لیا گیا اور غار کی مقدس چوٹیوں پر کلدار توپیں نصب کر دی گئیں۔ ترکی قلعہ کے پیوند خاک ہونے کے بعد مجروح اور شکستہ حال ترک خانہ کعبہ میں پناہ گزیں ہوئے توپیں بیت اللہ کے اندر اور غلاف کعبہ سے متصل سب کو شہید کر دیا گیا۔ جدہ۔ مکہ مکرمہ اور طائف کی تسخیر کے بعد برطانوی فوجوں نے مدینہ منورہ میں بھی مسلمان شہید کیے۔ محاصرہ مدینہ میں گولہ باری کے موضوع پر قاضی منیر الدین ضلع اعظم گڑھ کے اشعار دیکھئے

> مجھ سے زیادہ ہے اے گنبد خضرا والے کہ ترے رحم کے شایاں تری امت نہ رہی
> للعجب دین ترا نرغۂ تثلیث میں ہے اپنی توحید کی یارب تجھے غیرت نہ رہی
> اب نہ بغداد ہے باقی نہ حجاز اور نہ شام حرم حضرت باری کی بھی حرمت نہ رہی [1]

۱۹۱۸ء میں انگریزوں نے موصل کی طرف پیش قدمی کی اور قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا ۱۵ مئی ۱۹۱۹ کو یونانیوں نے ایشائے کوچک اور تھریس کی زمینوں کو پامال کرنا شروع کیا اس موقع پر مولانا ظفر علی خان کا استغاثہ بڑا دردناک ہے یہ شعر دیکھئے

> جاگ اے یثرب کی مٹی میں سونے والے آج لٹ رہا ہے آنکھوں آنکھوں میں تری امت کا راج
> سر مصیبت کو بچھانا نہ بھی اپنی ملت کو دیکھی ہے جس کی پستی ایک عالم سے خراج [2]

۱۹۱۹ء میں آل انڈیا خلافت کمیٹی کی بنیاد پڑی مسئلہ تحفظ ناموس خلافت نے ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو ایک ہی مرکز پر جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے منجمد خون میں ایک نئی لہر دوڑی، سکولوں، کالجوں، عدالتوں کا بائیکاٹ، ولایتی مال کا مقاطعہ والنٹر کور کی تشکیل، سول نافرمانی کا آغاز اور تقریباً ۸۰ ہزار مسلمانوں کی گرفتاری اسی زمانہ کے اہم واقعات ہیں۔ یہ تحریک دراصل مسلمانانِ ہندوستان کی سب سے پہلی اجتماعی کروٹ تھی اور ایک ایسی انقلابی تحریک تھی جس کی بدولت ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی خیالات کی از سر نو تشکیل ہوئی اور ان کے قومی مزاج میں ایک ہمہ گیر سیاسی تغیر رونما ہوا۔ تحریک خلافت کا تذکرہ اس دور کی نعت گوئی میں بھی نظر آتا ہے درج ذیل شعر دیکھئے۔

> بیٹھے پارہ پارہ خلافت ہماری تنزل پہ ہے شان و شوکت ہماری
> گھٹا دی ہے یورپ نے طاقت ہماری بجھا دی ہے شمع خلافت ہماری
> عرب کو بھی غیروں نے اپنا بنایا
> حرم محترم میں بھی سکہ جمایا
> مقدس مقاموں پہ قبضہ جمائے حرم محترم میں بھی آ کر ستائے
> عراق و عرب پر تسلط جمائے وہی عبد ترکی کو قیدی بنائے
> خلافت کا دیکھیں گے یہ حال کب تک
> رہیں گے ہم اس طرح پامال کب تک

---

۱- ۲- خلافت سے آزادی تک (غلام فرید) ص ۵۳/ص ۵۴

تمہاری مدد کو خدارا اب آؤ — خلافت کو اعدائے حق سے بچاؤ
مصیبت زدوں کے دلوں کو بڑھاؤ — عرب سے نصاریٰ کو سمجھو ہٹاؤ
توقع ہے امداد ہوگی تمہاری
ہے ناگفتہ بہ ورنہ حالت ہماری [1]

یہ بند فریاد حلیم (ثمانی محمد حسین) کا ہے۔ یہ فریاد آنحضرت [2] کے حضور استغاثہ استمداد کے مضامین پر مشتمل ہے اور دلسوز اور پُرتاثیر ہے۔

اسی دور میں اردو کے نعت گو شاعروں نے دربار رسالت مآب [3] میں ایسی کئی عرضداشتیں پیش کیں جن میں امت مسلمہ کی زبوں حالی، انگریزوں کے مظالم اور آپ [4] سے استمداد کا ذکر ملتا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کا پہلا ربع نعت میں استغاثہ و استمداد کے موضوع کا زمانہ ہے۔ اردو نعت میں اس کثرت سے اس سے پہلے کبھی استغاثہ نہیں لکھا گیا۔ استغاثوں کی یہ کثرت نعت گو شاعروں میں بڑھتے ہوئے ملی شعور کی علامت ہے۔ ذیل میں نعتیہ استغاثوں اور ملی شعور کے حامل نعتیہ کلام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

۱۔ فریاد بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ظفر علی خان) ع اے خاور حجاز کے رخشندہ آفتاب ..... الخ
۲۔ عرض حال بحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وحید الدین) ع ہاں چمک اے نیر اسلام چرخ ماہی پر ..... الخ
۳۔ فریاد اسلام (قمر الدین احمد)
۴۔ فریاد حرم (قاضی ظہور الحسن ناظم)
۵۔ سن تو بطحا کے چاند (مولوی احمد علی احمد بر)

...... ختم ہوا قرب طیبہ سے ہلال ترکی — جز ترے یہ غم تقدیر دکھائیں کس کو
سن تو بطحا کے چاند
تم نے دکھلایا جہاں معجزۂ شق قمر — ہم نے کفار کو توپوں کو وہاں پر رکھ کر
کی مقامات پہ انوار پہ گولہ باری — اپنا ہم روئے سخن تجھ کو دکھائیں کیونکر
سن تو بطحا کے چاند
تیری امت کو نصاریٰ نے ستا رکھا ہے — گنبد سبز میں کیوں چین سے تو سوتا ہے
...... نکل آ ہاتھ میں توحید کی تلوار لئے — اور فرشتوں کا بھی آ لشکر جرار لئے
زیب سر فتح کا سہرا ہو تو لب پہ تکبیر — ساتھ میں خالد و حیدر سے فدا کار لئے
سن تو بطحا کے چاند

۶۔ صدائے مدینہ (حافظ محمد مختار احمد حقی)

---

۱۔ گلدستۂ مقبول (مرتبہ حاجی مقبول احمد) جلد دوم ص ۱۲۔۱۳

...... میں ہوں نبی کا مسکن مدفن رسول کا ہوں    میرے لئے بنا ہے اصحاب کا پسینہ

میرے دل و جگر پر دشمن کا ہے تسلط    اغیار روندتے ہیں پیروں سے مرا سینہ

۷۔ طیبہ کی دہائی (مولوی عبدالوحید مومن)

مدد کیجے خداوندا یہی اب تیری دہائی ہے    ترے پیارے کے مسکن پر مخالف کی چڑھائی ہے

...... مٹا دے ان کو یا اللہ جو رو جبر سے جن نے    نبی پاک ؐ کے دربار کی عظمت مٹائی ہے

اجاڑا جس نے حرم طیبہ کو وہ خود ہی اجڑ جائے    ملے وہ خاک میں جس نے وہاں پہ خاک اڑائی ہے ۔

۸۔ نعت (ابوالاقبال عشقی)

...... آپ ہی جب نہ مددگار بنیں گے شاہا [۲]    ہم سے کیونکر در کعبہ کی حفاظت ہوگی

دیکھنا عشقی جو کچھ ہوگا مآل دشمن    اوج پر جب شہہ ترکی کی خلافت ہوگی

۹۔ نعت (کامل پیر کوٹی)

جورِ عدو کی جا کر جب ہم خبر کریں گے    امداد اپنی کامل خیر البشر ؐ کریں گے

...... یہ غازیانِ اعظم یعنی کمال و انور    حاصل عدو پہ اک دن فتح و ظفر کریں گے

کامل رہے گا کامل دنیا میں ان کا جھنڈا    جب تک جہاں کو روشن شمس و قمر کریں گے [۱]

تحریک خلافت کے دوران تحریکوں کی مقبولیت اور وسعت اور اس کے جوش و خروش کے ساتھ کئی ایسی نظمیں تخلیق ہوئیں جو نعت کے ذیل میں تو نہیں آتیں مگر جن میں حضور ؐ کے حوالے کے سبب نعت کا عنصر پیدا ہو گیا ہے [۲] مثلاً مولانا ظفر علی خان کا یہ شعر

اڑائے جا رہے ہیں کس لئے پرزے خلافت کے    رسول اللہ ؐ کی دولت لٹائی جا رہی ہے کیوں

اور "بولیں اماں محمد علی کی" والی معروف نظم میں ۔

ہوتے میرے اگر سات بیٹے    کرتی سب کو خلافت پہ صدقے

ہیں یہی دین احمد ؐ کے رستے    جان بیٹا خلافت پہ دے دو [۳] کا مضمون ملی و قومی شاعری میں نعتیہ عنصر ہی کی نشاندہی کرتا ہے ۔

بحیثیت مجموعی تحریک خلافت نے ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک عالمگیر اسلامی اخوت کا احساس مضبوط کیا اور اس دوران میں تخلیق ہونے والے نعتیہ ادب کے علاوہ ملی و قومی موضوعات پر مشتمل نظموں میں بھی کہیں کہیں نعتیہ عناصر لو دیتے ہیں۔ اس تحریک نے برعظیم کے مسلمانوں اور ان کی تحریک آزادی کو بہت کچھ دیا اس تحریک کے دوران مسلمانوں کے جوش و خروش نے برعظیم کی سیاسی جدوجہد میں ایک زندگی دوڑا دی اس سے برعظیم کے مختلف علاقوں کے مسلمانوں کے درمیان رشتہ اخوت مضبوط ہوا۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد ترکی کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس سے مسلمانوں کے جذبات کو جو پہلے ہی اتحاد اسلامی کے خیال سے معمور تھے اور اپنے زعماء کی خطابت شاعری کے سبب متہیج تھے اور زیادہ مشتعل کر دیا اور اب یہی فضا پورے برعظیم پر مسلط ہو گئی کہ ہر قیمت پر

۱۔ گلدستۂ مقبول (مرتبہ ثانی مقبول احمد) جلد دوم ص ۱۲ - ۱۳ ۔

۲۔ بہارستان (مرتبہ ظفر علی خان) کی متعدد نظموں میں ذکر خلافت کے ساتھ نعتیہ عناصر نظر آتے ہیں ۔

[illegible]

پہلے انگریزوں کو نکالا جائے چنانچہ اوّل اوّل مسلمان اور ہندو مل کر پوری قوت سے جد وجہد آزادی میں شامل ہوئے مگر بعد ۔
علامہ اقبال کے فکر اور قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں تحریکِ آزادیٔ ہند، تحریکِ پاکستان میں متشکل ہوئی۔ دونوں
نظریہ کی حمایت پر زور دیا جاتا تھا۔ متحدہ قومیت کے نظریہ پر ضرب پڑی اور مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کا احساس بڑ
تیزی سے پھیلتا تھا جو مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی قرار داد (۱۹۴۰ء) کی صورت میں سامنے آیا یہ قرار داد مسلمانانِ ہند
ایک اہم مطالبے کا اعلان نامہ اور ملی و قومی آرزو کی ترجمان تھی ۔

ہمارے مطالعۂ نعت کا عصرِ جدید جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) سے قیامِ پاکستان (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) کی درمیانی عر
پر پھیلا ہوا ہے ۔ یہ زمانہ جیسا کہ ہم سرسری انداز میں دیکھ آئے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی قومی و ملی تحریک
کا زمانہ تھا ۔ اس عرصے میں جو قریب قریب ایک صدی پر محیط ہے قومی و ملی تحریکوں نے اردو نعت کے موضوعات اور
اسالیب کو بھی متاثر کیا موضوعِ نعت میں دربارِ رسول اکرمؐ میں عرضِ حال اور استمداد اور استغاثہ کا انداز اس عہ
دین ہے ۔ اور نعت میں انفرادی مصائب و آلام پر آنحضرتؐ سے عرضداشت اور نجات طلبی کی مثالیں تو کہیں کہیں
نظر آتی تھیں مگر قومی و ملی آشوب پر اجتماعی صورتِ حال کا تذکرہ ۱۸۵۷ء کے بعد ہی نعت کا موضوع بنا۔ کچھ آشن
(جو نسبتاً غیر معروف نعت گو شاعروں کے تھے) ہم دیکھ آئے ہیں معروف شاعروں میں مولانا حالی، مولانا ظفر علی خان ا
علامہ اقبال کی دربارِ رسالت مآبؐ میں عرضداشتیں انتہائی موثر اور دلدوز ہیں[1]

عصرِ جدید کی نعت گوئی کا بڑا دھارا ملی و قومی موضوعات لیے ہوئے ہے، اس میں رسول اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کے بی
کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ سیرتِ رسولؐ سے نعت گو شاعروں نے اصلاحِ احوال کا کام لیا۔ اور معجزات اور جمال
کی بجائے آنحضرتؐ کے پیغام اور سیرت کو نعتوں کا موضوع بنایا گیا۔ ان شاعروں میں مولانا حالی، شبلی، نظم طباطب
علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان اور حفیظ جالندھری کے نام قابلِ ذکر ہیں[1]

نعت گوئی کی ایک روایت صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ہاتھوں پروان چڑھی ان میں مولانا احمد رضا
حسن رضا خان، مفتی غلام سرور لاہوری مفتی محمد پیر مہر علی شاہ اور بیدم وارثی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ نعت گو شاعر
کا ایک گروہ نعت کے رنگِ قدیم کو اپنائے رہا ان میں شائق حیدر آبادی، حفیظ خیر آبادی، جلیل مانک پوری، اکبر میرٹھ
بیان یزدانی اور ممتاز گنگوہی وغیرہ خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ انہوں نے نعت میں ملی و قومی مقاصد
کی بجائے حبِّ رسولؐ کی کیفیات، مشاہدات کو موضوع بنایا۔ اس دور میں میلاد نامے بھی بکثرت ہوئے اور انہوں
بھی ایک خاص طرز کی نعت کی ترویج و مقبولیت میں حصہ لیا۔ آئندہ صفحات میں ہم عصرِ جدید کے مذکورہ میلاد ناموں کے
حامل شاعروں کے کلام کا جائزہ لیں گے ۔

---

۱۔ ان کا تفصیلی ذکر متعلقہ شاعروں کے جائزے میں آئے گا

مولانا الطاف حسین حالی (م/۱۳۳۳ھ۔۱۹۱۴ء) عصر جدید کے پہلے اہم نعت گو شاعر ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام مقدار میں زیادہ کے اعتبار سے بلند پایہ ہے۔ حالی کی نعت گوئی کا آغاز قدسی کی مشہور فارسی نعت کی تضمین سے ہوتا ہے یہ تضمین انہوں نے مخمس کی صورت میں اس وقت کی جبکہ ان کی عمر سولہ [16] سال تھی۔ وہ خستہ تخلص کرتے تھے۔ حدیث قدسی یہ تضمین حافظ الطاف حسین صاحب خستہ رئیس پانی پت" کے نام سے ہی چھپی ہے[1] یہ جنگ آزادی سے پہلے ایک سال پہلے (۱۸۵۶) کی بات ہے اس کے قریب دس سال بعد (۱۸۶۷) میں حالی نے ۳۳ اشعار پر مشتمل وہ مشہور نعتیہ قصیدہ[2] کہا جس کا مطلع یہ ہے

بنے ہیں مدحت سلطان دوجہاں کیلئے — سخن زباں کیلئے اور زباں دہاں کیلئے

یہ قصیدہ غالب، مومن، اور ذوق کی مشترکہ زمین میں کہا گیا ہے محسن کاکوروی نے بھی اسی زمین میں ایک نعت کہی ہے۔ حالی کے نعتیہ مخمس اور تضمین پر ان کے ابتدائی زمانہ شاعری کے اثرات واضح ہیں۔ وہ سادگی اور خلوص نہیں جو بعد کے کلام میں ہے۔ مخمس کا پہلا بند ملاحظہ ہو

مرحبا زیب وہ مسند عالی نسبی — مرحبا صاحب اورنگ شفاعت طلبی
مرحبا سرور دیں ہاشمی و مطلبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی[3]

اسی طرح حالی کے نعتیہ قصیدے کی فضا کا رنگ بھی "والہانہ" کی بجائے عالمانہ ہے۔ اس قصیدے میں حضور اکرم کے شمائل، خلق عظیم اور دوسرے اوصاف متعلقات کا ذکر ہے۔ چند متفرق شعر درج ذیل ہیں

کہ اس کا مورد قرآن و مہبط جبریل — در اس کا کعبۂ مقصود انس و جاں کیلئے
.... سپہر گرم طواف اس کی بارگاہ کی گرد — زمیں سر بہ سجود اس کے آستاں کیلئے
.... کہیں مقدمۃ الجیش انبیاء و رسل — کہیں وہ خاتمۂ الباب داستاں کیلئے
.... نہ حرف و صوت میں وسعت کہ کام لیں جن سے — حقیقت شب معراج کے بیاں کیلئے
ورائے نعت پیمبر نہیں سخن حالی — کہاں سے لائیے اعجاز اس بیاں کیلئے
نبی کا نام ہو وردِ زباں رہے جب تک — سخن زباں کیلئے اور زباں دہاں کیلئے

حالی نے نعت میں ایک قصیدہ چھوٹی بحر میں کہا جو ۵۷ اشعار پر مشتمل ہے اس کا مطلع یہ ہے

میں بھی ہوں جس بات پر مغرور — مجھ سے اٹھیں گے آپ کے ناز غرور

مولانا حالی اس قصیدے کے حاشیہ میں لکھتے ہیں، "اس قصیدے کی تمہید ۱۲۸۷ھ یا ۱۲۸۸ھ (مطابق ۷۱-۱۸۷۰ء)

۱۔ حدیث قدسی (مرتبہ قاضی محمد عمر) ص ۲۶

۲۔ مولانا حالی نے اس قصیدے کے حاشیے میں یہ صراحت کی ہے، "اس سے پہلے نعت میں کبھی کچھ نہیں کہا" — اس کی روشنی میں قدسی والی تضمین کی نسبت تحقیق طلب ہے لیکن بقول ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، "چونکہ اس کے خلاف بھی کوئی حتمی دلیل نہیں ملتی اس لئے احتیاط کا تقاضا ہے کہ اسے کلیات میں شامل کیا جائے۔" کلیات نظم حالی (مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی) جلد اول حاشیہ ص ۲۸۸)

کے بیانات میں ملتا ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ دلی میں نامور شعراء کا خاتمہ ہو چکا ہے ۔ مومن، ذوق، آزاد، غالب
، شیفتہ ایک کے بعد ایک رخصت ہو چکے ہیں اور میدان بالکل خالی ہے انہی دنوں میں سیتارام کے بازار میں ایک مشاعرہ
ہوا یا مصرع طرح پر تین غزلیں بڑے دعوے سے لکھی گئیں ۔ جن لوگوں کی جانچ جیسی و آزمی سے دماغ میں خلل
آ گیا تھا ۔ اور جن کی داد کی توقع پر وہ غزلیں لکھی تھیں وہ کسی وجہ سے باوجود اصرار کے مشاعرے میں نہ آئے ——
ہوا اپنے خریدار کی بے التفاتی سے شاید ایسی کبیدگی نہیں ہوتی جیسا کہ شاعر ان لوگوں کی بے التفاتی سے
جن کو وہ سچ مچ اپنے شعر کا قدر داں سمجھتا ہے اسی خام خیالی کے جوش میں اس قصیدے کی تمہید لکھی گئی تھی
مطلب یہ تھا کہ اگر یہ لوگ ہماری قدر نہیں کرتے تو آپ ہی اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں کیوں کہ اس زمانے
کے خیالات کے موافق اس بات کا یقین تھا کہ جس طرح آجکل تجارت کی گرم بازاری اشتہارات کے ذریعے
ہوتی ہے اسی طرح شاعری بھی منوانے سے مانی جاتی ہے ۔ لیکن جب یہ تفاخر حد سے زیادہ بڑھ گیا تو دفعتہً اپنی
غلطی پر تنبیہ ہوا ۔ لہٰذا قصیدے کا خاتمہ نعتیہ اشعار پر کیا گیا تاکہ فخر کیلئے ایک وجہ پیدا ہو جائے[1]

یہ قصیدہ حالی کے پہلے اور بعد کے نعتیہ کلام کے درمیانی کیفیات اور روشن کلام کا آئینہ دار ہے ۔ اس
میں قصیدے کا شکوہ ہے ۔ مگر بحر کے اختصار اور ردیف کی عدم موجودگی کے سبب اس میں انکسار کا رنگ نمایاں
ہے ۔ موضوعات کی پیشکش میں بھی حقیقت بیانی سادگی اور خلوص کے وہ عناصر لو دیتے ہیں جو بعد میں
حالی کے نعتیہ کلام کی انفرادی خصوصیات و اوصاف قرار پائے اس قصیدے کے یہ شعر دیکھیے ؎

وہ شہنشاہ اس جہاں کا     یاں گنہگار واں مغفور
وہ خداوند خدائی کا     یاں سکھایا اور واں ماجور
مژدہ اے امت ضعیف کہ یاں     سعی ہوتی ہے بخت سے مشکور
لب شیریں کلام سے اس کے     دوست بھی شاد غیر بھی مسرور

قصیدے کے آخر میں دعا و التجا کا انداز دیکھئے جو خلوص اور دردمندی کا مظہر ہے ؎

جب ترے آستاں سے تھا نزدیک     پھر رہا اب خلد کتنی دور
دوری آستان والا سے     ہے بہت تنگ حالی مہجور
جا لگے تیرے در پہ کشتی عمر     جب کروں بحر زندگی سے عبور
جیتے جی دل میں یاد ہو تیری     مرتے دم لب پہ ہو ترا مذکور[2]

حالی کے مذکورہ بالا نعتیہ اشعار غیر ضروری مضامین اور مبالغے سے پاک ہیں اور اسی سبب سے وہ غیر ضروری
مضمون آفرینی رعایت لفظی اور تصنع کا شائبہ نہیں جن کا اس دور کی شعری خصوصیات میں شمار ہوتا تھا مگر
حالی کی نعت گوئی کا کمال ان کی یہ سادگی اور حقیقت بیانی ہے ۔ اردو نعت میں ان کی انفرادی حیثیت کا تعین
ان نعتیہ کلام سے ہوتا ہے جو انہوں نے بعد میں لکھا اور جس میں مسدس مد و جزر اسلام اور ایک مناجات خصوصی ذکر

---

١۔ کلیات نظم حالی (مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی) جلد اول ص ۔ ٢٨٧ حاشیہ ص ۔ ٢٥٨ ۔ ٢٥٩
٢۔ کلیات نظم حالی (" " " ) " " ص ٢٥٨ ۔ ٢٦٥

کے لائق ہیں۔

مسدسِ حالی (سنِ تصنیف ۱۸۷۹ء/۱۲۹۶ھ) اردو کی پہلی طویل نظم ہے جو اپنا ایک مخصوص قومی و ملی پس منظر رکھتی ہے۔ حالی نے یہ نظم سرسید کی تحریک پر لکھی اس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کا سادگی اور دردمندی سے نقشہ کھینچا گیا ہے اور اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے زوال پذیر مسلمانوں کو ان کا شاندار ماضی یاد دلا کر ان معاشرتی و سماجی اور مذہبی و دینی نقائص و بدعات کی نشاندہی کی جائے جو ان کے زوال کا اصل سبب ہیں اور اس طرح انہیں ان کے قومی و ملی فرائض یاد دلا کر ازسرِ نو ایک واضح اور تعمیری مستقبل کی طرف گامزن کیا جائے۔ یہ طویل اور موثر نظم جو اردو شاعری میں قومی و ملی جذبات کی پہلی موثر اور اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کا پس منظر سرسید کی اصلاحی تحریک اور اس کے دعاوی جھلک رہے تھے۔

مسدسِ حالی نے جہاں مسلمانوں کی مذہبی، تہذیبی اور علمی زندگی کا ارتقاء دکھایا گیا ہے وہاں ظہورِ آپؐ سے قبل کی معاشرت، آغازِ اسلام اور آنحضرتؐ کے اعلانِ نبوت، اصلاحِ معاشرت کے سلسلے میں آپؐ کی مساعیٔ جمیلہ اور اسی حوالے سے آپؐ کی صفات و محاسن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مسدس کا یہ حصہ اردو نعت کے عہدِ جدید کا آغاز ہے۔ یہ چند نعتیہ بند نہ صرف یہ کہ سادہ بیانی کا شاہکار ہیں بلکہ اس دور کے عمومی اندازِ نعت سے قطعی مختلف ہیں حالی نے مسدس کے دیباچہ میں اس نظم کی انفرادیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ہمارے ملک کے اہلِ مذاق ظاہراً اس روکھی پھیکی سیدھی سادی نظم کو پسند نہ کریں گے کیونکہ اس میں تاریخی واقعات ہیں چند آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ ہے یا جو آج قوم کی حالت ہے اس کا صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے نہ کہیں نازک خیالی ہے نہ رنگین بیانی نہ تعلّی کی چاشنی غرض کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے اہلِ وطن کے کان مانوس اور مذاق آشنا ہوں"[۱]

یعنیہ حالی کی نعت کا یہ آہنگ بھی اس دور کی نعت گوئی میں بالکل منفرد اور اچھوتی حیثیت رکھتا ہے وہ جدید نعت کے بڑے شاعر اور پیشوا اسی لئے شمار ہوتے ہیں کہ انہوں نے اردو نعت کو قومی و ملی موضوعات سے ہم آہنگ کیا اور اس کی پیشکش میں سادگی اور حقیقت بیانی کا طرز اپنایا۔

مسدسِ حالی میں ملنے والے نمونۂ نعت کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ تو ان مضامین اور موضوعات پر مشتمل ہے جو براہِ راست حضورِ اکرمؐ کی مدح تو نہیں مگر جن کا نعت کے ذیلی موضوعات سے ہر دور میں کوئی نہ کوئی ربط رہا ہے۔ اور جن کا ذکر مسدس کے دیباچہ میں حالی نے یوں کیا ہے کہ "عرب کی اس ابتر حالت کا خاکہ کھینچا ہے جو ظہورِ اسلام سے پہلے تھی اور جس کا نام اسلام کی زبان میں جاہلیت رکھا گیا ہے۔ پھر کوکبِ اسلام کا طلوع ہونا اور نبی امیؐ کی تعلیم سے اس ریگستان کا دفعتاً سرسبز و شاداب ہو جانا اور اس ابرِ رحمت کا اللہ کی کھیتی کو رحلت کے وقت ہرا بھرا چھوڑ جانا...."[۲]

---

۱۔ کلیاتِ نظمِ حالی (مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی) جلد اول ص۔ ۲۷۴/ص ۳۳

۲۔ " " " " ) " " " ص ۳۲۶/ص ۳۳

اور دوسرا حصہ حضورِ اکرمؐ کی براہِ راست نعت سے عبارت ہے اِسی میں نعت کے وہ چند بند ملتے ہیں جو مطالعۂ نعت
سے شغف رکھنے والوں کے علاوہ زبانِ زدِ عام ہیں اِن میں یہ معروف بند دیکھئے ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی ۔ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی ۔ اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

آگے چل کر حالی نعتِ رسولِ اکرمؐ میں گویا ہوتے ہیں کہ ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا ۔ مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا ۔ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا ۔ بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا ۔ قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

حالی نے اِن نعتیہ اشعار میں مقصدی نعت گوئی کا فریضہ سرانجام دیا ہے انہوں نے حضورِ اکرمؐ کے معجزات
کی بجائے آپؐ کے بشری اوصاف و خصائل کو اجاگر کیا ہے اِن اشعار سے ذرا پہلے حضورِ اکرمؐ کی ولادتِ مبارکہ
کے ذیل میں بھی انہوں نے بلیغ استعاراتی انداز میں چند شعر کہے ہیں جس میں واقعیت اور سچائی کا خوبصورت
امتزاج ملتا ہے ۔ آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کے ضمن میں یہ (ولادتِ مبارکہ) وہ مرحلہ ہے جہاں بڑے بڑے شاعروں سے رنگین بیانی
میں بعض غیر معتبر روایات بھی منسوب ہو گئی ہیں مگر حالی نے بیان بھی حد درجہ احتیاط سے کام لیا ہے اور میلاد نگاروں کے اسلوب
کی بجائے واقعیت نگاری کا علمی مگر شعری انداز اختیار کیا ہے ۔[۱]

ہوئی پہلوئے آمنہؑ سے ہویدا ۔ دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ ۔ کا موزوں شعر اسی انداز کی
خوبصورت مثال ہے ۔

غیر ثقہ روایات و معجزات کی بجائے آپؐ کے بشری پہلوؤں کا سیدھا سادا بیان حالی کے نعتیہ کلام کی نمایاں خصوصیات
ہیں ۔ اِسی سادگی میں حالی کے اخلاص اور دردمندی کا جوہر چھپا رہا ہے ۔ انہوں نے آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کے بیان میں بشری
صفات کے جن منور گوشوں کو پیش کیا ہے اردو نعت میں اِس کا اظہار اِن جزئیات و تفصیلات کے ساتھ پہلے کبھی نہیں
ہوا ۔ حالی سے پہلے کی نعت میں حضورِ اکرمؐ کے پیغمبرانہ جلال و معجزات کے تذکرے تو عام ہیں مگر انسانی زندگی کی اِسی ہمواری
اور دردوں کا اظہار اِسی سادگی اور دردمندی سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا ۔

---

۱ ۔ کلیاتِ نظمِ حالی (مرتبہ افتخار احمد صدیقی) جلد اول ص / ۳۳

حالی نے مسدس کے موجودہ ایڈیشن میں جو ترمیم و اضافہ کے بعد پہلی بار (۱۸۸۶ء ۱۳۰۳ھ) میں شائع ہوا تھا (رباعی کی یاد
ساتھ) اسی اخلاص و دردمندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نظم نہ پہلے لکھنے کے قابل تھی اور نہ اب ہے مگر الحمد اللہ کہ
درد اور سچ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے ۔ امید ہے کہ درد پھیلے گا اور سچ چمکے گا ۔[1]

یہ ایک حقیقت ہے کہ حالی کے اخلاص، کیف اور دردمندی کے عناصر سب سے زیادہ حالی کے نعتیہ اشعار ہی میں جھلکے اور
اسی حوالے سے یوں پہلے ۔۔۔ کہ تقریباً ایک صدی سے یہ اشعار میلاد کی محفلوں اور نعت خوانی اجتماعات میں
ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں ۔ ممتاز حسن نے حالی کے اسی حصۂ نعت کو اردو نعت کا سب سے ممتاز اور منفرد نمونہ
قرار دیا ہے وہ لکھتے ہیں ۔

"میری رائے میں اردو میں کوئی نعت حالی کے مسدس کی برابر موجود نہیں (وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا)
ان چند شعروں میں کوئی تکلف کوئی مبالغہ کوئی طباعی کوئی صنعت گری نہیں مگر جو تاثر ان میں موجود ہے
اس کی نظیر اردو شاعری میں نہیں ملتی حضور رسالت پناہ کا اپنا ارشاد ہے کہ
الخلق کلھم عیال اللہ واحبھم الی اللہ من انفعھم الی الخلق ۔ یعنی ساری مخلوق خدا کا
کنبہ ہے اور خدا کو سب سے عزیز وہ انسان ہے جو خلق خدا کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے ۔ حالی کے یہ شعر
اسی حدیث اور صاحب حدیث کی تصویر ہیں وہ اسی قدر پر اثر ہیں کہ انسان کی ساری زندگی کا رخ بدل سکتے
ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ جو خلوص اور سادگی حالی کے ان اشعار میں جھلکتی ہے وہ خود حالی کی روحانی پاکیزگی
کی آئینہ دار ہے ۔ حالی کی زندگی سراپا خلوص ہے اور جب تک کسی انسان کی زندگی سراپا خلوص نہ ہو حضور
رسالت مآب سے کسی قسم کے قلبی تعلق کا پیدا ہونا ناممکن ہے ۔ ان اشعار کو نعت کی حیثیت میں دیکھا جائے
تو ان کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئے گی کہ ہر شعر میں رسالت کا پرتو ہے سرکار دو عالم کو گیسوؤں والا
اور کبھی ایسے ہی پیارے نام سے خطاب کر کے جذبات عقیدت کی تسکین کی کوشش کرنا اور بات ہے
اور حضور کی بشر دوستی اور انسان نوازی کی طرف توجہ دلا کر دنیا کو مقصد نبوت سے آگاہ کرنا اور
بات ہے ۔ یہی حالی کی عظمت ہے ۔ ان میں عشق ذات اور شعور صفات دونوں بیک وقت موجود ہیں"[2]

حالی کی وہ معروف مناجات جس نے اردو نعت میں قومی و ملی مسائل کے تذکار کو رواج دیا اسی شعر سے شروع ہوتی ہے ۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے ۔ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے[3]

ملی آشوب اور ملی مصائب پر دربار رسالت مآب میں نبی اکرم کے حضور عرضداشت و گذارش التجا و فریاد اور استغاثہ و استمداد
کا انداز فارسی نعت میں شیخ سعدی اور مولانا جامی کے ہاں ملتا ہے مگر اردو میں اس کا موثر اور بھرپور اظہار حالی کی اسی طویل
نظم سے ہوتا ہے ۔ حالی سے پہلے کی نعت میں انفرادی مسائل و مصائب کا اظہار تو عام ہے مگر کسی اجتماعی مصیبت یا آشوب

---

۱- مسدس حالی - ص - ۱۵
۲- خیر البشر کے حضور میں (ممتاز حسن) ص - ۲۳
۳- مسدس حالی ۔ مولانا (الطاف حسین حالی) ص ۔ ۱۲۵ / ۱۲۹
۴- حالی کی اس عرضداشت سے پہلے یقیناً چند معروف شاعروں کی کچھ ایسی نظمیں ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر ہم اسی باب کے آغاز میں کر آئے ہیں مگر
اردو کی یہی بھرپور موثر اور معروف عرضداشت حالی کی ہی نظم ہے ۔

ان واقعات کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا جن میں آپؐ کے حلم و عفو ایثار اور دوسرے اخلاقِ حسنہ کی جھلک ملتی ہے۔ خلقِ نبوی بیان میں شبلی نے تمثیل اور واقعہ نگاری کا انداز اختیار کیا ہے۔ وہ صرف آپؐ کے اوصاف کی نشاندہی لفظوں سے نہیں کرتے بلکہ واقعات کی شکل میں آپؐ کے اوصاف و صفات کے عملی مظاہر رقم کرتے ہیں۔ شبلی کا یہ انداز نعت صرف تمثیلی انداز و صفات کا حامل ہے بلکہ معنی تاثیر میں بھی موثر ہے۔ قاری تک ترسیلِ واقعہ کے ضمن میں یہ زیادہ بلیغ اور کارگر ہے۔

ہجرتِ نبویؐ میں حضور اکرمؐ کے مدینہ منورہ پہنچنے کا منظر ملاحظہ ہو ؎

یاں مدینے میں ہوا غل کہ رسولؐ آتے ہیں ۔۔۔ راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر
لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آ کر اشعار ۔۔۔ نغمۂ طلع البدر سے گونج اٹھے گھر
دفعتاً کوکبۂ شاہِ رسلؐ آ پہنچا ۔۔۔ غل ہوا صلِ علیٰ جاء نبی البشر
جلوۂ طلعتِ اقدس جو ہوا عکس فگن ۔۔۔ دفعتاً بار شعاعی تھا ہر اک بارِ نظر
طور پر حضرتِ موسیٰ کی صدا آتی تھی ۔۔۔ آج ایک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
سب کو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے ۔۔۔ میہماں ہوتے ہیں کس اوج نشیں کے سرور
سینے کہتے تھے کہ خلوت گہ دل حاضر ہے ۔۔۔ آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی تیار ہیں گھر
ہاں مبارک ترے اے خاکِ حرمِ نبویؐ ۔۔۔ آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر! [1]

شبلی کی انداز نعت میں اخلاص کی تاثیر کو دیتی ہے۔ واقعاتِ سیرتِ رسولؐ منظوم کرتے ہوئے وہ ایک مؤرخ اور سیرت نگار نہیں، حبِ رسولؐ سے بھرا ہوا دل رکھنے والے شاعر بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے مذہبی و ملی کلام کے پس منظر میں بھی دردمندی و اخلاص ایک محرک کے طور پر کام کرتا ہے۔ وہ حضور اکرمؐ کی سیرتِ طیبہ کے واقعات ایسے دلنشیں پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ نہ صرف حضورؐ سے محبت تازہ ہوتی ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ جنگِ احد میں آپؐ کی شہادت کی غلط خبر اور ایک انصاری خاتون کے ایثار اور حبِ رسولؐ کا واقعہ نظم بند کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

بڑھ کے اس نے رخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا ۔۔۔ تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا ۔۔۔ اے شہِ دیں! ترے ہوتے کیا چیز ہیں ہم [2]

شبلی کی ان نظموں کا مقصد مکارمِ اخلاق کی تعلیم و تبلیغ ہے۔ بحیثیت مجموعی ان کا انداز نعت مقصدی اور اصلاحی ہے۔ انہوں نے سیرت کے بعض مؤثر گوشوں پر نظمیں لکھ کر نعت میں سیرت نگاری کی روایت کو مضبوط بنایا۔ ان کے بعد اقبال اور ظفر علی خان کے یہاں اجزائے سیرتؐ کے تذکار کی یہی روایت بڑھتی اور پھیلتی نظر آتی ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) جو بریلوی مکتبِ فکر کے بانی ___ اور برصغیر کے معروف عالمِ دین ہیں، محسن کاکوروی کے بعد اردو کے دوسرے بڑے نعت گو ہیں جنھوں نے اپنے شغفِ نعت اور اجتہادی صلاحیت سے اردو نعت کی ترویج و ارتقا میں تاریخ ساز کام کیا۔ اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فردِ واحد نے شعرائے نعت

---

۱۔ کلیاتِ شبلی (مولانا شبلی) ص ۳۷ / ص ۳۸

ان واقعات کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا جن میں آپ کے حلم و عفو ایثار اور دوسرے اخلاقِ حسنہ کی جھلک ملتی ہے۔ خلقِ نبوی[3] بیان میں شبلی نے تمثیل اور واقعہ نگاری کا انداز اختیار کیا ہے۔ وہ صرف آپ کے اوصاف کی نشاندہی لفظوں میں نہیں کرتے بلکہ واقعات کی شکل میں آپ کے اوصاف و صفات کے عملی مظاہرے رقم کرتے ہیں۔ شبلی کا یہ اندازِ نعت صرف تمثیلی اندازِ و صفات کا حامل ہے بلکہ حسنِ تاثیر میں بھی موثر ہے۔ تاریخ تک کے ترسیل واقعہ کے حسن میں یہ بہت بلیغ اور کارگر ہے۔

ہجرتِ نبوی میں حضورِ اکرم[4] کے مدینہ منورہ پہنچنے کا منظر ملاحظہ ہو

ہاں مدینے میں ہوا غل کہ رسول[2] آتے ہیں — راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر
لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آ آ کر اشعار — نغمہ طلع البدر سے گونج اٹھے گھر
دفعتاً کوکبۂ شاہ رسل[2] آ پہنچا — غل ہوا صلِ علیٰ خیر اناس و بشر
جلوۂ طلعتِ اقدس جو ہوا عکس فگن — دفعتاً بارِ شعاعی تھا ہر اک تارِ نظر
طور پر حضرتِ موسیٰ کو صدا آتی ہے — آج اک اور جھلک سی نظر آتی ہے نظر
سب کو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے — میہماں ہوتے ہیں کس کے اوجِ نبی کے سرور[2]
سب یہ کہتے تھے نہ خلوت ہے نہ دل حاضر ہے — آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی ہیں یار کے گھر
ہاں مبارک ترے اے خاکِ حرمِ نبوی[2] — آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر[1]

شبلی کی اندازِ نعت میں اخلاص کی تاثیر کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ واقعاتِ سیرتِ رسول[2] منظوم کرتے ہوئے وہ ایک مورخ اور سیرت نگار ہی نہیں، حُبِّ رسول[2] سے بھرا ہوا دل رکھنے والے شاعر بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے مذہبی و ملی کلام کے پس منظر میں درد مندی و اخلاص ایک محرک کے طور پر کام کرتا ہے۔ وہ حضورِ اکرم کی سیرتِ طیبہ کے واقعات اس دلنشیں پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ نہ صرف حضور[2] سے محبت تازہ ہوتی ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ جنگِ احد میں آپ کی شہادت کی غلط خبر اور ایک انصاری خاتون کے ایثار اور حُبِّ رسول کا واقعہ قلم بند کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

بڑھ کے اس نے رخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا — تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا — اے شہِ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم[1]

شبلی کی ان نظموں کا مقصد مکارمِ اخلاق کی تعلیم و تبلیغ ہے۔ بحیثیت مجموعی ان کا اندازِ نعت مقصدی اور اصلاحی ہے۔ انہوں نے سیرت کے بعض منور گوشوں پر نظمیں لکھ کر نعت میں سیرت نگاری کی روایت کو مضبوط بنایا۔ ان کے بعد اقبال اور ظفر علی خان کے یہاں اجزائے سیرت[2] کے تذکار کی یہی روایت بڑھتی اور پھیلتی نظر آتی ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) جو بریلوی مکتبِ فکر کے بانی — اور برصغیر کے معروف عالمِ دین ہیں، محسن کاکوروی کے بعد اردو کے دوسرے بڑے نعت گو ہیں جنھوں نے اپنے شغفِ نعت اور اجتہادی صلاحیت سے اردو نعت کی ترویج و ارتقا میں تاریخ ساز کام کیا۔ اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فردِ واحد نے شعورِ نعت

---

۱۔ کلیاتِ شبلی (مولانا شبلی) ص ۳۷/ ص ۳۸

سب سے گہرے اثرات مرتسم کئے ہوں تو وہ بلا شبہ مولانا احمد رضا کی ذات ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود نعت میں تبحر شاعری کی بلکہ اپنے ہم مسلک شاعروں، خلفاء اور تلامذہ میں نعت گوئی کو ایک تحریک کی شکل دی۔ اردو نعت کے بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں شاعروں کے ذوق نعت کو جلا مولانا ہی کی نعت گوئی سے ملی۔

حدائقِ بخشش[1] مولانا احمد رضا خان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے سب سے پہلا تاثر جو اس کے ذہن پر مرتسم ہوتا ہے وہ مولانا کے تبحر علمی کا ہے۔ مولانا اردو نعت کی تاریخ میں واحد شاعر ہیں جنہوں نے اپنے وسیع مطالعے کو پوری طرح اپنے فنِ نعت میں برتا۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن و حدیث سے لے کر منطق و ریاضی ہیئت و نجوم، ہندسہ و مابعد الطبیعیات وغیرہ علوم و فنون کی مختلف اصطلاحوں کو نہایت سلیقے سے برتا۔

یہ ان کا کمالِ فن ہے کہ ان کی نعتوں میں مختلف علمی و فنی اصطلاحات و حوالہ جات سطح پر تیرتے ہوئے نظر نہیں آتے انہوں نے اپنے وسیع مطالعہ کو تخلیقی انداز میں اپنی نعت گوئی کا جزو بنایا ہے۔ اور ان کی نعت میں ان کی تبحر علمی حارج ہونے کی بجائے ترسیلِ فکر میں ممد ثابت ہوتی ہے۔ نعتیہ مضامین کے اظہار میں انہوں نے مختلف علوم و فنون کو سمو کر جہاں اپنی نعت گوئی کو وقیع بنایا ہے وہاں اردو نعت کے علمی و فکری دائرے کو بھی وسیع کیا ہے۔

تبحر علمی کے شانہ بشانہ مولانا کے نعتیہ کلام میں ملنے والی دوسری خصوصیات ان کا زورِ بیان ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شاعری میں اصطلاحات اور علمی حوالوں کا کثرت استعمال اظہار میں رکاوٹ پیدا کر کے فنی پاروں کے فطری بہاؤ کو مدھم کر دیتا ہے۔ مگر مولانا کی نعت گوئی میں اظہار کی ایسی دقت یا مشکل سے دوچار نظر نہیں آتا۔ مولانا کی نعت رسول اکرم ﷺ سے وابستگی و عقیدت اور صاحبِ موضوع سے شیفتگی و محبت کی آئینہ دار ہے جو ان کے کلام میں شروع سے آخر تک یکساں اور موثر انداز میں جاری و ساری نظر آتی ہے۔ تبحر علمی، زورِ بیان اور وابستگی و عقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوبصورت امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔

ذیل میں ان کی نعتوں سے چند متفرق شعر پیش کئے جاتے ہیں جن سے مولانا احمد رضا خان کی غیر معمولی ذہانت اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان اشعار میں انہوں نے جن اصطلاحات و حوالہ جات کو برتا ہے ان علوم اور حوالہ جات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

؎ ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو ۔ کیا کفایت اس کو اقرأ ربک الاکرم نہیں؟ ۔ (قرآن سورۂ علق)

؎ لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق ۔ مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام (قرآن سورۃ القدر)

؎ من زار تربتی وجبت لہ شفاعتی ۔ ان پر درود جن سے نوید ان بشریٰ کی ہے ۔ (الحدیث[2])

مولانا نے بعض جگہ قرآن مجید اور حدیث نبوی[3] کے حوالوں کو ایک ہی شعر اور کہیں کہیں ایک ہی مصرع میں یکجا کر دیا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے۔

؎ ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شیء ۔ تفصیل جس میں ما عبر و ما غبر کی ہے۔ (قرآن، حدیث)

؎ معنیٔ قد رأی مقصد ما طغیٰ ۔ نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام (قرآن، حدیث)

---

۱۔ حدائقِ بخشش (احمد رضا بریلوی)

...س سلام میں سراپائے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحسین و درود کے ساتھ ایک منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ نہ صرف مولانا کے عقیدت مند...
...وقت میں اس سلام کو بہت شہرت نصیب ہوئی۔ نعت و میلاد کی محفلوں کے علاوہ بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی مساجد میں خصوصاً جمعہ کی نما...
...ن سلام کو اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے کا ایک خاص لحن اور آہنگ ہے جو کیف و تاثیر کی حامل ہے۔ کئی نعت گو شعرا نے اس سلام کی طر...
...ں نعتیہ سلام لکھے۔ بعض شاعروں نے قافیہ میں تبدیلی کے ساتھ سلام کہا۔ اس سلام کی تضمین میں مخمس بھی کہے گئے۔

اس سلام کی سراپائے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کا ایک منفرد انداز ملتا ہے۔ سراپائے اطہر کے ساتھ ساتھ اوصاف و صفاتِ محمدی کا بیا...
...ہ۔ شاعر نے بنی نوعِ انسان پر آپ کے فیوض و برکات کو بھی سلام کا حصہ بنایا ہے۔ آخر میں صحابہ کرام کی منقبت کا عنصر بھی شاملِ سلام ہے۔ یوسف سلیم چشتی...
...ن قصیدے کی شہرت و مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اسے یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہو گیا کیونکہ ہندوپاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہو گا جس...
اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں۔"[۲]

قصیدہ معراجیہ مولانا کا دوسرا مشہور قصیدہ ہے جو تہنیت شادی اسریٰ[۳] کے عنوان سے موسوم ہے۔ یہ نظم نسبتاً طویل اور ۶۷ شعر بحر میں ہے۔ چند...
شعر ذیل میں۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے — نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں پر رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں — ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی — وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
خدا ہی دے صبر جانِ پُرغم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم — جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے — نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے
براق کے نقشِ سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے — مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

یہ قصیدہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ شروع سے آخر تک یہی زورِ بیان اور تسلسل ہے۔ معراج کی مناسبت سے قصیدے کی پوری فضا رنگ و نو...
...وئی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے الفاظ کے انتخاب اور تشبیہ و استعارہ میں خوش سلیقگی کے عنصر کو ملحوظ رکھا ہے۔ مجموعی اثر بہ لحاظ آہنگ اس پر مستزاد ہے...
...ن معراجیہ نظم میں اشارہ و کنایہ سے موضوع کی اس خوبصورتی سے ترجمانی کی گئی ہے کہ مولانا کی شعری استعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔ خصوصاً قربِ الٰہی کی...
...س کیفیت کا عالم تو ساتھ سے ورا ہونا اور اعراض یعنی این متیٰ۔ کیف و کم اس عالمِ قرب میں کم ہونا زماں و مکاں اور ابتداء و انتہا نیز اطراف و حدو...
...تعینات سے ورا معراجِ رسولِ اکرم کی کیفیت و مشاہدہ کا اظہار مولانا نے جس ایما و کنایہ سے کیا ہے وہ ان کی معجز بیانی کا شاہکار ہے۔

مولانا کا تیسرا مشہور قصیدہ "قصیدہ درودیہ"[۴] ہے۔ یہ قصیدہ مولانا کے مشہور سلامیہ قصیدے کی بحر میں ہے۔ قافیہ و ردیف میں توقف کے باوصف اسکی...

---

[۱] مولانا کے نعتیہ سلام میں بھی مشہور نعت گو مولانا کفایت علی کافی کے سلام کا رنگ جھلکتا ہے۔ کافی نے بھی سلام میں حضور اکرم کا سراپا بیان کیا ہے۔ چند شعر دیکھ...

خاص محبوبِ خدا ختمِ رسالت پر سلام — عین رحمت شافعِ روزِ قیامت پر سلام
مثبۂ اصل علی جبیں جبیں با صفا — نور کی دریائے امواجِ لطافت پر سلام
چشم پر ابرو یعنی مد ہے سورۂ صاد کا — دونوں ابروئے مبارک کی سعادت پر سلام
مصحفِ رخسار حضرت مظہرِ نورِ غیب — روئے قدسی مطلعِ صبحِ صداقت پر سلام (دیوانِ کافی۔ ص ۳۲)

قافیہ اور موضوع کی یکسانیت کے باوجود کافی اور مولانا کے سلام میں بہت فرق ہے۔ مولانا احمد رضا کا سلام زیادہ تفصیلی، موثر اور شعری و فنی محاسن و جما...

[۲] نوائے وقت، لاہور ۲۳ نومبر ۱۹۷۳ء
[۳] حدائقِ بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۱۲۴ – ۲۰
[۴] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۲۲ – ۱۳۲

۔ سلام میں سراپائے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحسین و درود کے ساتھ ایک منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ نہ صرف مولانا کے نعتیہ کلام کی نعت میں اس سلام کو بہت شہرت نصیب ہوئی۔ نعت و میلاد کی مجلسوں کے علاوہ بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی مساجد میں خصوصاً جمعہ کی نماز کے بعد سلام کو اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے کا ایک خاص لحن اور آہنگ ہے جو کیف و تاثیر کی حامل ہے۔ کئی نعت گو شعرا نے اس سلام کی تقلید میں نعتیہ سلام لکھے۔ بعض شاعروں نے قافیہ میں تبدیلی کے ساتھ سلام کہا۔ اس سلام کی تضمین میں مخمس بھی کہے گئے۔

اس سلام کی سراپائے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کا ایک منفرد انداز ملتا ہے۔ سراپائے اطہر کے ساتھ ساتھ اوصاف و صفاتِ محمدی کا بیان۔ شاعر نے بنی نوعِ انسان پر آپ کے فیوض و برکات کو بھی سلام کا حصہ بنایا ہے۔ آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی منقبت کا عنصر بھی شامل سلام ہے۔ ادیب سلیم چشتی عقیدے کی شہرت و مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اسے یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہو گیا کیونکہ ہندوپاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہو گا جس کے دو چار شعر حفظ نہ کر رکھے ہوں۔"[1]

قصیدہ معراجیہ مولانا کا دوسرا مشہور قصیدہ ہے جو تہنیتِ شادیٔ اسریٰ[2] کے عنوان سے موسوم ہے۔ یہ نظم نسبتاً طویل اور مترنم بحر میں ہے۔ چند شعر ذیل میں۔

> وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے — نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
>
> وہاں فلک پر یہاں زمیں پر رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں — ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
>
> یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی — وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
>
> خدا ہی دے صبر جانِ پُرغم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم — جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے
>
> وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے — نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے
>
> براق کے نقشِ سُم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے — مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

یہ قصیدہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ شروع سے آخر تک ایک زورِ بیان اور تسلسل ہے۔ معراج کی مناسبت سے قصیدے کی پوری فضا رنگ و نور میں ڈوبی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے الفاظ کے انتخاب اور تشبیہ و استعارہ میں خوش ذوقی کے عنصر کو ملحوظ رکھا ہے۔ بحر کا ترنم اور لسانیاتی آہنگ اس پر مستزاد ہے۔ اس معراجیہ نظم میں اشارہ و کنایہ سے موضوع کی اس خوبصورتی سے ترجمانی کی گئی ہے کہ مولانا کی شعری استعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔ خصوصاً قربِ الٰہی کی اس کیفیت کا عالمِ لاہوت سے ورا ہونا اور اعراض لِی مع اللہ، کیف و کم اس عالمِ قرب میں گم ہونا، زمان و مکان اور ابتدا و انتہا نیز اطراف و حدود کے تعینات سے ورا معراجِ رسولِ اکرم ﷺ کی کیفیت و مشاہدہ کا اظہار مولانا نے جن ایما و کنایہ سے کیا ہے وہ ان کی معجز بیانی کا شاہکار ہے۔

مولانا کا تیسرا مشہور قصیدہ درودیہ[3] ہے۔ یہ قصیدہ مولانا کے مشہور سلامیہ قصیدے کی بحر میں ہے۔ قافیہ و ردیف میں تو فرق کے باوصف اسکی

---

[1] مولانا کے نعتیہ سلام میں بھی مشہور نعت گو مولانا کفایت علی کافی کے سلام کا رنگ جھلکتا ہے۔ کافی نے بھی سلام میں حضورِ اکرم ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے۔ چند شعر:

> خاص محبوبِ خدا ختمِ رسالت پر سلام — عینِ رحمت شافعِ روزِ قیامت پر سلام
>
> مبتدا اصلِ علیٰ میں جبیں باصفا — نور کی دریائے امواجِ لطافت پر سلام
>
> چشم پر ابرو یعنی مد ہے سورہ صاد کا — دونوں ابروئے مبارک کی سیادت پر سلام
>
> مصحفِ رخسار حضرت مظہر الوحی غیب — روئے قدسی مطلعِ صبحِ صداقت پر سلام

(دیوانِ کافی - ص ۳۲)

قافیہ اور موضوع کی یکسانیت کے باوجود کافی اور مولانا کے سلام میں بہت فرق ہے۔ مولانا احمد رضا کا سلام زیادہ تفصیلی، موثر اور شعری و فنی محاسن سے بھرپور ہے۔

[1] نوائے وقت، لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء

[2] حدائقِ بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۱۹۴ - ۲۰۰

[3] " " " ص ۲۴۴ - ۲۴۲

تعلیل، مراعاۃ النظیر کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔

شمس بریلوی نے مولانا کی نعت گوئی کے خارجی محاسن کا ذکر کرتے ہوئے ان صنائع بدائع کا بطور خاص ذکر کیا ہے اور حدائق بخشش کے اشعار نعت سے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے[1]

۴۔ مولانا کے ہاں عربی فارسی کے الفاظ اور مصرعے تو عام ہیں مگر ان کی قادر الکلامی کا اندازہ اس کثیر اللسان نعت سے ہوتا ہے جس میں عربی، فارسی، ہندی اور اردو زبانوں کے جملے استعمال ہوئے ہیں۔ اس کا مطلع درج ذیل ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

مختلف زبانوں کے باوجود یہ نعت عوام میں بہت معروف و پسندیدہ ہے اور مجالس نعت و میلاد میں ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہے۔

۵۔ مولانا کے کلام میں محاورے بکثرت ملتے ہیں۔ ان کے قصیدۂ نوریہ جس کا مطلع ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اس ایک قصیدے میں بیسیوں محاورے استعمال ہوئے ہیں مثلاً "باڑا بٹنا"، "تڑکا ہونا، تڑکا لینا، کلمہ پڑھنا، صدقہ لینا، سونا بچھونا، سہرا ماتھے پر سجانا، جالگنا، ستارہ چمکنا، دن دونا ہونا، بول بالا ہونا، بجنا، کھنچا کھنچا ہونا، کلو دینا، لوٹنا، ذرا سامنہ نکل آنا، جھنڈا اڑانا، آنکھیں مانگنا، ماتھے ہونا، آئینہ اندھا کرنا، تجلی کا جھلکا لانا، دل کے کنول کھلنا، الٹی تو خون لیٹنا، اشاروں پر چلنا، بے حکم پر مارنا، دو ورق کھلنا وغیرہ وغیرہ[2]

۶۔ مولانا کے ہاں شکوہ الفاظ و تراکیب اور صوتی ہم آہنگی کے نمونے ملتے ہیں۔ یہ شعر دیکھیے۔

فرشتے خدم، رسول حشم، تمام امم، غلام کرم وجود و عدم، حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لیے
کلیم و نجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمہارے لیے

ایک بات جو مولانا کی نعت گوئی کے فنی محاسن کے ضمن میں کہنا ضروری ہے۔ وہ ان کا تخلیقی استعمال ہے۔ مولانا کی نعت میں خارجی محاسن سے مزین ہے وہ کہیں بھی مولانا کے اظہار جذبات یا ترسیل فکر میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ ان کی صفت گری اور پیکر آرائی نعت کے معنا پر موثر انداز میں پیش کرتی ہے۔

مولانا احمد رضا کی خصوصیات نعت اور فنی محاسن میں جو چیز روح کی طرح جاری و ساری ہے وہ ان کا جذبۂ عشق رسول ہے انکے مسلک سے اختلاف رکھنے والے بھی حضور اکرمؐ سے ان کی محبت و شیفتگی کے معترف ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کی جان در اصل ان کا سرمایۂ عشق رسول ہے۔ ان کے لیے نعت گوئی شوق تاقیہ پیمائی نہیں بلکہ روحانی واردات ہے۔ ان کی نعتوں میں ان کا دل دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد عبدالسمیع جناد چشتی مولانا احمد رضا خاں کی نعت کے اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

" حدائق بخشش کے معروضی (Objective) طرز اظہار اور حضرت رضا بریلوی کے انداز شیفتگی کا انحصار شدت جذبۂ دل پر ہے۔ یہ انداز محض ظرفی ہے بلکہ ابدی صداقتوں اور سرمدی کیفیتوں کا پیغامبر ہے۔ اس کا تاثر انفرادی اور وقتی نہیں بلکہ مستقل اور ہمہ گیر نوعیت کا ہوتا ہے مگر اس کے محرکات و عوامل خارجی شواہد نہیں بلکہ داخلی کیفیات اور باطنی رجحانات پر مشتمل وہ جذبۂ صادق اور خلوص کامل ہے جو ایک مسلمان دل کے اندر موجود و معروف کار رہتا ہے۔ اس لیے وہ جذبۂ صادق و خلوص کامل قاری کے گوشۂ جان میں اپنی پوری صداقتوں کے ساتھ اتر جاتا ہے۔"[3]

---

[1] ۔ مقدمہ حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۱۲۹ – ۱۹۱
[2] ۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۳۸۲

جذب و مستی کے عناصر یوں تو ہر بڑے نعت گو کے کلام میں نظر آتے ہیں لیکن مولانا کی نعت میں عشقِ رسول اکرمؐ کی وارفتگی و شگفتگی بے پایاں ہے۔ اُن کا سلیقۂ نعت اُنکی محبتِ رسولؐ کا مظہر ہے۔ حضور اکرمؐ اور انکے متعلقات (روضہ مبارک، مدینہ منورہ وغیرہ) کا ذکر آتے ہی اُنکی نعتیں جھلک پڑتی ہیں۔ سوز و درد اور جذب و اثر میں ڈوبی ہوئی متعدد نعتوں میں سے چند کے مطلع درج ذیل ہیں۔ اِن نعتوں کی لو... شاعر محبتِ رسولؐ میں سرشار ہے۔ اخلاص و تاثیر کا یہی جوہر اِن نعتوں کی شہرت کا سبب ہے۔

- واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
- اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں — جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
- سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبیؐ — سب سے بالا و والا ہمارا نبیؐ
- حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے ہو کعبے کا کعبہ دیکھو
- صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

مدینہ منورہ سے محبت عشقِ رسولؐ ہی کی علامت ہے۔ مولانا کو مدینہ سے جو محبت و وارفتگی ہے وہ اُنکی نعتوں سے جھلکتی ہے۔ خاکِ کوئے حضورؐ، خارِ طیبہ، سگانِ کوئے حبیب، غرضیکہ مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ انکے لیے قبلۂ مراد ہے۔ درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں۔

- اے خارِ طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے — یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو
- ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ — او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے
- خوف ہے سمع خراشیٔ سگِ طیبہ کا — ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ و افغاں ہم کو
- دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں — اے سگانِ کوچۂ دلدار ہم
- اِس گلی کا گدا ہوں میں جس میں — مانگتے تاجدار پھرتے ہیں [1]

مدینہ کا والہانہ تذکرہ مولانا کی نعت کا ایک مستقل موضوع ہے اور ایک جداگانہ باب کا متقاضی ہے۔[2] اختصار سے کام لیتے ہوئے یہاں صرف اس امر کی نشاندہی کی جا سکتی ہے کہ خاکِ مدینہ کی عظمت و توقیر اُن کا جزوِ ایمان ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ مدینہ کی فضا اور اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے خوشی اور محبت محسوس کرتے ہیں بلکہ وہ ان پر دل و جان سے فدویت کا اظہار کرتے ہیں۔

عشقِ رسولؐ کی یہی فضا انکے طویل سلاموں اور نعتوں میں بھی نظر آتی ہے جو بظاہر زورِ بیان، سراپا نگاری اور مدح نگاری کا نمونہ ہیں۔ جذبۂ دل کی بے ساختگی مولانا کے نعتیہ کلام سے پھوٹی پڑتی ہے۔ حسن و دلکشی، وارفتگی و دلگدازی اور افراطِ شیفتگی کے عناصر انکے نعتیہ اشعار کو کیف اور تاثیر کے اِس مرتبہ پر پہنچا دیا ہے جہاں بہت کم نعت گو پہنچتے ہیں۔

اِس وارفتگی و شیفتگی کے باوجود مولانا نے نعت گوئی میں آدابِ شریعت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ سے وفورِ عقیدت اور فرطِ محبت میں انہوں نے الوہیت اور نبوت کے فرق کو کہیں آنکھ سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ انہیں نعت گوئی کے فن کی نزاکت کا پورا پورا احساس ہے۔ ایک جگہ خود کہتے ہیں "حقیقت میں نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"[3]

---

١ - حدائقِ بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) مختلف صفحات

٢ - اِس موضوع پر "اعلیٰ حضرت - مدینے کی گلیوں" کے عنوان سے اقبال فاروقی نے ایک مضمون لکھا ہے جو ماہنامہ ضیائے حرم لاہور - شمارہ مارچ

پنی نعت گوئی میں آداب واقدامِ نعت کے اسی پہلو کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ ۔۔۔ بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ۔۔۔ یعنی رہے آدابِ شریعت ملحوظ [۵۰]

مولانا احمد رضا خاں اپنے بھائی حسن رضا اور مولانا کافی کا کلام اسی سبب پسند کرتے تھے کہ انہوں نے اپنی نعت گوئی میں آدابِ شریعت کا خا
ل رکھا ہے۔ اس ضمن میں مولانا کے ملفوظات میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ کسی نے آپ کو نعت سنانا چاہی۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ "سوا دو کے
رم کے کسی کا کلام میں قصداً نہیں سنتا۔ مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔ ۔۔۔ باقی اکث
لیا گیا کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے۔" [۵۱]

مولانا کے سوانح میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جہاں آپ نے آدابِ شریعت کو ملحوظ نہ رکھنے والے شعرا کی نعت گوئی کے بار
ں ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اگر کوئی خیال یا لفظ اقدامِ رسالت مآب اور شانِ نعت کے منافی دیکھا تو اسکی اصلاح فرمائی۔ [۵۲]

نعت کے باب میں اگر مولانا احمد رضا خاں کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اردو نعت کی ترویج و اش
ں اُن کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انہوں نے نہ صرف یہ
علیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے ذریعہ نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ اُن کی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے دوسرے شاعروں کو
ت گوئی کی ترغیب دلی۔ عاشقانِ رسول کے لیے آج بھی انکا کلام ایک مؤثر تحریکِ نعت کا درجہ رکھتا ہے۔

---

۵۰ - حدائقِ بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) صفحہ ۱۵۴

۵۱ - ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی (حصہ دوم) صفحہ ۸۸ - ۸۹ (حاشیہ نمبر ۱ والا اقتباس اسی واقعہ کے ضمن میں آیا ہے)

۵۲ - "امام نعت گویاں" میں مولانا اختر الحامدی نے "مولانا رضا کی نعت گوئی اور پاسِ شریعت" کے عنوان سے جو ذیلی باب لکھا ہے، اسمیں اسطرح کے
کئی واقعات درج کئے ہیں۔

مولانا حسن رضا خاں حسن (م ۱۳۲۶ھ) مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ نعت گوئی میں مولانا احمد رضا خاں کے مرتبے کو تو نہ
مگر انہوں نے بھی اردو نعت میں گراں قدر اضافے کیے۔ "ذوقِ نعت" موسوم بہ صلۂ آخرت کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ ان کا رنگِ سخن بھی مولانا احمد رضا
سے ملتا جلتا ہے۔ اسکی بڑی وجہ انکے عقیدہ و مسلک کا اشتراک ہے۔ مولانا احمد رضا نے نعت گوئی میں جس دبستان کی تشکیل کی حسن رضا خاں اس
پہلے قابلِ ذکر شاعر ہیں۔ وہ اگرچہ مولانا احمد رضا خاں کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تاہم بریلوی مکتبِ نعت میں انکی کارکردگی وسیع اور جاندار ہے

حسن رضا کی نعت کی نمایاں خصوصیات کم و بیش وہی ہیں جو مولانا احمد رضا خاں کی ہیں۔ انہوں نے اگرچہ داغ کی شاگردی اختیار کر رکھی
مگر نعت میں وہ مولانا احمد رضا خاں کے مقلد و شاگرد تھے۔ بقول مولانا احمد رضا " ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیے تھے۔ انکی طبیعت
ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیارِ اعتدال پر صادر ہوتا جہاں شبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے"[۱]
یہی وجہ ہے کہ انکی نعتیہ شاعری میں الوہیت اور نبوت کے مراتب کا خیال رکھا گیا ہے اور وہ نعت لکھتے ہوئے احترامِ رسالت مآب اور درود شریف کو
رکھتے ہیں۔

حسن رضا خاں کے خاندانی پس منظر اور بڑے بھائی مولانا احمد رضا خاں کی محبت و تربیت کے اثرات انکی نعت گوئی میں نمایاں
۔ انکی نعتوں میں قرآن و احادیث کے متعدد حوالے ملتے ہیں جو انکی علمیت کا ثبوت ہیں۔ انکی کئی نعتیں مولانا احمد رضا خاں کی زمینوں اور انکے
میں لکھی ہوئی ہیں۔ مضمون آفرینی انکی نعت گوئی کی جان ہے۔ انہوں نے نعت میں رکھی باتیں کہنے سے گریز کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا بیان
یا آپکے اوصاف و معجزات کا، حسن رضا ہر طرف نئے ڈھنگ اور ندرت سے بیان کرتے ہیں بلکہ ہر مقام اور ہر جگہ پر نئی بات کہنے کی کوشش کرتے ہیں
آفرینی اور جدتِ خیال کی کچھ مثالیں دیکھیے۔

تل کہہ کے اپنی بات بھی لب سے ترے سنی ——— اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند
الہٰی دھوپ ہو ان کی گلی کی ——— مرے سر کو نہیں ظلِ ہما خوش
نقشِ پا سے جو ہوا ہے سرفراز ——— دل بدل ڈالیں گے اس پتھر سے ہم

نظیر لدھیانوی نے مولانا حسن رضا خاں کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے زبان و بیان کی متعدد خوبیوں کی نشاندہی کی ہے اور انکی خوبیوں
مثالوں سے واضح کیا ہے۔ ان میں حسنِ الفاظ، بے ساختگی، تکرارِ الفاظ، صنعتِ تواردِ و تقسیم، رعایاتِ لفظی، محاورات، ترکیبات وغیرہ خصوصاً
کے قابل ہیں۔ حسن رضا کے ان خصوصیاتِ زبان و بیان میں مرزا داغ کے اثرات نظر آتے ہیں۔ حسنِ الفاظ، بے ساختگی اور محاورات کے
استعمال میں داغ کا رنگِ کلام خاص طور پر نمایاں ہے۔ مولانا کی نعت میں آ کر داغ کا رنگِ غزل متقین اور موثر ہو گیا ہے۔ چند مثالیں دیکھیے[۲]

کرو قتِ اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو ——— جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو
جو ترا ہو گیا، خدا کا ہوا ——— جو خدا کا ہوا، ہوا تیرا
خدا مدح خواں ہے خدا مدح خواں ہے ——— مرے مصطفیٰ کا مرے مصطفیٰ کا
تمہارے در سے جھولی بھر مرادیں لے کے اٹھیں گے ——— نہ کوئی بادشاہ تم سا نہ کوئی بے نوا ہم سا
کیوں گنہگاری مایوس ہوائے ابرِ کرم ——— سوکھے دھانوں کو مددگار ہے چھینٹا تیرا

مولانا احمد رضا خاں کے ہاں سادگی و سلاست کے ساتھ کہیں کہیں مشکل پسندی بھی نظر آتی ہے۔ خصوصاً ان نعتوں میں جو مشکل زمینوں میں
میں مولانا کی مشکل گوئی کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا کا دیوانِ نعت حروفِ تہجی کی ترتیب سے ہے۔ اس انداز ترتیب میں چونکہ ا سے ی تک تمام حروف

---

۱۔ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت بریلوی حصہ دوم، ص ۸۹
۲۔ شرح حسن (نظیر لدھیانوی) ص ۲۰ — ۱۲

نعتیں لکھنے کا التزام کیا جاتا ہے۔ لہذا بعض حروف ث، ح، خ، ظ، ض، غ، ق وغیرہ کے ضمن میں اکثر شاعروں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مولانا نے ان مقامات پر قافیہ اور ردیف کے انتخاب میں اور زیادہ دقت پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ مشکل زمینوں میں سے کچھ کے مطلع درج ذیل ہیں۔

جو نور بار ہوا آفتابِ حسنِ ملیح　　ہوئے زمین و زماں کامیابِ حسنِ ملیح

خاکِ طیبہ کی اگر دل میں ہو وقعت محفوظ　　عیب کوری سے رہے چشمِ بصیرت محفوظ

ہوں جو یادِ رخِ پُر نور میں مرغانِ قفس　　چمک اٹھے چہرۂ یوسف کی طرح شانِ قفس

مدینے میں ہے وہ سامانِ بارگاہِ رفیع　　عروج و اوج ہیں قربانِ بارگاہِ رفیع

مولانا کا کمال ہے کہ انہوں نے سنگلاخ زمینوں میں بھی نعت کے اچھے شعر نکالے ہیں۔ اسی طرح مولانا نے اساتذہ کی معروف غزلوں میں بھی نعتیں کہیں۔ سراپا نگاری میں بھی انکی کئی نعتیں ہیں۔ جن میں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال ظاہری کو خوبصورت تشبیہوں اور استعاروں سے بیان کیا ہے۔ خصوصاً وہ نعت جس کا مطلع ہے ــ

؎ یہ گردنِ پُر نور کا پھیلا ہے اجالا　　یا صبح نے سر اپنے گریباں سے نکالا

اسی طرح انہوں نے القیات کی ردیف میں پچاس اشعار کی نعت کہی ہے جس میں سراپائے نبوی کو کمال خوبی سے پیش کیا ہے۔ محبت رسول کی کیفیات کے بیان میں ان کی معروف نعتیں یہ ہیں۔

؎ دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو　　پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو　　سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو

اس زمین میں انہوں نے تین نعتیں کہی ہیں جو اُن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و شیفتگی کی مظہر ہیں۔ داخلی اعتبار سے آپ کی شاعری کا مقام بہت بلند ہے۔ مشکل زمینوں، صنائع بدائع اور دوسرے خارجی محاسن نعت کے باوصف انکی نعتوں میں عشقِ رسول کی مختلف کیفیات واردات کے تذکرے میں محویت معنویت کے عناصر ملتے ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری کے حسن و تاثیر کا یہی جوہر ہے کہ جب وہ مدینہ اور اُسکے متعلقات کا ذکر کرتے ہیں تو انکا پورا وجود اسی تجربے میں گندھا نظر آتا ہے۔

؎ خارِ صحرائے نبی پاؤں سے کیا کام تجھے　　آ مری جان مرے دل میں ہے رستہ تیرا

جیسے سینکڑوں اشعار ”ذوقِ نعت“ میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں جن میں حسن رضا خان کی یہی جذب و شیفتگی اور سرشاری عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھلکتی ہیں۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری ”مولانا احمد رضا خان کی طرح حسن رضا خان کی نعتوں میں جو چیز خاص طور پر متاثر کرتی ہے۔ وہ سادگی و صفائی بیان کے ساتھ ساتھ اُن کے جذبات عقیدت کی وہ شدت ہے جو آنحضرت سے اُن کے والہانہ لگاؤ کا ثبوت ہر قدم پر بہم پہنچاتی ہے۔“ ۱؎

---

۱؎ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۸۷

سید علی حیدر نظم طباطبائی (م/۱۳۵۲ھ) کی شاعری نے لکھنؤ کے ماحول میں آنکھ کھولی مگر اردو شاعری کے جدید دور میں اپنی پرواز پڑھی... ن۔ بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ انہوں نے اپنی شاعری کا قالب و لہجہ بدلا اور اپنی فکری و فنی صلاحیتوں کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔

نعت میں نظم نے سات قصیدے کہے جو ایک طرح سے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی تاریخ و سیرت کے مختلف واقعات کے تذکار پر مشتمل... ان قصیدے ایک ہی سلسلے کی مختلف کڑیاں نظر آتے ہیں اور وہ سلسلہ ہے اسلامی تاریخ کو منظوم کرنا۔ انکے قصیدوں کے عنوانات در[ج ذیل] ہے۔

ذکر بعثت و فتح مکہ، قصیدہ معراج، ہجرت و غزوۂ بدر، عہد جاہلیہ کا کفر اور پیغمبر مجاہد، قصیدہ احزاب، ورود خیبر، قصیدہ حنین

نظم طباطبائی نے قصیدے کو پیغمبر اسلامؐ کے کارناموں کا مرقع بنایا۔ بقول ڈاکٹر محمود الٰہی "اردو قصیدہ نگاری کی تاریخ میں یہ پہلے اور آخری شاعر ہیں جنہوں نے صدر اسلام کے غزوات کو قصیدے کا موضوع بنایا اور طول و طویل قصیدے لکھے۔ وہ احادیث کی روشنی میں واقعات بیان کرتے ہیں۔ مجاہدین کی ...ر جانبازی کی تصویر کشی کرتے ہیں اور قوم کو دعوت عمل دیتے ہیں۔ مذہب و تاریخ پر انکی اتنی گہری نظر ہے کہ وہ جب کسی غزوے کا حال بیان کر[تے ہیں تو] ایسی ماحول میں پہنچ جاتے ہیں اور جزئیات نگاری کو اپنا شعار بنالیتے ہیں۔"[1]

در اصل نظم نے قصیدے سے وہی کام لیا جو بعد میں حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلامؐ میں مثنوی کی ہیئت سے لیا۔ نظم کے شعری مزاج کی تربیت چونکہ لکھنؤ میں ہوئی تھی لہذا انہوں نے ہیئت کے انتخاب میں اسی تکلف کا مظاہرہ کیا اور طویل مضامین جن کا تعلق سیرت رسولؐ کے اہم ا[مور] سے تھا کے بیان کے لیے قصیدے کو چُنا حالانکہ مثنوی کی ہیئت اس کے لیے زیادہ بہتر تھی۔ نظم نے اپنے نعتیہ قصیدوں میں سیرت رسول اکرمؐ عموماً اور غزوات رسولؐ کو خصوصاً موضوع بنایا ہے۔ سیرت و تاریخ نگاری کا یہ عنصر ہی اُن کی انفرادیت ہے۔ ذکر بعثت و فتح مکہ کے کچھ اشعار دیکھیے ــ

ظہور اُس کا جو آخر میں ہوا اُس سے یہ ظاہر ہے
کہ ذات اس کی ہے ایجاد جہاں کی علت غائی

یہ اِس سید کے ختم المرسلین ہونے سے ثابت ہے
کہ یہ قربت رسولانِ سلف نے بھی نہیں پائی

کسی کا عرش پر نعلین کو پہنے ہوئے جانا
کسی کی جلوہ گاہ طور میں وہ برہنہ پائی

ہر اک رستے سے تو آگے رہنما ہوتے ہوئے آیا
ہزاروں ہی برس عالم کو تو نے راہ دکھلائی[2]

اِس قصیدہ میں حضور اکرمؐ کی بعثت کی تمہید، شعب ابی طالب میں قیام کے واقعات سے لیکر فتح مکہ تک کے اہم واقعات کا شاعرانہ بیان ہے جس [میں] واقعہ نگاری اور تاریخی حقائق کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر اعجاز حسین نظم کے فن پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "نظم نے قصیدے کو ایک نئی حیثیت [سے] دنیا کے سامنے پیش کیا، ان میں تاریخی عنصر کا اضافہ کیا، انکے قصیدوں سے علم و فضل کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ وہ اسلامی جنگ جو مسلمانوں میں ا[یک] خاص اہمیت رکھتی تھی انکے قصیدوں میں جگہ پاتی ہے۔ معرکہ آرائیوں کا ذکر اِس وضاحت کیساتھ ہوتا ہے کہ نہ صرف جنگ کا نقشہ پیش نظر ہوتا ہے بلکہ [اُن] واقعات پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے اور لوگوں کی سیرت کا بھی پورا اندازہ ہوتا ہے"[3] اردو نعت میں غزواتی واقعات کا جو انداز نظم سے ملتا ہے وہ اتنی تفصیلات سے اور بہت کم نظر آتا ہے۔ وہ ہر لفظوں کی رگ میں دوڑا دیتے ہیں ... [کہ]یں کھنچتے ہیں۔ ذکر بعثت و فتح مکہ والے قصیدے میں مسلمانوں کے جوش و خروش اور واقعات جنگ کا انداز بڑے موثر انداز میں پیش کرتے ہیں دیکھیے؛

---

[1] اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ (ڈاکٹر محمود الٰہی) ص ۳۳۴

[2] مجموعہ نظم (نظم طباطبائی) ص ۶/ص ۱۰

[3] مختصر تاریخ اردو (ڈاکٹر اعجاز حسین) ص ۲۱۰

اٹھیں بائیں، بڑھے توسن، کھنچی تیغیں، چلے نیزے — کئے جوشن، چھنیں زرہیں، جمی رزم و صف آرائی

ہوئے روپوش ڈر ڈر کر ہوا یا منہ شریروں نے — سیہ بختی رخ پر ہر سر نوشتہ ننگ و رسوائی

بفتح و نصرت و اجلال مکہ میں ہوئے داخل — ہوئی کعبہ کو نور کبریا سے نور افزائی[1]

ے محسن کاکوروی کے مشہور قصیدہ مدیحیہ کی طرز پر بھی نعتیہ قصیدہ لکھا۔ اسکی تشبیب بھی ہندی الفاظ و عناصر سے عبارت ہے اور اس کا محسن سے ملتا جلتا ہے۔ اس قصیدہ کا عنوان "ذکر جاہلیہ و جہاد آنحضرت" ہے۔ اسکی تشبیب کی فضا محسن کے قصیدہ کی طرح ہندوستانی یں کنول، پریمی، کنش، کومل، اندر، ارجن، گنیا اور گنگا جل وغیرہ کا ذکر ہے۔ لیکن اشعار اور مضامین میں بھی محسن کی تقلید ح ہے مگر نظم کے بجائے گریز اور مدح کا حصہ کافی دلکش اور موثر ہے۔ تشبیب سے گریز کرکے مدح کی طرف یوں لوٹتے ہیں ؎

کوئی ہے نزع کی حالت میں دم آمد ہے — ابر تر حلق میں پکارا ہے تشنہ جل

ان مظالم سے زمانے کو چھڑانے کے لیے — لیکن مکہ سے بڑھا لو خدا عزوجل[2]

ک نعتیہ قصیدے علمیت و شعریت کا امتزاج ہیں۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے موضوعات، واقعات سیرت خصوصاً ہ اخذ کئے۔ اس موضوع نعت کے انتخاب کا سبب ہندوستانی مسلمانوں کو درپیش مسائل و حالات تھے۔ انہوں نے اسلامی وقعہ دہرا کر ے اندر سعی و عمل کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تشبیبوں میں اخلاقی و صوفیانہ مضامین قلمبند کرکے زندگی کے حقائق سے پردہ وصف نبی کے بیان میں انہوں نے قرآن و حدیث کی ترجمانی کی ہے اور حقیقت نگاری کو ملحوظ رکھا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی ان میں تغزل ت قصیدوں میں انہوں نے جس طرح تاریخی اور واقعاتی شعور کا خیال رکھا ہے یہ انکی سب سے بڑی خوبی ہے۔

---

[1] ـلم (نظم طباطبائی) ص ۱۰۳

[2] ص ۱۳۱

کی طرف سے توحید کی اس شہادت کے ساتھ ساتھ توحید کی طرف سے رسالت کے اتباع کے مضامین کی تکرار بھی ملاحظہ ہو۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں — کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے — دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے — رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں [1]

یعنی پیغام محمدؐ کا پاس اور ذاتِ محمدؐ سے وفا ملتِ اسلامیہ کے شکوے کا دو لفظی جواب ہے اور اس کے تمام مسائل کا حل ہے۔ جواب شکوہ کا آخری شعر وہ روشن آیت ہے جسے خدا کی زبان سے اقبال نے کہلوایا ہے اور جو اقبال کی تمام تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اتباعِ رسولؐ کا ... مرجع و منبع ہے جہاں اقبال کے نہ صرف نعتیہ بلکہ پورے کلام کی تمام کرنیں سمٹ آئی ہیں۔

منصبِ رسولؐ سے آگہی اور اتباعِ رسولؐ کی تلقین کے ساتھ ساتھ جو بالفعل بنیاد اور یہ لفظ اقبال نے اردو نعت کو دیا وہ یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے دائرے سے پھیلا کر پوری انسانیت کے حوالے سے دیکھا گیا ہے۔ حضورؐ کی ذات سے مسلمانوں کی عقیدت و وابستگی اور ملتِ اسلامیہ آنحضرتؐ کے منصب و مقام کا اظہار ہر دور میں نعت کا محور و مرکز رہا ہے مگر رحمت اللعالمین کی حیثیت پوری انسانیت کے لیے جن پہلوؤں سے سرچشمہ بنی اس کا پہلا واضح احساس اور اظہار ہمیں اقبال ہی کے ہاں نظر آتا ہے۔ یہاں ہمارا اشارہ ان چند اشعار کی طرف ہے جنہیں اقبال نے مزارِ مقدس کی زیارت کے موقع پر لکھا۔ بقول اقبال "یہ چند افکارِ پریشان جن میں حکیم سنائی کے ایک مشہور قصیدے کی پیروی کی گئی ہے اسی روزِ سعید کی یادگار میں سپردِ قلم کیے گئے" یہ اشعار اپنے مضامین اور پیشکش کے اعتبار سے اردو نعت کی تاریخ میں ایک اہم حیثیت کے حامل ہیں۔

اقبال کے نعتیہ کلام کا جائزہ لینے والوں نے ان اشعار میں سے دو تین نمایاں نعتیہ اشعار کو الگ کر کے ضرور دیکھا ہے مگر ان حوالوں سے اس فن پارے کی معنوی کُل کی دریافت اب تک نہیں ہو سکی۔ اگر اس پورے سلسلۂ اشعار کو بغور پڑھا جائے تو اس پر ایک قصیدہ کا گمان گزرتا ہے۔ قصائد کی تاریخ میں ایسے قصیدے مل جاتے ہیں جن میں تشبیب کا حصہ غائب اور مدح کا حصہ ابتدا ہی سے ہے۔ یہ سلسلۂ اشعار بھی اسی انداز کا ایک قصیدہ ہے۔

اس نظم کے تین بند ہیں۔ ہر بند میں ایک مرکزی خیال پایا جاتا ہے۔ پہلے بند میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ عشق وہ قوت ہے جس کی بدولت عاشق زمان و مکاں کی قید سے بالاتر ہے۔ دوسرے بند میں اقبال نے مسلمانوں کے اخلاقی و روحانی زوال کا اظہار مؤثر انداز میں ذکر کیا ہے نیز اس تلخ حقیقت کا اظہار ہے کہ دنیا مادیت اور الحاد میں مبتلا ہے لیکن آج کل مسلمانوں کے اندر یہ صلاحیت موجود نہیں کہ وہ اقوامِ عالم کو توحید کا یہ پیغام دے سکیں۔ آخری بند میں اُنکے زوال کا سبب بیان کیا ہے اور جب انہوں نے اس کو ترک کر دیا تو ان پر ... لعنت مسلط ہوئی۔ پھر اقبال غلامی سے نجات پانے کا نسخہ تجویز کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی ذات والا صفات سے رجوع کیا جائے۔ یہ مقام نعت کی معراج ہے۔

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں — "کہ بر فتراکِ صاحب دولتے بستم سرِ خود را"

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ [2]

---

[1] کلیاتِ اقبال (اردو) ص ۲۰۰، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸

[2] ایضاً ص ۳۱۲

کرانا آدم کو اس منصب نیابت سے آگاہ کرنا یہاں فائز ہو کر وہ احسن التقویم کا اہل بنتا ہے آنحضرتؐ ہی کی بعثت مبارک کا مطلب ہے
...ترا سنائی والے اشعار میں بھی ع غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا کہہ کے اس بلیغ حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اس نظم میں اقبال نے حضورؐ کو باعث ایجاد عالم اور مرکز و محور جملہ موجودات کے طور پر یاد کیا ہے۔ آ...
...کائنات کا معنی دیر یاب، لوح و قلم اور الکتاب کے بلیغ استعارے ذوق و شوق کی اقبال ہی کے اپنے ...
ہیں۔ اسی نظم میں اقبال کہتے ہیں کہ عقل اور عشق آپ ہی کے فیضان سے سرفراز و بامراد ہیں اور آپ کی ...
...کار اور طشتان ہے۔ ذوق و شوق کا اختتام وصال دلبر کے دلآویز تجربات و کیفیات ...
...شاعر نے اس نظم کے اختتام کو حسن و تاثیر سے بھر دیا ہے۔ بقول سید عابد علی عابد "سوز و گداز کا اظہار ...
...میں ہوا ہے ایسا کہیں اور نظم میں نہیں ہوا۔[۴]

اقبال کے نعتیہ اشعار میں اضطراب محبت رسول اور ملت اسلامیہ کی بدحالی کا ذکر بڑے دردمندانہ ...
...تا ہے۔ مغربی تہذیب کے پھیلتے اثرات، وطنیت کے گمراہ کن تصورات، مسلمانوں کی محکوم آبادیاں، ملت اسلامیہ کی زبوں حال...
...اور اس بے سروسامانی اور پریشانی میں حضور اقدس کی ذات والا صفات سے رجوع، اقبال کی نعت کے خاص موضوعا...
...ہیں۔ بدلتے ہوئے تمدنی اور سماجی حالات میں ملت اسلامیہ کی زبوں حالی کا احساس جتنا شدید اقبال کو تھا ...
...اس کا پتہ "روح محمدؐ سے" میں ہوتا ہے۔ اس نظم میں وہ ذات رسالت سے توجہ اور امداد کے ملتجی ہیں۔ ان ...
...طلب اور التجا ایک فریاد کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ اس نظم میں حالی کی مشہور فریاد کی ع
(ع اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے۔ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے) صدائے بازگشت سنائی د...
...یتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

ع شیرازہ ہوا امت مرحوم کا ابتر — اب تو ہی بتا، ترا مسلمان کدھر جائے۔
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمدؐ — آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے![۱]

علامہ اقبال کی ایک اور نعت "حضور رسالت مآبؐ میں" کے عنوان سے ہے۔ یہ ایک مختصر سی نظم ہے، ج...
اقبال نے ۱۹۱۲ء میں جنگ طرابلس پر لکھی۔ جس میں مسلمان نہایت بے جگری سے لڑے اور شہید ہوئے۔ پہلے بندوں میں ...
...ایک ڈرامائی فضا ہے۔ فرشتے اقبال کو بزم رسالت مآبؐ میں لے جاتے ہیں، حضورؐ، اقبال سے پوچھتے ہیں کہ "تو جہاں سے ہمارے
واسطے کیا تحفہ لایا ہے؟" اقبال کا جواب تیسرے بند میں ملاحظہ ہو۔

ع حضورؐ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی — تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی۔
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں — وفا کی جس میں ہو بو، وہ کلی نہیں ملتی۔
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں — جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی۔
جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں۔
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں۔[۲]

۱۔ کلیات اقبال۔ (اردو) ص۔ ۵۱۰۔
۲۔ کلیات اقبال (اردو) ص۔ ۱۹۷۔ اقبال نے یہ نظم لاہور کی شاہی مسجد میں منعقد ہونے والے جلسے میں پڑھی۔ اس نظم کے اثر اور مقبولیت...

بحیثیت مجموعی اقبال ایک منفرد نعت گو ہے، جس کی مثال کسی زبان کی نعت میں نہیں ملتی۔ یوں تو اُن کا سارا کلام خو[illegible]
[illegible]ر سے لکھا گیا ہے مگر بقول "محب عارفی" جہاں جہاں حضورؐ کا ذکر آیا ہے، ایسی وارفتگی، بیتابی اور والہانہ پن کا اظہار ہوتا [illegible]
[illegible] یہ بات خونِ جگر سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے۔ یہ رُوح کی صدائے مستانہ ہے۔" جناب شفیع منصور فرماتے ہیں کہ:
"علامہ فلسفے کی، دلیل کی، عقل کی باتیں کرتے کرتے جب حضورؐ کے ذکر پر پہنچتے ہیں تو اپنے آپ سے گزر جاتے ہیں، معنو[illegible]
[illegible] اسی کیفیت میں وہ عقل اور دلیل کی سب باتیں بالائے طاق رکھ کر "زِ چشم اشک، خون ریزم و رقیم" کی حالت
[illegible] ملبوف نظر آتے ہیں بلکہ ہم خود بھی مجنوں کی یہ برقی رَو اپنے رگ و پے میں محسوس کرتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے
[illegible] اقبال کے ساتھ ساتھ عشقِ رسولؐ میں رقص کناں ہیں۔"..... بقول نذیر صدیقی "یہ سب باتیں اتنے عجیب و غریب انداز میں
[illegible]قبال ہی کہہ سکتا ہے کہ اُس کے پاس قوتِ ابلاغ ہے۔ اور بہت عشاق رسالتمآب یہ سب کچھ محسوس تو کرتے ہوں گے لیکن بیان
[illegible] سکتے کیونکہ اُن کے پاس اقبال کا سا اعجازِ نطق نہیں، لہٰذا یہ اقبال ہی کا حصّہ ہے۔[1]

## مولانا ظفر علی خاں۔

مولانا ظفر علی خاں کی (م/۱۳۷۶ھ) نعت میں حالی و اقبال کی ملی و قومی لہر ایک منفرد شان سے جلوہ گر ہوئی ہے۔ برِ صغیر کی معا[illegible]
[illegible]ی، ادبی اور سیاسی تحریکوں کا تفصیلی منظرنامہ اُن کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ حمد، نعت اور اسلامی مضامین اُن کی شاعر[illegible]
جوہر ہیں۔ ایک جگہ وہ خود کہتے ہیں:

> خدا کی حمد، پیغمبرؐ کی نعت، اسلام کے قصّے ‌ ‌ ‌ مرے مضموں ہیں جب سے شعر کہنے کا شعور آیا[2]

مولانا کی نعت کا مطالعہ کرتے ہوئے جو عنصر نمایاں انداز میں جلوہ گر ہوا ہے وہ عشقِ رسولؐ کا جذبہ ہے مگر جو خصوصیت اُ[illegible]
[illegible] نعتیہ شاعری کو معاصر نعت نگاروں سے منفرد ٹھہراتی ہے وہ اُن کا قومی و سیاسی شعور ہے۔ مولانا ظفر علی خاں کے نعتیہ کلا[illegible]
[illegible] ہندی مسلمانوں کی کسمپرسی، عالمِ اسلام کی زبوں حالی، طرابلس پر اٹلی کا حملہ، تحریکِ خلافت، تحریکِ عدم تعاون، تحریکِ
[illegible]جرت، شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کے سلسلہ میں رُونما ہونے والے مُسلم کُش فسادات اور متعدد ایسی معاصر سیاسی [illegible]
[illegible] تحریکوں کے اثرات ملتے ہیں، جن میں اُمتِ مسلمہ بالعموم اور ہندی مسلمان بالخصوص کسی نہ کسی طور منسلک رہے ہیں
[illegible]ولانا کی نعت میں ملّی عناصر کا کینوس حالی اور اقبال سے بہت وسیع ہے۔ خصوصاً ہندی مسلمانوں کی زبوں حالی کا جو نوحہ مولانا کے ہاں
[illegible]ظر آتا ہے کسی دوسرے معاصر شاعر کے نعتیہ کلام میں نہیں ملتا۔ اُنہوں نے اپنی نعتوں سے اصلاح و اتحاد کا کام لیا۔ اور عشقِ
[illegible]سولؐ کے ترانے گا کر ملّتِ اسلامیہ کے اندر ایک ولولۂ تازہ پیدا کیا۔ اُن کے نعتیہ کلام میں عظمتِ رفتہ کا احساس، لمحہ موجود کی
[illegible]بوں حالی، مستقبل کے روشن اور پُرشکوہ عہد کا انتظار اور اُن سے وابستہ تاثرات و احساسات بکثرت ملتے ہیں۔ اُن میں سب سے
[illegible] لے حضورِ اکرمؐ کے دربار میں فریاد و استغاثہ کی ہے۔ مولانا کی اکثر نعتوں میں عرضداشت و التجا کی یہ لے نمایاں ہے۔ [illegible]
[illegible]توں کے عنوان دیکھیے! "التجا بحضورِ سرورِ کائنات"، "عرضداشتِ اُمت بحضورِ سرورِ کون و مکانؐ"، "اسلامیانِ ہند کی فریاد
[illegible] سرورِ کائنات میں"۔

مولانا ظفر علی خاں کے استغاثہ و استمداد کا انداز بھی منفرد ہے۔ وہ گزارشِ احوال کے بعد جب التجا کے مرحلے پر آتے ہیں تو
[illegible]ضورِ اکرمؐ کو وسیلہ بنا کر درپیش مشکلات کا حل خدا تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں۔ وہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے براہِ
[illegible]ست معاونت کی بجائے اکثر اُن کے نام اور ذاتِ گرامی کو اپنی دُعا و التجا میں موثر وسیلے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

---

[1] ماہنامہ "ادبیات" ممتن، اپریل ۱۹۸۵ء ص: ۴۴۔ مضمون: "اقبال منفرد نعت گو" صادق نسیم)۔

مولانا کے استغاثوں کے کچھ اشعار دیکھئے:

؎ اے کہ زوال ترا درد میں ہے بنا ہوا — کس کو ترے سوا سنائیں جا کے ہم اپنی مشکلات
مقام کہ پایہ عرش کا کہ باادب یہ التجا — اے کہ ہے مبدءِ فیوض ایک فقط تری ہی ذات
بندے بھلے ہوں یا برے تو تو ہے اے خدا کریم — قطع ہو کیوں کریم کا سلسلۂ نوازشات
موردِ لطفِ خاص پر کس لئے آج یہ عتاب — ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں گوشۂ چشمِ التفات[1]

عرضداشتِ اُمّت بحضورِ سرورِ کون و مکاںؐ میں التجا کا حصّہ دیکھئے:

؎ تجھ کو جس طاقت پہ ہم کو ہے وہ ہے تری دعا — جو کہ ہے مقبولِ درگاہِ خدا دندِ جلیل
دُر فشاں اے ابرِ رحمت: ہند پر بھی ہو یونہی — تا کہ ہو سیراب اس کشور کے بھی زرع و نخیل
علم کا ہم کو ہو شوق اور ہو عمل کا ہم کو ذوق — قرنِ اول کے ہوں پیدا ہم میں اخلاقِ جمیل
ہم بھلے ہیں یا برے، تیرے ہی آخر ہیں غلام — ہم کو ہم چشموں میں اے آقا! نہ ہونے دے ذلیل
اے شفیع المذنبینؐ! اے رحمۃ للعالمینؐ! — انت کہفی، انت ہادی، انت لی نعم الوکیل[2]

"اسلامیانِ ہند کی فریاد بارگاہِ سرورِ کائناتؐ میں" میں حضورؐ کے اوصاف و برکات کے بیان کے بعد بڑی دلسوزی سے ہندوستانی مسلمانوں کی کسمپرسی، زبوں حالی اور انتشار و بے بصیرتی کا رونا روتے ہیں۔ آخر میں حضورِ اکرمؐ سے التجا کرتے ہیں:

؎ سب سے زیادہ مستحق تری توجہات کے — ہم ہیں کہ ہم پہ آ پڑیں سارے جہاں کی مشکلات
اے تری نگاہِ مہرباں، ہم کو ذریعۂ فلاح — تری دعا ہے مستجاب ہم کو وسیلۂ نجات
دور فتادہ ہی سہی ترے مگر غلام ہیں — ہم سے پھرا ہوا کیوں گوشۂ چشم التفات؟[3]

ظفر علی خاں کی مشہور نعت ؎ "اے خاورِ حجاز کے رخشندہ آفتاب" میں نالہ و فریاد کی لے بہت تیز ہو گئی ہے۔ نعت کا عنوان "فریاد بحضورِ سرورِ کونینؐ" ہے۔

؎ باور نہ تجھ کو آئے تو ہندوستاں میں آ — اور دیکھ لے اُلٹ کے مظالم کا نقاب
اے قبلۂ دو عالم و اے کعبۂ دو کون: — تیری دعا ہے حضرتِ باری میں مستجاب
یثرب کے سب پردے سے باہر نکال کر — دونوں دعا کے ہاتھ بصد کرب و اضطراب
حق سے یہ عرض کر کہ ترے نا سزا غلام: — عقبیٰ میں سرخرو ہوں تو دنیا میں کامیاب[4]

کچھ ایسی ہی کیفیت "التجا بحضورِ سرورِ کائناتؐ" میں بڑے مؤثر پیرائے میں اظہار پذیر ہوئی ہے۔ یہ نظم مذکورہ بالا نظم کے مقابلے میں بہت مختصر ہے، مگر تاثیر کے اعتبار سے زیادہ کارگر ہے۔ اس کا پہلا اور آخری شعر درج ذیل ہے:

؎ جاگ او یثرب کے میٹھی نیند کے ماتے! کہ آج — کٹ رہا ہے آنکھوں آنکھوں میں تری اُمّت کا راج
اب دوا سے کام کچھ چلتا نہیں بیمار کا — اب تو ہے تری دعا ہی، تری اُمّت کا علاج[5]

۱-۲ "بہارستان" (مولانا ظفر علی خاں) ص ۳۶۰/ ص ۴۴۰/ ص ۴۶۱۔
۴- "حبسیات" (مولانا ظفر علی خاں) ص ۱۵۰۔
۵- "نگارستان" (مولانا ظفر علی خاں) ص: ۳۹۔

مولانا ظفر علی خاں کے استغاثوں اور التجاؤں کے مطالعہ سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں وہ کچھ یوں ہیں:

۱۔ اُن کے موضوعات و مضامین کم و بیش یکساں نوعیت کے ہیں۔ ان کا تعلق کسی انفرادی واقعہ کی بجائے مسلمانوں کی اجتماعی صورتِ حال سے زیادہ ہے۔

۲۔ اُن میں اگرچہ پوری اُمتِ مسلمہ کے زوال کی جھلک نظر آتی ہے، مگر ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی و اقتصادی شکست، سماجی اور معاشرتی ابتری، علمی و تہذیبی زوال، اقدارِ دین سے دُوری، مختلف مذہبی و نسلی گروہ بندیاں اور اُن سے پیدا ہونے والے انتشار اور حالتِ زار کا نقشہ خاص طور پر کھینچا گیا ہے۔ اِسی سبب وہ ہندوستانی مسلمانوں کو حضورِ اکرمؐ کی توجہات کے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔

۳۔ فریاد و التجا کے بعد دُعاؤں میں مولانا نے حضورِ اکرمؐ کو وسیلہ بنایا ہے۔ آنحضرتؐ سے دُعا کی طلب و آرزو اُن کے استغاثوں کا ماحصل ہے۔

۴۔ التجا و دُعا کے مرحلے پر عقبیٰ میں سُرخروئی کی تمنا کے ساتھ انہیں جس آرزو نے سب سے زیادہ رُلایا ہے وہ ملت کی دُنیوی کامیابی اور گُمشدہ اقدار کی بازیابی سے متعلق ہے۔ قومی اتفاق، جوشِ عمل، بلند ہمتی اور عزمِ صمیم ایسی قدروں کی بازیابی کی دُعا مولانا کے نعتیہ اشعار کی منفرد خوبی ہے۔ "فخرِ رسل" کے آخری شعر دیکھئے:

> ہے یہ دُعا کا محل، اے شہِ دُنیا و دیں! — عرض کر اللہ سے جو ہے جبیر و علیم
> بخشے ہمارے گناہ، ہم پہ کرے اپنا فضل: — پھر ملے اسلام کو عظمتِ شانِ قدیم
> قوم میں ہو اتفاق اور ہو پہلے سا جوش — ہمت اِدھر ہو بلند، عزم اِدھر ہو صمیم[1]

اردو نعت میں قومی سطح پر اقدارِ عالیہ کی تمنا کا یہ اسلوب ظفر علی خاں کی عطا ہے۔ جو برِصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی جدوجہدِ آزادی میں مولانا کے تاریخ ساز کردار کی ترجمانی کرتی ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی سربلندی و ترقی کیلئے اُن کی یہ تمنا، تڑپ اور اضطراب یُوں تو اُن کی پُوری شاعری پر محیط ہوا ہے مگر نعتوں میں حضورِ اکرمؐ کے حوالے سے یہ تمنا اور تڑپ ایک کیف و التجا میں ڈھل جاتی ہے۔

ظفر علی خاں کی نعت کا دُوسرا بڑا عنصر تعلیماتِ نبویؐ کا بیان ہے۔ مولانا نے میلاد ناموں کی فضا کے برعکس نعت کو اصلاح اور تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ اُن کی نعت گوئی عشقِ رسولِ اکرمؐ کا اظہار تو ہے ہی، مگر اُس کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی تعلیمات اور ارشادات کی بھی آئینہ دار ہے۔ اُنہوں نے پژمردہ اور مغلوب مسلمانوں کے اندر ایمان کی حرارت اور سوز کا شعور پھونکنے کیلئے اپنی نعت گوئی سے ایک تحریک کا کام لیا۔ اُن کے نعتیہ آہنگ میں جلال اور شکوہ کا تاثر نمایاں ہے۔ تعلیماتِ محمدیؐ کی ترجمانی میں وہ حضورؐ کے فیضان کا تذکرہ بھی شامل کر لیتے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے:

> برسا ہے شرق و غرب پہ ابرِ کرم ترا — آدمؑ کی نسل پر ترے احساں ہیں بے حساب
> پیدا ہوئی نہ تیری اخوات کی نظیر — لایا نہ کوئی تیری مساوات کا جواب[2]

مولانا ظفر علی خاں کے اِس انداز کے نعتیہ شعروں کا مقصد اُسوۂ حسنہ کے مُنور گوشوں کو دنیا کے سامنے پیش کرنا

---

۱۔ "بہارستان" (مولانا ظفر علی خاں) ص: ۵۳

۲۔ "خیابستان" (مولانا ظفر علی خاں) ص: ۱۰

حضورِ اکرمؐ کے حقیقی اوصاف بیان کرتے ہوئے ظفر علی خان جگہ جگہ قرآن و احادیث کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ بعض جگہ انہوں
[illegible] انداز میں حضورؐ کی سیرتِ طیبہ کے واقعات کو منظوم کر دیا ہے۔ بقولِ شورش کاشمیری ...... ان کے نعتیہ کلام کی بنیادی خصوصیت
[illegible] ہے کہ وہ دوسرے شعرا کی طرح غلو سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ حضورؐ کی سیرت کا نقشہ اور ان کے محاسن کی تصویر اس کمال سے
[illegible] ہیں کہ آنکھوں کے سامنے سیرت النبی چلتی پھرتی نظر آتی ہے ...... [1]

مذکورہ بالا صفحات جن میں تعلیمات و فیضانِ محمدی کا بیان، قرآن و احادیث کے حوالے اور سیرتِ طیبہ کی مؤثر تصویر کشی
[illegible] ہے ایک مقصد سے مربوط ہے۔ مولانا کی نعت کا یہ مقصد قارئین کو حضورِ اکرمؐ کے کردار سے روشناس کرانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا
[illegible] نعت میں معجزات کی بجائے آنحضرتؐ کے روزمرہ کے واقعات اور ان کے کردار و عمل کے بشری پہلوؤں پر زیادہ زور دیا ہے۔ ان کے
[illegible] خیر البشر کی حیثیت سے آپؐ کا کردار ملتِ اسلامیہ کی بجائے مشرق و مغرب پر محیط نظر آتا ہے۔ ان کے متعدد اشعار میں
[illegible] کی رحمت للعالمینی کا ذکر اسی وسیع تر حوالے سے ہوا ہے۔

عرب کے واسطے رحمت، عجم کے واسطے رحمت — وہ آیا، لیکن آیا رحمت العالمیں ہو کر [2]
شرق ہے تجھ سے مستفیض، غرب ہے تجھ سے فیضیاب — دونوں جہاں کی رحمتیں ہو گئیں تری ہمرکاب [3]

اور یہ شعر دیکھیے: جس میں ایک ایسی سچی پیشین گوئی کی ہے، جس کے عملی مظاہر یورپ کے کئی ملکوں میں آج بھی آسانی سے
دیکھے جا سکتے ہیں۔

وہ وقت آنے کو ہے جب ایشیا کی طرح یورپ بھی — رسول اللہ کے خوانِ کرم سے ریزہ چیں ہوگا [4]

محبت و وارفتگی اور کیف و اثر آفرینی مولانا ظفر علی خان کی نعتوں کی ایک اور خصوصیت ہے۔ ان کے کلام پر اگرچہ
[illegible] انداز ہر جگہ نمایاں ہے مگر بعض نعتیں شدتِ خلوص میں ڈوبی نظر آتی ہیں۔ مثلاً ان کی وہ نعت جس کا مطلع ہے:

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو — ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو [5]

یہ نعت اپنی ردیف کے سبب ایک عجیب والہانہ انداز رکھتی ہے۔ اور نعت خوانوں کے حلقہ میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھی
اور سنی جاتی ہے۔ مولانا کی دوسری چند نعتوں کے مطلعے درج ذیل ہیں۔

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں — اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں [6]
رونقِ بزم، دو دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم — خواجۂ گیہاں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم [7]
محمد مصطفٰی، گنجِ سعادت کے امیں تم ہو — شفیع المذنبیں ہو، رحمت العالمیں تم ہو [8]

بحیثیتِ مجموعی مولانا ظفر علی خان نے حالی و اقبال کی ملی و قومی روایت کو نعت میں آگے بڑھایا، ان کی نعتیہ شاعری معاصر
مذہبی اور سیاسی واقعات اور تحریکوں کا عکس لیے ہوئے ہے۔ امتِ مسلمہ خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کیلئے دربارِ رسالت
میں ان کے استغاثے وسیع اور مؤثر ہیں۔ تغزل کی بجائے انہوں نے اپنی نعت کیلئے ملی پیرایۂ اظہار اختیار کیا، جس میں [illegible]

---

۱۔ نقوش (شخصیات نمبر)
۲، ۸ - بہارستان (مولانا ظفر علی خان) ص: ۳۷۔
۳، ۵، ۶، ۷: خیابستان (مولانا ظفر علی خان) ص: ۱۷، ص: ۲۲، ص: ۱۸
۴ -: حبسیات (مولانا ظفر علی خان) ص: ۱۸۔

[illegible] مزاجانہ طباعی، قادر الکلامی، تخلیقِ اوج، دقت پسندی اور بلند آہنگی ان کی نعت کے فنی محاسن ہیں۔ عشقِ رسولؐ میں وارفتگی
جوشِ عقیدت اور دردمندی نے ان کے ملی اندازِ نعت میں کیف و تاثیر کا رنگ بھر دیا ہے۔ جس کے سبب ان کی نعتیں عوام کے ہر طبقے
میں مقبول ہیں۔

مولانا ظفر علی خان نے اپنے کلام میں جن عصری واقعات و مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک ختمِ رسالت کا مسئلہ بھی
ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئ نبوت پر جن اکابرینِ ملت نے بروقت ردِ عمل کا بھرپور اظہار کیا ان میں ظفر علی خان پیش پیش

حضورِ اکرمؐ کے حقیقی اوصاف بیان کرتے ہوئے ظفر علی خان جگہ جگہ قرآن و احادیث کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ بعض جگہ انہوں نے تفصیلی انداز میں حضورؐ کی سیرتِ طیبہ کے واقعات کو منظوم کر دیا ہے۔ بقولِ شورش کاشمیری ..... "ان کے نعتیہ کلام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے شعرا کی طرح غلو سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ حضورؐ کی سیرت کا نقشہ اور ان کے محاسن کی تصویر اس کمال سے کھینچتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے سیرت النبی چلتی پھرتی نظر آتی ہے......"[۱]

مذکورہ بالا صفحات جن میں تعلیمات و فیضانِ محمدی کا بیان، قرآن و احادیث کے حوالے اور سیرتِ طیبہ کی مؤثر تصویر کشی کی مثال ہے ایک مقصد سے مربوط ہے۔ مولانا کی نعت کا یہ مقصد قارئین کو حضورِ اکرمؐ کے کردار سے روشناس کرانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نے نعت میں معجزات کی بجائے آنحضرتؐ کے روزمرہ کے واقعات اور ان کے کردار و عمل کے بشری پہلوؤں پر زیادہ زور دیا ہے۔ ان کے ہاں خیر البشر کی حیثیت سے آپؐ کا کردار ملتِ اسلامیہ کی بجائے مشرق و مغرب پر محیط نظر آتا ہے۔ ان کے متعدد اشعار میں آپؐ کی رحمت للعالمینی کا ذکر اسی وسیع تر حوالے سے ہوا ہے۔

عرب کے واسطے رحمت، عجم کے واسطے رحمت ۔۔۔ وہ آیا، لیکن آیا رحمت للعالمین ہو کر[۲]

شرق ہے تجھ سے مستفیض، غرب ہے تجھ سے فیضیاب ۔۔۔ دونوں جہاں کی رحمتیں ہو گئیں تیری ہمرکاب[۳]

اور یہ شعر دیکھیے: جس میں ایک ایسی سچی پیشین گوئی کی ہے، جس کے عملی مظاہر یورپ کے کئی ملکوں میں آج بھی آسانی سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

وہ وقت آنے کو ہے جب ایشیا کی طرح یورپ بھی ۔۔۔ رسول اللہ کے خوانِ کرم سے ریزہ چیں ہوگا[۴]

محبت و وارفتگی اور کیف و اثر آفرینی مولانا ظفر علی خاں کی نعتوں کی ایک اور خصوصیت ہے۔ ان کے کلام پر اگرچہ جلالی انداز ہر جگہ نمایاں ہے مگر بعض نعتیں شدتِ خلوص میں ڈوبی نظر آتی ہیں۔ مثلاً ان کی وہ نعت جس کا مطلع ہے

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو ۔۔۔ ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو[۵]

یہ نعت اپنی ردیف کے سبب ایک عجیب والہانہ انداز رکھتی ہے۔ اور نعت خوانوں کے حلقہ میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہے۔ مولانا کی دوسری چند نعتوں کے مطلعے درج ذیل ہیں۔

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں ۔۔۔ اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں[۶]

رونقِ بزم، دو دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ خواجۂ گیہاں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم[۷]

محمد مصطفٰے، گنجِ سعادت کے امیں تم ہو ۔۔۔ شفیع المذنبیں ہو، رحمت العالمیں تم ہو[۸]

بحیثیتِ مجموعی مولانا ظفر علی خاں نے حالی و اقبال کی ملی و قومی روایت کو نعت میں آگے بڑھایا۔ ان کی نعتیہ شاعری معاصر مذہبی اور سیاسی واقعات اور تحریکوں کا عکس لیے ہوئے ہے۔ امتِ مسلمہ خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کیلئے دربارِ رسالتؐ میں ان کے استغاثے وسیع اور مؤثر ہیں۔ تغزل کی بجائے انہوں نے اپنی نعت کیلئے ملی پیرایۂ اظہار اختیار کیا، جس میں ...

---

۱: نقوش (شخصیات نمبر)

۲، ۸: "بہارستان" (مولانا ظفر علی خاں) ص: ۳۷۔

۳، ۵، ۶، ۷: "خیابستان" (مولانا ظفر علی خاں) ص: ۱۲، ص: ۳۲، ص: ۱۸

۴: "حبسیات" (مولانا ظفر علی خاں) ص: ۱۸۔

نعت کی حدودِ شرعیہ کا پورا پورا خیال رکھا۔ انہوں نے قرآن و احادیث کے حوالوں سے اپنی نعت کی تزئین کی۔ ان کے ہاں اکثر نظمیں حضورِ اکرمؐ کی سیرت کے کسی واقعہ یا ارشادِ مبارک پر مشتمل ہیں۔ "عشقِ رسولؐ"، "اسلام پہ کوری نظر"، "اولام الف" والے عنوان جیسی حضورِ اکرمؐ کی سیرت اور صحابہ کے سوانح کے واقعات وغیرہ وغیرہ وہ نظمیں[1] ہیں، جن میں احادیثِ مبارک کو منظوم کر دیا گیا ہے۔ شاعرانہ قیاسی، قادر الکلامی، تخلیقِ اوج، دقت پسندی اور بلند آہنگی ان کی نعت کے فنی محاسن ہیں۔ عشقِ رسولؐ میں وارفتگی، جوشِ عقیدت اور دردمندی نے ان کے عملی اندازِ نعت میں کیف و تاثیر کا رنگ بھر دیا ہے۔ جس کے سبب ان کی نعتیں عوام کے ہر طبقے میں مقبول ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں نے اپنے کلام میں جن عصری واقعات و مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک ختمِ رسالتؐ کا مسئلہ بھی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئ نبوت پر جن اکابرینِ ملت نے بروقت ردِ عمل کا بھرپور اظہار کیا ان میں ظفر علی خاں پیش پیش ہیں۔ مولانا نے اس مسئلہ کے سیاسی پہلو کی جانب توجہ کی۔ جسے علماء نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ علمائے کرام مرزا غلام احمد کی مخالفت میں "وفاتِ مسیح"، "ظہورِ مہدی"، "علاماتِ قیامت"، "نزولِ مہدی"، "خروجِ دجال" وغیرہ کے مسائل پر زور صرف کر رہے تھے۔ ظفر علی خاں نے اپنی نظموں میں قادیانی تحریک کا تجزیہ کیا اور دیگر پہلوؤں کے ساتھ اس کے سیاسی پس منظر اور تبلیغی سرگرمیوں کے چہرے سے نقاب اٹھائی، اور اپنی نظموں میں ایک طرف تو حضورِ اکرمؐ کی ختمِ رسالتؐ کو اجاگر کیا، اور دوسری طرف عقیدۂ ختمِ نبوت کے منکرین اور قادیانی ٹولے کے رد میں نظمیں لکھیں۔ "ارمغانِ قادیان" کی شاعری اسی موضوع سے عبارت ہے۔ درج ذیل شعر دیکھئے:

ہوا تکمیل دیں تم سے کہ ختم المرسلیں تم ہو — رسالت ہے اگر انگشتری، اس کے نگیں تم ہو۔[2]

اکملت لکم پڑھ کے زبانِ عربی میں — ظلی و بروزی کی نبوت کو مٹا دوں۔[3]

کہہ دو یہ قادیاں کے نبی سے کہ خوش نہ ہو — دن رات شاد کام ہیں ناکامیوں میں ہم۔

امت رسولؐ کی ہیں، امانت خدا کی ہیں — ہیں جنتِ نعیم کے انعامیوں میں ہم۔[4]

خدا نے تم کو بصیرت اگر عطا کی ہے — تو قادیانیوں کے تیر بے کماں سے بچو!

کبھی حج ہو گیا ساقط، کبھی قیدِ جہاد اٹھی — شریعت قادیاں کی ہے، رضا جوئی نصاریٰ کی۔

قیامت بن چلا یہ فتنہ اور خاموش بیٹھے ہو — بنی اے عالمانِ دیں، نہیں تم سے بے سبب شاکی۔[5]

نبیؐ کے بعد نبوت کا ادعا ہو جیسے — ہر ایسے مہمل خرافات سے خدا کی پناہ۔[6]

اردو نعت میں "عقیدۂ ختمِ نبوت" کے تحفظ کی روایت کا پہلا باقاعدہ موڑ ظفر علی خاں کی شاعری ہی ہے۔ ان سے پہلے علامہ اقبالؒ کے ہاں بھی اس عقیدے کے بارے میں متفرق اشعار ملتے ہیں مگر اس عقیدے کے تحفظ کو ایک تحریک کی شکل ظفر علی خاں ہی نے دی۔[7] بعد میں دوسرے شاعروں نے (خصوصاً شورش کاشمیری) "ردِ قادیانیت" اور "تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت" کو اپنی نعتیہ شاعری کا موضوع بنایا۔

---

۱۔ یہ نظمیں "حبسیات" اور "نگارستان" دونوں مجموعوں میں ملتی ہیں۔ واضح ہو کہ مولانا ظفر علی خاں کی کئی نظمیں ان کے دو تین مجموعوں میں مشترک ہیں۔

۲۔ "بہارستان" (مولانا ظفر علی خاں)۔ ص: ۹۹۔

۳ – ۶: "ارمغانِ قادیان" (مولانا ظفر علی خاں) ص: ۲۳، ص: ۳۱، ص: ۳۶، ص: ۵۰، ص: ۵۹۔

✓ حفیظ جالندھری کی (پیدائش/۱۳۱۷ھ) نعت کا دائرہ نہ صرف سیرتِ رسولِ اکرمؐ بلکہ پوری تاریخِ اسلام پر محیط [illegible]
کا "شاہنامۂ اسلام" عصرِ جدید میں اسلام کی تاریخ اور آغازِ اسلام کے کارناموں کو شعر میں [illegible] اور وقیع کا[illegible]
اگرچہ اُن سے پہلے حضورِ اکرمؐ کی سیرت کو منظوم کرنے کی ایک طویل روایت موجود ہے۔ اور مولود ناموں، معراج ناموں، غزوات ناموں،
[illegible]ت ناموں وغیرہ سے لیکر شمائل ناموں اور وفات ناموں میں جزوی طور پر حضورِ اکرمؐ کی سیرت کو شعری لباس پہنانے کی متعدد کوششیں
ہیں۔ نوازش علی شیدا کی "اعجازِ احمدی" اور محمد باقر آگاہ ویلوری کی "ہشت بہشت" کا دائرہ ان کی ترکیب سے لکھی جا[illegible]
الی دوسری منظومات سے زیادہ وسیع ہے۔ اور ان میں جزوی کی بجائے سیرت النبیؐ کو منظوم کرنے کی [illegible]
[illegible]ات پر بھی زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ حفیظ کی "شاہنامۂ اسلام" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ [illegible] اس طرح کی
[illegible] سے پہلے لکھی جانے والی) دوسری نظموں سے بہت بڑا ہے۔ اس میں ابدِ رسالت مآبؐ کے [illegible]
حضورِ اکرمؐ کی سیرت کا بیان ہے۔ اس کی پہلی بڑی خوبی صحتِ واقعات کی طرف توجہ اور [illegible] روایات
سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے جو کافی سند کے بغیر مولود شریف کی عام کتابوں اور [illegible] گئی ہیں،
عوام کی محفل میں گرمیٔ محفل کیلئے بیان کی جاتی ہیں۔[1]

"شاہنامۂ اسلام" کی تصنیف کا ایک خاص پس منظر ہے جو عصرِ جدید میں [illegible] والی قومی و ملی شاعری
اور نعت نگاری سے متعلق ہے۔ حالی، اقبال اور ظفر علی خاں کے ہاں حضورِ اکرمؐ کی زندگی [illegible] شاعری
کا موضوع بنانے کی کوششیں ملتی ہیں۔ سیرتِ رسول کے بعض منوّر گوشوں سے رجوع ان شاعروں کی قومی و ملی [illegible] کا ایک
حصہ ہے۔ جس میں سیرتِ رسولؐ کے تذکار کا ایک واضح مقصد نظر آتا ہے۔ اور وہ مقصد [illegible]
فروغ ہے، تاکہ سیاسی و اقتصادی طور پر پسماندہ مسلمانوں کے اندر ایک نئی قومی روح پھونک کر انہیں زندگی [illegible]
معاشرتی پہلوؤں میں ترقی کی طرف گامزن کیا جا سکے۔ اگرچہ ان شاعروں کی غالب توجہ [illegible]
طرف تھی۔ مگر اُن کے ہاں (خصوصاً اقبال کے) عالمگیر سطح پر مسلمانوں کے جذبۂ اُخوّت کو فروغ دینے کا رجحان بھی نمایاں ہے۔

"شاہنامہ اسلام" کے "سببِ تالیف" میں بھی حفیظ نے ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے:

تمنّا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں — اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں
مسلمانوں پہ ہے مُردہ دلی چھائی ہوئی ہر سُو — سکوتِ مرگ نے چادر ہے پھیلائی ہوئی ہر سُو
عزیمت ہے، نہ جرأت ہے، نہ ہے تاب و تواں باقی — فقط حسرت سے تکنے کیلئے ہے آسماں باقی
نظر آتے نہیں اب وہ صف شکن بازو، نہ شمشیریں — مُقدّر کی طرح سوئی پڑی ہیں آج تکبیریں
گئی دنیا سے آقائی محمدؐ کے غلاموں کی — بھلا بیٹھے ہیں جو یاد اپنے اسلاف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر اُن کا لہو اک بار گرماؤں — دلِ سنگیں، دشمن کے آتشیں تیروں سے برماؤں![2]

"آغازِ شاہنامہ" میں حمد و نعت کے بعد اور "سببِ تالیف" کے آغاز میں ایک اور شعر ہے، جو [illegible]
اور نعت گوئی کے سلسلہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

---

۱۔ "شاہ نامۂ اسلام"۔ (حفیظ جالندھری) جلد چہارم، ص: ۱۵
۲۔ "شاہ نامۂ اسلام"۔ (حفیظ جالندھری) جلد اوّل، ص: ۳۸

[illegible] کہ میں نے ڈال دی بنیاد ایسے [illegible] ؎ اُسی کے اسمِ اعظم سے بڑی جرأت مرے دل کی۔

"شاہنامۂ اسلام" کی بنیاد دراصل اِسی اسمِ اعظم پر رکھی گئی ہے۔ اور تاریخِ اسلام پر مشتمل [illegible] کا محور یہی نام نامی ہے۔ واقعات میں صدق بیانی کا اِلتزام بھی اِسی ذاتِ گرامی کے حوالے سے ہے [illegible] کہ [illegible] یہ اُس کا تذکرہ ہے جو مبلغ تھا صداقت کا" اور [illegible] یہ قرآنی بیان [illegible] شاہنامہ میں صحتِ واقعات و روایات کے اِلتزام ہی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

حفیظ کے "شاہنامے" کی جلد دوم میں "عذر مصنف" کے عنوان سے حقیقت بیانی کے اِسی پہلو پر تفصیل [illegible] ڈالی ہے، اور اپنی تصنیف کے مزاج کو دوسری داستانوں (شاہنامہ فردوسی وغیرہ) سے مختلف بتایا ہے۔ حفیظ کے اِس [illegible] موثر [illegible] بیان عاید ہے مجھ پر نقلِ قرآن کی پابندی ___ اور تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی" موضوع کی [illegible] نزاکت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اِسی سبب حفیظ نے "دعویٰ شکوہ و شان" کے بجائے واقعات کے بیان میں اِختصار [illegible] سادگی ملحوظ رکھی ہے، اور تخیل کو تاریخ کا پابند رکھا ہے۔ اِس لحاظ سے شاہنامہ کی تخلیق [illegible] کے پاس قرآن و احادیث اور تاریخِ اسلام کے مستند اور مصدقہ واقعات کی پابندی کے سوا [illegible] اور وہ اپنی مرضی سے موضوع میں تغیر و تبدل نہیں کر سکتا تھا۔

یوں تو (ایک لحاظ سے) پورے کا پورا شاہنامہ ہی دائرۂ نعت میں آجاتا ہے، کہ اِس میں [illegible] معاشرتی و تمدنی جھلکیوں کے پس منظر میں حضورِ اکرمؐ کی ولادتِ مبارک، پرورش، اعلانِ نبوت، ہجرت، غزوۂ [illegible] اُحد اور سیرتِ طیبہ کے اہم واقعات کا بیان ہے۔ مگر اِس میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں [illegible] کے ذیل میں [illegible] ہیں اور جن میں شاہنامہ کے تاریخی پہلو پر اوصافِ محمدیؐ کا بیان غالب آجاتا ہے۔ تاریخ و سیرت میں [illegible] سے اُن پہلوؤں کو الگ الگ کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ شروع سے آخر تک تاریخ کے ساتھ [illegible] سیرت کا اِرتقاء اور سیرتِ محمدیؐ کے ساتھ ساتھ عرب میں رونما ہونے والی، معاشرتی، تمدنی اور تاریخی تبدیلیوں کا [illegible] ہے۔ اِن تبدیلیوں کے محرکات میں غزواتِ محمدیؐ کو جو اہمیت حاصل ہے، شاہنامہ میں اُس کا [illegible] اظہار [illegible] یہی وجہ ہے کہ شاہنامہ کی شاعری کو "رجز" کی شاعری کہا گیا ہے۔ بقول جیلانی کامران (شاہنامہ میں) واقعات [illegible] اور مشاہیر کے ذریعے شجاعتوں، سچائیوں اور عظمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن یہ [illegible] واقعات اور مشاہیر [illegible] کے حوالے سے رونما ہوتی ہیں۔ ظہورِ اسلام کی عالمگیر اور دائمی صداقت کی تصدیق کرتی ہیں۔ کفر، ظلمت اور جاہلیت [illegible] اور صداقت اور اُخوت کے ابدی تقابل سے نہ صرف اُن منفی طاقتوں کی شکست کا تاثر پیش کیا گیا ہے بلکہ اُن [illegible] کو بڑی تفصیل کے ساتھ آشکار بھی کیا گیا ہے، جو "شاہنامۂ اسلام" میں ایک خاص قوت سے [illegible] رکھتی ہیں۔ اگرچہ کی [illegible] مبارزت انسانی تاریخ کو قدم قدم پر روکتی اور پریشان کرتی ہے۔ اِس قسم کی شاعری اپنے مقصد کے باعث شعری [illegible] [illegible] نہیں ہوسکتی۔ اِس لئے شاہنامۂ اسلام میں صرف مشاہیر، دشمن افراد اور واقعات ہی دکھائی دیتے ہیں۔ دشمنوں کی [illegible] مشاہیرِ اسلام کی پیش قدمی، مبارزت اور حق کی فتح ..... اِن اجزاء سے شاہنامۂ اسلام کی شاعری مرتب ہوتی ہے۔"[2]

---

[1] "شاہنامۂ اسلام" (حفیظ جالندھری) جلد دوم۔ ص: ۲۱۴

[2] تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند (پنجاب یونیورسٹی) دسویں جلد، ص: ۱۰۳، ۱۰۴

حق و باطل کے اِن معرکوں میں سب سے زیادہ نمایاں ذات چونکہ حضورِ اکرمؐ کی ہے، لہٰذا شاہنامے کے پورے [illegible] رزم و بزم کی اِس داستان سے اُبھرنے والا تاریخ ساز اور تہذیب گر کردار آنحضرتؐ ہی کا ہے۔ اِس خدوخال کی [illegible] کشی کرتے ہوئے جہاں حفیظ نے تاریخی حقیقتوں اور واقعات سے رجوع کیا ہے، وہاں عشقِ رسولِ اکرمؐ کے رنگ کو شامل کر لیا ہے۔ یوں رجزیہ شاعری میں محبت کی آنچ کے اِمتزاج نے "اُردو نعت" کو ایک ایسا نیا اور معروضی [illegible] بخشا ہے جو حفیظ سے پہلے اُردو نعت میں نظر نہیں آتا۔ اوّل تو نعت کے گزشتہ ادوار میں غزواتِ رسولِ اکرمؐ کا بیان کم اور اِجمالی انداز میں ہے۔ زیادہ زور ولادت و معجزات کے بیان پر صرف کیا گیا ہے، اگر کہیں نعت گو یا نظم نگار سیرت کے ہاں غزوات کا بیان بھی ہے تو اِس میں صداقت و واقعیت کا وہ معیار ملحوظ نہیں رکھا گیا، جو حفیظ کے ہاں پایا [illegible] اِس پر مستزاد یہ کہ حفیظ نے "شاہنامہ" میں جو بحر اِستعمال کی ہے اُس سے رجزیہ واقعات اور غزوات کی [illegible] کشی بڑے مؤثر انداز میں ہوتی ہے۔ اِس بحر میں خطاب و مکالمہ نیز دوسرے ڈرامائی عناصر بیانیہ کے ساتھ ساتھ [illegible] عمل اور ردِ عمل کے عناصر کی عکاسی بھی خوب کی ہے۔

خلاصہ گفتگو کا یہ ہے کہ اُردو نعت میں غزوات کا بیان معتبر، مفصّل اور مؤثر انداز میں حفیظ کے شاہنامۂ اسلام [illegible] ہی میں ملتا ہے[1]۔ حفیظ نے جگہ جگہ قرآن و احادیث اور سیرت و مغازی کی مستند کتابوں کو بطور ماخذ برتا ہے۔ [illegible] حواشی میں اُن کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ جس سے شاہنامہ کا اندازِ تحریر وقیع ہو گیا ہے۔

خالص نعت کے ٹکڑوں میں حفیظ کے سب سے معروف وہ اشعار ہیں جو ولادتِ رسولِ اکرمؐ کے موقع پر ایک سلام کی شکل میں ہیں۔ حفیظ جالندھری کا یہ "سلام" اُردو نظم میں ایک نہایت قابلِ قدر اضافہ ہے بقول جیلانی کامران: "اِس نظم میں جہاں رسول اللہؐ کے ظہور اور مقام کو بنی نوعِ انسان [illegible] کا باعث قرار دیا گیا ہے، وہیں قابلِ غور امر یہ ہے کہ یہ نظم عالمِ بعثت و وجود میں رسول اللہؐ کے ظہور [illegible] اور روشنی [illegible] سے بھی منسوب کرتی ہے۔ یہ سلام بیک وقت تاریخی، مذہبی اور فکری سچائیوں کا اظہار ہے اور رسول اللہؐ کے ہمہ گیر اور عالمگیر مقام کا تذکرہ کرتے ہوئے نہ صرف مسلمانوں کے بنیادی عقاید کی تصدیق کرتا ہے، بلکہ انسانی تاریخ پر رسول اللہؐ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے انسانی تاریخ کیلئے اقدار کے دائمی معیار کی طرف اِشارہ بھی کرتا ہے۔"

اِس سلام کے چند شعر درج ذیل ہیں:

سلام اے آمنہؓ کے لالؐ! اے محبوبِ سبحانیؐ
سلام اے فخرِ موجوداتؐ! فخرِ نوعِ انسانی!

سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانیؐ
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی!

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم! انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ، یہی اشغالِ روحانی!

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا!
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی

ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو!
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی!

[1] اِس ضمن میں طوالت کے خوف سے نمونۂ اشعار نہیں دیا جا رہا۔ شاہنامۂ اسلام کی جلد چہارم (بدر، اُحد، جلد سوم اُحد کے واقعات ہی پر مشتمل ہے)

— تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند (پنجاب یونیورسٹی) دسویں جلد، ص: ۱۰۴

"شاہنامہ" میں اس سلام کو حفیظ نے جس ڈرامائی انداز میں پیش کیا ہے، اس سے اس کے کیف اور تا[ثیر]
میں اضافہ ہوا ہے۔ حفیظ نے "ختم المرسلین"، "رحمت للعالمین"، "ولادتِ باسعادت" کے عنوان[1] سے تقریباً پچاس سے زا[ئد]
اشعار میں "اس سلام" کے نزول کیلئے ایک فضا تیار کی ہے۔ (اس کا انداز مولانا شبلی نعمانی کی سیرت میں ظہورِ قدسی
کے معروف بیان جیسا ہے)۔ پہلے حفیظ نے اجرامِ فلکی، انبیائے کرام اور صحائفِ آسمانی کے مبشرات کے حوالے سے نبی المنتظر
کی آمد آمد کا نقشہ کھینچا ہے، جس میں آنحضرتؐ کے اوصاف و برکات، آسمانوں پر ملائکہ کی رونق و مسرت اور شش جہات
میں نعرہ ہائے تکبیر اور نغمۂ صلِّ علیٰ کی گونج اور ترانوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد یہ مصرعے ۔

> فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی ۔ جنابِ آمنہؓ سنتی تھیں، یہ آواز آتی تھی :

واضح ہو کہ حفیظ کا سلام غزل کی ہیئت میں ہے، جبکہ شاہنامہ کی ترتیب مثنوی کے طرز پر ہے۔

اردو نعت کی تاریخ میں ہزاروں کی تعداد میں معروف اور غیر معروف سلام ملتے ہیں، مگر ظہورِ قدسی اور ولادت[...]
کے بیان کے ضمن میں فرشتوں کی زبان سے کہلوایا گیا ہے۔ یہ سلام غالباً پہلا اور اکلوتا سلام ہے۔ اسی بحر اور طرز میں بعد [...]
کئی دوسرے نعت گو شاعروں نے سلام لکھے جن میں "ماہرالقادری"[2] کا سلام بہت مشہور ہوا۔

حفیظ کے دوسرے نعتیہ کلام کی طرح اُن کے کلام میں بھی زیادہ تر اپنی اوصاف کا بیان پایا جاتا ہے، جو آنحضرتؐ کی بعثت [...]
کی غرض وغایت میں حفیظ نے نہ تو معراج کے واقعہ اور دوسرے **معجزات پر** زور دیا ہے اور نہ ہی آپؐ کے ظاہری جمال [...]
نگاری کو موضوعِ نعت بنایا ہے۔ شاہنامہ میں آپؐ کا کردار ایک متحرک، توانا اور فعال شخصیت کے طور پر ابھرا ہے۔ اس میں آ[پؐ]
کے جمالی پہلو کے ساتھ ساتھ جلالی انداز کا بیان بھی ہے، جو آنحضرتؐ کے ظاہری سراپا کا ایک منفرد تاثر لئے ہوئے ہے۔ [...]
آپؐ کے عارض و گیسو اور قد و قامت کے جمال کی ترجمانی کی بجائے آپؐ کو لباسِ جہاد اور میدانِ کارزار میں جس طرح دکھایا [...]
انداز ہی جدا ہے۔ یہ شعر دیکھئے :

> نبوت کا جلالی رنگ چہرے سے ہویدا تھا ۔ کہ جس کی ضَو سے ذرّے ذرّے میں خورشید پیدا تھا
>
> لباسِ جنگ پہنا، آج سردارِ دو عالم نے ۔ خدا کی فوجِ اوّل کے سپہ سالارِ اعظم نے
>
> شرف بخشا زرہ کو جسمِ ہستی کے اُجالے نے ۔ سرِ اقدس پہ رکھا خَود، کالی کملی والے نے
>
> کمر چمڑے کی پیٹی سے کسی، تلوار لٹکا لی ۔ بھرا تیروں سے ترکش بھی، کماں بھی دوش پر آئی[3]

اسی طرح میدانِ جنگ میں صحابہؓ کے درمیان جلالتِ رسولؐ کے کئی منظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ اپنی شعروں میں آگے [...]
کر حفیظ نے ایک ایسی ہی تصویر پیش کی ہے :

> اِدھر مسجد میں مردانِ مجاہد سربکف ہو کر ۔ کھڑے تھے اِنتظارِ مصطفےٰؐ میں صف بہ صف ہو کر
>
> ہوئے حضرت برآمد حجرۂ خلوت سے جلوت میں ۔ جنیائے نور بھیجی نور کی خلوت سے جلوت میں
>
> نبیؐ کو آج اُمّت نے لباسِ جنگ میں دیکھا ۔ جمالِ مصطفےٰؐ کو اس نرالے رنگ میں دیکھا

---

۱- "شاہنامۂ اسلام" (حفیظ جالندھری) جلد اوّل۔ ص: ۱۳۶

۲- اس کا ذکر آگے "ماہرالقادری" کی نعت گوئی کے ذیل میں آئیگا۔

۳- "شاہنامۂ اسلام" (حفیظ جالندھری) جلد دوم۔ ص: ۲۴۷، ۲۴۸۔

زرہ، مغفر، کمان و تیر و شمشیر و تبر، بھالا — مجسّم نور جس کے گرد گرد اِک نور کا ہالہ

ہویدا تھا جمالِ سرمدی سرکارِ عالی سے — دلِ مردانِ عالَم کانپ اُٹھے شانِ جلالی سے [۱]

جلالِ محمدؐ کی یہ شان اور ذاتِ رسولؐ کا یہ رزمیہ پہلو شاہنامہ میں کئی جگہ نظر آتا ہے۔ غزوۂ خندق کے بیان میں حفیظ نے آنحضرتؐ کا ایک منفرد سراپا دکھایا ہے۔ آپ حالتِ فاقہ میں مزدوروں کی طرح کھدائی میں مصروف ہیں۔ شانِ نبوتؐ کا یہ پہلو نہایت مہتم بالشان ہے۔ حفیظ کے محاکاتی انداز نے واقعہ کی ترجمانی میں تاثیر کا رنگ بھر دیا ہے۔ یہ شعر دیکھیے:

اُڑا دی چادرِ حیرت فلک پر اِس نظارے نے — لیا دستِ مبارک میں کدال اللہ کے پیارے نے

زبانِ پاک سے اللہ اکبر کی صدا نکلی — لگائی اِک ضرب ایسی کہ پتھر سے ضیا نکلی

ضیاء ایسی کہ چمکے جس سے دامن کوہساروں کے — کھلے اہلِ نظر پر باب کچھ رنگیں نظاروں کے

مرقع قصرہائے احمریں میں شام کا پایا! — اشارہ اہلِ دیں نے غلبۂ اسلام کا پایا!

لگائی دوسری اِک ضرب جب اللہ والے نے — دکھایا اِک نیا منظر مقدّر کے اُجالے نے

اُجالے میں جھلک تھی فارس کے قصرِ مدائن کی — یہ ضربِ دستِ حق، کنجی تھی کسریٰ کے خزائن کی [۲]

"شاہنامہ" کی بنیاد جس اسمِ اعظم (حُبِّ رسولؐ) پر ہے اُس کے مظاہر شاہنامہ میں بکثرت ملتے ہیں۔ ہجرت کے بعد رسولِ کریمؐ کا قبا میں والہانہ استقبال، محبتِ رسولؐ میں صحابہؓ کا جوش، میدانِ کارزار میں تیروں کی بارش اور صحابہؓ کی جاں نثاری، غزوہ اُحد میں شہادتِ رسولؐ کی غلط خبر پر مدینہ کے ضعیفوں، بچوں اور عورتوں کی کیفیت۔ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کی شہادت کا دردناک بیان اور ایسے کئی مواقع ہیں جہاں حفیظ نے مسلمانوں کی جذبۂ عشقِ رسولؐ کی سرشاری اور فدویت و جاں سپاری کی کیفیات قلمبند کی ہیں۔ اِن کیفیات کو بیان کرتے ہوئے حفیظ کے اندازِ نعت میں شیفتگی جھلکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی منقبت کا موضوع بھی اِسی حوالے سے نعت میں داخل ہو گیا ہے۔ عقیدت و محبتِ رسولؐ کے بیان میں حفیظ کے یہ شعر بہت موزوں ہیں جن کا عنوان ہی "محبتِ رسولؐ" ہے:

سما سکتی ہے کیونکر حُبِّ دنیا کی ہوا دل میں — بسا ہو جب کہ حُبِّ نقشِ محبوبِ خدا دل میں

محمدؐ کی محبت، دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے — اِسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محمدؐ کی محبت، خون کے رشتوں سے بالا ہے — یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا! — پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا [۳]

"شاہنامۂ اسلام" کی چاروں جلدیں جو ولادتِ رسولِ اکرمؐ سے قبل دنیا کی حالت سے لیکر آپؐ کی ولادت، غزوات، سیرت و کردار، اخلاق و عادات اور اعمال و اوصاف پر مشتمل ہیں۔ حُبِّ رسولؐ کے موضوع پر کئی اشعار اور عشقِ رسولؐ کے متعدد واقعات دہراتی ہیں۔ چوتھی جلد جنگِ احزاب کے خاتمے تک کے واقعات پر محیط ہے۔ حفیظ بوجوہ شاہنامہ کے سلسلے کو جاری نہ رکھ سکے، تاہم اُنہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ کسی نہ کسی حوالے سے نعت کا موضوع ہے۔

---

۱۔ "شاہنامۂ اسلام" (حفیظ جالندھری) جلد دوم، ص: ۲۴۸

۲۔ "شاہنامۂ اسلام" (حفیظ جالندھری) جلد چہارم، ص: ۱۶۹، ۱۷۰

۳۔ "شاہنامۂ اسلام" (حفیظ جالندھری) جلد دوم، ص: ۱۱۲

شاهنامہ کی بحر و انداز سے ہٹ کر بھی حفیظ نے نعتیہ شاعری کی ہلکی پھلکی بحروں میں حفیظ کے گیت اور نظمیں بہت مقبول ہوئیں۔ حفیظ نے نعت گوئی میں بھی یہ انداز اختیار کیا۔ سیدھے سادے انداز، سبک الفاظ سہل اور مترنم بحر میں نعت کا یہ انداز بھی دیکھیے!

قیمت کے آسمان پر  سینائے کہکشاں پر —

چمکا ترا ستارہ

اُس دَر پہ حاضری کا  تجھ کو ہوا اشارا

اے بختیار بندے!

اے کامگار بندے!

تری مراد مندی  تقدیر کی بلندی

تجھ کو پکارتی ہے

آ باریاب مرحبا!

اے ذرۂ محبت  جا آفتاب مرحبا!

دربار میں چلا جا

سرکار میں چلا جا!

رختِ سفر اُٹھا لے  اللہ کے حوالے

یثرب کے جانے والے  بس اک پیام لے جا!

میرا سلام لے جا! [۱]

حفیظ کے اس اندازِ نعت میں اس عہد کی شاعری کا رومانوی اور غنائی مزاج جھلکتا ہے۔

عہدِ جدید میں نعت گو شاعروں کا ایک ایسا سلسلہ بھی ملتا ہے، جو اس قومی و ملّی نعت گوئی کے دھارے سے ہٹ کر قدیم انداز میں نعت کہتا رہا۔ ان شاعروں میں شائق حیدر آبادی، مضطر خیر آبادی، جلیل مانک پوری، بیان یزدانی، میرٹھی، ممتاز گنگوہی، حمزہ، مُعتیٰ، عبد القدیر صدیقی حسرت کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

میر اعظم علی خاں شائق حیدر آبادی (م/۱۳۱۵ھ) کے ضخیم کلیات کا بڑا حصہ نعتِ رسولِ اکرم پر حاوی ہے غزل کی ہیئت میں ہے۔ اُن کے ہاں مثلث، مخمس، مسدس، سلام اور ٹھمریاں وغیرہ بھی نعت گوئی میں استعمال ہوئی ہیں۔ ان کی نعتوں میں تغزل کا رنگ ہر جگہ غالب ہے۔ ایک ہی مضمونِ نعت کو مختلف انداز میں باندھا ہے۔ تغزل کی چھاپ کے سبب کہیں کہیں مدح نبیؐ میں بھی مجازی محبوب کیلئے استعمال ہونے والے الفاظ برتے جاتے ہیں۔ دلربا، یار طرح دار، مرے بانکے، ناز اٹھانا، متوالی ادا، سبزۂ خط، اور ہجر و وصال کے کئی ایسے مضامین جو غزل سے خاص ہیں، بلا تکلف نعت میں استعمال ہوئے ہیں۔ اسی سبب اُن کے کلام میں کہیں کہیں ناہمواری پیدا ہو گئی ہے۔ یہ در اصل اُس لکھنوی رنگِ تغزل کا اثر ہے، جو زمانے میں عام تھا۔ جمالِ محمدیؐ کے بیان میں بھی اُس دَور کی سراپا نگاری کا رنگ جھلکتا ہے۔ اُس رنگ کا نمونہ دیکھیے!

---

[۱] ماہنامہ شام و سحر، لاہور۔ (نعت نمبر) ص: ۷۲

؎ یاد آئی مجھے نگاہ نبیؐ ۔۔۔ تیر سے دل کے پار ہونا تھا۔ [1]

؎ چاند دو ٹکڑے ہوا ایک اِشارے میں ترے ۔۔۔ مرے بانکے ترے اعجاز نے دل چھین لیا۔ [2]

تاہم شائق کی نعت میں داخلی جذبات کے سبب جذب و کشش اور خلوص و آفرینی کے اشعار کی ہی کثرت تی ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے :

؎ پھر نہ قابو میں ہمارا دلِ ناشاد آیا ۔۔۔ روضۂ احمدؐ مرسل جو کبھی یاد آیا

دلِ بیتاب میں رہ رہ کے جو ہوتی ہے کسک ۔۔۔ آج شاید مرے سرکار کو میں یاد آیا۔

...... مَن رّآنی فقد رأ الحق کے یہی معنی ہیں ۔۔۔ جس نے دیکھا تجھے، بس اُسکو خدا یاد آیا [3]

؎ آج محروم پھرا اُس کو نہ دروازے سے ۔۔۔ تیرا شائق کبھی مائل نہ ہوا تھا، سو ہوا [4]

مارا ہے فراقِ نبویؐ نے تجھے شائق ۔۔۔ جی جائیں ہیں آجائیں، جو سرکار اِدھر آج [5]

بحرِ طویل میں شائق کے جذباتِ حبِ نبیؐ اور تغزل کا رنگ نمایاں ہے ملاحظہ ہو :

؎ پہنچی کانوں میں جو مَا کانَ محمدؐ کی صدا ـــــــ چیخ اُٹھا، تھام کے دل سنتے ہی سرکار کا نام یاد آیا مجھے وہ راز کا انداز، وہ اعجاز کا اعجاز، سرافراز ہے، نازانِ بہار روکے میں نے یہ کہا ایک جوانِ عربی، ہاشمی و مُطلبی، شہرِ مدینہ کا ہے شاہ : حسن اُس چاند کا ہے سب سے نرالا، ہے وہی گیسوؤں والا کہ فدا جس پہ ہے خوبانِ بہار نام اُس پیارے کا احمدؐ ہے، محمدؐ بھی ہے، محمود بھی، حامد بھی ہے، سردارِ رُسل، شانِ الٰہ، کملی والا کوئی کہتا ہے، کوئی جانِ جہاں، راحتِ جاں، شاہِ زماں، نورِ درخشانِ بہار : [6]

شائق نے کہیں کہیں نعت کے موضوعات کو خالص ہندوستانی رنگ میں بھی پیش کیا ہے۔ اُن کی مقبول عام ٹھمریاں جو قومی و شاعری کے عناصر لئے ہوتی ہیں، جہاں عورت کی زبان میں حضورِ اکرمؐ سے عقیدت و محبت اور دالہانگی و شیفتگی کا ہوا ہے۔ فراق کے مضامین میں ہندی شاعری کے علائم و رموز کے استعمال نے ان نعتیہ ٹھمریوں کی فضا ہندی گیتوں کی سی بنا دی ہے۔ مختلف جگہوں سے درج ذیل نمونے دیکھئے :

؎ سرکار مدینے والے۔ سرکار مدینے والے !

صورت تو دکھا دو پیاری، میں جان کو اپنی، واری ۔۔۔ ہے آس چرن کی تہاری ۔۔۔ سرکار مدینے والے۔۔۔ [7]

؎ نبیؐ جی میری بگڑی بنا جانا۔

پاپ کی نیا ڈوب رہی ہے۔ ۔۔۔ تمہارے کرم سے ترانا

بندہ نگر میں تڑپوں میں کب تک ۔۔۔ اپنا نگر دکھلا جانا ..... [8]

؎ سمتا دو چرن کی آس رے ساجن ! مجھ بے کس کو۔

ننیا لڑا کے دُکھ میں پڑی ہوں ! پیت نہ آئی راس رے ساجن : مجھ بیکس کو ..... [9]

---

۱ - ۹ : کلیاتِ شائق، ص : ۳۳۵ / ص : ۸۸ / ص : ۸۶ / ص : ۵۹ / ص : ۱۱۵ / ص : ۱۳۵ / ص : ۳۳۵، ص : ۳۳۵ ۔

سید محمد مرتضیٰ بیان یزدانی میرٹھی (م/۱۳۱۷ھ) اور ان کے شاگرد صوفی محمد اکبر میرٹھی (م/۱۳۴۸ھ)

اس دور کی مجالسِ مولود کے معروف شاعر ہیں۔ نعتیہ کلام میں ان کی درج ذیل نعت خاص طور پر مشہور ہے۔

؎ خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹالے، آجا! بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے! آجا

بیکسی پر مری خوں روتے ہیں چھالے آجا! راہ میں چھوڑ گئے قافلہ والے ! آجا!

ہوں سیہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں۔ کملی والے مجھے کملی میں چھپالے ! آجا! [۱]

اس نعت میں کئی شعرا نے مخمسے لکھے اور اس کی تضمینیں کہیں، عصرِ جدید کے میلاد ناموں میں یہ نعت کئی جگہ شامل ہوئی ہے، اگرچہ اس کے لب و لہجہ (خصوصاً) مطلع پر ممتاز حسن اور بعض ناقدینِ نعت نے اعتراض کیا ہے۔ اور اسے شانِ نبوت کے منافی قرار دیا ہے۔ لیکن یہ نعت اپنے مخصوص ترنم اور موسیقیت کے باعث محافل اور مولود کی مجالس میں بہت پسندیدہ رہی ہے۔ بیان نے ؎

؎ ضیائے دیدہ حق بیں ہے رخسارا محمدؐ کا کہ ہے اللہ کا دیدار، نظارہ محمدؐ کا (مطلع) کی نعت میں حضور اکرمؐ کا سراپا قلمبند کیا ہے۔ یہ شعر دیکھیے!

ریاضِ خلد کی لہریں، لکیریں دستِ اطہر کی کفِ بحرِ کرم، انگشت فوارا محمدؐ کا!

وہ شافی میرے دردوں کا، وہ کافی میرے دردوں کا میں دکھیارا محمدؐ کا، میں دکھیارا محمدؐ کا [۲]

صوفی اکبر میرٹھی اپنے میلادِ اکبر کے سبب مشہور ہیں۔ مولودِ شہیدی کے بعد سب سے مشہور پسندیدہ مولود میلادِ اکبر ہی ہے۔ جس کے اب تک بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ میلادِ اکبر کے علاوہ باغ کلامِ اکبر، گلدستۂ اکبر، ریاضِ اکبر، گلزارِ اکبر اور گلستانِ اکبر وغیرہ کے نام سے ان کے کئی مجموعے شائع ہوئے۔ نعتیہ کلام کے علاوہ انہوں نے مذہبی موضوعات پر اور بھی متعدد کتابیں لکھیں۔

اکبر چشتی، وارثی اور قادری سلاسل سے وابستہ تھے۔ ان کی نعتوں میں حسن و تاثیر کا سبب ان کے بیان کی سادگی ہے۔ گو ان کے کلام سے ان کی علمیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مگر ان کا بیشتر کلام سہل اور آسان ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے مخاطب وہ عوام تھے جو مجالسِ میلاد کی رونق ہوتے ہیں۔ جذبہ کی سچائی اور خیال و احساس کی پاکیزگی ان کی نعتوں کا جوہر ہے۔ میلاد نگاروں میں وہ بڑے نعت گو اس باعث بھی ہیں، کہ انہوں نے اپنی نعتوں کا ادبی معیار قائم کر رکھا ہے۔ ان کے شغفِ نعت نے اردو نعت کو عوامی حلقوں میں بہت مقبول کیا۔ وہ پنجاب کے اکثر اضلاع کا دورہ کرتے رہتے تھے اور جگہ جگہ مجالسِ میلاد منعقد کرتے تھے۔[۳] ایک اعتبار سے نعت گوئی اور نعت خوانی ان کی زندگی تھی۔ ان کی نعتوں میں خلوص و عقیدت کی فراوانی اور جذبۂ حبِ رسولؐ کی مظہر ہے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کی سیرت کے واقعات کو بھی (میلادِ اکبر میں) منظوم کیا ہے۔ ولادتِ رسولِ اکرمؐ اور واقعۂ معراج کا بیان خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ زمین و آسمان کے مکالمے میں بھی انہوں نے نعت کے موضوع کو قلمبند کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے کلام میں متعدد سلام ہیں۔ ان کا درج ذیل سلام اردو کے معروف سلاموں میں سے ہے ؎

---

۱۔ گلستانِ نعت (سیف کلانوری) ص ۵-۶

۲۔ عرفانِ نعت (شفیق بریلوی) ص: ۱۲۲، ۱۲۵

۳۔ ماہنامہ "شام و سحر" لاہور، (نعت نمبر) ص: ۴۳۔

؎ یا نبی سلامُ علیک ، یا رسولؐ سلامُ علیک
یا حبیبؐ سلامُ علیک ، صلوٰتُ اللہ علیک [۱]

متعدد شاعروں نے اس سلام کی تضمین میں سلام کہے۔ جو آجکل بھی مجالسِ میلاد اور نعتیہ محافل میں پڑھے جاتے ہیں
فرمان فتحپوری " یہ اردو کا مقبول ترین سلام ہے، اس سے زیادہ نہ کوئی سلام آج تک پڑھا گیا نہ سُنا گیا،
ند کا شاید ہی کوئی مسلمان ہو، جس کے کان اس سے آشنا نہ ہوں، درود و سلام کے عنوان سے اردو میں
نظمیں لکھی گئیں، خود اکبر وارثی " کے سلام کی تقلید میں سینکڑوں سلام منظرِ عام پر آئے لیکن سادگی و صفائی
ر اور قبولِ عام کے لحاظ سے کوئی بھی اکبر کے کلام کو نہیں پہنچتا " [۲]

اکبر کے نمونۂ نعت کیلئے درج ذیل اشعار دیکھئے۔ اس نعتیہ غزل میں قوافی، قرآن مجید سے اخذ کئے گئے ہیں ؎

؎ ہے جسمِ محمدؐ سراجاً منیرا کہ ہے شان میں جس کی ذکراً کثیرا۔
جو منظورِ خالق ہوئی رہنمائی محمدؐ کو بھیجا بشیراً نذیرا۔ [۳]

یہ پوری نظم اسی انداز کی ہے۔ "محمدؐ" ردیف میں اُن کی کئی نعتیں ہیں، ایک نعت کے کچھ شعر درج ذیل ہیں ؎

؎ دل میں مرے، آنکھوں میں سما جائے محمدؐ، ہر سمت نظر آئے تجلّئ محمدؐ
انوارِ خدا کا بھی کہیں ہوتا ہے سایہ؛ ہے نورِ عسل نور سراپائے محمدؐ
تھوڑی سی زمیں طیبہ میں اکبر کو دے اللہ قدموں میں محمدؐ کے ہو شیدائے محمدؐ [۴]

فانی ایک اور معروف نعت کے درج ذیل شعر دیکھیں۔ اس میں رائج تغزل کی خصوصیات کے ساتھ خلوص و عقیدت کی فراوانی کا
ہے۔ ؎

؎ دیکھے ترا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی روشن ہیں ترے نور سے سورج بھی قمر بھی۔
دی طائروں نے تری رسالتؐ کی گواہی۔ بول اُٹھے ترے حکم سے پتھر بھی شجر بھی۔
محبوبِ دو عالم ہے کدھر دیکھئے، دیکھے مشتاق، نگاہوں کے اِدھر بھی ہیں اُدھر بھی۔
دے ڈالیں جاں شربتِ دیدار کے بدلے مرنے پہ تو ملتا ہے تو ہم جائیں گے مر بھی۔ [۵]

ممتاز جہاں گنگوہی (م/۱۳۹۵ھ) بھی اسی دور کے نعت گو ہیں۔ اُن کی انفرادیت اُن کی پوربی نعتوں میں نمایاں ہے۔
میں ہندی آمیز نعتیں اکثر شعراء کے ہاں نظر آتی ہیں۔ بعض نے راگوں اور ٹھمریوں کی طرز پر نعتیں کہیں۔ ممتاز گنگوہی نے
پوربی میں متعدد نعتیں کہیں۔ اُن کے نعتیہ دیوان "چمن مناقب کا" کا ایک پورا حصّہ ان نعتوں پر مشتمل ہے۔ ان
میں ہندی شاعری کی خصوصیات "پیا کے کوچ میں جوگن کا دَر دَر پھرنا"، عورت کی طرف سے اظہارِ محبت، برہا اور
کی شدّت، دیدار کی انتہائی تمنّا، محبوب کے چرن چھونے کی آرزو، ہوا کے ذریعے محبوب کو سندیسہ بھیجنا، اور اس انداز کے

---

[۱] ۔۔۔ و کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر طلحہ برق) ص ۱۵۱ پر یہ بیدم وارثی سے منسوب کیا گیا ہے ۲۔ اُردو کی نعتیہ شاعری، (فرمان فتحپوری) ص: ۹۴
۔۔۔ کلام اکبر (اکبر میرٹھی) ص: ۵/ ص: ۱۵۔ ۴۔ "باغِ کلامِ اکبر" (اکبر میرٹھی)
( - )

بات ملتے ہیں۔ ؎

نہ کوئی ایسی سکھی چاتر سیانی، موہے پی کے دوارے پہنچا دیتی۔
میں تو راہ مدینہ بھی دیکھی ناہیں، موری بیّاں پکڑ کے بتا دیتی۔
مورے من میں ہے اب تو جوگنیاں بنوں، اور تن کے بھبھوت مدینے چلوں!
سکھی! ہند کی نگری میں کا ہے رہوں۔ ہینی چپیت تو چین ذرا دیتی! [1]

ممتاز کی اِن نعتوں کو بہت مقبولیت ملی۔ اس کا ایک سبب اُن کے اندر خلوص کی فراوانی ہے۔ جو کہیں اور ہے۔ ہندی میں ہونے کے باوجود اُن کا لب و لہجہ سہل اور قابلِ فہم ہے۔ ہندی بحروں کا غنائی آہنگ و موسیقی کی مقبولیت کا ایک بڑا سبب ہے۔ عصرِ جدید میں چھپنے والے متعدد نعتیہ انتخابات میں ممتاز گنگوہی کی ہندی نعتیں نظر آتی ہیں۔

منشی محمد شمس الدین امیر حمزہ (م/ ۱۳۴۷ھ) کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "چمنستانِ حمزہ" اسی دور کی یادگار ہے۔ یہ مجموعۂ نعت ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوا۔ اس میں نعتیہ غزلوں، قصیدوں اور مرثیوں کے علاوہ نعتیہ ٹھمریاں بھی ہیں۔ مثلث اور مخمس میں نعت کہنے کے علاوہ آنحضرتؐ کے سراپا پر ایک مسدس بھی ہے۔ حمزہ کی شہرت کا بڑا سبب اُن کی نعتیہ ٹھمریاں ہیں۔

؎ نبی جی کی کہانیں جب میں دُنیا میں آئی۔ پردہ نزدیک تجھ کو بُلاتے ہیں۔
میں نے کیا کی بُرائی اُن سے دِل جو لگائیں کوئی دُنیا میں کیا دل لگاتے نہیں۔
تلپت کلپت بیتی رتیاں، نیند اُچٹ گئی ہاے۔ پلک پلک سے ناہیں پلیں اور نین جلیں پہ درس نہ پائے
سکھی تم ہی بتاؤ کیسا ہوگا بھاؤ کس سے بولوں ملاؤں
وہ تو آتے نہیں، اور بلاتے نہیں۔ کوئی دُنیا میں کیا دل لگاتے ہیں؟ [2]

ہندی گیتوں کی طرز میں ایک نعتیہ گیت دیکھیے:

؎ نظر میں آنکھوں بھر بسو ہے، تمہاری جیتون کملیا والے، الو کی سج دھج، نئی ادائیں، رسیلی آنکھیں کملیا والے [3]

دِل میں نعت کا نمونہ ملاحظہ ہو:

للہ الحمد یہ وہ روز ہے نیروز کہ نوروز سے بڑھ کر طرب اندوز، دل افروز ہے سامانِ بہار
عشرت انگیز طرب گونہ، دِل آویز ہے۔ نوخیز ہے۔ گل ریز ہے، ہر شاخِ گلستانِ بہار [4]

حمزہ کی نعت پر شائق کے اثرات نمایاں ہیں۔ اِن کا بحرِ طویل میں "قصیدۂ بہاریہ" جس کا مطلع اُوپر درج کیا گیا ہے ہی کی تقلید میں ہے۔ اِس کے علاوہ اُن کی ٹھمریوں میں بھی شائق کی نعتیہ ٹھمریوں کا سا رنگ ڈھنگ ہے۔

---

[1] "چمن مناقب کا" (ممتاز گنگوہی)۔ حصہ سوم (یہ حصہ ہندی نعتوں پر مشتمل ہے)
[2] "چمنستان حمزہ" (امیر حمزہ) ص: ۱۳۶، ص: ۲۱۵، ص: ۳۰۔

محمد مظفر الدین معلیٰ کے (م/ ١٣٣۵ھ) مجموعۂ کلام "ریاضِ معلیٰ" (سن اشاعت ١٣٣٠ھ) کا پہلا حصہ نعتیہ موضوعات پر مشتمل ہے (دوسرے دو حصے عشقیہ و مدحیہ اور فارسی کلام پر مشتمل ہیں) معلیٰ نے غزل کی ہیئت میں نعت کو آگے بڑھایا، جذب و ذوق اُن کی نعت گوئی کی خصوصیات ہیں. شغفِ نعت سے وابستگی اُن کے لئے عبادت کا درجہ رکھتی ہے. ایک جگہ کہتے ہیں ؎

اے معلیٰ نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ ... کافی ہے ورد یہی بارہ مہینے تجھ کو [۱]

اُن کی نعتوں میں جذبہ و شوق کی فراوانی ہے. اُن کے صوفیانہ مزاج کے سبب اُن کی نعت گوئی میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے. وصفِ رسول میں قرآن و احادیث کے حوالے اُن کی علمیت کے شاہد ہیں. "وصفِ مدینہ"، "درود اور فضائلِ محمد" کی ردیفوں میں اُن کی نعتیں عقیدت و شیفتگیٔ رسالت مآب کی مظہر ہیں.

مولانا عبد القدیر صدیقی حسرت کا مجموعۂ کلام "زمزماتُ الاشواق" ١٣۵٣ ہجری میں شائع ہوا. اِس میں عربی نعت اور ٹھمریاں ہیں. "نسیمِ عرفان" میں نعتیہ ٹھمریاں ہیں. "زمزمۂ محبت" اُن کا تیسرا مجموعہ ہے جو حمد و نعت و منقبت پر مشتمل ہے. حسرت کے کلام میں عربی کے ساتھ ہندی عناصر شیر و شکر ہوتے نظر آتے ہیں. اُن کی نعتیہ ٹھمریوں میں حضورِ اکرم کو جہاں "سیّد المصطفیٰ"، "احمدِ مجتبیٰ" اور "سیّد الابرار" کہہ کے مخاطب کیا ہے وہاں "معراجی سیّاں"، "کالی کملی والے کنہیا" اور "مکے والے بلما" کہہ کے بھی بلایا گیا ہے.

حسرت کے نعتیہ کلام کی انفرادیت اُن کی نعتیہ ٹھمریوں میں ہے. ان میں ہندی بھجنوں اور گیتوں کی سی سرمستی و وارفتگی کا اظہار ہے. جذبات کی فراوانی، نسائی طرزِ اظہار اور ترنم و موسیقی کے عناصر نے انہیں کیف آور بنا دیا ہے. اگرچہ نعت کا انداز احترام، ذکرِ رسالت کے لائق نہیں مگر یہ ٹھمریاں عوامی حلقوں میں بہت پسندیدہ و مقبول رہی ہیں. نمونہ ملاحظہ ہو؛

؎ معراجی سیّاں! تم پر جیا قربان!
آنکھوں کے تارے، راج دلارے ... تم ہو مری جان، معراجی سیّاں!
نیند نہیں آوے، چین نہیں آوے ... تم بن اے سلطان! معراجی سیّاں! [۲]

؎ او مکے والے بلما! تو آجا رے! ... آجا رے! پھر نہ جا رے!
خدیجہ بی بی کے راج دلارے ... عائشہ بی بی کے بالم پیارے! ... آجا پھر نہ جا رے..... [۳]

؎ جھولی جھال تیں توں ناری ... بیت گئے کالی راتیں ... موری نیّا منجدھار
...... کالی کملی والے کھیّا! ... آؤ اب سرکار! ... موری نیّا منجدھار [۴]

حسرت کے کلام میں قرآنی حوالے اور تلمیحات بھی ہیں اور علمیت و تصوف کے مضامین بھی. مگر اُن کے اندازِ بیان میں سادگی ہے. جس کے سبب اُن کی نعتیں عام فہم ہیں اور خاص و عام میں مقبول ہیں.

---

۱: "ریاضِ معلیٰ" (معلیٰ) ص: ٣١.
۲، ۳: "نسیمِ عرفان" (عبد القدیر صدیقی حسرت) ص: ٦٣/ ص: ٦۴/.
۴: "زمزماتُ الاشواق" (عبد القدیر صدیقی حسرت) ص: ٢٠/.

مضطر خیر آبادی نے دوسری اصنافِ شعر کے ساتھ نعتِ رسولِ اکرمؐ میں بھی شعر کہے۔ نعتیہ کلام کی مقبولیت پر نظر رکھی جائے تو دبستانِ لکھنؤ میں محسنؔ کاکوروی کے بعد مضطرؔ ہی کا نام سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کا دیوان "نذرِ خدا" کے عنوان سے شائع ہوا تھا، لیکن وہ عام طور پر دستیاب نہیں ہوتا۔ ابواللیث صدیقی نے ان کی معروف نعتوں کا نمونہ دیا ہے۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

؎ سبز گنبد کے مکیں میری مدد فرمائیے: (نعتیہ مخمس)

؎ جلتا تھا تو جل جاتے اُس نور مجرد سے / کیوں جا کے چلے آئے دربارِ محمدؐ سے؟ (نعتیہ غزل)

انہوں نے نعت میں کچھ اور مسدس بھی کہے، جن میں ایک مشہور نعت گو شاعر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعت کی (جس کا مطلع یہ ہے: لَمْ یَاتِ نَظِیرُکَ فِی نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا...... الخ) تضمین ہے۔ بقول ابواللیث "شاعرانہ طرزِ بیان اور نزاکتِ تخیل کے اعتبار سے یہ کلام محسنؔ کی نعت کا ہمسر نہیں البتہ محسنؔ کی طرح اس میں خلوص کی چاشنی موجود ہے اور محض رسمی طور پر اپنی نظم نہیں کیا گیا۔"[۱]

حافظ جلیل حسن جلیلؔ مانک پوری (م/۱۳۶۵) کی نعت میں قدیم لکھنوی تغزل کے رنگ کی روانی ملتی ہے۔ ان کی زبان شستہ و صاف ہے۔ اور مضمون کو زبان پر ترجیح کے سبب یہ لکھنوی دبستان کے شعراء سے قدرے مختلف ہے۔ شاعری میں چونکہ امیرؔ مینائی کے شاگرد ہیں لہٰذا نعت کا ذوق بھی انہی کی صحبت و شاگردی میں پروان چڑھا۔ ان کا نعتیہ کلام "معراجِ سخن" کے نام سے ۱۳۴۷ھ میں شائع ہوا جس میں نعتیہ غزلیں ہیں۔ "شبِ معراج" کے موضوع پر ایک ترجیع بند بھی قابلِ ذکر ہے۔ نعت میں چند رباعیاں بھی ملتی ہیں۔ جلیلؔ کا نعتیہ کلام سلاست و روانی اور سادگی و خلوص کے سبب خاص تاثیر اور حُسن رکھتا ہے۔ ان کی نعتیں رواں دواں اور مترنم بحروں میں ہیں۔ اور سننے والے کو متاثر کرتی ہیں۔ درج ذیل نعتیں اسی انداز کی ہیں:

؎ کٹے عمر صلِ علیٰ کہتے کہتے / اُٹھوں حشر میں مصطفیٰؐ کہتے کہتے
محمدؐ کو پایا خدا کہتے کہتے / خدا مل گیا مصطفیٰؐ کہتے کہتے

؎ نہ منصب، نہ دولت، نہ زر چاہیے / مجھے آپؐ کی اک نظر چاہیے
...... درِ مصطفیٰؐ ہے، ادب اے جبیں! / یہاں سجدہ کرنے کو سر چاہیے!

ان کی نعتوں میں جمالِ محمدیؐ پر فریفتگی، حبِ رسولِ اکرمؐ کی اہمیت، بارگاہِ رسالت سے اُمیدواریٔ شفاعت و شفا کے مضامین عام ہیں۔ زبان کی شگفتگی اور طرزِ ادا کی ندرت کے سبب ان کے نعتیہ کلام کا ادبی پایہ بھی بہت بلند ہے۔

اس عہد اور رنگ کے دوسرے نعت گو شاعروں میں اسیرؔ بدایونی، کیفؔ ٹونکی، احقرؔ بہاری، عزیزؔ صفی پوری، ...ب قصوری، رزاقؔ، مسکینؔ، وفاؔ، مذاقؔ، بسملؔ، حزیںؔ، ابرارؔ، ابدؔ، گداؔ، زاہدؔ، ہدایت علی ...سخن، انورؔ، طالبؔ، شہرتؔ، آثمؔ، منیرؔ، لئیقؔ وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ انکی نعتیں مختلف نعتیہ انتخابات "گلستانِ نعت" (مرتبہ صدیف کلانوی) "نعت ہی نعت" (چار حصے، مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور) "غنچۂ قوالی" (مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور) وغیرہ میں ہیں۔ عصرِ حاضر میں چھپنے والے نعتیہ انتخابات مثلاً "ارمغانِ نعت" مرتبہ شفیق بریلوی اور "نمونۂ نعت" دو حصے میں بھی ان میں سے کئی شعراء کے نمونے ملتے ہیں۔

---

۱۔ لکھنؤ کا دبستانِ شاعری (ابواللیث صدیقی) ص: ۶۹۵

اس دیوان میں غزل، مثنوی اور رباعی کے علاوہ۔ اساتذۂ نعت امیر خسرو، لطف بریلوی، بیدم وارثی وغیرہ کے کلام پر تضمینوں کی شکل میں بھی نعتیہ کلام ملتا ہے۔ ان مشکل زمینوں میں بھی نعتیں کہیں۔ اُن کی نعتوں میں تغزل کے ساتھ حضورِ اکرمؐ سے عقیدت و اشتیاق کے عناصر بھی نمایاں ہیں۔ اُن کے شغفِ نعت کا اندازہ اس امر سے ہوتا تھا کہ انہوں نے یہ ضخیم دیوان (جو کم و بیش چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے) چودہ ماہ میں مکمل کیا۔ اُن کے درج ذیل شعر دیکھئے۔

دو دل کو ملاتے ہیں روٹھوں کو مناتے ہیں ۔ عادت ہے محمدؐ کی یوں شیر و شکر کرنا [1]

ضعف کہتا ہے کہ کس طرح مدینے جائیں ۔ شوق کہتا ہے کہ مر کے چلے جائیے آپ ۔

گر ہم نہ گئے روح تو جائے گی مدینہ ۔ دل میں کشش صادق حب الوطنی ہے ۔

مولانا حکیم سید غوث علی شاہ (م ۱۳۵۵ھ) قادری، چشتی اور نقشبندی سلسلے کے بزرگ اور فنا فی العشقِ رسولؐ تھے۔ نعت میں اُن کا دیوان "مراد العاشقین" کے نام سے طبع ہوا ہے۔ اُن کی نعتوں کا غالب موضوع بھی درود و سلام ہے۔ انہوں نے "آفتابِ محمدی" کے نام سے غیر مقلدین کے رد میں ایک منظوم کتاب بھی (پنجابی میں) لکھی۔ اُن کی اکثر نعتیں محافلِ درود کا پس منظر رکھتی ہیں۔

آؤ رسولِ پاک کے در پر دعا کرو ۔ صلِ علی الرسولؐ کو پڑھا کرو ۔

کیوں یا رسولؐ کہنے سے کرتے ہو شور و شر ۔ کیوں حاسدوں سے مرتے ہو لڑ کر دعا کرو [2]

مومنو تشریف لاتے ہیں حضور ۔ شاہ خوباں محفلِ میلاد میں [3]

ورد زباں رکھیں گے ہم صلِ علی حبیبہٖ ۔ پڑھتے رہیں گے دم بدم صلِ علی حبیبہٖ [4]

غوث شاہ کی نعتوں میں دیارِ رسولؐ سے دوری کے احساس نے اضطراب و کیف کے تاثرات نمایاں کر دیئے ہیں۔ زیارتِ رسولؐ کا شوقِ فراواں اُن کی نعتوں کا محوری موضوع ہے۔ عقیدت و شیفتگی اور جذب و کیف کے عناصر اسی شوقِ فراواں کا نتیجہ ہیں۔ اوصافِ محمدیؐ کی بجائے اُن کی نعت جذبۂ حبِ محمدی سے سرشار ہے بلکہ اُن کی ہر نعت میں حضورِ اکرمؐ کو خواب میں دیکھنے، موت کے بعد قبر میں دیکھنے، میدانِ حشر میں دیکھنے کی تمنا اور حضورِ اکرمؐ کی دستگیری و شفاعت کا مضمون ہے۔ شدتِ عشقِ رسولؐ کے سبب اُن کی نعتیں (غزل کی ہیئت میں ہونے کے باوجود) غزلِ مسلسل کی طرح ایک ہی طرح کیفیت پر مشتمل ہیں۔ چند شعر دیکھئے

نکلے گر شوقِ مدینہ میں تڑپ کر دم میرا ۔ آپ کے روضے پہ پہنچائیں فرشتے میری لاش [5]

خواب میں بھی گر جمالِ جانفزا ۔ دیکھ لوں تو چوم لوں تیرے قدم [6]

شہرِ طیبہ کو چلے جاتے ہیں جانے والے ۔ رہ گئے ہند میں تکلیف اٹھانے والے [7]

بادِ صبا مدینے لے چل مجھے اڑا کے ۔ بن جائے میری تربت قدموں میں مصطفےٰ کے [8]

وصال سے کچھ ماہ پیشتر فالج کی حالت میں اور انتقال سے کچھ روز قبل انہوں نے آنحضرتؐ کے دربار میں دو استغاثے لکھے۔ جو جذب و کیف اور عقیدت و محبت کا مظہر ہیں اُن کے درج ذیل مطلعے دیکھئے۔

بحمد اللہ ہوئی پوری تمنائے دلِ مضطر ۔ دکھایا جیتے جی حق نے نبیؐ کا روضۂ اطہر ۔ [9]

اے سرورِ دو عالم ابرِ کرم خدارا ۔ سن لے مری مصیبت ہوں رنج و غم کا مارا ۔ [10]

بیدم وارثی (م ۱۳۶۳ھ) اس سلسلۂ نعت کے انتہائی معروف شاعر ہیں۔ جن کی نعتیں تاثیر و شہرت کے سبب خصوصی ذکر کے قابل ہیں

---

۱۔ سلطانِ سخن (افضل شاہ طوفان) ص ۱۲۵

۲–۴۔ مراد العاشقین (سید محمد غوث شاہ) ص ۶۱ / ص ۵۳ / ص ۶۵

۵–۱۰۔ " " ص ۲۲ / ص ۵۱ / ص ۷۵ / ص ۸۱ / ص ۳۵–۳۶ / ص ۳۰۲

جذب وکیف کے عناصر حسن فطری انداز میں بیدم کی نعتوں میں آگئے ہیں اس سے ان کی نعتوں میں حسن و اثر دوبالا ہوگیا ہے بقول مولانا حسن نظامی "کلا
م سے اردو میں روحانی جان پیدا ہوگئی ---- جب تک اردو کے دم میں دم ہے کلام بیدم ہمیشہ باقی رہے گا " [1] مولانا محمد صبغتہ اللہ شہید انصاری بیدم
کلام کی تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں " ---- حاجی عصر ، فرد ذوق وقت ، اور حسن زمانہ کے کلام کی بدولت نہ صرف ہمارے اعراس کی محفلیں گرمائی ہیں
سچ یہ ہے کہ ہمارے ایسے سرد دل بھی ہنگامی طور پر سہی مگر ایک گرمی محسوس کرتے ہیں روتے ہیں ۔ متاثر ہوتے ہیں اور اس جذبہ کو پالیتے ہیں ۔ جو حقیقت کا
حاصل حیات مستعار ہے ۔" [2]

بیدم کی نعت گوئی ان کی ذاتی واردات اور داخلی جذبات کا اظہار اُن کے شعروں میں سوز و گداز اور کیف و اثر اس شیفتگی کا عطا کردہ ہے ۔ جو ا
ن رسول اکرمؐ سے ہے ۔ سلیس زبان ، سہل انداز اور مترنم لہجہ نے ان کی نعتوں میں ایک پاکیزہ اور وجد آور فضا پیدا کردی ہے ۔ اُن کی درج ذیل نعتیں
میں سماع سے لے کر محافل میلاد تک خاص و عام میں ذوق و شوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہیں ۔

؎ آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کھینچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم [3]

؎ قبلہ و کعبۂ ایمان رسول عربی ۔ دو جہاں آپ پہ قربان رسولِ عربی [4]

؎ میرا دل اور مری جان مدینے والے ۔ تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے [5]

؎ کیا پوچھتے ہو گرمئ بازار مصطفےٰ ۔ خود بک رہے ہیں آکے خریدار مصطفےٰ [6]

بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری " قبول عام کے لحاظ سے وہ اردو کے دوسرے نظیر اکبر آبادی ہیں نظیر اکبر آبادی النفس کی زندگی اور اس کے ماحول کی ترجمانی کے سبب
ت رکھتے ہیں ۔ بیدم وارثی کو انسان کی داخلی زندگی کی عکاسی اور اس کے عشقیہ جذبات کی ترجمانی میں کمال حاصل ہے ۔ نظیر کے یہاں جگ بیتی کا لطف ہے
م وارثی نے جو کچھ کہا ہے آپ بیتی بنا کر کہا ہے ۔ اور آپ بیتی و جگ بیتی میں اثر پذیری کے لحاظ سے جو فرق ہے اس سے سبھی واقف ہیں کلام بیدم وارثی کی
ی ترین خصوصیت اس کا سوز و گداز ہے اُن کی شاعری کیا ہے ایک دیوانۂ محبت کے دل کی آواز ہے ایسی آواز جو سننے والوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی " [7]

مولانا محمد الیاس برنی کا نعتیہ کلام " معروضہ " ( سن تصنیف تحدود ۱۳۶۷ھ ) کسی شاعرانہ کمال کے دعوے کے بغیر سیدھے سادے انداز میں جذب
رسولؐ کا اظہار ہے ، وہ خود کہتے ہیں ۔

؎ مری باتیں دل کی کہہ دیں جی زبان شوق میں ۔ شاعری کے فن میں گرچہ وہ سند پائی نہ ہو [8]

گذارش " کے عنوان سے انہوں نے معروضہ کے شروع میں لکھا ہے " اس معروضہ میں کچھ کلام خام پیش ہے کلام میں بیشتر معنی مقدم رہے الفاظ کی پوری رعایت
ں مثلاً ایک ہی نظم میں کئی کئی قافیے آگئے ہیں ۔ بنا بریں شاعری کے جو فنی لوازم ہیں بالخصوص بحر ، وزن ، قافیہ ، ردیف ، مطلع ، مقطع ان اعتبارات سے
کہیں ضرور کچھ نہ کچھ نقص رہ گئے ہیں ۔ چنانچہ اعتراف تقصیر بلا عذر پیش ہے ---- جو شعر یوں سرسری طور سے بحر میں نہ جمیں اگر ان کو ہندی کی مناسب طرز میں
کیا جائے تو رواں ہو کر دو تین بحر میں بیٹھ جائیں گے اور اکثر بحروں میں ہندی شاعری کی طرزیں زیادہ داخل ہیں ---- یہ کلام بیشتر اپنے دل کا ترجمان
اپنے واردات کی یادداشت ہے ---- فنی قواعد سے جو شعر درست نکلیں وہ شعر شمار ہوں اور باقی جو ناقص معلوم ہوں وہ نظم کی بجائے نثر سمجھے جائیں
شاعری پر کوئی بار نہیں پڑتا اور اپنے دل کی بات بھی رہ جاتی ہے ۔" [9]

گذارش سے یہ اقتباسات اس لئے دیئے گئے ہیں کہ " معروضہ " میں شائع شدہ کلام کی فنی حیثیت کا اندازہ ہوسکے ۔ معروضہ کی بعض نعتیں اگرچہ فنی

---

۳-۶ - مصحف بیدم ( بیدم وارثی ) صہ ۳ / صہ ۵ / صہ ۲۷ / صہ ۲۹ / صہ ۲۷ / صہ ۲۹

۷ - اردو کی نعتیہ شاعری ( فرمان فتحپوری ) صہ ۸۵

۸-۹ - معروضہ ( محمد الیاس برنی ) صہ ۱۸ / صہ ۶-۵

بھی پابندیوں سے بے نیاز ہیں مگر وہ شاعر کے خلوص کی آئینہ دار ہیں ۔ اُن کی تخلیق کے پس منظر میں جذب و مستی کی فرمانیاں ہے ۔ شوق اور سرشاری کے بارے کی خارجی ہیئتوں کو توڑ کر باہر آ جاتا ہے ۔ الیاس برنی کے بیان میں کشش اور جاذبیت ہے ۔ قرآنی مضامین، احادیث کے حوالے اور تلمیحات ہندی گیتوں کا مخصوص لب و لہجہ اور اسلوب بھی ملتا ہے ۔ آنحضرتؐ کے لئے پیا اور بلماں کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ہندی گیتوں کی طرح جوگن کی طرف سے ہے ۔ اور کئی نعتوں کا انداز بھی دادرے اور ٹھمری کی طرح ہے ۔ کہیں کہیں ہندی فضا میں عربی کے الفاظ بھی ملتے ہیں ۔ چند ملے جلے نمونے دیکھئے ۔

اپنے پیا کی میں جوگن بنی ہوں تو تن من دھن سب واروں گی ۔ مورا پیا تو مدینے رہت ہیں تو تن من دھن سب واروں گی [1]

بلماں تو مورا مدینے رہت ہے ۔ مدینہ میں گزرے گی کیسے عمریا ۔ [2]

مورا من بھی جلتا جائے نبی ہیں بلہاری ۔ موہے چین نہ اک پل آئے نبی ہم ہیں بلہاری ۔ [3]

بیبوں میں نبی مکی مدنی وہ صدر رسالت آوت ہے ۔ وہ رسول کریم و رؤف رحیم جو رب کو سب سے بھاوت ہے [4]

بیٹھا ہوں تو کیا میں پہچان گئی نا ۔ کوئی جانے نہ جانے میں جان گئی نا [5]

اُن کی درج ذیل نعت میں قرآن و احادیث کی تلمیحات بکثرت استعمال ہوئی ہیں ۔

شانِ اسریٰ قد لیس اللہ سے ملتی ہوئی ۔ اُن کی صورت صاف وجہ اللہ سے ملتی ہوئی ۔

خلق اُن کا خلق ہے کو یعنی میں خلقِ عظیم ۔ اُن کی سیرت ہے کتاب اللہ سے ملتی ہوئی ۔ [6]

بہ حیثیت مجموعی "الیاس برنی" کے کلام پر مجذوبیت کا رنگ غالب ہے ۔ وصفِ محمدیؐ کے ساتھ تصوف و عرفان کے مسائل کا بیان بھی ہے ۔ خارجی ہیئتوں کی طرف توجہ نظر نہیں آتی تاہم ان کی نعتوں میں شعریت کا عنصر پوری طرح غالب ہے ۔

عصرِ جدید کے دوسرے علمائے کرام جن کی وجہِ شہرت نعت گوئی نہیں مگر جنہوں نے حضورِ اکرمؐ کی نعت کی صورت میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا بہت سے ہیں مولانا امداد اللہ مہاجر مکی ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مولانا قاری محمد طیب ، مولانا حسین احمد مدنی ، مولانا انور شاہ کاشمیری کے نام قابلِ ذکر ہیں "بارگاہِ رسالت مآب اور بزرگانِ دیوبند" [7] کے عنوان سے حال ہی میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے ۔ جس میں اُن علمائے دیوبند کے نعتیہ کلام کے نمونے دیئے گئے ہیں علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی چند نعتیں کہیں [8]

## عصرِ جدید کا دورِ آخر

عصرِ جدید کے دورِ آخر میں کچھ شاعر ایسے بھی سامنے آتے ہیں جن کی زندگی کا بڑا حصہ متحدہ ہندوستان میں گزرا جنہوں نے تقسیمِ ہند کے بعد کی ادبی و شعری فضا بالخصوص نعت کو بہت متاثر کیا ۔ اس اعتبار سے انہیں نعت گوئی کے عصرِ حاضر کے پس منظر میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے ان میں درج ذیل نعت گو قابلِ ذکر حیثیت رکھتے ہیں

سہیل اعظم گڑھی ، امجد حیدرآبادی ، عزیز لکھنوی ، حفیظ حمید صدیقی ، ماہر القادری ، بہزاد لکھنوی وغیرہ ۔ ان شعراء نے اپنے نعتیہ کلام کا آغاز عصرِ جدید میں کیا مگر عصرِ حاضر کی نعت گوئی بھی ان شعراء کے میلانات و رجحانات سے متاثر ہوئی ہم اقبال سہیل اعظم گڑھی ، امجد ، عزیز اور حمید صدیقی کے نعتیہ کلام کا جائزہ لیں گے اور بہزاد لکھنوی اور ماہر القادری کی نعت گوئی کا تذکرہ عصرِ حاضر کے آغاز میں کریں گے

---

٦ - معروضہ (محمد الیاس برنی) ص ٧٦ / ص ٨١ / ص ٧٨ / ص ٥٣ / ص ٣٨ / ص ٣٠

٧ - بارگاہِ رسالت مآب اور بزرگانِ دیوبند (مرتبہ مولانا محمد عبداللہ) مطبوعہ فاروقی پبلیکیشنز لاہور ١٣٩١ھ

٨ - ارمغانِ آزاد (مرتبہ ...) ص ٢٩ - ٥٢ ... آزاد کی چار نعتیں ملتی ہیں

سہیل (م / ١٣٦٥ھ) عصر جدید کے آخری اہم نعت گو ہیں۔ بقول افتخار اعظمی "دور حسان سے لے کر عہد جدید تک طبقۂ اولیٰ کے شعراء کا جو تاریخی سلسلہ ہے سہیل اسی "سلسلۃ الذہب" کی آخری کڑی ہیں اقبال کے بعد... سہیل ہی وہ ذی مرتبت شاعر ہیں جنہوں نے ان شعراء کی لافانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اردو کی نعتیہ شاعری کے افق کو وسیع کیا ہے اور فکر و فن کے اعتبار سے اسے نیا انداز و آہنگ دیا" [1]

سہیل کی نعت نگاری کا نمایاں وصف حقیقت نگاری ہے ان کی نعتوں میں رسول اکرم کی سیرت و سوانح اور اوصاف کا بیان قرآن و حدیث کے مطابق ہے انہیں حضور اکرم سے بے پناہ محبت و شیفتگی ہے مگر ان کی یہ شدت انہیں جادۂ اعتدال سے ہٹنے نہیں دیتی۔ محبت رسول کے ساتھ علوم اسلامیہ، ذات رسالت مآب کا شعور، تاریخ اسلام پر گہری نظر، اور سیرت رسول کے بارے میں واقعات و روایات کی جزئیات کے عمیق مطالعے نے نعت گوئی میں حقیقت و واقعیت کا رنگ بھر دیا ہے۔ وہ اپنی نعتوں میں حدود شریعت کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ ایک خط میں اسلم جیراجپوری کو لکھتے ہیں: "... عام طور پر نعتوں میں جو حسن صورت کی مداحی اور تغزل کا انداز مولانا جامی کے عہد سے آج تک معمول رہا ہے انبیاء و رسل کا استخفاف، غیر ضروری اور بے معنی مبالغہ یا لفظوں کی صنعت گری اور خیال آفرینی جو عرفی وغیرہ نے رائج کی اور کاکوروی مرحوم نے اردو میں منتقل کی ان سے قطعی احتراز ہے۔ مگر سادہ و بے نمک بھی نہیں شکوہ بیان اور بلندیٔ ادا کا دامن ہاتھ سے نہیں جاتا ..." [2] سہیل نے اپنی نعت نگاری کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی نعت ان کے مطابق ہے۔ سہیل نے مبالغہ طرازی سے احتراز کیا ہے۔ اور ہر جگہ آداب فن کا پورا التزام ملحوظ رکھا ہے۔ اور تخیل کی رنگ آمیزی اور صنعت گری کو اپنی نعت پر اس حد تک غالب نہیں کر لیا کہ حقیقت اس کے اندر گم ہو کے رہ جائے۔

حقیقت نگاری کے علاوہ منقبت صحابہؓ کا بیان اور تاریخ اسلام کا تذکار ان کی نعت گوئی کے بنیادی لوازم ہیں انہوں نے خلفائے راشدینؓ اور دوسرے اکابرؓ کی منقبت بھی التزاماً شامل نعت رکھی [3] اس کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ و غزوات وغیرہ کے نمایاں واقعات کو بھی نعت کا جزو بنا دیا۔ اور اپنے کلام میں تاریخ اسلام کی عظیم شخصیتوں کے کارناموں کو خوش اسلوبی سے نظم کیا ہے۔

"موج کوثر" ان کی طویل نعت [5] ہے جو ١٨٥ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں ہے۔ اس ردیف میں بہ تبدیلی قافیہ اور نعتیں لکھی گئی ہیں لیکن سہیل کی نعت زیادہ معروف اور مؤثر ہے۔ سہیل نے یہ نعت جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے "اپنی جنم بھومی (اعظم گڑھ کا ایک گاؤں اور جناب سہیل کا وطن) کو زنانہ محفل میلاد میں پڑھنے کے لئے لکھ دی تھی ..." [6]

اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ درود شریف ہر شعر میں ردیف ہے۔ اس کے چند شعر درج ذیل ہیں۔

احمد مرسل، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم — مظہر اول، مرسل خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

جسم مزکیٰ، روح مطہر، قلب مجلیٰ، نور مقطر — حسن سراپا، خیر مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم

طینت جس کی سب سے مطہر، بعثت جس کی سب سے مؤخر — خلقت جس کی سب سے مقدم صلی اللہ علیہ وسلم

--- بچھڑے ہوئے تھے کو ملا دیا، نسل و وطن کا فرق مٹایا — رہ نہ گیا کچھ تفرقہ باہم، صلی اللہ علیہ وسلم

---

١ - ارمغان حرم (اقبال سہیل) مرتبہ افتخار اعظمی ص ٢١

٢ - مکتوب سہیل (١٨ مارچ ١٩٤٦ء) بنام مولانا اسلم جیراجپوری مشمولہ ارمغان حرم (اقبال سہیل مرتبہ افتخار اعظمی) ص (ح)

٣-٤ - مکتوب مذکورہ بالا میں بھی سہیل نے ان امور کا اظہار بھی کیا ہے ملاحظہ ہو ص (ذ) (ح)

٥ - ارمغان حرم (اقبال سہیل) ص ١٢٩ — ١٦٢ (یہ نظم الگ کتابچے کی شکل میں بھی شائع ہو چکی ہے)

؎ براق برق بکر لے چلا یوں ذات انور کو — فضا میں تیر جائے جس طرح بجلی کی تابانی
حضورؐ اس طرح گذرے گنبد مینائے گردوں سے — نظر جس طرح شیشے سے گذر جاتی ہے آسانی [1]

سہیل کے نعتیہ قصائد میں آنحضرتؐ کی سیرت اور تاریخ اسلام کے تابندہ نقوش جھلکتے ہیں انہوں نے نعت گوئی میں حقیقت بیانی کا جو التزام برقرار رکھا ہے بڑے بڑے نعت گو شاعروں کو نصیب نہیں ہوا۔ بقول عطیہ خلیل عرب: "سوداؔ کے عہد سے لیکر دور جدید تک اردو کی نعتیہ شاعری میں جو غلو اور افراط و تفریط عام رہی ہے۔ حالیؔ و اقبالؔ کی طرح سہیلؔ نے بھی اس کی اصلاح کی اور عقیدہ توحید کے دائرے میں رہتے ہوئے حضورؐ کی پیمبرانہ شان کے تمام صفات و محاسن فکر و فن کی پوری رعنائیوں کے ساتھ بیان کئے ۔۔۔ سہیلؔ نے اپنے نعتیہ کلام میں سیرت نگاری کے اصول و آداب ملحوظ رکھے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں جوش عقیدت بھی ہے اور اعلیٰ درجہ کی سنجیدگی بھی شدت احساس اور جوش بیان کے باوجود وہ حقیقت و واقعیت کی حدود میں رہتے ہیں ۔۔۔ ان کا خاص معنوی وصف یہ ہے کہ ان میں توحید و رسالت کا صحیح شعور اور صحابہ کرام کے مدارج و مراتب کا مکمل احساس موجود ہے۔ اور یہی وہ اعلیٰ خصوصیت ہے جس کی بنا پر سہیلؔ نعت کی بزم میں وہ حالیؔ و اقبالؔ کے ہم نشیں ہیں ۔۔۔۔" [2]

امجد حیدر آبادی (؟ - ۱۳۸۰ھ) کو ان کے عارفانہ رنگ کلام کے باعث حکیم الشعراء کہا جاتا تھا۔ ان کے متعدد شعری مجموعوں میں نعتیہ کلام ملتا ہے۔ 'ریاض امجد' (حصہ اول، دوم [3]) 'جمال امجد' اور 'خرقہ امجد' میں خاص طور پر نعتیہ مضامین ہیں وہ اگرچہ رباعی میں اپنے منفرد انداز کے سبب مشہور ہیں مگر ان کا نعتیہ کلام مختلف ہیئتوں میں ہے۔

امجد کے نعتیہ کلام پر عارفانہ رنگ کے گہرے اثرات ہیں حقیقت محمدیؐ کے اظہار میں انہوں نے کئی ایسے مضامین بیان کئے ہیں جو بے احتیاطی میں آتے ہیں 'احد' اور 'احمد بے میم' کا تذکرہ کرتے ہوئے بعض اوقات ان کے خیالات شریعت کی حدود و قیود سے ٹکراتے نظر آتے ہیں یہ شعر دیکھئے۔

؎ شکل احمد میں خود احد آیا — ہوا مطلق و مقید اظہار
دائرہ ختم تھا نقطہ میں — ہوگئی ختم گردش پرکار
سچ ہی ہے وہی شجر ہی وہی — وہ تمہارا ہے وہی غفار
آپ اپنا جام پیا یا — آپ خود اپنا کرلیا اقرار
یار آیا تھا نامہ بر بن کر — خط کے دھوکے میں لوٹ لئے اغیار [4]

یہی خیال دوسری کئی جگہوں میں بھی قلم بند ہوا ہے۔ مثلاً
؎ تردد سا نظر آتا ہے رشتہ یقین کا — احد کو سمجھے یا احمد بے میم کو سمجھو [5]
؎ "ادھر دیکھو محمدؐ ہے ادھر دیکھو محمدؐ ہے" [3] اور ؎ "رخ کعبہ کی جانب ہے دل سوئے مدینہ ہے" [4]۔ ان کے اسی انداز کے صوفیانہ مضامین ہیں

---

۱۔ ارمغان حرم (اقبال سہیل) ص ۸۹ - ۱۱۱
۲۔ عطیہ خلیل عرب کے مضمون "سہیل ایک عبقری" سے مختلف اقتباسات۔
۳۔ ریاض امجد (امجد حیدر آبادی) ص ۱۵ / حصہ دوم ) ص ۲۲
۴۔ جمال امجد (امجد حیدر آبادی) ص ۱۰۴

ں میں عشقِ محمدیؐ کی سرشاری ، ذاتِ خداوندی کے تصور سے ہم آہنگ ہوتی نظر آتی ہے ۔

امجد کی نعتوں میں شاعرانہ حسن اور طرزِ ادا ہر جگہ موجود ہے اسی سبب ان کے نعتیہ اشعار شرعی و شعری آداب کے مطابق ہیں پُرکیف اچھے گئے ہیں شریعت کے حلقوں میں بھی پسندیدہ ہیں ۔ سخن آفرینی ہی امجد کی نعت گوئی کا وصف ہے ۔ امجد نے اپنے نعتیہ کلام کو قرآنی الفاظ کے عنوانات سے ین کیا ہے اور ھوالظاہر ، ھوالباطن ، رحمۃ للعالمین ، مازاغ البصر و ماطغیٰ جیسے عنوانات کے تحت نعتیہ اشعار رکھے ہیں ۔

نذرِ امجد" میں حضورِ اکرمؐ کی ہجرت کا بیان ہے یہ مسدس حُبِّ نبیؐ کے جذبات اور شاعر کی باطنی کیفیات کا مرقع ہے جس میں تاریخی عناصر شاعرانہ تاثیر کے ساتھ مجتمع ہوگئے ہیں ۔ ہجرت کے وقت مکۂ معظمہ کے در و دیوار اور خانہ کعبہ کے تاثراتِ غم کو بڑے دردانگیز انداز میں موضوع بنایا ہے ۔ تسلسلِ وقت ، ربطِ واقعہ اور سادہ بیانی کے سبب یہ مسدس نہایت مؤثر ہے ۔ ایک بند دیکھئے ۔

ہے دریائے خوں چشمِ زمزم سے جاری — سوادِ حرم میں ہے اک سوگواری
ہر اک دل میں ہے برق سی بیقراری — ہر اک کی صدا ہے کہ ہم سے ہے جاری
نہ جاؤ ہم سے منہ موڑ کر جانے والے — یہاں کون ہم بے کسوں کو سنبھالے [1]

بارگاہِ رسالت میں امجد کی عرض داشت اور استغاثہ و استمداد کا انداز بھی دلآویز اور مؤثر ہے ۔ امجد نے مترنم اور سلیس انداز میں اپنے احوال ظاہر کیا ہے ۔ خلوصِ جذبات اور لب و لہجہ کی سادگی اُن کے کلام میں نمایاں ہے ۔

چشمِ رحمت تیری مازاغ البصر — پھر نہیں ہے کیوں غریبوں پر نظر ۔
تیری مرضی رحم کر یا پھر نہ کر — دیکھ تو اے رحمتِ عالم ادھر ۔
یارسول اللہ انظر حالنا — یارسول اللہ اسمع قالنا ۔ [2]

اسی طرح اُن کی ایک اور عرض داشت ( جس میں ٹیپ کا مصرع " فقم فقم یا حبیبی کم تنامی " ہے [3] ) فارسی نعت میں مولانا نظامی اور ی کی یاد دلاتی ہے ۔ امجد نے حبِ رسولؐ ، وصفِ رسولؐ اور استمداد و استغاثہ کے مضامین کے ساتھ اطاعتِ رسولِ اکرمؐ کی عنایت اور فیضا ن کے فیوض و برکات کا تذکرہ کیا ہے ۔ محسن کاکوروی کے قصیدہ ابیاتِ نعت کی تضمین [4] میں امجد نے یہ مضمون نمایاں کیا ہے

پیشتر اس سے کہ ہم امجد کی نعتیہ رباعیات کا ذکر کریں ۔ اس کے کلام میں ہندی عنصر کی نشاندہی ضروری ہے "مدینہ کی جوگن" امجد کی معروف نعت ہے ۔ یہ مسدس کی شکل میں ہے اور جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے ایک عورت کی زبان سے عشقِ رسولؐ کے جذبات پر مشتمل ہے ۔ ہندی گیتوں میں جوگن کا مخصوص تصور ہے ۔ جو اپنے پیا کی کھوج میں بن بن میں گھومتی ہے ۔ اور اس کے ہونٹوں پر بیراگ کے دُکھ اور بین کا اظہار ہوتا ہے ۔ "مدینہ کی جوگن" بھی مقامی شاعری کے اہم عناصر سے ظہور پذیر ہوئی ہے ۔ عورت کی زبان سے حبِ رسولؐ کا اظہار عربی فارسی نعت گوئی میں نہیں ملتا ۔ اس نعت کے ہندی عناصر ڈرامائی انداز نے اسے پُرکیف اور مؤثر بنا دیا ہے ۔ جوگن دکھ سے بے تاب ہو کر اپنی حالتِ فراق کا بیان کرتی ہے ۔

تو خاک چھانتی ہے پیا کی جستجو میں ۔ بھٹکی ہوں میں بھی گھر سے یثرب کی آرزو میں ۔

---

١ - نذرِ امجد ( امجد حیدرآبادی ) ص ١١
٢ - ریاضِ امجد ( امجد حیدرآبادی ) ص ٢٢ حصہ دوم
٣ - تضمین بر قصیدہ محسن ص ١٥٤ ( حجِ امجد )
٤ - ریاضِ امجد ( امجد حیدرآبادی ) حصہ اول ص ١٤

کی نعت کو انفرادی مقام عطا کیا ہے ماجد دریا آبادی ان کے محاسن کلام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ " کلام جاندار ایسا کہ گویا صفحہ کاغذ پر ابھرا ہوا ہیں زندہ و ذی روح شاعر کی دنیا سے ترنم کے لہجے میں ادا ہو رہا ہے اور دل کا شوق نیاز ہے ابلا پڑتا ہے ـــــ یہ کیفیت بہت کم نعت گو کو نصیب ہوئی ہے ۔

...کی نعت حضور اکرم کے شمائل و اوصاف کے تذکار سے زیادہ آپ کی ذات والا صفات سے محبت و شیفتگی کے بیان پر مشتمل ہے ان کی نعتوں میں تاثیر اور کیف و دلآویزی کا جوہر اسی جذبہ محبت رسول کا پیدا کردہ ہے " گلبانگ حرم کی مختلف نعتوں کے کچھ متفرق اشعار دیکھئے ۔

؎ مدینہ ہی میں جلووں کی وہ بارش پیہم کیا کہئے — وہ صبح کا منظر کیا کہئے وہ شام کا عالم کیا کہئے ۔

؎ عجب مستیاں ہیں عجب لغزشیں ہیں — کہ پھر حال کے بعد حال آرہا ہے ۔

؎ کس کی تجلیاں ہیں تصور میں جلوہ گر — آئینہ بن گیا ہے مرا دل نہ پوچھئے ۔

؎ تیرے کوچے میں حمید خستہ حال آہی گیا — میرے آقا تجھ کو بندہ کا خیال آہی گیا ۔

حمید اب کچھ نہیں ہے یاد مجھ کو — نبی کا تذکرہ ہے اور میں ہوں

جبینِ عجز پر شبنم جھلکنے آنے لگی — ٹھنڈی ٹھنڈی پھر مدینے کی ہوا آنے لگی ۔

میں نے چھیڑا نغمہ نعت اور ادھر سے رحمت — جیسے کانوں میں صدائے مرحبا آنے لگی ۔

؎ تڑپ رہا ہے یہ مشتاق دید کہہ دینا — درِ نبی پہ سلام حمید کہہ دینا ۔

؎ بلا لیجئے میرے آقا بلا لیجئے مولا — ہے انتظار کی کلفت شدید کہہ دینا ۔

حمید صدیقی کی نعت گوئی کی برجستگی و بے ساختگی اور گیرائی و شگفتگی کا رنگ جگر مراد آبادی سے ملتا جلتا ہے ۔ حمید کی نعتیہ غزلیں زیادہ تر دو ...میں ہیں ۔ زبان و بیان پر بھی جگر مراد آبادی کی صحبت و شاعری کے اثرات نمایاں ہیں ۔ حمید صدیقی نے مولانا احمد رضا خان کی طرز پر ایک سلام بھی ... کا مطلع درج ذیل ہے ۔

؎ آفتاب رسالت پہ لاکھوں سلام — ماہتاب نبوت پہ لاکھوں سلام [۱]

... سلام بدرگاہ خیر الانام " میں آنحضرت کے اوصاف و شمائل کا تذکرہ ہے ۔ اس کا انداز سلیس اور رواں ہے ۔ بحیثیت مجموعی حمید کی نعتوں ... شیفتگی ، جذب و کیف ، اور سوز و گداز کے عناصر نے ایک مؤثر فضا پیدا کر دی ہے ۔ جو بہت کم نعتیہ مجموعوں میں نظر آتی ہے ۔

## عصرِ جدید کی نعت گوئی کا جائزہ

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد اردو نعت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ جدید شاعروں نے جن میں حالی اور ظفر علی خان کے نام قابلِ ذکر ہیں، نعت کو قومی و ملی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ ان شاعروں کی نعت کا یہ نیا دور "دورِ ماقبل کی نعت گوئی سے نہ صرف معنوی طور پر مختلف ہے بلکہ متعدد امور میں ایک حد تک اس کی خصوصیات کی ضد ہے۔ پہلے ادوارِ نعت میں آنحضرت کے معجزات پر زیادہ زور دیا جاتا رہا ہے جب کہ اس میں آپ کے اسوۂ حسنہ، سیرتِ طیبہ اور بحیثیت ایک انسانِ کامل کے بنی نوعِ انسان کے لئے آپ کے فیوض و برکات کے تذکرہ کو خصوصی توجہ حاصل رہی۔ عیسائیت اور پیروئ مغرب میں آنحضرتؐ کے ہوئے بشریت پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ بقول حسن عسکری "آنحضرتؐ کو پیغمبر کی بجائے 'مصلح' اور 'لیڈر' پیش کیا جانے لگا۔" وہ حالی کے ذیل میں کہتے ہیں: "...... انہوں نے نعت کہی اور بڑے سوز و گداز کے ساتھ لیکن جہاں تک نفسِ مضمون کا تعلق ہے ان فوائد کی فہرست سنائی ہے جو آنحضرتؐ سے انسانیت کو اور بالخصوص عرب کو پہنچے اور فوائد بھی روحانی اور اندرونی قسم کے نہیں بلکہ ظاہری اور سماجی یا پھر اخلاقی محاسن گنوائے ہیں۔ حالی کی نعت (مسدس کے نعتیہ اشعار) کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا کردار بہت بلند تھا اور ان سے ہمیں بہت فائدے پہنچے۔"[۱]

ایک حد تک تو عسکری کی رائے سے اتفاق کیا جاسکتا ہے مگر حالی کی نعت گوئی میں ایسی کئی مثالیں مل جائیں گی جہاں آنحضرتؐ کے پہلوئے رسالت کا ذکر ہے۔ یہ درست ہے کہ حالی اور اس عصر کے دوسرے شاعروں نے حضورِ اکرمؐ کی بشریت اور سیرت پر زیادہ زور دیا مگر انہوں نے آنحضرتؐ کی ذات والا صفات کے پہلو کی نفی نہیں کی۔ عصرِ جدید کے معاشرتی و تاریخی تقاضے ہی ایسے تھے کہ نعت میں تبلیغ اور مقصد و اصلاح کے عناصر کی آمیزش ضروری ہو گئی تھی۔ ایک انقلابی زندگی کی حقیقی قدروں اور ضرورتوں کے شعور نے نعت گو شاعروں کا لب و لہجہ بھی بدلا۔ ملّت کے کردار و سیرت کی تشکیل کے لئے نعتیہ ادب میں مقصدیت کا آغاز ہوا۔ اور آپؐ کی سیرت و سوانح کا تذکرہ آپ کے جمال اور سراپا کے مقابلے میں اہم ہو گیا۔[۲]

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کو دوبارہ کارزارِ حیات اور میدانِ مسابقت میں لانے کے لئے جس جذباتی بحالی (Rehabilitation) کی ضرورت تھی۔ عصرِ جدید کی نعت گوئی نے اس کے لئے بھی فضا تیار کی۔ "مسدسِ حالی" سے "شاہنامۂ اسلام" تک کی تخلیق کے پس منظر میں یہی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو ان کی کھوئی ہوئی منزل یاد دلائی جائے اور عظمتِ رفتہ کے واقعات اور اسلاف کے کارہائے نمایاں کے تذکرے سے ان کا لہو گرمایا جائے، ان کے اندر اعتماد پیدا کر کے انہیں ایک ملّت کے طور پر زندگی بسر کرنے اور آگے بڑھنے کا درس دیا جائے۔ برصغیر کی سیاسی و مذہبی تحریکوں کے علاوہ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کی جھلکیاں بھی اس عصر کی نعت گوئی میں نظر آتی ہیں۔ خصوصاً پہلی جنگِ عظیم میں مسلمان ملکوں کی شکست و پسپائی کے نوحے اس دور کی نعتوں میں نظر آتے ہیں۔

صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے خصوصی شغف نے اردو نعت میں بلحاظِ مقدار اور بہ اعتبارِ معیار گراں قدر اضافے کئے۔[۱] نعت کی ترویج و مقبولیت میں شاعروں کی نسبت ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ محافلِ میلاد اور اعراس نے بھی نعت کے دائرے کو وسیع کیا۔ اس دور میں نعتیہ دیوانوں کے علاوہ نعتیہ انتخابات شائع ہونے شروع ہوئے جن میں مقبولِ عام نعتوں کو جمع کیا جانے لگا۔ بیسویں صدی ہجری کے پہلے ربع کے بعد جب برصغیر میں گراموفون ریکارڈ بننا شروع ہوئے تو گیتوں، ٹھمریوں، راگوں اور غزلوں کی ہیئت میں نعت گوئی کے ایک عوامی دور کا آغاز ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں نعتیں ریکارڈوں کی شکل میں برصغیر کے کونے کونے میں پھیل گئیں۔ کم و بیش ہر معروف گلوکار اور گلوکارہ نے اپنی آواز سے نعت کی اس روایت میں اضافہ کیا۔ اس دور کے نعتیہ ریکارڈوں میں انفرادی آوازوں کے علاوہ قوالوں کی پارٹیاں بھی پیش پیش رہیں۔ یہ موضوع بذاتِ خود اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اس پر علیحدہ مقالے کی ضرورت ہے۔[۳]

بحیثیت مجموعی اس دور میں صحیح معنوں میں اردو نعت کو فروغ حاصل ہوا۔ ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو امیر مینائی اور محسن کاکوروی بھی اسی زمانے کے شاعر تھے۔ ان کا تعلق شاعری کے قدیم اسالیب سے تھا۔ ان کا دور خاص دورِ ماقبل کی نعت گوئی کا معراج تھا۔ عصرِ جدید میں نعت میں بلحاظِ مقدار و معیار گراں قدر اضافے ہوئے۔ جدید شاعروں نے کینوسِ نعت کو بہت وسیع کر دیا نیز بحیثیت صنف بھی نعت اسی دور میں مقبول ہوئی۔

---

۱۔ ستارہ یا بادبان (محمد حسن عسکری) ص ۱۰۳  ۲۔ اس دور کے جدید شاعروں کے لئے ضمیمہ ۳ دیکھئے  ۳۔ ضمیمہ ۴ ملاحظہ فرمائیے

# چھٹا باب

## عصرِ حاضر کی نعت گوئی

### تمہید

سیاسی و ملّی فضا / عصرِ جدید کی توسیع

قیامِ پاکستان کے وقت کے نعت گو

بہزاد اور ماہر القادری

عبدالعزیز خالد

حافظ مظہر الدین / حافظ لدھیانوی / حفیظ تائب

## عصر حاضر کی نعت گوئی

اردو نعت کا عصرِ حاضر جسے قیامِ پاکستان سے شروع کیا جا رہا ہے ایک اعتبار سے نعت کے عصرِ جدید ہی کی توسیع ہے۔ مولانا حالی، علامہ اقبال، خان، حفیظ جالندھری اور اقبال سہیل نے اردو نعت کو فکری و فنی طور پر جن نئے امکانات سے روشناس کرایا اور اس میں واقعیت و حقیقت نگاری، ات، اور قومی و ملی مسائل و موضوعات کے جن عناصر کو فروغ دیا عصرِ حاضر کے نعت گو شاعروں نے انہی روایات و عناصرِ نعت کی ترجمانی کی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں مسلم قوم پہلے موجود تھی اور پاکستان بعد میں قائم ہوا۔ قومیت یا نیشنلزم کے مغربی تصور پاکستان پر نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ پاکستان نے خود کسی قوم کو جنم نہیں دیا بلکہ اس کے برعکس برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کو جنم دیا ہے۔ تحریکِ آزادی حصولِ پاکستان کے پس منظر میں احیائے اسلام کا جو جذبہ کارفرما تھا اس کی بنیاد محبت و اتباعِ رسولِ اکرمؐ تھی۔ بقول محمود فاروقی ں شک نہیں کہ تحریکِ پاکستان کے لئے لوگوں نے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا تھا۔ صاحبانِ فکر نے پاکستان کے تخیل و تصور کو جاری کیا تھا۔ اہلِ قلم نے اپنے قلم کی جولانیاں دکھائی تھیں۔ اربابِ سیاست نے قوم کو متحد و منظم کیا تھا اور برعظیم ہند کے مسلم عوام نے اپنی جان و مال کی قربانیاں اس خواب کو حقیقت بنا دیا تھا۔ مگر جب ہم مسلمانانِ ہند کی اس تاریخی جدوجہد کے تمام اسباب و علل کا جائزہ لیتے ہوئے اس آخری فیصلہ کن مرحلے پہنچتے ہیں جو اس تحریک میں روحِ رواں کی طرح کام کر رہا تھا وہ نہ ہوتا تو یہ سارے اسباب و علل، عوامل و وجوہ دھرے کے دھرے رہ جاتے ستان کا حصول و قیام قطعاً ممکن نہ ہوتا ہم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ محرک، ایک سچا اور حقیقی جذبہ تھا۔ سرورِ عالم ت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا جذبہ ۔ افراد و اکابر کے ذہن و فکر کے تجزیے میں ممکن ہے اس جذبہ ایک حد تک نظر آئے اور رجحانات کم زیادہ یا مختلف ہوں مگر بحیثیت مجموعی پوری مسلم قوم کی نفسیات کا محور و مرکز اور حرکت و عمل کا سرچشمہ یہی جذبہ تھا۔"[۱]

یہی وجہ ہے کہ جنگِ آزادی کے دوران سے قیامِ پاکستان ۱۹۴۷ء تک کے تحریکی ادب میں حضور اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ اور سیرت کے کردار و تصور کو ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ حصولِ پاکستان کے لئے ادبی و لسانی محاذ سے منسلک شاعروں کی نظموں میں نعتیہ عناصر میں انجمن حمایتِ اسلام[۲] کے جلسوں سے مسلم لیگ کے سٹیج تک تحریکِ پاکستان کے شاعروں نے آنحضرتؐ کی ذات اور پیغام کے ذکر مسلمانانِ ہند کے دلوں کو گرمایا ملی امنگوں اور جذبوں کے ترجمان ادب نے نعتیہ شاعری کے فروغ و مقبولیت کے لئے فضا ہموار کی۔ اردو نعت کا ایک ایسا تابناک دور شروع ہوا جس نے بلحاظ مقدار و معیار اور بحیثیت مجموعی فنِ نعت گوئی کو بے حد ترقی دی بقول حفیظ تائب

قیامِ پاکستان کے بعد نعت کے ارتقا کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی مملکت میں ذکرِ رسولؐ کا چرچا ہونا فطری تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعت میں اس انقلاب کی بازگشت سنائی دینے لگی جسے برپا کرنے کے لئے حضور اکرمؐ تشریف لائے تھے۔ وہ روحانی، تمدنی اخلاقی آشوب بطور خاص نعت کا موضوع بنا جس سے امتِ مسلمہ اور عہدِ حاضر کا انسان دوچار ہے۔ اس دور کے نعت گویوں نے اپنے ذاتی اور آفاقی کا علاج حضورؐ کی سیرتِ اطہر میں تلاش کرنا شروع کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشورِ حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمو دیا۔ اردو نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر مقبولیت کی حدوں کو چھونے لگی۔"[۳]

---

[۱] ہفت روزہ "زندگی" لاہور اکتوبر ۷۷ء

[۲] اس ضمن میں خواجہ دل محمد اور دوسرے بہت سے شاعروں کا ذکر ملتا ہے جو انجمن کے سالانہ جلسوں میں ایسی نعتیں یا نظمیں پڑھتے جو قومی و ملی آرزوؤں کی مظہر ہوتیں۔ دیکھئے سوانح خواجہ دل محمد مطبوعہ لاہور

[۳] ماہنامہ "ماہِ نو" لاہور (عصری مشاورہ مسلم فن و ثقافت نمبر) مئی ۱۹۸۰ ص ۱۲۷

قیام پاکستان کے وقت اردو نعت جس مرحلہ و مقام پر تھی اس کا ذکر ہم پچھلے باب میں کر آئے ہیں۔ علاوہ ناحالی سے سہیل اعظم گڑھی
کی نعت گوئی میں جو عناصر عصر جدید کی عطا ہیں ان کا ذکر افتخار اعظمی نے سہیل کے تذکروں کے حوالے سے کیا ہے۔ اقبال سہیل کی نعت جو
عصری رجحانات و تحریک کے سبب عصر جدید کی نمائندہ نعت ہے وہ حسب ذیل خصوصیات سے عبارت ہے
جوش عقیدت اور خلوص جذبات
تاریخ اسلام کے صحیح اور موثر واقعات کی تلمیح اور شاعرانہ پیرایہ میں مستند احادیث و روایات کا ترجمہ یا ان کی تفسیر
توحید و رسالت کا صحیح اسلامی شعور
جناب رسالت مآب کے فضائل و مدارج کا اس طرح ذکر کہ دوسرے انبیاء کی منزلت میں سرمو فرق نہ آئے
صنف غزل کے وہ تشبیہ و رموز و مصطلحات جو آنحضرت کی پیغمبرانہ جلالت شان کے سراسر منافی ہیں ان سے کلیۃً اجتناب
سیرت پاک پر اس طرح اظہار خیال کہ اسلامی نظریات کی مکمل توضیح بھی ہو جائے
بزم رسالت کے ارکان خاص کے درجہ و مرتبہ کا صحیح تعین اور اس کے لحاظ سے ان کے فضائل و کمالات کا تجزیہ
نعت و منقبت کے ضمن میں فلسفہ و حکمت کے جہت سے راز ہائے سربستہ کی عقدہ کشائی
۹. شاعرانہ محاسن کی آمیزش مگر اس درجہ نہیں کہ جذبہ کی شدت اور خیال کی قوت میں کمی واقع ہو
۱۰. تحقیق اور حقیقت میں کامل ہم آہنگی "[1] سہیل کی ان خصوصیات میں پورے عصر جدید کی نعت گوئی کے رویے اور میلانات جھلکتے ہیں

عصر جدید کی مذکورہ بالا خصوصیات نعت کے پس منظر میں اردو نعت کے عصر حاضر کے آغاز سفر کا جائزہ لیں تو اس امر
ہوتا ہے کہ عصر حاضر کی نعت گوئی کو بنیادیں عصر جدید ہی نے فراہم کیں۔ مولانا ظفر علی خاں کی نعتیں اور حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام
میں مولانا حسرت موہانی، اختر شیرانی، م۔ حسن لطیفی کے نعتیہ اشعار کی ہلکی مگر موثر آواز بھی شامل تھی۔ حسرت موہانی کے لہجے میں
کیا ہے۔ اختر شیرانی کی رومان پسند طبع نعت پر بھی اثر انداز ہوئی۔ ان کی ہیئت کے تجربے، صبا کے ذریعے آنحضرت کو پیام رسانی
کی مجبوروں کا ذکر ان کے اسی میلان فکر کا نتیجہ ہے۔ لطیفی کی رحمۃ للعالمین (اردو طور) میں ملت مسلمہ کی ابتری کا حال اور التماس دعا کا انداز
ہے۔

قیام پاکستان کے وقت متعدد ایسے شاعر تھے جو نہ صرف یہ کہ نعت کا اعلیٰ ذوق و شغف رکھتے تھے بلکہ نعت گوئی کی حیثیت سے معروف
ان میں ضیاء القادری، بہزاد لکھنوی اور ماہر القادری کے علاوہ شمس مینائی، وحید گوروی، محمد ذکی کیفی، سید رفیق عزیزی امروہوی،
محمد عبداللہ نیاز، اثر صہبائی اور اسعد ملتانی وغیرہ متعدد ایسے شاعر ہیں جنہوں نے نعت کے فروغ و ارتقا میں معقول حصہ لیا۔ عصر حاضر
نعت گوئی کا دور اول انہی شاعروں پر مشتمل ہے۔ دوسرا دور جو جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء سے کچھ قبل فارقلیط (عبدالعزیز خالد۔ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)
شاعت سے شروع ہوا پہلے دور سے وقیع ہے۔ اس میں عبدالعزیز خالد، حافظ مظہر الدین، حافظ لدھیانوی، حفیظ تائب، راسخ عرفانی اور
دوسرے نعت گو شاعر ملتے ہیں جنہوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں سے نعت کے موضوع و فن اور ہیئت و اسلوب میں وسعت اور
پیدا کیا۔ یہ پورا دور فنی تجربہ اور اول روایت کا دور ہے جس کے سبب سے اعلیٰ نمونے اسی دور کی نعت گوئی میں ملتے ہیں۔

---

۱۔ ارمغان حرم (اقبال سہیل) ص ۴۸–۴۹ (مقدمہ افتخار اعظمی)

کی ہیں ۔ "فروغِ حامد" افق کاظمی کی نعتوں کا مجموعہ ہے جسے انہوں نے قدیم اساتذہ کی طرز پر ردیف وار مرتب کیا ہے ۔ ان کی نعتوں میں ذاتِ رسالتمآب واحترام اور صنفِ نعت کی نزاکتوں کا التزام ملتا ہے ۔ افق کے نزدیک نعت گوئی کارِ عبادت اور ذریعۂ شفاعت طلبی ہے ۔ ان کی نعتوں میں طویل نعتیہ قصائد اور نعتیہ غزلیں شامل ہیں ۔ جن میں چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی بحروں کا استعمال ملتا ہے ۔ مضامینِ نعت میں اسلامی مواخات و مساوات ، تعلیمات و پیغام مآب ، آنحضرت کے اسمائے مبارکہ ، خاتم النبیین ، اور دوسرے اوصاف کا بیان ہے ۔ نعت کے بارے میں اپنی کوتاہی فن اور عجز و انکساری کا اعتراف ہے ان "طلوعِ ماہِ رسالت" اپنے اختصار ، بحر ، روانی و سادگی اور فکری خوبیوں کے باعث اردو کی خوبصورت نعت ہے ۔ مطلع و مقطع درج ذیل ہے ۔

کیا بزم جہاں میں روشنی ہے ۔ ظلمت کا فور ہو گئی ہے ۔

--- صد شکر افق کہ تو جہاں میں ۔ اس فخرِ رسل کا امتی ہے ۔

صہبائی کے مجموعۂ نعت "حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم" کو قیامِ پاکستان کے بعد کی دہائی میں شائع ہونے والے چند نعتیہ مجموعوں میں سے ایک ہونے کی حاصل ہے ۔ نعتِ رسول اکرم کی طرف ان کا رجوع غزل گوئی میں پختگی اور مہارت کے بعد ہوا ۔ ان کی نعتوں میں اسی سبب غزل کی لفظی و معنوی خوبیاں ایک کے ساتھ نظر آتی ہیں ان کی نعتوں میں مشکل پسندی اور مشتاقانہ پیرایۂ بیان کے نمونے ملتے ہیں خصوصاً ان کی وہ نعتیں جو عمر مردف ہیں ان کی وہ نعتیں ادے خواب میں زیارتِ رسول اکرم ( ۶ مئی ۱۹۵۸ء بمقام مری ) کے بعد لکھی ہیں شیفتگی و سرشاری سے لبریز ہیں

مد ملتانی کی نعتیہ منظومات ان کے مجموعۂ کلام "تحفۂ حرم" میں ملتی ہیں "تحفۂ حرم" اسد ملتانی کے سفرِ حج بیت اللہ و زیارتِ روضۂ رسول کے تاثرات ل ہے ۔ ان کی نعت گوئی کا مرکزی موضوع عشقِ رسول اکرم کے حوالے سے مقاصدِ اسلام کی ترویج ہے بقول اسد ۔

نبی کا عشق خدا کی اطاعت کامل ۔ یہ دین کی اصل ہے باقی تمام افسانے ۔

مدینہ " "گنبدِ خضرا" "مدینہ کی گلیاں" اور حضورِ نبوی میں سلام اور الوداع' اسد ملتانی کی مؤثر نعتیہ منظومات ہیں ۔ "دربارِ نبی" اسد ردف اور غائزہ نعت ہے ۔ اس میں ملتِ اسلام کی بہبودی اور عشقِ رسول اکرم جیسے بلند مقصود حاصل کرنے کے لئے قوم و ملت کے ہر طبقۂ فکر کو سرگرم بیدار ہونے کی دردمندانہ تلقین کی گئی ہے ۔ ان کی خواہش ہے مطابق اگر ملتِ اسلامیہ کا ہر فرد اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اپنی اپنی خدمات پیش کرے دنیائے اسلام میں نظامِ مصطفیٰ کا علم لہرا سکتا ہے ۔ اور یوں ملتِ اسلامیہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کر سکتی ہے ۔

بہزاد لکھنوی ( م ۱۳۹۴ھ ) کے نعتیہ کلام میں غزل کی لکھنوی روایت ایک سلیقے سے منعکس ہوئی ۔ ان کے والہانہ پن اور جذبۂ شیفتگیِ رسول ن تغزل میں کیف و دلآویزی پیدا کی ۔ دیارِ رسول بہزاد کی نعت کا مرکزی نقطہ ہے ۔ انہوں نے مدینہ ، سفرِ مدینہ ، روضۂ رسول اور مدینے کے مناسبات سے میں جو شاعری کی ہے وہ ان کی نعتیہ شاعری کی معراج ہے ۔ زیارت کے اشتیاق اور حضور کی محبت کے اظہار میں ہر جگہ ایک بے اختیاری پائی جاتی ہے نے غزل کے آرائش اور تکلف و صنعت گری کے انداز کی بجائے سادگی بیان کو رواج دیا یہی ان کی نعتیہ غزلوں میں وجد آور کیفیت کا سبب ہے ۔ کوئے مدینہ ، حجاز ، گنبدِ خضرا ، روضۂ رسول اور اپنے اشتیاق کا ذکر کرتے ہوئے یہ کیفیت شدت اختیار کر لیتی ہے چند شعر دیکھئے ۔

دل کی حالت کیا کہوں یاد مدینہ دل میں ہے ۔ میں یہاں پر ہوں مگر یہ دل اسی محفل میں ہے ۔[1]

یاد آتی ہے اپنی مجبوری اس ارضِ مقدس سے دوری ۔ دل خون کے آنسو روتا ہے جب کوئی مدینے جاتا ہے [2]

م بالائے کرم" میں بہزاد کا رنگِ نعت مؤثر اور نمایاں ہے ۔ یہ مجموعۂ نعت ان کے سفرِ حج و زیارت کے بعد کا ہے اس میں اخلاص ، سوز اور کیف کے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی کی طرح ان کی نعت عشقِ رسول اور دیارِ مدینہ میں ڈوب چکی ہے ۔

بہزاد نے "چلو آؤ چلیں یثرب نگری ۔ یہاں ہند میں ہے بڑی دردسری" ایسے نعتیہ گیت بھی لکھے جو ان کی وارداتِ قلبی اور عشقِ نبی کے رنگ میں

---

۲ - کفر و ایمان ( بہزاد لکھنوی ) ص ۱۶ ، ص ۱۵

ربیت کاملہ کا مبلغ اعظم" میں حضورِ اکرم کی بعثت سے قبل کی معاشرتی و تمدنی اور سیاسی صورتِ حال کا نقشہ کھینچا ہے ۔ اور اس کے بعد اس معاشرتی عدل
ت، حریتِ فکر و اظہار اور آزادیٔ جمہور کا تذکرہ کیا ہے جو آنحضرت کی تشریف آوری سے بنی نوعِ انسان کو نصیب ہوئی ۔

ماہر نے نعت میں مولانا حالی اور ظفر علی خاں کی روایات کو فروغ دیا ۔ اخلاقی مضامین پیش کرتے ہوئے آنحضرت کے اسوۂ حسنہ کو رہنما بنایا اور نعت کے
ے سے معاشرتی و سیاسی سطح پر اصلاحِ احوال کی کوشش کی ۔ بقول گوہر ملسیانی " سرکارِ دو عالم سے شیفتگی کے عالم میں (بھی) مولانا ماہر نے اپنے تحریکی
و ہر وقت سامنے رکھا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا کے لئے شمعِ ہدایت کے طور پر پیش کیا ہے ۔ خدا کے دین کی سربلندی اور اسلام
مولانا کا مشن تھا ۔ مگر اس مشن کے سوتے حضورِ اکرم کی دعوتِ عمل و فکر سے پھوٹتے ہیں ۔ آنحضور کی زندگی کے سنگ ہائے درود سے ان واقعات کو نظم کرنا جو
ترقی کے مظہر ہوں آپ کی نعتیہ شاعری کا مرکزی نقطہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ "[1]

نعیم صدیقی اور آسی ضیائی بھی اسی تحریکِ اسلامی سے وابستہ ہیں جس سے ماہر القادری عمر بھر وابستہ رہے ۔ ان شاعروں کا نعتیہ کلام بھی اسلامی فکر و نظر
رنگ کا نتیجہ ہے ۔ ماہر کی طرح نعیم صدیقی اور آسی ضیائی کے ہاں بھی سیرتِ رسولِ اکرم کے مختلف پہلوؤں کا بیان اور اس کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو
نے کا اصلاحی جذبہ موجود ہے ۔ ان کی نعتوں میں "رابطۂ دین و سیاست" کا مضمون بھی سلیقے سے آیا ہے ۔ اور ان لوگوں نے آنحضرت کے اسوۂ حسنہ
اخلاقی پہلوؤں کے تذکار کے ساتھ آپ کے سیاسی افکار کی ترجمانی بھی کی ہے ۔ اور ان روشن منزلوں کی طرف جدوجہد کا عزم اور لگن نمایاں ہے جن کی
، حضورِ اکرم کی تعلیمات نے سکھائی ۔ ان کے نزدیک نعتِ رسولِ اکرم شاعرانہ زورِ بیان کے مظہر ہونے کی بجائے حیات افروز اسلامی مقاصد کے حصول کا ذریعہ
مولانا نعیم صدیقی کی مشہور نعت ؎ میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں ، ایسے ہی جذبات و احساسات کی ترجمانی ہے ۔ اس میں "نعت برائے
ت" کی بجائے "نعت برائے اسلام" کا درس ہے ۔ اور نعت گوئی کے اس رویہ پر تاسف و افسوس کا اظہار کیا گیا ہے ۔ جو نعت گو کے داخل اور کردار
ے تبدیلی پیدا کرنے کی بجائے محض قافیہ پیمائی تک محدود ہے ۔ نعیم صدیقی کہتے ہیں ۔

؎ یہ تیرے عشق کے دعوے یہ جذبۂ بیمار — یہ اپنی گرمیٔ گفتار ، پستیٔ کردار
رواں زبانوں پہ اشعار ، کوئی تلوار — حسین لفظوں کے انبار ، گڑ گیا مضمون — میں ایک نعت کہوں ۔ ۔ ۔ ۔ الخ ۔[2]

اسی مضمون کو آسی ضیائی نے اپنی ایک نعت میں وضاحت سے باندھا ہے ۔ ان کے نزدیک عشقِ رسول کا دعویٰ سچا اور معتبر ہے اگر وہ نعت گو کو
اسوۂ رسول پر عمل پیرا ہونے کی طرف راغب کرے اور لفظوں کی بجائے عمل و کردار سے نعت لکھے ۔ وہ کہتے ہیں

؎ اُن کی محبت میں جسے کانٹا چبھے تب نعت ہو — فاقوں کے مارے پیٹ پہ پتھر بندھے تب نعت ہو ۔
مشکیں کسیں، کوڑے پڑیں اور دم گھٹے تب نعت ہو — جاں سر کٹے، سینہ چھدے، گردن کٹے تب نعت ہو ۔
آرام کرسی پر پڑا نعتیں اگر فرماؤں گا — اس بارگاہِ پاک سے کیونکر نہ راندا جاؤں گا ۔[3]

نعیم اور آسی کے طرزِ اظہار اور اسلوب کے فرق کے باوجود مضامین و موضوعاتِ نعت اور مقاصدِ فنِ نعت ایک سے ہیں ان کی نعتیں ان کے نظریۂ
حیات کی ترجمان ہیں ۔ انہوں نے اپنی نعت گوئی میں اتباعِ رسول کے جذبہ کو ابھارا ہے ۔ اور آنحضرت کی سیرت و کردار کے ان پہلوؤں پر زور دیا ہے
جو ان کے نزدیک عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کی اصلاحِ احوال کا باعث بن سکتے ہیں ۔

---

۱ - ماہنامہ "فاران" کراچی ماہر القادری نمبر دسمبر ۷۸ء ص ۳۰۹
۲ - ارمغانِ نعت (مرتب شفیق بریلوی) ص ۲۴۲
۳ - گلدستۂ نعت (مرتبین ۔ طاہر و ضیاء) ص ۵۴

کے سبب سے منفرد نعت گو عبدالعزیز خالد ہیں۔ انہوں نے نعت نگاری کا ایک خاص انداز ایجاد کیا ہے جو انہیں نہ صرف زیر جائزہ دور کے نعت گو شاعروں
تا ہے بلکہ ادوار ماقبل کے اردو نعت گو شاعروں سے بھی منفرد و ممتاز ٹھہراتا ہے۔ جس طرح اردو شاعری میں وہ ایک خاص الخاص اسلوب کے موجد ہیں
ہ نعت نگاری میں بھی ایک اجتہادی شان رکھتے ہیں اسی سبب ڈاکٹر سید عبداللہ انہیں مخترع [۱] نعت نگار کہتے ہیں
نعت گوئی کا رنگ انفرادیت ان کے نعتیہ مجموعوں کے نام ہی سے جھلکتا ہے۔ مثلاً فارقلیط، منحمنا، حمطایا، ماذ ماذ، حمیاطا (زیر طبع)
— خالد کے نعتیہ مجموعوں کے نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسمائے مبارکہ سے ماخوذ ہیں جن کا ذکر کتب سابقہ اور صحائف آسمانی میں آیا ہے۔ خالد
ئے صفات کی معنوی وسعت و رفعت اور بلاغت کے سبب انہیں از سر نو متعارف و روشناس کرایا اور اردو نعت میں ان کی ترویج کی۔ حضرحاضر کے نعت گو
ں حضورؐ کے اسمائے صفات کا ذکر اور تلاش خالد کے اسی ذوقِ اختراع و اجتہاد کا مرہونِ منت ہے۔

لیط ۱۳۸۴ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور ایک ہی بحر و قافیہ میں لکھی گئی طویل نعت ہے جو غزل کی ہیئت میں ہے اس کے مختلف حصوں میں سیرت پاک کے
بیان ہوئے ہیں جن میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف، سوانح اور پیغام و تعلیمات کا ذکر کیا گیا ہے
باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حضور اکرمؐ کی ولادت سے قبل دنیا کے حالات اور کتب سابقہ میں آپ کے متعلق اور پیش گوئیوں کو بھی موضوع نعت
۔ اس کے اشعار کی تعداد اس کے سن تصنیف (ہجری) کی رعایت سے ہے۔

منا' کا انداز بھی فارقلیط الیا ہے۔ قصیدہ کے انداز و ہیئت میں لکھی گئی یہ نعت ۲۲۴ اشعار کو محیط ہے۔ 'منحمنا' کو اس کی ردیف کی رعایت
'حمیمیہ' کہہ سکتے ہیں۔ اس کا نصف اوّل حضور اکرمؐ کی مدح و ستائش میں ہے اور نصف ثانی میں زمانے کے بدلتے ہوئے تمدن و ماحول، افکار و
اقدار پر تشویش کا اظہار ہے۔ نیز اپنی قلبی حالتوں پر بھی تبصرہ ہے۔ اس طویل نعت کے آخر میں امتِ مسلمہ کی کمزوری، اخلاق بے راہروی
مغرب پرستی پر اظہار تاسف و ندامت کے ساتھ دینِ اسلام اور تعلیماتِ نبوی کی طرف رجوع اور تجدید عہد کا درس ہے۔ اس کا خاتمہ 'پاکستان'
ا پر ہوتا ہے

ر کا تیسرا مجموعہ نعت 'حمطایا' ہے۔ 'حمطایا' میں افتتاحیہ نظم کے علاوہ ستائیس مختلف نعتیہ نظمیں ہیں۔ آخری بارہ نظمیں ایک ہی بحر میں
اور ایک ہی طویل نظم کے بارہ بندوں کا گمان ہوتا ہے۔ جو الگ الگ سلسلہ علیٰ توانی کے سبب متنوع معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں
ردیف "محمدؐ" بھی واحد اور مشترک ہے۔ "ماذ ماذ" بھی خالد کی مختلف نعتوں پر مشتمل ہے جن میں پابند اور آزاد دونوں طرح کی
ان کا زیر طبع مجموعہ نعت "حمیاطا" ایک طویل نعت ہے مگر یہ "فارقلیط" اور "منحمنا" سے اس انداز میں مختلف ہے کہ یہ آزاد نظم کی
ہے جب کہ مؤخر الذکر نعتیں غزل و قصیدہ کی طرز پر ہیں

ے نعتیہ اثاثے کے سرسری تذکار کے بعد جب ہم نعت میں ان کے رنگِ خاص کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ اپنی انفرادیت کے باعث اردو نعت کی
ارتقاء میں ایک اہم اور ممتاز مقام کے حامل نظر آتے ہیں۔ ان کی نعت گوئی دوسرے تمام نعت گو شاعروں کے کلام سے مختلف و جدا ہے۔ ان کے
ں میں محبت رسول کے جذبات سے لے کر تاریخ اسلامی کے مختلف واقعات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ علوم و فنون، اساطیر و تلمیحات، تمدن و تاریخ
ثقافت، معاشرت و عمرانیات وغیرہ کے متعدد حوالوں نے ان کی نعت کے دائرہ کو بہت وسعت دی ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد کی خلافت
ت نیز ملت اسلامیہ کے عروج و زوال اور تاریخ و واقعات کے ذکر کے باعث بقولِ سید عبداللہ "خالد کی نعت پھیل کر تاریخ اسلام
کی مدو جزر قوی بن گئی ہے" [۲]

کی انفرادیت ان کے موضوعات و مضامین کی بجائے زیادہ تر ان کے لب و لہجہ اور زبان و بیان کے سبب ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ

---

۲۔ خالد شخص و شاعر (مرتب حسین سحر) ص ۴۳ / ص ۴۵

ے نعت کو وصفِ رسول کے ساتھ ساتھ تاریخ و عمرانیات سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ انہوں نے نعت میں مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کے واقعات دہرائے ہیں -
ہ کو درپیش حالات و مسائل کا ذکر کیا ہے۔ قوم کی بے حسی و ناقدری کا رونا رویا ہے۔ اور اپنی فراموش کردہ روشن منزلوں کا سراغ دیا ہے۔ نیز ملت
و قومی مسائل کا تذکرہ کیا ہے ـــــ مگر یہ تمام موضوعات اور مضامین حالی کے بعد سے عام طور پر اردو نعت میں نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مسدس حالی
شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) تک میں نعت گوئی کا منفرد رجحان احساس عظمتِ رفتہ کے ساتھ ملی و قومی سطح پر مسلمانوں کی ذہنی حالی کے اسی
عکاسی کرتا ہے۔ خالد کی انفرادیت فنی صحیح معنوں میں ان کے اسلوب کا سبب ہے جس پر عربیت کی گہری چھاپ ہے۔ ان کی نعتوں میں عربی
و فارسی کے علاوہ بہت سی زبانوں کے الفاظ نہ صرف کثرت بلکہ تواتر سے استعمال ہوئے ہیں۔ ان زبانوں میں عربی کے الفاظ نمایاں ہیں۔ بعض جگہ
ی کے مصرعے عربی میں چلے آتے ہیں۔ "فارقلیط"[1] کے یہ شعر دیکھئے۔

ے کثیر المکارم کریم المساعی - نمائندہ حضرتِ کبریا ہے۔
ضلیع الفم اشکل العین ابیض - نہ تابِ نظارہ نہ تابِ ثنا ہے۔
نہ حرب الشن فا نض الطرف اکحل - یہ امت کا سرمہ ہی کحل و جلا ہے۔
کریم العصارہ شریف الارومہ - تو فخرِ انام و حبیبِ خدا ہے۔

لد کے اسلوبِ نعت میں عربی الفاظ و تراکیب کی کثرت کے ساتھ جو عنصر نمایاں ہے۔ وہ قرآن و احادیث، کتبِ سابقہ اور اساطیرِ قدیم کی تلمیحات
ہیں۔ یہ تلمیحات اور حوالے جانے پہچانے بھی ہیں۔ اور ایسے بھی جن کی تفہیم کیلئے وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔ بعض جگہ یہ حوالے کم مانوس
کے باوجود قابلِ فہم ہیں۔ اور ان کی تاریخی یا واقعاتی نوعیت جانے بغیر یہ محسوس ہو جاتا ہے کہ ان کا تعلق تاریخ یا قصص کے قدیم میں سے
قصے یا واقعے کی طرف ہے۔

خالد کے اسلوب کا ایک عنصر ان کی نو تراشیدہ اور خود وضع کردہ ترکیبیں ہیں جن سے انہوں نے اپنی نعت گوئی کو وقیع اور مزین کیا ہے۔ ڈاکٹر
اللہ، خالد کے عام اسلوبِ شعر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں)

خالد کی زبان میں ایک خاص قسم کا نیا پن ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس میں ایک خاص قسم کا بیگانہ پن بھی پایا جاتا ہے۔ مگر یہ بیگانہ پن
ہ جس میں وحشت انگیز بیگانگی ہے۔ اس کی ترکیبیں بیگانہ پن کے باوجود کسی نہ کسی پہلو سے اپنی معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں دوری
و قربت کا احساس ہے۔ خالد کے کلام کے گرد و پیش سے وحشت نہیں ہوتی۔ قاری کسی نوٹ، کسی عنوان اپنے آپ کو اس ماحول سے مانوس
پاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس سے خالد کی شاعری کا لباس عجیب معلوم ہوتا ہے مگر احساسِ غرابت کے زیرِ اثر وہ اس سے متوحش ہو کر بھاگ
بلکہ اس غرابت میں ایک کشش محسوس کرتا ہے"[2]

یہ بات ان کی نعت گوئی کے بارے میں زیادہ صحیح اور مناسب ہے۔ ان کی نعت گوئی میں الفاظ کی غرابت، تراکیب کی ثقالت اور قرآن و احادیث
وں کی کثرت کے باوجود ایک کشش ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے خالد نے اسلوب کی اس روایت کو زندہ کیا ہے۔ جو عربی شاعری اور عربی اسالیب
سے ذہنی و جذباتی اور ذوقی و روحانی رشتوں کو استوار کرتی ہے۔ خالد کی نعت کے وہ شعر جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ اس کی عمدہ مثال
یہاں الفاظ و ترکیب کی غرابت کے باوجود ایک ایسی فضا ملتی ہے جو قاری کے ذوق کو محظوظ کرتی ہے۔ اس عربیت کے اسی عنصر نے
ے مضامین سے زیادہ اس خارجی فضا کو زندہ کیا ہے۔ جو قدرتی طور سے رسولِ عربی کے ماحول کے قریب تھی۔ "فارقلیط" اور "منحمنا"

---

۱ - فارقلیط (عبدالعزیز خالد)
۲ - سخن ور (ڈاکٹر سید عبداللہ) ص ۲۱۸

خالد کے نعتیہ کلام میں اساطیری عناصر میں ہندو دیو مالا کے ساتھ یونانی دیومالا کی تلمیحات بھی نظر آتی ہیں " یہ سب کچھ اس نے
نعت کو گہرا کرنے کے لئے یا رنگ کو زیادہ شوخ کرنے کے لئے کیا ہے۔ تا کہ نعت میں اسراریت (Mystery) عظمت اور تخیلی رومانیت،
ن و حیرت اور جلال و جمال سب کے ذائقے جمع ہو جائیں۔ "[1]

مختصر یہ کہ خالد کے اسلوب نعت میں علمی حوالے، اساطیری عناصر، مشکل پسندی و سنگلاخ آفرینی اور فارسی و عربی تراکیب و الفاظ کی
ت ایک اجتہاد کا درجہ رکھتی ہے۔ خالد کی خارا شگافی نے اسلوب نعت میں "صوت کاری" اور تاثر کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور اس کا لسانی
دوردیہ اپنی خصوصیات کو اجاگر کرنے کے لئے ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ " اس نے "احیائے مصطفویہ" کی طرح عظمت و ضخامت کے حس
اور تقدس احساس کو ابھارنا اپنا مقصد ٹھہرا لیا ہے۔ یہی تقاضا اُسے عظمتوں کے عظیم سے عظیم اور ضخیم سے ضخیم تصورات کی بازآفرینی پر بھی
مجبور کرتا ہے۔ وہ اذہان کو عظمت کے نقش و اثر سے بھر دینا چاہتا ہے۔ جو کبھی تھی اور اب نہیں۔ اور اس کے لئے وہ مروجہ "سست نظم"
اسلوب کو ترک کرکے اپنے اجتہاد سے ایک "جہیر الصوت" طرز بیان اختراع کرتا ہے۔ تا کہ قلوب اور اذہان محسوسیت اور ارذلیت و زبوں ہمتی
کی بجائے اقدار عالیہ اور حکمت متعالیہ سے مانوس ہو سکیں۔ بلا شبہ یہ سنگلاخ آفرینی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جن ادوار میں لوگ افکار و معانی
کے بارے میں بے حس ہو جاتے ہیں اور بعض مادیات و محسوسات سے دل لگا لیتے ہیں۔ ان میں ایسے شاعر ضرور آتے ہیں جو معقولات کی بجائے
محسوسات کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ اعلیٰ معانی سے واسطہ کم رکھتے ہیں۔ خالد بھی ان معنوں میں حسّی کا شاعر ہے۔ گراں سنگ الفاظ کا
استعمال جو سہل انگاری سے اکتا گیا ہے۔ محاورۂ عام سے اس کا جی بھر گیا ہے۔ وہ نادر محاورہ اختیار کرکے ندرت اور جدت کا نیا راستہ کھولتا ہے"[2]

اسلوب کے علاوہ خالد کے موضوعات نعت میں بھی ابداع و اختراع کی مثالیں ملتی ہیں۔ اُنہوں نے اپنی خلاقانہ صلاحیتوں اور فنکارانہ
طرازیوں سے اردو نعت میں گراں قدر اضافے کئے ہیں۔ (خالد کی نعت حضور کی عظمت، ختم نبوت، رحمۃ اللعالمینی، اتباع رسولؐ،
اسمائے رسولؐ، کتب سابقہ کی بشارات، آپ کی سیرت و سوانح کے واقعات، فضائل و شمائل اور اوصاف حمیدہ اور آنحضرت کے سیرت
و کردار سے لیکر حمد باری تعالیٰ اور منقبت صحابہ تک کے موضوعات کو محیط ہے۔ اس میں جا بجا قومی و ملی اشارے اور تاریخی و عمرانی
مضامین بھی نظر آتے ہیں۔ اسمائے رسول کی تلاش و ذکر خالد کا خاص موضوع ہے۔ ان کی نعتوں میں حضور کے ناموں کو سمونے کا ایک خاص
انداز نظر آتا ہے۔ کہیں کہیں وہ موضوع اور موقع کی مناسبت سے آنحضرتؐ کو اس نام مبارک سے یاد کرتے ہیں جو اس موضوع اور موقع
کی معنویت کو زیادہ اجاگر کر سکے۔ اور کہیں کہیں وہ اسمائے رسولؐ کو کسی خاص حوالے کے بغیر منظوم کرتے چلے جاتے ہیں۔ درج ذیل اشعار دیکھئے

تو ہے برّ برّ تو ہے فخر عرب عین جود و کرم ، اے خطیب امم رافع و شافی و کافی و مکتفی
مصطفیٰ، مجتبیٰ، مرتضیٰ، ہادی، مہدی، ہدیٰ، بدیٰ ، صالح و مصلح و سید المرسلین و عفوّ و ولی
تو رؤف و رحیم و کلیم و حریص علیکم بھی تو ، تو مجیب و مجاب و مکین و مبین و متین و قوی
تو ہے مشہود و مامون و موصول و مختار و مزّمل ، تو ہے بالغ، مبلغ، تو طیّب، مطیب، منفوح و صفی
تو ہے اکلیل و جبار و مدثر و خاتم الانبیاء ، تو منذر، مبشر، مومّل، بشیر و نذیر و تقی
تو ہے مصباح و مفتاح و ذو فضل و ذو عزّ و ذو قوۃ ، تو ہے یاسین و طٰسین و طٰہٰ، وحید و احید و نقی ۔۔۔۔[3]

۱۔ خالد شخص و شاعر (مرتب حسین سحر) ص ۵۰
۲۔ خالد شخص و شاعر (مرتب حسین سحر) ص ۵۲
۳۔ حمطایا (عبدالعزیز خالد) ص ۵۱

خالد کی نعت گوئی میں تاریخی و عمرانی موضوعات بھی نظر آتے ہیں۔ 'فارقلیط' اور 'منحمنا' کے بالاستیعاب مطالعہ سے خالد کے موضوعات نعت
مدحت اور تنوع کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کتابیں تاریخی، ضیاتی، قرآنی، عربی، معاشرتی، اور تمدنی معلومات کا ایک ذخیرہ رکھتی ہیں۔ ان
کے حوالہ جات، مندرجات اور توضیحات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ خالد کی نعت شاعری کے علاوہ 'ناموس العلم' بن گئی ہے۔ ڈاکٹر بشارت علی
فارقلیط "پر ایک عمرانی نظر" میں لکھتے ہیں۔

"نعتِ رسول کو جس سائنٹفک انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کا مقتضیٰ یہی ہو سکتا ہے کہ فارقلیط کی حیثیت اس نظام علم کی سی
مانے جو کسی معاشرے و ثقافت کو وجود میں لانے والے قوانین ان کے عروج و زوال کے موثرات سے بحث کرے۔ اسلامی نظام کی وجودی علامت
نبوت و رسالت اور قرآن کی ترجمانی اور توضیح کے لئے یہ ضرورت تھی کہ ان مؤثرات کو فرداً فرداً اور پھر اجتماعی طور پر ان کے باقی و سالم رکھنے والے
اوری مؤثر سے بحث کی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

خالد نے اپنی کتاب کو کچھ اس طرح مرتب کیا ہے کہ اس سے دوگانہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ابتدائی الواح میں انہوں نے اسوۂ رسول
کے اور توحید کی وضاحت سے نمونۂ مثل اور نظام قدر کا وہ معیار اور محک پیش کیا ہے کہ جن کے محفوظ رکھنے اور قابلِ عمل بنانے سے ماضی میں
ان شاندار کامیابی حاصل کر سکے یہی نمونہ اور نظام ہمیشہ اسلامی معاشرے اور ثقافت کی تعمیر اور بعثتِ جدید کے لئے معیار و محک کا کام دے گا یہ
وہ مسلک آخری و حتمی ہے ۔ ۔ ۔ اس وضاحت کے بعد خالد صاحب نے دور جدید کے اسلامی معاشرے کی مرضیات اور تباہ کاریوں کا جائزہ لیا ہے
۔ ۔ دور جدید کے معاشرے کی بدحالی کا نقشہ کھینچنے کے بعد پھر ایک مرتبہ زمام محبت کیلئے حضورِ رسالت مآب کی تعریف کے روشن بدوشن نمونہ کو
پر استدلال پیش کیا ہے۔ جو ہمارے سامنے صحابہ کرام نے پیش کیا ہے!"[1]

'منحمنا' کا موضوعاتی افق بھی بہت پھیلا ہوا ہے۔ اس کے آخری حصے میں ملت کی زبوں حالی کا نوحہ، معاشرتی و ثقافتی خرابیوں کی نشاندہی،
زر پرستی اور جنسیات و جنسیات کی تباہ کاریوں کا بیان خاصا دلدوز ہے۔ اس میں براہ راست شخصی ہم کے حوالے بڑے پرخلوص اور الم انگیز ہیں یہاں
کی زیادتی کی جائے قومی جذبوں کا بیان نمایاں ہے۔ تمنائے خواجم کا حق نہ ادا ہو سکنے اور مدحت کو امید کا پیغام بھی منحمنا میں بڑے اخلاص سے
بند ہوا ہے۔ سیاست، مذہب، تہذیب، تمدن اور اخلاقیات و سماجیات کے دوسرے مضامین بھی اس نعت میں ذیلی طور پر در آئے ہیں۔

خالد کے متفرق نعتیہ کلام میں ان کا دعا استغاثہ بہت مشہور ہے جو انہوں نے 'سقوط ڈھاکہ' کے موقع پر لکھا اس میں قوم و ملک کو درپیش
مصائب و مصائب کا حال بڑے درد مندی سے بیان ہوا ہے۔ سادہ بیانی کے باعث یہ نظم خالد کی دوسری نعتوں سے مؤثر ہے۔ اس کا ایک بند
دیکھئے

یا رحمۃ اللعالمین ۔ یا رحمۃ اللعالمین

اک ملتِ واحد ہیں کافر قرمانی طاقتیں
تیرے سوا جانِ دل آفت زدہ کس سے کہیں
آہوں سے دم گھٹتا ہے سینے میں خوابا کیا کریں
ڈر ہے مبادا ضبط گریہ سے کلیجے پھٹ پڑیں
مرنے کی کیا صورت لگا ئیں کس طرح زندہ رہیں

اے رحمۃ اللعالمین ۔ ۔ ۔ [2]

---

۱ - ماہنامہ تحریریں لاہور "خالد نمبر حصہ ۲ ص ۸۰ - ۸۱
۲ - فروش غم (عبدالعزیز خالد)

یت محمودی خالد نے اپنے عالمانہ انداز نگارش، خاص الخاص اسلوب اور متنوع موضوعات سے اُردو نعت کو وسعت اور عظمت دی ہے ۔ ب کی آیات اور احادیث کو جس کثرت سے اور حسن انداز سے اُنہوں نے نعت میں سمویا ہے ۔ وہ ان سے پہلے اور موجود شعراء کے ہاں نایاب وتِ بیان، قادرالکلامی کے علاوہ دیگر فنی محاسن کے سبب ان کی نعت ایک وقیع اور منفرد مقام کی حامل ہے اور صحیح معنوں میں ۔ ت ' کا لفظ انہی کی نعت کے لئے زیادہ موزوں اور مناسب ہے ۔

بقول حفیظ تائب

وہ ہے شہنشہِ عالمؐ کا شاعرِ اعظم — وہ ہے نواگرِ فطرت کی منفرد آواز

حافظ مظہرالدین کا نعتیہ کلام[۱] عصر حاضر کی نعت میں حسن انداز و روایت کا نمائندہ ہے اس کا تعلق حضور اکرم سے وابستگی و شیفتگی سے ہے۔ نعت گوئی ...ظ کے فن کا کوئی مختلف زاویہ نہیں بلکہ ان کا فن ہی نعت گوئی ہے۔ انہوں نے دوسری اصناف سخن سے کنارہ کشی کر کے اپنی تمام تر فکری و فنی صلاحیتیں تخلیق ... کے لئے وقف کر دیں۔ نعت گوئی ان کے قلم کی عبادت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت گوئی میں عبادت کی سی یکسوئی اور انہماک پایا جاتا ہے۔ اُن کے نعتیہ ... میں حُبِ رسول اکرم کا استغراق نمایاں وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اخلاص و گداز اور تاثر و کیف کے تمام تر عناصر اسی وصف کی دین ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے ... ایک عاشقِ رسول کے سفرِ عشق کے جذبات و کیفیات اور قلبی واردات و مشاہدات کی متنوع جھلکیاں ملتی ہیں۔ انہوں نے آنحضرت سے اپنی عقیدت و ارادتِ مندی کو ... میں سمونے کی جو کامیاب و مشکور سعی کی ہے۔ وہ بہت کم نعت گو شاعروں کا مقدر بنی ہے۔ بقول اُن کے ؎

؎ یوں تو ہیں نعت کے اسلوب ہزاروں لیکن - طرحِ نو میری ہے ہر رنگِ دگر میرا ہے

دراصل یہ اخلاصِ فن اور کیفِ نعت ہی اُن کا "رنگِ دگر" ہے۔

اُن کی نعتوں میں فقہی مسائل اور مذہبی معتقدات کے مضامین کی جگہ ارادت و عقیدت مندی کے جذبات کا بیان ہے۔ اُن کے نعت کے موضوع اُن کی ا... ...ت سے پھوٹتے ہیں۔ جو عشقِ رسول میں سرشار ہے۔ اسی سرشاری کی وجہ سے اُن کے فکر و فن پر گہری داخلیت کی چھاپ ہے۔ اُن کا رنگِ نعت والہانہ ... ...یہ خصوصیت دوسری خصوصیات سے افضل ہے۔ والہانہ پن کے بعد اُن کے نعتیہ کلام کی دوسری نمایاں خوبی ان کی مضمون آفرینی ہے۔ انہوں نے نعت میں کئی خوبصورت ... ...ن پیدا کئے ہیں جو اُن کی جدت طرازی اور نکتہ آفرینی کے مظہر ہیں۔

مثلاً یہ شعر دیکھیے۔

؎ جو حسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اسے - حور بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں۔

؎ اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں - قل کہہ کے سنی بات بھی اپنی ترے لب سے۔

؎ میرے لئے ہے جہنم کہ خلد داورِ حشر - جو آج ہوتا ہے وہ اُن کے روبرو ہو جائے۔[۲]

مظہر کی زبان شیریں و شگفتہ ہے۔ کیفیاتِ حُبِ رسول کے بیان میں مایوسی کی بجائے سرمستی و نشاط کا پہلو غالب ہے۔ انتخاب و استعمالِ الفاظ ... وہ صنفِ نعت کی فنی نزاکتوں کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ اُن کے ہاں سادگی و بے ساختگی کا رنگ غالب ہے کہیں کہیں علمی انداز بھی ملتا ہے۔ مگر ...ل گوہر ملسیانی "موضوع کی مناسبت سے رفعت و شکوہ کے لحاظ سے زبان کا ارفع و اعلیٰ ہونا بھی ضروری ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ کبھی نہیں ... الفاظ کی رفعت مفہوم (اور نعت کے مجموعی اثر) کو غائب کر دے"[۳]

اُن کے علمی انداز کی حامل نعتوں میں بھی کیف اور تاثیر موجود ہے۔ جب رسول اور مدح جمال کے ساتھ اُن کی نعتوں میں حضور اکرم کے پیغام و ارشادات بھی ... ...ہی نیز پاکستان و اسلام کو درپیش مسائل کا اظہار بھی ملتا ہے۔ 'دیارِ حرم' کا یہ شعر دیکھیے۔

؎ عوام بے عمل و کج ادا و کج رفتار - محافظانِ وطن ہیں رہینِ لاف و گزاف۔

اُن کی نعتیہ نظموں میں 'دیارِ حرم' ذکرِ میلاد، ربیع الاوّل، مطلع انوار، رمضان عظیم، جام طہور، شبِ معراج، لغزش، شبِ اسریٰ

---

۱۔ تجلیات، جلوہ گاہ، بابِ جبرئیل حافظ مظہرالدین کے نعتیہ مجموعے ہیں۔

۲۔ علامہ اقبال (؎ از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر) کے مقابلے میں حافظ صاحب کی یہ جرأت و جسارت نعت کا اچھوتا مضمون ہے۔ بقول خالد بزمی "حافظ صاحب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ اللعالمین اور شافع مذنبین ہونے پر اسقدر ناز ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس رحمتِ دوجہاں کے سامنے اُن کے کسی نام لیوا کو جہنم میں بھیجا ہی نہیں جا سکتا ... نکتہ طرازی کی یہ ایک (عمدہ) مثال ہے۔" صہ ۳۰ ماہنامہ محفل لاہور

علاوہ قصیدۂ نوریہ اور تضمین بر نعت قدسی ان کے رنگِ خاص کی عکاس و ترجمان ہیں ۔ ان کے عاشقانہ رنگ میں اصلیت اور حبِ رسول کی سرشاری
صاف ہیں جنہوں نے اردو نعت کو تاثیر و کیف کے متعدد گرانقدر نمونے دیئے ہیں ۔

فظ لدھیانوی اُن نعت گو شاعروں میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے کامیاب اور پختہ غزل گوئی کے بعد نعتِ رسول اکرم کی طرف رجوع کیا ۔ ان
حسنِ تغزل اور کیفِ نعت کا دلپذیر امتزاج ہے ۔ ان کے پہلے نعتیہ مجموعے " تمنائے حضوری " میں حسنِ تغزل کی خصوصیت عیاں ہے ۔ جبکہ دوسرے
یت " نشیدِ حضوری " میں کیفِ نعت کا عنصر غالب ہے ۔

اصل یہ دونوں مجموعے اُن کے سفرِ نعت کے تدریجی ارتقاء کے دواہم سنگِ میل ہیں ۔ وہ 'قال' سے 'حال' کی طرف جس تدریج کے ساتھ
ہیں اس کی مثالیں ان دونوں مجموعوں میں دیکھی جاسکتی ہیں ۔ ان دونوں کتابوں کو حافظ لدھیانوی کی نعت گوئی کے دو نمایاں ادوار بھی کہا جاسکتا ہے
ور جس میں فنی پختگی تو ہے مگر نعت کا جذب کم اجاگر ہوا ہے ۔ غزل کے رنگ میں نعتیہ عناصر پوری طرح گھل مل نہ سکے اور یوں نعت گوئی کا زنگ کی
ا رہا ۔ دوسرے دور اور مجموعے میں کیف و جذبِ نعت موجود ہے ۔ رنگِ غزل یہاں بھی ہے مگر کیفِ نعت کے تابع ہے ۔ شاعر کا مقصد قافیہ پیمائی
ء خوانی نہیں بلکہ کیفیاتِ حبِ رسول کا اظہار ہے ۔ اس دور نعت میں حقیقی نعت گوئی کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں ۔ جن میں حافظ کی وارداتِ جذب و شوق
قیدت وارادت مندی کی فراوانی ملتی ہے ۔

سفرِ حج و زیارتِ روضۂ رسول کے بعد حافظ کا فنِ نعت جس طرح نکھر کر سامنے آیا ہے " نشیدِ حضوری " کے صفحہ صفحہ پر اس کی مثالیں موجود ہیں
ید حضوری " اپنے جلو میں " مدینہ کی تمنا " سفر ، ماحول اور عشق کی جھلکیاں لئے ہے ۔ حافظ نے " نشیدِ حضوری " میں مدینہ اور سرکارِ مدینہ کے
ء کے قرب و حضوری کے ایسے ایسے نازک تجربات بیان کئے ہیں جو بلا شبہ اردو نعت کی تاریخ میں ایک گراں قدر اضافہ ہیں ۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان
ت کے بیان میں فارسی و اردو غزل کی وہ شائستگی اپنی پوری نزاکتوں کے ساتھ نظر آتی ہے ۔ جس کی تاریخ کئی صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے ۔
ظ صاحب نے اپنی تمام فنکارانہ صلاحیتیں صنفِ نعت کے لئے وقف کر رکھی ہیں ۔ اُن کی نعت اُن کی فنکارانہ مساعی ، تخلیقی مہارت اور قادر الکلامی
حصل ہے ۔

نعت کا نام اور فن ان کے ہاں ایک رسم کی بجائے ایسی ذہنی و روحانی واردات بن گیا ہے ۔ جس سے اُن کا لفظ لفظ سرشار ہے ۔ اُن کی
ں میں جذبے کا رچاؤ انتہا پر ہے ۔

؎ خوشبو ہر ایک سانس میں شہرِ نبی کی ہے ۔ وہ کیفیت حضور سے وابستگی کی ہے ۔

حافظ مظہر الدین ، حافظ لدھیانوی کے نعتیہ کلام میں عقیدت و محبت کے جذبات اور کیف و مستی کے عناصر کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں " نعت
کے لئے جس گداز قلب کی ضرورت ہوتی ہے ۔ وہ حافظ صاحب کے دامن میں موجود ہے ۔ وہ ازل ہی سے یہ سرمایہ سمیٹ لائے ہیں " [1]
حافظ کی نعتوں میں فکری شعور اور ملکی سیاست و احوال کا پرتو بھی ملتا ہے ۔ اور اپنی ذات کے علاوہ وطنِ عزیز اور ملتِ اسلامیہ کے مسائل و
ل کی بہبود و فلاح کے لئے استمداد و التجا کی جھلک نظر آتی ہے ۔ اس کے علاوہ اپنے فنِ نعت کے متعلق مختلف خیالات و کیفیات کا بیان ملتا ہے ۔

؎ یوں نعت میں بدلا ہے اندازِ غزل خوانی ۔ لطفِ شہ طیبہ سے ہر شعر ہے نورانی ۔

؎ ہر ایک شعر پہ اُن کے کرم کا پرتو ہے ۔ حضور کی یہ عنایت ہے بے نوا کیلئے ۔

بقول حفیظ تائب " حافظ کے نعت کے نئے تقاضوں کو داخلی کیفیات اور نرم و نازک پیرایۂ اظہار کے ساتھ ہم آہنگ کرکے
و معنویت میں جو توازن پیدا کیا ہے ۔ وہ اردو نعت کے لئے انتہائی خوش آئند ہے " [2]

---

[1] تمنائے حضوری (حافظ لدھیانوی) پیش لفظ ص ۱۲ / [2] مضمون حفیظ تائب ص ۳۶

غزل کی ہئیت کو استعمال کرتے ہوئے حافظ نے نزاکتوں اور نفاستوں کو ملحوظ رکھا ہے ۔ حافظ محمد افضل فقیر (جو خود ایک صاحب طرز نعت گو ہیں) نے حافظ لدھیانوی کی نعت کے تخلیقی عمل کا جائزہ لیا ہے اور اس کی باریکیوں کی نشاندہی کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ " اُن (حافظ) کے ہاں نعت کا آغاز غزل گوئی کے عام ڈگر کی طرح کسی اسم ضمیر کے ساتھ یک لخت نہیں ہوتا بلکہ وہ نہایت وقار و متانت سے مطلع لکھتے ہیں ۔ اس میں وہ حضور ختمی مرتبت کے کسی اسم صفت کا ذکر کرتے ہیں یا مدینہ منورہ کی پر کیف روحانی فضا کا ذکر ہوتا ہے ۔ دیار حبیب کے شوق کا اظہار یا دردمندیٔ دل کے مداوا کا التماس ۔ اگر مطلع میں اس قبیل کا کوئی مضمون نہ لا سکیں تو آغاز سخن میں نعت کے کسی کنایاتی پہلو کا التزام ضرور کرتے ہیں ۔ جس سے شعر اقلیم غزل میں داخل ہونے سے بچ جائے اور اس کا انطباق صرف نعت ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی ہو سکے ساتھ ہی اس عزم و احتیاط سے بھی صرف نظر نہیں کرتے کہ اگر نعت کا آغاز صیغہ خطاب سے ہوا ہے تو وہ اسی لہجے میں اختتام پذیر ہو ۔ اور اگر صیغہ حاضر سے شروع ہوا ہے تو اسی حساب سے آخر تک پہنچے ۔ اس اہتمام کا منشا یہ ہوتا ہے کہ نالہ درد اور تشکیل حضوری ہر دو کا پیرایۂ اظہار مختلف ہو ۔ اور ان کا جداگانہ رنگ ہر نعت میں صاف سنائی دے "[1]

حفیظ تائب اس دور نعت کے ایک اور منفرد شاعر ہیں ۔ ان کی نعت ذوقِ جدید کی غماز ہے ۔ طرز احساس اور پیرایۂ اظہار کے لحاظ سے وہ نئے شاعروں کے زیادہ قریب ہیں ۔ نعت گوئی جن بنیادی خطوط سے عبارت ہے ۔ ان میں احترام رسالت مآب اور جذبۂ شیفتگی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے ۔ بقول ڈاکٹر وحید قریشی " حفیظ تائب کا مجموعہ[2] نعت دو لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے ۔ ایک تو اس اعتبار سے کہ اس میں اردو کی نعتیہ شاعری کی عام روایت سے ہٹ کر رسول مقبول سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا ہے ۔ انہوں نے عام نعتوں کی پیروی میں رسول پاک کے سراپے کو موضوع نہیں بنایا اور نہ ہندی شاعری کی روایت سے اثر لے کر حُبِّ رسول کو کرشن اور گوپیوں کی سطح پر محسوس کیا ہے ۔ انہوں نے رسول اکرم کی ذات کے احترام کو بھی برقرار رکھا ہے اور محبت کے ساتھ اسوۂ حسنہ کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں ۔ مجموعہ کی دوسری اہم خوبی یہ ہے کہ یہ اشعار تائب کے نزدیک محض ثواب کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے اسے تخلیقی سطح پر محسوس بھی کیا ہے ۔ یہ کلام اُن اعلیٰ لمحات کی روداد ہے جو کسی بھی بڑے شاعر کے لئے سرمایہ افتخار ہو سکتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ "[3]

نعت کے موضوع سے حفیظ تائب کی تخلیقی وابستگی کے اثرات ان کے طرز اظہار میں نمایاں ہیں ۔ سبک الفاظ کا انتخاب ، مترنم بحور ، جذبے کی رچاوٹ اس دور کے نعت گو شاعروں کے نمایاں اوصاف ہیں ۔ تائب کے فن میں اپنی پوری دلاویزیوں کے ساتھ جھلکتے ہیں ۔ ان کے ساتھ جذب و کیف اور تقدس و گداز کے جوہر نے انہیں معاصر نعت نگاروں کی صف میں ممتاز و منفرد حیثیت عطا کی ہے ۔ بقول سید عبداللہ " زبان و بیان میں اس درجے کی خستگی اور شائستگی ، سکون و سکوت اور سرخوشی کے باوجود متانت جو لازمۂ ادب ہے ، آسائش کا یہ رنگ اور زیبائش کا یہ ڈھنگ صلوا علیہ و آلہٖ (تائب کا مجموعہ) میں ہر جگہ جلوہ افزا ہے "[4]

حفیظ تائب کی نعت کا مرکزی موضوع آنحضرت کی ذات و متعلقات سے ارادت و عقیدت مندی ہے ۔ مگر یہ عقیدت مندی آپ کی شان کی مدح و توصیف تک محدود نہیں ۔ تائب نے صاحب موضوع کے ارشادات و پیغامات اور مقاصد بعثت و نبوت کو جو جدید نعت کی اصل خوبی ہے مسلسل پیش نظر رکھا ہے ۔ اُن کی نعت گوئی اصلاحی اور مقصدی پہلو لئے ہوئے ہے ۔ پاکستان اور ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل کا اظہار

---

۱ ۔ تشکیل حضوری (حافظ لدھیانوی) ص ۲۱ دیباچہ

۲ ۔ صلوا علیہ و آلہٖ (حفیظ تائب)

۳ ۔ فلیپ (صلوا علیہ و آلہٖ) ۔ ص

۴ ۔ صلوا علیہ و آلہٖ ص ۱۳

ن کا اسلوب سہل اور آسان ہے رنگ تغزل کے سبب ان کی نعتوں میں موسیقیت اور خوش آہنگی کا احساس نمایاں ہے ۔ انہوں نے غزل کی معروف زمینوں
ں نعتیں کہی ہیں ۔ اور نعت رسول اکرم کے لئے نئی زمینیں بھی تلاش کی ہیں ۔

ے رحمتیں برسیں زمانے پر سحابوں کی طرح  -  دل بنام مصطفیٰ نکھرے گلابوں کی طرح

ے در حضور پہ پہنچوں تو ان کی نذر کروں  .  چمک رہے ہیں جو پلکوں پہ آبگینے سے .

ے راسخ عجزوں میں اسوۂ حضرت کے فیض سے  .  سنس سنس کے زندہ رہنے کی عادت ملی مجھے -

ے غیب نے تیرے نوازا ہے یقیں ہے مجھ کو  .  معتبر دیدہ سے ہے لفظ شنیدہ میرا .

راسخ عرفانی کی نعتیں ان کے قلبی واردات کی مظہر ہیں ۔ خصوصاً اُن کا وہ نعتیہ کلام جو دیار نبی[۳] کی یاد اور محبت میں لکھا گیا ہے ۔ شوق و جذب
وانی لئے ہوئے ہے ۔ اخلاص ان نعتوں کا جوہر ہے ۔ جو نہ صرف ان کی تخلیق میں کارفرما ہے بلکہ قارئین میں بھی اشتیاق انگیز جذبات پیدا کرتا ہے ۔
عبدالکریم ثمر کی نعت گوئی میں جدید موضوعات نعت کی فراوانی ہے ۔ ان کی نعتوں میں آنحضرت کے اسوۂ حسنہ کے بیان کو خصوصی اہمیت ملی ہے
زمانے کو زلیست کے آداب اور تہذیب سکھائی ۔ انہوں نے غزل کی معروف زمینوں میں نعت کہی ہے ۔ اُن کی وہ نعتیں جو سفر مدینہ اور قیام مدینہ کے
ن میں لکھی گئیں ( جن میں سفر حجاز کے نام سے طویل مثنوی بھی شامل ہے ) سوز اور خلوص کی آنچ سے لبریز ہیں ۔ نعت کہنے کے لئے
طینت برگزیدہ نظر ، زبان اور فنی امور کے علاوہ قلب و نظر کی جس پاکیزگی اور روح کی جس طہارت کی ضرورت ہوتی ہے اس کا نہ صرف
اپنی گہرا شعور ہے ۔ بلکہ ان کی نعت گوئی اسکی مظہر بھی ہے ۔

ڈاکٹر و ۔ د ۔ نسیم نے پوری فنی روایت اور تہذیبی پس منظر میں نعت کہنا شروع کی وہ نعت کو کوئی روائتی رسمیٔ اظہار نہیں سمجھتے بلکہ
ے جس خالصتاً عشقیہ رچاؤ کے ساتھ اظہار عقیدت ملتا ہے اُن کا والہانہ پن اپنے او نبی کریم کی ذات میں کسی بھی ایسے وسیلے کو روا
ہ جانتے جس سے طالب و مطلوب کے درمیان ذرہ بھر بھی فصل ہو اُن کی نعتوں میں صیغہ متکلم کا بکثرت استعمال اُن کی اسی
یفتگی کا مظہر ہے

سیف زلفی نے نعت رسول میں منقبت کی روایت کو خوش اسلوبی سے آگے بڑھایا ہے اُن کی نعتوں میں حضور اکرم کی محبت
ساتھ اہل بیت کی ستائش، خصوصاً حضرت علیؓ کی منقبت کا بیان بھی ملتا ہے اُن کے اس رنگ خاص کو اُن کے حسن تشبیہ و
ستعارہ اور رنگ تغزل نے لطیف اور نکھار دیا ہے حسن ادا اور منقبت کا انداز دیکھئے

ے جب اندھیرے سازشیں کرنے لگے شب خون کی  اپنے بستر پر سلا دی مصطفیٰ نے روشنی[۲]

ے کونین میں تکمیل رسالت کے مدارج  شبیر کے احسان شہادت سے ملیں گے[۳]

اغب مراد آبادی نے مدحت خیرالبشر کا فریضہ بیشتر غالب کی زمینوں میں سرانجام دیا ہے جو اُن کی فنی مہارت اور پختگی کا ثبوت ہے
ن کی نعتوں میں وجد و کیف کی سرمستی بھی ہے اور خیال کی بلندی اور ندرت بھی انہوں نے اگرچہ غزل کی ہیئت میں نعتیں
ہی ہیں مگر بقول انور سدید " نعت کے محبوب ربانی پر غزل کے خیال محبوب کا پرتو پڑنے نہیں دیا " ...

ے جن کا اُمتی ہونا زندگی کا حاصل ہے  آگے ان کے قدموں میں زلیست کا مزا پایا[۴]

---

۲ ، ۳ - روشنی ( سیف زلفی ) ص ۳۰ / ص ۲۵

۴ - مضمون " راغب مراد آبادی کی نعت گوئی " ( انور سدید ڈاکٹر )

۱ - شاخ سدرہ ( عبدالکریم ثمر ) ص ۱۴۳ - ۱۵۵

حیدرآبادی کی نعتوں میں ہیئتوں کا تنوع ہے ۔ ان کے مجموعہ نعت " ترتیل " میں مسدس ، مخمس ، مربع ، قصیدہ ، غزل اور قطعہ کی ہیئت اور اسلوب
ت گوئی کی روایت کو آگے بڑھایا گیا ہے ۔ ان کی بحور مترنم ہیں اور سماع کی ضرورتوں کے مطابق ۔ اُن کا ایک خمسہ جس کا مصرعہ یہ ہے ۔

ع محمد حشر کے میداں میں دو جہاں کے نگہبان ہیں [۱] ایک زمانے تک محافل سماع میں یہ خمسہ بہت مقبول و پسندیدہ رہا ۔

کی نعتوں میں معرفت و تصوف کے مضامین عام ہیں ۔ جذب و کیف اور والہانہ شیفتگی کے سبب نعتوں میں تاثر نمایاں ہے ۔

مظفر ( م ۱۹۷۲ء ) کی وہ نعتیں جو انہوں نے سفر حج کے بعد کہیں کیف سے لبریز ہیں ان میں شیفتگی و سرشاری کا رنگ نمایاں ہے ۔ بقول قدرت
شہاب " یوسف ظفر کی نعتوں کے ایک ایک شعر سے محبت اور سرشاری کے چشمے پھوٹتے ہیں ۔ محب رسول کی اس معراج کے صدقے نہ صرف کلیجہ دالا بلکہ ہر
، دو جہاں میں نجات کا امیدوار ہو سکتا ہے ۔ " [۲]

ے گنبد خضرا کا سایہ مل گیا ۔ دل زدہ دارالاماں تک آ گئے ۔
آ گئے ہم اپنے مولا کے حضور ۔ سرور کون و مکاں تک آ گئے [۳]

شورش کاشمیری کی نعت میں رد قادیانیت اور عصری مسائل و واقعات کے حوالے ملتے ہیں جن میں فرنگ کے بڑھتے ہوئے اثرات ، گرتی ہوئی اخلاقی قدریں
رہنماؤں کی منافقت اور ملکی سیاست پر درد مندانہ اظہار خیال کے ساتھ حضور اکرم سے استغاثہ و استمداد کے مضامین ملتے ہیں ۔ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت شورش
فن خاص ہے ۔ جو ان کی نعتوں کے علاوہ دوسری منظومات میں بھی ملتا ہے ۔

احسان دانش کی نعت گوئی کا بھرپور اظہار ان کی طویل نعت " دارین " میں ہوا ہے ۔ جو مسدس کی ہیئت پر ہے " دارین " بیک وقت کئی موضوعات نعت کو محیط
اس میں حمد کے بعد بنی نوع انسان پر حضور اکرم کی فضیلت اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہے ۔ آنحضرت نے جس طرح باطل کو شکست دے کر گمراہی و تباہی کا
ر ختم کیا اور بندہ و مولا کو یکجا کر کے غلامی کو افتخار دیا ۔ احسان دانش نے اس کے ذکر سے بھی مدح و ستائش کی ہے ۔ نیز منصفی و عدالت کی خرابیاں
نفس و قلم کی مصلحت ۔ تعلیم نو کی صنعت ایجاد ، فتنۂ الحاد اور امت کو درپیش دوسرے مسائل کا بیان ہے ۔ " دارین " اصلاحی و مقصدی رنگ لئے ہوئے
۔ اس میں امت سے خطاب بھی ہے اور خدا سے دعا بھی

ے تم امتی احمد مرسل ؟ ہنہ ہنہ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ [۴] ے حج حرم کو عرس کا میلہ سمجھ لیا ۔ ۔ ۔ ۔ الخ [۵] والے بند بڑے موثر ہیں ۔
نظم کے آخر میں دانش نے اتباع رسول پر زور دیا ہے اور اسے درپیش خرابیوں کا حل بتایا ہے ۔

عزیز حاصل پوری کی تخلیقی صلاحیتوں نے نعت کو نئی زمینوں سے روشناس کرایا ۔ اُن کی نعتوں میں آہنگ کی تازگی کا وصف نمایاں ہے ۔ اُن کا قصیدہ
اُن کی مہارت فن کا آئینہ دار ہے ۔ اس طویل قصیدے کے ہر شعر کے دونوں ہی مصرعوں میں عزیز صاحب نے قوافی کا اہتمام کیا ہے اور ہر قافیہ دوبارہ
نے دیا ۔ نعت میں اُن کا معروف مخمس جو گیارہ بندوں پر مشتمل ہے ان کی نکتہ دانی اور رمز آفرینی کا ثبوت ہے ۔ اس مخمس کے ہر بند میں آخر تک
مبارک " محمد " کے حروف سے دلآویز نکتے پیدا کئے گئے ہیں بقول اُن کے ۔

ے یہ کارنامہ سر حشر کام آئے گا ۔ عزیز نعت محمد میں نام کرکے چلے ۔

انہوں نے نعت محمد میں اپنی مہارت و مشاقی فن کے سبب نمایاں مقام حاصل کیا ہے جسے وہ باعث نجات کارنامہ سے تعبیر کرتے ہیں ۔
اعظم چشتی اس دور کے معروف نعت گو ہیں جنہیں ریڈیو اور ٹی ۔ وی کے ذریعے ملک گیر شہرت حاصل ہے ان کی ذات میں نعت گوئی اور نعت خوانی

---

۱ ۔ ترتیل ( اختر حیدرآبادی ) ص ۹۴
۳،۲ ۔ عشق بیچارہ ( یوسف ظفر ) فلیپ / ص ۱۹
۵،۴ ۔ دارین ( احسان دانش ) ص ۴۵ ، ص ۵۶

ں صفات کا خوشگوار امتزاج موجود ہے ۔ موسیقی و ترنم کے خاص ذوق کے سبب انہوں نے اپنے نعتیہ کلام کو ایک مؤثر لحن و آہنگ سے تخلیق کیا ہے۔ و تراکیب کے استعمال سے لے کر بحور اور زمینوں کے انتخاب میں وہ سلیقہ اور نفاست سے کام لیتے ہیں ۔

ے کے مختلف نعتیہ مجموعے[۱] اُن کے ذوقِ نعت اور ذاتِ رسالت مآب سے گہری عقیدت و ارادت مندی کے مظہر ہیں اُن کے موضوعاتِ نعت میں آنحضرت کے اوصاف ادِ مبارک ، انسانیت پر آپ کے فیوض و برکات ، معجزات خصوصاً واقعہ معراج کا بیان نمایاں ہے ۔ عام مضامین نعت کے برعکس اعظم چشتی کی وجہ شہرت نعت گوئی کی بجائے نعت خوانی ہے ۔ لیکن ان کے نعتیہ مجموعوں کے جائزہ کے بعد ایک نعت گو کی حیثیت سے اُن کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ۔ اُن کی نعتوں عوامی مضامین و موضوعات کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے ۔ مگر قرآن و احادیث کے حوالے اور فارسی عربی تراکیب بھی نظر آتی ہیں ۔

مظفر وارثی نے اردو نعت کو ایک مترنم اسلوب دیا ۔ اُن کی نعت گوئی کا غالب اظہار پیرایۂ غزل ہی میں ہوا ہے ۔ مگر انہوں نے قطعہ بند نظموں کی میں بھی نعتیں لکھی ہیں ۔ ان نظموں کے تخلیقی پس منظر میں ان کا ذوقِ ترنم جھلکتا ہے ۔ ان کی بحریں مختصر ، زبان سہل اور اسلوب سادہ ہیں اور نم و سادگی کے سبب وہ محافلِ نعت میں بڑے ذوق و شوق سے سنی جاتی ہیں ۔

مظفر وارثی کی نعت میں نغمہ کاری کے علاوہ شوق و عقیدت کی فراوانی ، ملکی و ملی مسائل کا بیان اور دوسرے جدید مضامین بھی ملتے ہیں انہوں نے قرینے اور سے ان موضوعات کو جزوِ نعت بنایا ہے ۔ بعض ناقدینِ نعت اُن کی نغمہ کاری کی سحر سے آگے نہیں جاتے اگر بنظرِ غائر اُن کی نعت گوئی کا تجزیہ کیا جائے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی غزل کی ندرت و جدت اور درد مندی کو نعت میں بھی سمو دیا ہے ۔ ان کی نعت گوئی کو ان کے عمومی شعری رویے سے الگ دیکھنا ممکن نہیں ۔

- - - - انہوں نے موضوع کی تبدیلی سے شاعری کے اسلوب میں تبدیلی نہیں کی ان کی عام غزلوں اور نظموں میں تازہ کاری اور تازہ بیانی کی جو کیفیت ملتی نعتوں میں بھی نظر آتی ہے ۔۔۔ انہوں نے لفظ اور جذبہ کی خوشگوار ہم آہنگی ۔۔۔۔ اور عقیدے اور ادبیت کو یکجا کر کے ایسی نعتیں لکھی ہیں جن کو نعت گوئی کی تاریخ میں یقیناً نمایاں حیثیت حاصل ہوگی"[۲]

حفیظ تائب کی شاعری ملی موضوعات سے عبارت ہے اُس کے پس اُسی اسلامی روایتِ شاعری کا جاندار اور شاندار تسلسل ملتا ہے جو خاقانی ، اور جامی و سعدی سے ہوتی ہوئی حالی و اقبال کے وسیلے سے عہد حاضر کے شاعروں تک پہنچی ۔ بقول سید عبداللہ "نعت میں کیفیات کا جو ابھار ہے وہ نعت میں جہاد یہ رنگ پیدا کرتا ہے معلوم ہے کہ ہر نعت گو کے اپنے مزاج کے مطابق اُس کے پیرائے بھی بے شمار ہیں ۔۔۔ کیفی نے بھی اپنے مزاج کی نعت لکھی ہے ۔ اس کا پیرایہ بھی اپنا ہے التجا بھی ہے اوصاف بھی ہیں مگر سب پر جہاد اور فریاد امت کا سایہ جلوہ فگن ہے"[۳] اُن کی نعتوں پر ن کے انداز کی جھلک بھی ہے مگر جہاد اور فریاد کا مؤثر پیرایۂ اظہار بھی نمایاں ہے ۔

ی کرمانی جدید نعت کے اُن شعراء سے تعلق رکھتے ہیں جو احترام رسالت مآب کے گہرے شعور کے ساتھ آنحضرت کے مقاصد بعثت کی تفسیر و تشریح میں ہیں اُن کی نعت کا اسلوب اصلاحی و مقصدی ہے نعت اُن کے نزدیک ایک مقدس عبادت ہے جس کے وسیلے سے وہ زندگی کے اعلیٰ و ارفع مقاصد اور دنیا کی سرخروئی کے طلبگار ہیں اُن کی نعتوں میں فنِ نعت کی نزاکتوں کا پورا پورا احترام نظر آتا ہے ۔ شیفتگی و شوق کی فراوانی کے باوجود حضور اکرم میں حد درجہ احتیاط اُن کی فنِ نعت شناسی کی دلیل ہے ۔ جدید طرزِ اظہار نے ان کی نعتوں اور زیادہ دلآویز بنا دیا ہے

---

۱ - غذائے روح ، نیر اعظم ، وغیرہ

۲ - باب حرم (مظفر وارثی) ص ۸ دیباچہ

۳ - سخن ور (سید عبداللہ) ص ۲۳۰

نعت گوئی کے بارے میں ترقی پسند شعراء کا رویہ بے اعتنائی کا رہا ترقی پسند تحریک جس نظام و منشور کی پیداوار تھی اُس کی بنیاد مذہب کی نفی پر رکھی
گئی تھی - لہذا ترقی پسند شاعروں کے ہاں مذہبی موضوعات و مضامین کے بارے میں لاتعلقی بلکہ تضحیک آمیز رویوں کا اظہار ملتا ہے[1] اُن کے ہاں مذہب کی
اور فلسفہ پر سنجیدہ غور و فکر کی بجائے اُن کے ظواہر کا مذاق اور فروعی اختلافات و تضادات کو ابھارنے کی شعوری کوشش نظر آتی ہے یہی وجہ
ہے کہ ترقی پسند تحریک کے پہلے ربع میں نعت کا ذکر تو کیا شاعری میں نعتیہ حوالوں کو بھی ہدفِ تنقید بنا کر اُن شعری تخلیقات کی حوصلہ شکنی کی جاتی رہی جن
میں کسی نہ کسی طور کسی نعتیہ یا مذہبی حوالے کا اظہار ہوا تھا (اس تحریک سے وابستگان کا یہ رویہ قیام پاکستان سے اب تک قائم رہا)۔ اور وہ شاعر جن
کی وراثت و ماحول میں مذہب کا عمل دخل تھا اور جنہوں نے گاہ گاہے نعت لکھی ہیں اُن کا نعتیہ رویہ ایک ذاتی تخلیقی عمل اور حرفِ زیرِ لب سے آگے نہ بڑھ
سکا۔ ان شاعروں میں احمد ندیم قاسمی کا نام قابلِ ذکر ہے انہوں نے تحریک کے مقاصد و منشور کے بڑے دھارے سے کٹ کر دوسرے موضوعاتِ شاعری کے ساتھ
نعت گوئی پر بھی توجہ دی - قیام پاکستان سے قبل ہی اُن کی نعتیں مختلف اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں[2] مگر قیام پاکستان کی دوسری دہائی میں خصوصاً
انہوں نے اپنے افکار و نظریات کے اظہار کے لئے نعت گوئی کو بھی اپنایا۔ اور اعلیٰ نعتیں لکھیں)۔ یہ وہ وقت ہے جب ترقی پسند شعراء کے ہاں مذہب دشمنی کی
بجائے اپنے مقصد برآری کے لئے مذہبی حوالوں کی طرف رجوع کی شعوری کوشش نظر آتی ہے۔ ترقی پسند تحریک کے بعض ناقدین کے نزدیک یہ "رجوع" ایک
قسم کی ڈپلومیسی ہے جس کا مقصد نعت کو اپنے منشور و مقاصد کے لئے استعمال کرنا ہے۔ ریڈیو اور ٹی۔وی کے مشاعروں میں شرکت اور مفاد پسندی کو بھی
ان شاعروں کے ہاں محرک کی حیثیت حاصل ہے۔ ماحول و معاشرت میں نظامِ مصطفیٰ کے نعرے، ملک کو نظریۂ پاکستان سے ہم آہنگ کرنے اور مکمل اسلامی
ترجیحات کو نافذ کرنے کی کوششوں کے علاوہ مختلف اسلامی ملکوں میں وحدت و یگانگت کے رجحان و میلان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا عوامی
جذبات اور قومی اور ملی تقاضوں کی روشنی میں متشدد ترقی پسند شاعروں نے بھی مذہب دشمنی کی روش ترک کر کے ادب و شعر میں "نعت" کی حد تک
مفاہمت کر لیا یہی وجہ ہے کہ ۲۵ کی جنگِ ستمبر کے بعد ترقی پسند شاعروں کے ہاں نعت گوئی کی طرف میلان نمایاں ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اب تخلیقِ نعت کو
عقیدت پسندی کی بجائے ادبی و فنی معیارِ شعر کے طور پر قبول کیا جانے لگا ترقی پسند شعراء نے بھی نعتوں کے مجموعے ترتیب دیے[3]
(ترقی پسند شاعروں کی نعت گوئی میں آنحضرت کی بعثت و نبوت کے مقصدِ اعلیٰ (نفاذِ اسلام اور حکومتِ الٰہیہ کا قیام) کے بجائے آپ کی سیرت و کردار
کے بعض اُن پہلوؤں کا ذکر خاص طور پر ملتا ہے جو ان شاعروں کے خیالات و نظریات کی اشاعت میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں اور جن کا تعلق معاشرتی
مساوات و مساوات اور عدل و انصاف سے ہے یا جن میں جرأتِ اظہار و بے باکیٔ کردار، حق گوئی، امانت و دیانت اور دوسرے بشری اوصاف و خصائل کے
پہلو کو بھی ان شاعروں کے ہاں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ بقول ڈاکٹر انور سدید (ترقی پسند تحریک کے) بعض شعراء نے نعت کو اشتراکی زاویے سے
استعمال کر کے (معاشرتی و طبقاتی) تضاد ابھارنے کی کوشش بھی کی ہے۔ مثلاً

؎ قیصر پر مرے شہنشاہ نے ازراہِ غرور - تیری کٹیا کو جو دیکھا تو بہت شرمایا)

بعض ایک شعراء کے ہاں قصیدے (مدحِ رسول) کا انداز ڈپلومیٹک نظر آتا ہے۔ اور ان نعتوں میں جو صفات حضور کی بیان کی گئی ہیں ان کا اطلاق

---

۱ - احمد ندیم قاسمی کی نظم "کشمیری مجاہد کا نعرہ" میں "سعدی حوالوں (رہ میں گر زمصطفوی سے بہتر ہے کہ قدر دوں گا" میں "بیمار مشتعل فرزند(؟) جو ڈرتا ہوگا ... میری نظر میں مدینہ کی سرزمیں ہے ابھی محمد عربی پر مجھے یقیں ہے ابھی) کی مذمت کرتے ہوئے عارف عبدالمتین لکھتے ہیں: "تمام نظم اخلاقی سیدوفات(؟) سے اس قدر لبریز ہو گئی ہے کہ اگر احمد ندیم قاسمی کی دوسری ترقی پسند نظمیں ہماری نظر سے نہ گذری ہوتیں اور احمد ندیم کو ہم اچھی طرح نہ جانتے ہوتے تو سمجھتے کہ اُن میں اور یوسف ظفر یا عشرت رحمانی میں فرق کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا" سویرا ۷۔۸ ص ۱۰۰

۲ - مگر ابھی تا حال کسی شعری مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا۔

۳ - مثلاً عارف عبدالمتین کا مجموعۂ نعت "بے مثال" ( ) وغیرہ۔

بھی بڑی شخصیت پر ہو سکتا ہے عام طور پر اس قسم کی نعتوں میں حضور کا اسم درج نہیں کیا جاتا بلکہ عقیدہ تحریری انداز میں لکھا جاتا ہے۔
مثلاً

یہ بھی ہے سچ کہ آپ کی گفتار ہے جمیل ۔ یہ بھی ہے حق کہ صاحب کردار آپ ہیں
یہ فخر کم نہیں کہ میں ہوں جس کی گرد راہ ۔ اس قافلے کے قافلہ سالار آپ ہیں ۔ [1]

ترقی پسند شعراء کی نعت کا لفظیاتی ماحول زیادہ سے زیادہ غیر مذہبی ہوتا ہے ۔ اس میں قرآن و احادیث کے الفاظ آپ کے اسمائے مبارکہ (لیٰ، مدثر، مزمل وغیرہ) مصطفیٰ، مدینہ، یا رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کی ردیفوں کی بجائے شاعری کا عام اسلوب و انداز نظر آتا ہے نیز آپ کے معجزات و عبادات اور خالص دینی موضوعات پر اظہار کی بجائے آپ کے شخصی خوبیوں کے ذکر پر توجہ دی جاتی ہے ترقی پسند شعراء کی نعت گوئی کے محرکات و مقاصد سے قطع نظر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے فنی طور پر معیاری نعتیں کہیں ۔ اور آپ کی سیرت و کردار کے بعض پہلوؤں کو عصری احوال و مسائل کے پس منظر میں منفرد اور مؤثر انداز میں پیش کیا انہوں نے اسلوب نعت سے زیادہ موضوعات نعت پر توجہ دی ، اگرچہ ان کے موضوعات کا دائرہ خاص ہے مگر انہوں نے اس دائرہ ہی میں نعت گوئی کے اعلیٰ نمونے پیش کیے ان شاعروں میں سرفہرست احمد ندیم قاسمی ہیں جن کی نعتیں نہ صرف شعر و فن کے اعلیٰ معیارات و اقدار پر پورا اترتی ہیں بلکہ عوام میں بھی مقبول و پسندیدہ ہیں ۔

(عارف عبدالمتین نے بھی بکثرت نعتیں لکھی ہیں) بقول گوہر ملسیانی "ترقی پسند تحریک کے شاعر حمد و نعت و منقبت اور ملی نظموں کو مذہبی شاعری قرار دیتے ہوئے ان پر محدود خیالات و اظہار کا لیبل چسپاں کر دینے میں فخر محسوس کرتے تھے مگر دور حاضر نے ترقی پسند شاعروں کو بھی حمد و نعت کے میدان میں اترنے پر مجبور کر دیا اور انہیں اس محدودیت میں لامحدودیت کے عناصر دکھائی دینے لگے دور حاضر کو اس لحاظ سے نعت کا دور کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس صنف شاعری سے روگردانی کرنے والے بھی اس کے سایہ عاطفت میں اپنی عبودیت پانے لگے ہیں لیکن کے حضور میں" [2] سے عظیم بابا تیرے واسطے تیرے فرزند عقیدتوں کے شفق رنگ پھول لائے ہیں جیسی عقیدت و احترام سے لبریز نظمیں لکھنے والے جب نعت کی طرف رخ پھیرا تو اپنی فکر و فن کی ساری توانائیاں اس کے لئے وقف کر دیں ان کی نعتوں میں محبت اور التجا کا انداز نمایاں ہے

اے میری ہستی کو ملا رنگ اخوت تجھ سے ۔ پھر عجب کیا ہے جو کرتا ہوں محبت تجھ سے
... لفظ ہر لفظ میں جذبوں کو سمیٹوں کیونکر ۔ کیسے کر پاؤں میں اظہار عقیدت تجھ سے
آرزو مند ہوں عشاق میں میرے داغ تھا ۔ ورنہ شرماؤں گا میں روز قیامت تجھ سے

عارف کا یہ شعر بھی دیکھئے

زندگی میری ہے طائف کے سفر کا پرتو ۔ میں نے پائی ہے ستم سہنے کی عادت تجھ سے

عارف نے آزاد نظم میں بھی نعت کے نمونے تخلیق کئے ہیں ان کی نعتوں میں جدید غزل کا پرتو غالب ہے بعض نعتوں میں آنحضرت سے خطاب کا انداز لیجیے وہی ہے جو غزل میں نظر آتا ہے "تو" اور "تم" کے الفاظ سے حضور اکرم سے سرگوشی اور التجا عارف کا رنگ خاص ہے
قتیل شفائی، ظہور نظر اور احمد فراز بھی اسی انداز نعت کے پیروکار ہیں ان کے کلام میں نعتیں بہت کم ہیں اور جو ہیں ان میں آنحضرت کے اسی انسانی پیغام [3] کا انداز غالب ہے جو عدل و انصاف، اخوت و مساوات، مواخات اور بھائی چارے سے متعلق ہے ان کی نعتوں میں معاشرتی طبقات اور سیاسی حوالوں کی لپک بھی واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔

---

۱ - مضمون "اردو میں نعت نگاری" الوسید (ص ۱۴ مسودہ) زیر طبع نقوش (رسول نمبر) لاہور
۲ - ماہنامہ سیارہ، لاہور (مضمون گوہر ملسیانی) جون ۸۷ء، ص ۲۵۵

## عصرِ حاضر کی نعت گوئی کا جائزہ

عصرِ حاضر نعت کے لئے انتہائی اہم اور مبارک ثابت ہوا۔ نعت کی ترتیب و تشہیر اور تخلیق و تحقیق وغیرہ سے متعلق جو کام اس دور میں ہوا اُس کی مثال پہلے کی ادبی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ اس عصر کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں متعدد شخصیات شعروادب نے فنِ نعت کی طرف توجہ دی اور اسے ایک باقاعدہ صنفِ سخن کا درجہ دینے میں نمایاں طور پر سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ عصرِ حاضر سے قبل اردو نعت کو جو شعراء میسر ہوئے اُن میں تخلیقِ نعت کا بڑا کام کرنے والے وہ علمائے کرام تھے جو اپنے شاعرانہ جوہر اور تخلیقی صلاحیتوں کے سبب کارِ نعت میں مصروف تو رہے مگر ادبی سطح پر اُن کی پذیرائی نہ ہو سکی۔ اصنافِ سخن میں چونکہ نعت کا مقام اور اس صنف کے خد و خال کا جداگانہ تشخص نہ ہوا تھا اس لئے وہ شاعر جو نعت کا شغف رکھتے تھے مقدار اور معیار کے لحاظ سے نمایاں کارکردگی کے باوجود تاریخِ شعروادب میں وہ مقام نہ پا سکے جس کے وہ بجا طور پر اہل تھے۔ نعت کے گزشتہ ادوار کی صورتِ حال یوں ہے کہ وہ شاعر جنہوں نے نعت میں باقاعدہ دیوان مرتب کئے تاریخِ ادب میں غیر معروف رہے مثلاً مولانا احمد رضا خان، مولانا لطف بریلوی، مولانا کفایت علی، مولانا مفتی غلام سرور لاہوری — — — وغیرہ وغیرہ۔ اپنی شاعرانہ استعداد اور کارکردگی کے باوجود ادب کے تذکرے اور تاریخیں ان شاعروں کے ذکر سے خالی ہیں۔ اگر کسی جگہ ان کا تذکرہ موجود بھی ہے تو سرسری انداز میں چند جملوں سے زیادہ نہیں۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سب سے بڑی وجہ نعت کی بحیثیت صنف ناقدری رہی اور اسے اعلیٰ تخلیقی و معیاری ادب کے بجائے مسجد و خانقاہ سے وابستگان کے وعظ و نصیحت کا ایک انداز سمجھ لیا گیا۔ اوّل اوّل اسے ایک علیحدہ صنف نہیں سمجھا گیا (زیادہ سے زیادہ ایک موضوع کے طور پر مذہبی شاعری کے ذیل میں اس کی نشاندہی کی جاتی رہی) بعد میں جب باقاعدہ ادبی و شعری تاریخ نگاری کا دور شروع ہوا تو کارپردازانِ شعروادب کے نزدیک نعت گوئی مذہبی شاعری یا پروپیگنڈا سمجھ کر نظر انداز کر دی گئی۔ نکات الشعراء (میر تقی میر) آبِ حیات (محمد حسین آزاد) سے لیکر تاریخِ ادبِ اردو (رام بابو سکسینہ) اور (محمد صادق) (History of Urdu Literature) تک نعت اور نعت گو شاعروں کے ساتھ ادبی تذکرہ نگاروں اور تاریخ نگاروں کا یہی رویہ رہا۔ امیر مینائی اور محسن کے باب میں نعتیہ شاعری کا ذکر ضرور ہوا مگر دوسرے سینکڑوں نعت گو شاعر جن میں ادبی و فنی معیارات کے لحاظ سے نعت کو ممتاز حیثیت کے مالک تھے شعروادب کے ارتقاء و تاریخ کے تذکرے میں چند جملوں سے بھی محروم رہے۔

دوسری طرف وہ شاعر جن کی ادبی حیثیت ہر دور میں مسلّم رہی اور جن کا ذکر تاریخ و ادب کے لئے ناگزیر رہا انہوں نے نعت گوئی کی طرف توجہ ہی کم دی ان میں میر، سودا سے لے کر نظیر اکبر آبادی، مومن و داغ تک کئی نام ملتے ہیں جنہوں نے متنوع موضوعات اور اصناف میں طبع آزمائی کی مگر جن کا نعتیہ سرمایہ چند اشعار یا چند نعتیہ غزلوں اور قصیدوں سے زیادہ نہیں۔ عصرِ جدید میں حالی، اقبال اور ظفر علی خان نے اپنی استعداد شاعری سے اردو نعت کی روایت کو آگے بڑھایا مگر مقدار کے لحاظ سے ان بڑے شاعروں کی نعتیہ تخلیقات بھی چند منظومات سے زیادہ نہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی اس مقدار میں نعتیں نہیں لکھیں کہ ان کا علیحدہ مجموعۂ نعت مرتب ہو سکے۔

اب تک کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ عصرِ حاضر سے پہلے وہ شاعر جنہوں نے نعت میں دیوان مرتب کئے ادبی سطح پر معروف نہ ہو سکے اور وہ شاعر جو ادبی مقام و مرتبہ کے حامل ٹھہرے انہوں نے مقدار میں نعت بہت کم کہی —— نعت کا عصرِ حاضر اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس میں ادبی سطح پر مقدار، معیار اور استعداد و شہرت میں حائل خلیج کو پاٹ دیا گیا۔ نعت گوئی کو نہ صرف وہ ادبی مرتبہ و مقام حاصل ہوا جس کی وہ اہل تھی بلکہ دیگر اصنافِ سخن میں زیادہ نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ ان شاعروں نے جو ادب میں مستند معیار و مرتبہ رکھتے ہیں نعت کی طرف توجہ دی اور نعت میں باقاعدہ مجموعے مرتب کئے ان میں بہزاد لکھنوی، عبدالعزیز خالد، احسان دانش، قیوم نظر، حافظ لدھیانوی، مظفر وارثی، سیف زلفی —————— سے لے کر راسخ عرفانی اور شکیل بدایونی تک بیسیوں ایسے شاعر ہیں جنہوں نے دیگر تصنیفاتِ شعر کے ساتھ نعت میں جداگانہ تصنیفات مرتب کیں۔

عصرِ حاضر میں نعت کا مرکزی موضوع تو مدحِ رسولِ اکرم کا اظہار رہا مگر اس بہتے دھارے میں مضامین و خیالات کے وہ چھوٹے چھوٹے سوتے آ کر ملتے رہے جو بدلتے ہوئے علمی رجحانات و میلانات اور احوال و تجلیات کے بطن سے پھوٹتے رہے۔ قیامِ پاکستان سے اب تک جن ملی و مذہبی اور قومی و سیاسی تحریکوں نے نعت گو شاعروں کو متاثر کیا ان میں تحریکِ ختمِ نبوت (۱۹۵۱ء، ۱۹۷۴ء) جنگِ ستمبر ۱۹۶۵ء، سقوطِ ڈھاکہ ۱۹۷۱ء اور

نظم "دُھائی" -

بھائی کا بھائی نے خون ہنس کے بہایا کیسے ۔ گوشت انسان کا انسان نے کھایا کیسے ۔

کب ترے ساتھ اسے پیار کا ڈھب آئے گا ۔ تیرا دریائے کرم جوش پہ کب آئے گا ۔ ( مظفر وارثی ) [1]

نظم " خیبر کی بھیک "

تیرے کہلائیں عیزوں کی بیعت کریں - رہنما سازشوں کی قیادت کریں -

خواہش ہیں پینے کی پروانہ کی - خونِ مسلمان کاٹے مسلمان کی -

ہر طرف وسوسے

روشنی کو ڈسے

مار تیرہ شبی یا نبی ! یا نبی ! ( مظفر وارثی ) [2]

؎ فریاد ہے اے گنبدِ خضرا کے محافظ - امت ترے محبوب کی اس وقت حزیں ہے ۔

پھر جانبِ حرمین ہیں اغیار کی نظریں ۔ پھر آج خطر میں ترے محبوب کا دیں ہے ۔ ( عابد نظامی ) [3]

؎ ریاضؔ اپنے وطن کی خاک کے آنسو بھی لایا ہے ۔ رسولِ محترم بھیجے کرم اپنی عطاؤں کے - ( ریاض حسین چودھری ) [4]

؎ مسلسل ہو رہی ہے جانے کیوں امت کی رسوائی - دعاؤں میں یہ اخلاص اثر دکھایا جاتا - ( احسان دانش ) [5]

؎ اس قیادت کی کشمکش میں حضورؐ - ہو نہ جائے کہیں چمن برباد -

برق و صرصر کی دہشت انگیزی - بے ثمر ہاں گلوں سے باد مراد -

اے رسولِ کریم شاہِ زمن - اب توجہ کا منتظر ہے چمن - ( عبدالکریم ثمر ) [6]

۲ - اس عہد کی ملّی نظموں میں بھی حضورِ اکرم کا ذکر اور نعتیہ عناصر نظر آتے ہیں قومی و ملّی موضوعات پر لکھنے والے شاعروں کے ہاں یہ نعتیہ حوالے بکثرت آتے ہیں ۔ معروف نعت گو عبدالعزیز خالد کے ہاں ملّی منظومات میں بھی نعت کی جھلک نظر آتی ہے یہ شعر دیکھیے :

؎ یا رحمۃ اللعالمین ، یا رحمت العالمین - یہ کشور و طنت پاکستان کی یہ سرزمیں ۔

( نظم "یا رحمت العالمین" - عبدالعزیز خالد )

اس کے علاوہ ہم حزبِ محمد ہیں ، 'جی میں آتا ہے فلسطین چلیں' ، 'دیارِ پاک' ، اور 'قوم کے مجاہدوں کو' عنوان کی نعتیہ نظمیں جو عبدالعزیز خالد نے ملّی [مو]ضوعات پر کہیں اگرچہ نعتیہ نہیں مگر ان میں آنحضرت کے حوالے سے نعتیہ عناصر در آئے ہیں ۔ ان نظموں کے تخلیقی پس منظر میں ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کا رنامہ جہاد [سقو]طِ مشرقی پاکستان کا المیہ ، بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ ، اقدامی انداز کے دوسرے مسائل و مصائب نمایاں ہیں ان نظموں میں ——

---

۲،۱ - بابِ حرم ( مظفر وارثی ) ص۵۲ / ص۴۳

۳ - ماہنامہ " ضیائے حرم " لاہور اکتوبر ۸۵ء ص۵۳

۵،۴ - ماہنامہ " ستارہ " لاہور جون ۸۷ء ص۱۸ / ص۱۳

۶ - شاخِ سدرہ ( عبدالکریم ثمر ) ص۹۳

۵ - مختلف ہیئتوں میں — صلصلۃ الجرس (عمیق حنفی) اس میں پابند، معرّا، اور آزاد نظم کی ہیئت کا استعمال ہوا ہے۔
مذکورہ بالا طویل نعتیہ منظومات عصر حاضر کی نعت گوئی کا وقیع سرمایہ ہیں ان طویل نعتوں میں نعت کا موضوعاتی افق بہت پھیلا ہوا ہے۔ اس میں نو صفات محمدیہ کے علاوہ عمرانیات وسماجیات، سیاسیات و اقتصادیات، تصوف و اخلاقیات سے لے کر تہذیب و ثقافت اور ذاتی احوال ومشاہدات تک مختلف متنوع مضامین وموضوعات کا بیان ملتا ہے۔

طویل منظومات کے علاوہ معرّا، آزاد اور نثری نظم کی ہیئتوں میں بھی نعت نگاری کے نمونے ملتے ہیں چند اقتباسات ملاحظہ ہوں

(نظم معرّا میں)

تلخ وہموں کے سخت پہرے میں
سوچ لے جائے ایسے جنگل میں
غم کی جھنکار میں دل بھٹکے
کچھ نہ سوجھے لپیٹ سائے میں -
منزلیں چھوٹ جائیں رستے میں

- - -

آپ ہی ہے جنتوں کو ثبات .
ایسے میں آپ ہی کا روشن ہاتھ .
میری انگلی کو تھام لیتا ہے .
کتنی شفقت سے میرے کانوں میں .
کوئی میرا ہی نام لیتا ہے .
گردشیں رم جھم برسنے لگتی ہیں .
منزلیں راستوں سے جھانکتی ہیں
حوصلے مورنی کے ناچتے ہیں . [۱] (ناصر کاظمی) "اقتباس"

(آزاد نظم میں)

- - - - گلیم درویش ایسی —
کہ جس میں تہہ بہ تہہ محراب زخموں کی .
وہ جس کے ساتھ ہر موسم چمکتے جگنوؤں کے ساتھ اڑنے کا .
لگن سی —
پانیوں پر تیرتے روشن دریچوں کی .

- - - - - -

---

۱ - گلدستۂ نعت (مرتبہ - ضیاء محمد ضیا طاہر شادانی) ص ۲۳۹ - ۲۴۰

اُسی کی دید سے تقویم ہوتے ہیں بھلے لمحے

اُسی کے نام میں —

آنکھوں میں ٹھہرے نقشِ جبیں کے

کوئی خواب کا نقشہ پرانے آسمانوں میں .

ہماری زندگی کا راز جس پر آشکارا ہے .

وہی روشن ستارہ تو ہمارا استعارہ ہے .

نظم "وہی روشن ستارہ" احسان اکبر (اقتباس)

سلام اُس پر جو ظلمتوں میں منارۂ روشنی ہوا ہے .

وہ ایسا سورج ہے جس کی کرنیں ازل ابد کے تمام گوشوں

میں نور بن کے سما چکی ہیں

ہر ایک ذرے کو ماہ تاباں بنا چکی ہیں .

سلام اُس پر ۔

(اطہر نفیس)

--- خلق میں سب سے بڑا ، سب سے جدا

وہی محبوبِ خدا .

تہی دامان و تہی دست — مگر رحمتِ کل .

وہ مہاجر وہ غریب الوطن و خانہ بدوش

وہ شہنشاہِ رسل حکمران (صفدر صدیق رضی)

(نثری نظم میں)

ابھی ابھی میں نے اپنی گھڑی موت کی گھڑی سے ملائی ہے

یا رسول اللہؐ

مجھے ، میری موت سے پہلے میرے جسم کی گندی مٹی کو پاک کر دیجیے یا اُسے معاف کر دیجیے

صرف چند سال زندہ رہنے کے لالچ کے اوپر میری روح کو کسی مضبوط رسّی سے باندھ دیجیے

اور پھر میرے جسم کی سمتوں کو اس تلوار سے کاٹ دیجیے جو اللہ نے آپ کو سونپی تھی

----

یا رسول اللہؐ .

میں نے اپنی گھڑی ، موت کی گھڑی سے ملا کے آسمان کی طرف دیکھا کہ زمین کے وقت گزر جانے کی دعا مانگوں مگر عرصہ ہوا میں اپنی

کے لوگوں کے ہجوم میں وہ دعا بھول چکا ہوں .

یا رسول اللہؐ

تجلیات — حافظ مظہر الدین — ۱۹۶۹ء

تسبیح رضا — رضا اکبر آبادی — ۱۹۶۹ء

سفینۂ کوثر — انجم وزیر آبادی — ۱۹۶۹ء

خمخانۂ زمزم — صبا زیری — ۱۹۷۰ء

آئینۂ حجاز — چوہدری فضل حق — ۱۹۷۰ء

نیر اعظم (مثنوی نعت) — محمد اعظم چشتی — ۱۹۷۰ء

تحفۂ خواجہ — حافظ لدھیانوی — ۱۹۷۱ء

عقیدت — محمود اختر کیانی — ۱۹۷۱ء

سبز گنبد — ساغر صدیقی — ۱۹۷۳ء

ذکر جمیل — اختر الحامدی — ۱۹۷۴ء

زخمۂ دل — سرور سیاہ چوری — ۱۹۷۴ء

دامن — احسان دانش — ۱۹۷۴ء

جلوہ گاہ — حافظ مظہر الدین — ۱۹۷۵ء

شاخ سدرہ — عبدالکریم ثمر — ۱۹۷۵ء

نوائے بردہ (منظوم ترجمہ بردہ شریف) — فروغ احمد — ۱۹۷۵ء

جام طہور — عبدالرحمٰن کاظم — ۱۹۷۵ء

حمطایا — عبدالعزیز خالد — ۱۹۷۶ء

وصف حضور — ادیب رائے پوری — ۱۹۷۶ء

جام عرشی — سید منظور احمد محمود

متاع دستر — قمر میرٹھی — ۱۹۷۶ء

باب حرم — مظفر وارثی

مدحت — عاصی کرنالی — ۱۹۷۶ء

نیوشۂ الہامین — محمد عبدالعزیز عرشی — ۱۹۷۶ء

شہر دل نواز — ماجد صدیقی — ۱۹۷۶ء

تجلیات شمس (الف تا ضحیٰ) — شمس مینائی — ۱۹۷۶ء

محراب قوسین — سید ضیاء اللہ عظیم — ۱۹۷۷ء

ورفعنا لک ذکرک — راجا رشید محمود — ۱۹۷۷ء

میر عرب — فضل حق — ۱۹۷۷ء

گلزار گل — انور فیروز پوری — ۱۹۷۷ء

اعجاز مصطفیٰ — اعجاز رحمانی — ۱۹۷۷ء

شمشیر ضیا بار — روشن گیلانی — ۱۹۷۷ء

جمال مدینہ — مرتضیٰ خاور — ۱۹۷۷ء

ورفعنا — سعیدہ زلفی — ۱۹۷۸ء

مدحت خیر البشر — راغب مراد آبادی — ۱۹۷۸ء

جام طہور — صابر براری — ۱۹۷۸ء

باب جبریل — حافظ مظہر الدین — ۱۹۷۸ء

مدحت مصطفیٰ — قیوم نظر — ۱۹۷۸ء

چراغ حرا — مسرور کیفی — ۱۹۷۸ء

صلوا علیہ و آلہ — حفیظ تائب — ۱۹۷۸ء

تصویر کمال محبت — ادیب رائے پوری — ۱۹۷۹ء

خیر الوریٰ — ظہیر صدیقی — ۱۹۷۹ء

ذکر خیر — راسخ عرفانی — ۱۹۷۹ء

نور رحمت — فیاض احمد کاوش — ۱۹۷۹ء

[illegible] — صائم چشتی — ۱۹۷۹ء

[illegible] — حافظ لدھیانوی — ۱۹۷۹ء

[illegible] — منیر محمد دمشقی — ۱۹۷۹ء

ماذ ماذ — عبد العزیز خالد — ۱۹۷۹ء

ملجا و ماوا — مسرور کیفی — ۱۹۸۱ء

## نعتیہ انتخاب

گنجینۂ انوار — علامہ رشید ترابی — ۱۹۶۰ء

ہدیۂ عقیدت — خالد مراد آبادی — ۱۹۶۲ء

گلدستۂ نقشبندی — محمد بشیر نقشبندی — ۱۹۶۳ء

مدح رسولؐ — راجہ رشید محمود — ۱۹۷۳ء

اردو کی نعتیہ شاعری — ڈاکٹر فرمان فتح پوری — ۱۹۷۴ء

خیر البشر کے حضور میں — ممتاز حسن — ۱۹۷۵ء

[illegible] یا رسول اللہ — محمد منشا تابش قصوری — ۱۹۷۵ء

ذرائع ابلاغ عامہ نے نعت کو گھر گھر پہنچا دیا تو نعت خوانی اور نعت گوئی کے مواقع بڑھے مختلف تقریبات، محافلِ اہلِ اسلام اور میلاد میں نیز نعتیہ نشستوں اور مشاعروں میں نعت گوئی کو فروغ ملا بقول اقبال عظیم "عوام میں مقبولیت کے سبب نعت نے اب ایک ثقافتی و دینی تحریک کی حیثیت حاصل کر لی ہے اور اگر ہم چاہیں تو یہ جلتی پھرتی درسگاہیں تبلیغ دین، تہذیب اخلاق و کردار کا موثر ترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہیں جو ایک بگڑے ہوئے اسلامی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے "۲۵

---

یونیورسٹیوں اور کالجوں میں نعت کے انعامی مقابلے بھی مقبول ہو رہے ہیں

کتاب قوسین (اقبال عظیم) ص ۲۸

اردو نعت کا عصرِ حاضر دراصل نعت کے روشن مستقبل کا بابِ آغاز ہے عصرِ حاضر تک آتے آتے اردو نعت کو خزانۂ سخن میں جو مرتبہ و مقام حاصل ہوا ہے وہ اس کے کبھی ختم نہ ہونے والے امکانات کا ثبوت ہے آج اردو نعت کے معیار او[ر] فکری و فنی منزلت اور مضامین و موضوعات کی وسعت دیکھ کر یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اردو میں نعت رسولِ اکرم ﷺ کا ج[و] اثاثہ موجود ہے وہ دنیا کی کسی اور زبان میں نہیں عربی و فارسی میں بلاشبہ نعت کے اعلیٰ نمونے تخلیق ہوئے مگر جہاں تک سرمایۂ نعت کا تعلق ہے عربی و فارسی کی نعتیہ شاعری کو یکجا بھی کر لیا جائے تو اس کی مقدار اردو نعت کے برابر نہیں ہوگی یہ فخر صرف اردو زبان کو حاصل ہے [کہ] اس میں چھوٹے بڑے نعتیہ مجموعوں، انتخابوں، گلدستوں اور میلاد ناموں کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی ہے

غزل بلاشبہ اردو کی مقبول اور دلآویز صنف ہے مگر نعت بھی شاعروں کا محبوب ترین موضوع ہے غزل کی ہیئت میں نعت کے موضوع کا بیان ہو تو رنگینی و دلآویزی دو چند ہو جاتی ہے آج کی نعت جس کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہیئت میں لکھا جا رہا ہے اردو کی تمام اصنافِ سخن کا ماحصل ہے اس میں موضوع کی عظمت و رفعت کے ساتھ ہر صنفِ شعر کی خوبیاں ایک لطافت در قرینے سے در آئی ہیں تذکارِ رسول ﷺ میں اردو شاعر جو صوری اور معنوی حسن پیدا کر رہے ہیں اس سے دوسری اصنافِ سخن محروم ہیں آج نعت کی وسعت و تنوع، عظمت و رفعت، طرزِ ستائش و توصیف اور مقدار و معیار اردو زبان و ادب کے لئے سرمایۂ افتخ[ار] بلاشبہ آج اردو نعت "ورفعنا لک ذکرک" کی صداقت و حقانیت کی گواہی دے رہی ہے

## ضمیمے

۱۔ احادیثِ نبویہؐ میں لفظ نعت کا استعمال

۲۔ اسمائے رسولِ مقبولؐ

۳۔ شروحِ بردہ

۴۔ میلاد نامے

۵۔ غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام

۶۔ خواتین کی نعت گوئی

۷۔ نعتیہ ریکارڈ اور فلمی طرزوں میں گائی گئی نعتوں کا جائزہ

## ضمیمہ ۱

## احادیثِ نبویؐ میں لفظ نعت کا استعمال

[نع]ت کا لفظ احادیثِ نبویؐ میں مختلف مفہوم میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ المعجم المفہرس لألفاظ الحدیث النبوی (جو صحاح ستہ، مسند دارمی، [موطا امام] مالک اور مسند احمد بن حنبل پر مشتمل ہے) میں ان احادیثِ مبارکہ جن میں لفظ نعت یا اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں کی فہرست درج ذیل ہے

نعت

نعت رسول الله (ص) من ذات الجنب...
جہ طب ۱۷

أنّ رسول الله (ص) نعت من عرق النسا؛ نعت رسول الله (ص) السخ — حم ۵، ۷۸

ثمّ نعت [رسول الله (ص)] أبويه، أباه — ت فتن ۶۳، حم ۵، ۱۰، ۴۹

أتى النبيّ (ص) برجل قد نعت له الكيّ — حم ۱، ۴۰۶

ونعت لى الصلاة — حم ۴، ۲۵۷

لقيت عيسى، موسى فنعته النبيّ (ص) — خ أنبياء ۴۸، م إيمان ۲۷۲، حم ۲، ۲۸۲

فنعته وأنا أنظر إليه — حم ۱، ۳۰۹

يقال لها السعدان قال ونعتها لهم — حم ۳، ۱۷

وقد نُعت لى أبو ذرّ — حم ۵، ۱۴۶

ونُعت إليه رجل منهم — م إيمان ۵۵

ونعتتْ قراءته فإذا هى تنعت قراءة مفسّرة حرفا حرفا — د وتر ۲۰، ت ثواب القرآن ۲۳، ن افتاح ۱۳، قيام الليل ۱۳، حم ۶، ۲۹۴، ۳۰۰

سمعت، كان رسول الله (ص) ينعت الزيت والورس من ذات الجنب — ت طب ۲۸، حم ۴، ۳۷۲

كيف سمعت رسول الله (ص) ينعت الإسلام
حم ۳، ۴۶۲

كان [أنس] ينعت لنا صلاة النبيّ (ص) — خ أذان ۱۲۷، ت طب ۲۸، حم ۳، ۱۷۲

أنّه كان ينعت النبيّ (ص) — حم ۲، ۳۲۸

سمعت أبا هريرة ينعت النبيّ (ص) حم ٢، ٤٤٨

عند بعض نسائه وهو ينعت امرأة د لباس ٣٣، ١٠
حم ٦، ١٥٢

فما أحد من خلق الله يستطيع أن ينعتها
م إيمان ٢٥٩

وصفّق محمّد بن عبيد بيديه ينعتها ثلاثا
ن صيام ١٦

١٥ لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها، لتنعتها، [أجل، كأنّها، ثمّ] تنعتها خ نكاح ١١٨، د نكاح ٤٣، حم ١، ٣٨٧، ٤٣٨، ٤٤٠، ٤٤٣، ٤٦٠، ٤٦٢، ٤٦٤

فهل تستطيع أن تنعت لنا هذا الرجل حم ١، ٢٦١

هل تستطيع أن تنعت لنا المسجد حم ١، ٣٠٩

٢٠ أنعت لك الكرسف فإنّه يذهب الدم د طهارة ١٠٩، ت طهارة ٩٥، جه طهارة ١١٥، حم ٦، ٤٣٩

فما زلت أنعت حتّى التبس عليّ بعض النعت
حم ١، ٣٠٩

إنّكم تنعتون نعت امرأة مطبوبة حم ٦، ٤٠

٢٥ انعتْ لنا رسول الله (ص) حم ١، ١٥١، ٤، ٩٣، ٥، ٣٧٩

انعتْه لى حتّى أعرفه حم ٣، ١٩٦

انعتْهم لنا حم ٥، ٢٤٣

أمّا النعت فوالله لقد أصاب حم ١، ٣٠٩

باب نعت الإسلام ن إيمان ٥

٣ فإذا نعتُ رسول الله (ص) فيهما حم ٥، ١٩

لأريتكم قبورهما بالنعت الذى نعت لنا رسول الله (ص) حم ١، ١٥١

فعرفته بالنعت — حم ٥، ١٤٦

إنّه ليس بالنعت — د ديات ٢٣

فجاءت به على النعت الذى نعت الله به رسول الله (ص) — خ تفسير سورة ٢٤، ١ — ٣٥

فجاءت به على النعت المكروه — د طلاق ٢٧، جه طلاق ٢٧، حم ٥، ٣٣٤

حتى نظرت إليه على نعت النبيّ (ص) الذى نعته — خ مناقب ٢٥ — ٤٠

فأتى به، فوجد، جيء بالرجل على النعت الذى نعت، نعته رسول الله (ص) — خ أدب ٩٥، استتابة ٧، حم ٣، ٥٦، ٦٥

لا أدرى ما كان مع هذا من النعت — حم ١، ٣٦١

فرأينا فيهما نعت رسول الله (ص) — حم ٥، ٤٠٠ — ١٠

كيف تجد نعت رسول الله (ص) فى التوراة — دى مقدمة ٢

باب ما يذكر فى الذات والنعوت وأسامى الله — خ توحيد ١٤

فتنعت له الأنعات وكنت أعالجها — حم ٦، ٦٧ — ٥٠

وانه قد ذكرته ونعته فى مشيئته — حم ٢ (٣٤٣)

---

تَ يعنى الترمذىّ — جه يعنى ابن ماجه — حم يعنى أحمد بن حنبل — خ يعنى البخارىّ

دَ يعنى أبا داود — دى يعنى الدارمىّ — ط يعنى الموطأ — مَ يعنى مسلم بن الحجاج — نَ يعنى النسائى

بحواله المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوى (أ. ى. ونسنك و ى. پ. منسنج) ليدن ١٩٦٢ء جلد ٦ ص ٥٨٣-٤٨٣

ضمیمہ ۲

## اسمائے رسول مقبول

ا ۔ الابر باللہ / الابطحی / اتقی الناس/ الاجر / اجود الناس/ الاحد /
الاحسن / احسن الناس/ احمد / احید / الاخذ بالخیرات/ الآخر /
ارحم الناس با لعباد / الازہر / الاصدق فی اللہ / اطیب الناس ریحاً /
الاعز /الاعلی / الاعلم باللہ / اکثر الناس تبعا / الاکرم / اکرم الناس اکرم
ولدآدم /المص والم والمر / امام الخیر / امام المتقین / امام المرسلین /
امام النبین / الامام / الامر والناہی / الامن / امنتہ اصحابہ / الامین /
الاتی / انعم اللہ / الاول / اول شافع / اوّل المسلمین /اول شفع /
اوّل المومنین / اوّل من تنشق عنہ الارض / الاتقی الاجل /الاحشم /
الارجح / الارحم / الاسد / الاشنب / اصدق الناس لہجتہ الاطیب
الاعظم الاعز / الاکلیل / الامجد / امام الطاہرین / امام العاملین /
امام الناہی/ الامان الامتہ / الامتہ / الم المر المص / الانور المتجرد /
الاواہ / الاولیٰ / اولی المرسل ایہ اللہ / ابوقاسم / ابواقاسم / ابوابراہیم /
ابوارامل /ابوالمومنین /

ب ۔ البّر /البار قلیط/ الباطن / البرہان / البشر / بشری عیسی / البشیر /
البصیر / البلیغ / البالغ البیان / البینہ / البارع / الباہر / الباہی /
البحر / البدد / البدلح / البدر / البرقیطس /بموذ ماذ / البہا / البمی /

ت ۔ التالی / التذکرہ / التقی / التنزیل / التہامی /

ث ۔ ثانی اثنین / الثمال /

ج ۔ الجبار / الجد / الجوار / الجامع /

ح ۔ حاتم / حزب اللہ / الحاشر /الحافظ/ الحاکم بما اراہ اللہ /الحامد /
حامل لواء الحمد / الحاید لامتہ عن النار / خط الحبیب / حبیب الرحمن /
حبیب اللہ / الحجازی / الحجتہ البالغہ / حجتہ اللہ علی الخلائق /
حرزالامیین/ الحرص / حریص / الحریص علی الایمان / الحیب /
الحفیظ/ الحق / الحکیم / الحلیم / حلم / حماد / حمطایا / حمیاط/
حمحمق / حفی / الحمد / حاط حاط / الحکم / اطلاحل /الحمید /
الحنان / الحی /

خ - الخير / خاتم النبيين / خاتم المرسلين / الخاتم / الخازن لمال الله/ الخاشع / الخاضع / الخالص / خطيب الانبيا / خطيب الامم / خطيب الوافدين على الله / الخليل / خليل الله /الخليفه / خيرالانبيا / خير ابريه / خير الناس / خير خلق الله / خير العالمين طرا / خيرمذ هالامته / خيرته الله / الخافض / خافض الجناح / خليل الرحمن / خليفته الله / الخير /

د - دارالحكمته / الداعى الله / دعوته ابراهيم / دعوته النبيين / دليل الخيرات / دعوته التوحيد /

ذ - الذاكر / الذكر / ذكر الله / ذوالحوض المورود / ذوالخلق العظيم / ذوالصراط المستقيم / ذوالقوته / ذومكانته / ذوعزته / ذوفضل / ذوالمعجزات / ذوالمقام المحمود / ذوالوسيلة / الذخر الذكار / الذكر / ذوالتاج /ذوالجهار ذوالحطيم / ذوالسيف / ذوالسكنته / ذوطيبه / ذوالعطايا / ذوالفتوح ذو المدينه / ذو القضيب / ذوالميم / ذوالهراوته /

ر - الراضع / الراضى / الراغب / الرافع / راكب البراق / راكب البعير / راكب الجمل/ راكب الناقته / راكب الحبيب / الرحمته / رحمته الامته / رحمت العالمين رحمته مهداته / ~~xxxxxx~~ الرحيم / الرسول / رسول / * رسول الرحمته / رسول الله / رسول الملاحم / الرشيد / الرفيع الذكر / رفيع الدرجات / الرقيب / روح الحق / روح القدس /الروف / ركن المتواضعين / الراجى / الرجل / الرجيح / الرجب الكف / الرضى / الرفيق / الرهاب / الروح /

ز - الزاهد / زعيم الانبيا / الزكى / الزمزمى / زين من دافى القيامته /الزاجر / الذاهر / الزاهى / زلف / الزين /

س - السابق / السابق بالخيرات / سابق العرب / الساجد / سبيل الله / السراج المنير / الصراط المستقيم / السعيد / سعد الله / سعد الخلايق / السميع / السلام / السيد / سيد ولد آدم / سيد المرسلين / سيدالناس سيد الكونين / سيد الثقلين / سيف الله المسلول / ~~xxxxx~~ السخى / السديد / سر خليطس / السمى / السنا / السند / السيف المنخرم / سيف الاسلام /

ش - الشارع / الشافع / الشاكر / الشاهد / الشكور / الشكار / الشمس / الشهيد / المشفع / الشافى / الششن / الشديد / الشدقم / الشريف/ الشفا / الشهاب /

ص- الصابر / الصاحب / صاحب الايات / صاحب المعجزات / صاحب البرهان /
صاحب البيان / صاحب التاج / صاحب الجهاد / صاحب الحجته /
صاحب الحطيم / صاحب الحوض المورود / صاحب الخاتم / صاحب الخير /
صاحب الدرجته العاليه الرفيعته / صاحب الروا ً/ صاحب الازواج الطاهرات/
صاحب السجود للرب المحمود / صاحب السجود للرب المحمود / صاحب
السرايا / صاحب السلطان / صاحب السيف / صاحب الشرع / صاحب
الشفاعته الكبرى / صاحب العطايا / صاحب العلامات الباهرات / صاحب العلو
و الدرجات / صاحب الفضيلته / صاحب الفرج / صاحب القضيب / صاحب قول
لا اله الا الله / صاحب القدمه / صاحب الكوثر / صاحب اللوا ً/ صاحب المحشر /
صاحب المدينه / صاحب المغفر / صاحب المغنم / صاحب المعراج /
صاحب المشعور / صاحب المقام المحمود / صاحب / صاحب المنبر /
صاحب المنطين / صاحب الهراوته / صاحب الوسيله / الصادع بها امرالله/

الصادق / الصبور / / اصدق / صراط الله / صراط الذاين انعمت عليهم
/الصراط المستقيم / الصفوح / الصفوح عن الزلات / الصفوته / الصفى /
الصالح / صاحب التوحيد / صاحب زمزم / صاحب المدرعته / صاحب المشعر /
صاعدا لمعراج / الصبيح / الصدوق / الصديق / الصديد / الصيّن /

ض- الضارب المثلوم / ارضحاك / الضحوك / ارضابطه / الضارع / الضمين /
الضيا ً /

ط- طاب طاب / الطاهر / الطبيب / طم طس // طه / الطيّب /
الطراز المعلم / الطهور /

ظ- الظاهر / الظفور /

ع - العابد / العادل / العظيم / العافى / العالم / علم الايمان / علم اليقين /
العالم بالحق / العامل / عبدالله / العبد / العدل / العربى / العروته الوثقى /
العزيز / العفو / المطرف / العليم / العلى / اعلامت / عين العزة / عبدالكريم
عبدالجبار / عبدالحميد / عبدالمجيد / عبدالوهاب / عبدالقهار / عبدالرحيم /
عبدالخالق / عبدالقادر / عبدالقدوس / عبدالغياث / عبد الرزاق / عبدالسلام
عبدالمومن / عبدالرسول / عبدالغفار / العارف / العاضد / العايل / العزيز /
العصمة عصمتالله / العلم / العماد / العدة / العين /

غ - الغالب / الغفور / الغنى / الغنى الله / الغوث / الغيث الغياث / الغطمطم

ف ـ الفاتح / الغار قليط / الفارق / الفتاح / الفاروق / الفجر / الفرط /
الفصيح / فضل الله / فواتح النور / الفاضل / الفايق / الفخر / الفدم /
الفرد / الفضل / الفطن / الفهيم / فتح المسلمين /

ق ـ القاسم / القاضی / القانت / قائد الخير / قايد الغر / القابل / القائم /
القتال / القتول / قثم / القثوم / قدم صدق / القرشی / القريب / القمر /
القيم / القرى / القاری / القائد /؟ قدمايا /

ک ـ کافته الناس / الکفيل / الکامل فی جميع اموره / الکريم / کهيعص / الکاف /
ا الکافته / الکافی / الکثير الصمت / کنديده / الکنز / الکوکبه /

ل ـ اللسان / اللبيب / اللسن / الليث /

م ـ الماجد / ماذ ماذ / المومل / الماحی / المامون / المانع / الماٴالمعين /
المبارک / المتبهل / المبرك / المبشر / مبشر البائسين / المبعوث / المبلغ
المبيح / المبين / المتين / الخ المتبسم / المتربص / المترحم / المتضرع /
المتقی / المتلوطيه / المجيد / المتوسط / المتوکل / المثبت / مجاب /
مجيب / المجتبى / المجير / الخ المحترض / المحرم / المحفوظ / المحال /
محمد / المحمود / المخبر / المختار / المخصوص بالشرف / المخصوص بالعز /
المخصوص بالمجد / المخلص / المدثر المدنی / مدينة العلم / المذکر / المذکور /
المرتضی / المرتل / المرسل / المرتجی / المرحوم / المرتفع الدرجات / المرد /
المزکی / المزمل / المصبح / المستغفر / المستغنی / المستقيم / المسری به /
المسعود / المسلم / المسلم / المشاور / المشفع / المشفوع / المشفع /
المشهور / المشير / المصاح / المصارع / المصافح / مصح الحسنات / الصدوق /
المصطفی / المصلح / المصلى عليه / المطاع / المطهر / المظهر / المطلع /
المطيع / المظفر / المعزر / المعصوم / المعطی / المعقب / المعلم / معلم امته / المعلم /
المعطن / المطی / المفضال / المفضل / المفتاح / مفتاح المقصد / المقسط /
المقدس / المقری / المقسط / الخ المقم / المقصوص عليه / المقفی / مقيل العثرات /
مقيم السنت / بعد الفترته / المکرم / المکتفی بالله / المکفی / المکسين / ملقی القرآن /
الممنوح / المندی / المنتصر / المنجی / المنذر / المنزل عليه / المنصف / المنصور /
المنيب / المنيه / المهاجر / المهتدی / المهدی / المهدلله / المهيمن / الموتمن /
جوامع الکلم / الموتر / الموجی اليه / المرصل / المولی / المومن / الموید / الميسر /
المولی / الموم / المويد / المتلو / المتمکن / المتمکن فی الارض / المتحم / المتمم /
المثبت / المجاول / المجيد / المحجته / المحکم / المحيد / المخبت / المختص /

المتن صرىيا لقران / المختصرىيا ى لا تنقطع / المختم / المخضم / رحمت / المزمزع /المرشد / مرغمه / المرغب /مزيلا لغمه / المستجيب / المستغهذ / المساد / المسيح / المشذ ب/ المشرد بالعدد / ××× المشيح / مشهح / المصد ق / المصّدق / المصوف / المضخم / المضرى / المضى / المعروف / المعم / المنعين / المغرم / المغنم / المقى / المغفم / المفلج المقدم / المقوم / المكلم / الملاذ / الملبى / الملجا ٔه المليك / الملك / الملسى / الممنوع / المنتجب / ××× المنتخب / المنجد / المنقذ / منته الله / المهاب / المهذ ب / المورود موضه / موذ موذ / الموعظته / المومن / ميذ ميذ / المنيران / الميحم /

ن- النافد / النجز الناس/ النسخ /ا لناثر / الناصح / الناضر / الناطق بالحق / النمى / نبى الرحم / نبى الاسود / نبى التوبه / نبى الحرمين / نبى الرحمت/ نبىالراحته / النبى الصالح / نبى الله / نبىالمرحمته / نبى الملحمته / النبى / النجم الثاقب / نجى الله / النذير / النيسب / نصيح / ناصح / النعمته / نعمت الله/ النقيب / النقى / النور / نورالرحم / نور الله الذى لا لطفاد / الناسک / الناصب / الناظر من خلفه / الناظر من خلفه / نبى / النجيب / النجيد / النرب / /

و- الوجب / الوسط / الواسع / الواصل / الواضع / الواعد / الواعظ / الوع / الوسيله / ××× / الوفى / الوافى / / ولى الفضل / الولى / الواجد / الوالى / الوسيم / الوصى / الوهاب /

ہ- الهارى / ہدى / الهدى / هديت الله / الهاشمى / الهجود / الهمام / الهمته / الهمته / الهين /

ى- اليثربى / ياسين /

ماخوذ از مواہب اللدنیہ (قسطلانی)
اردو ترجمہ عبدالجبار ...
مطبوعہ کراچی

قصیدہ بردہ کی شروح اور تراجم کی سب سے تفصیلی فہرست فضل احمد عارف (مصنف انوار قصیدہ) شرح قصیدہ بردہ نے دی ہے انہوں نے زمانی طور پر قصیدہ بردہ کی شروح، تراجم اور اسی کی طرز پر لکھی گئی مختلف منظومات (تخمیس، تذییل وغیرہ) کا ذکر کیا ہے جو (ملخصاً) درج ذیل ہے۔

— ۷ ویں صدی ہجری —

۱۔ عبد السلام بن ادریس المراکشی (م ۶۶۰ھ) شرح کا نام نواحی البردہ فی بری الداء ہے

۲۔ ابوشامہ عبد الرحمٰن بن اسمٰعیل المقدسی المقری (م ۶۶۵ھ)

— ۸ ویں صدی ہجری —

۳۔ علی بن جابر بن موسیٰ الیمنی الشافعی (م ۷۲۵ھ)

۴۔ محمد بن عبد الرحمٰن الفارسی (م ۷۴۵ھ)

۵۔ ابو عثمان سعد بن یوسف البیری (م ۷۵۱ھ)

۶۔ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد التلمسانی الحنبلی (م ۷۷۶ھ)

۷۔ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن الزمرّدی ابن الصائغ (م ۷۷۶ھ) شرح کا نام الرقم ہے

۸۔ ابو عبد اللہ محمد بن مرزوق التلمسانی (م ۷۸۱ھ) ان کی شرح تین ناموں اظہار صدق المودۃ / دیباجہ / طبیب الحبیب کے نام سے مشہور ہے

۹۔ امام فخر الدین احمد بن محمد بن ابی بکر شیرازی نے ۷۸۲ھ اور ۸۰۹ھ کو دو شرحیں لکھیں نزہۃ الطالبین و تحفۃ الراغبین

۱۰۔ سعد الدین تفتازانی (م ۷۹۱ھ)

۱۱۔ جلال بن قوام بن الحکم (سن شرح ۷۹۲ھ)

۱۲۔ بدر الدین محمد بن بہادر زرکشی (م ۷۹۴ھ)

۱۳۔ ابو العباس احمد بن محمد بن عبد الرحمٰن الدوزی (م بحدود ۸ ویں صدی ہجری)

— ۹ ویں صدی ہجری —

۱۴۔ شیخ جلال الدین الخجندی (م ۸۰۲ھ)

۱۵۔ شہاب الدین ابو العباس احمد بن عماد الدین عبد الباقی الاقفہسی المصری الشافعی (م ۸۰۸ھ)

۱۶۔ زین الدین ابو المظفر طاہر بن حسن المعروف ابن حبیب حلبی (م ۸۰۸ھ)

۱۷۔ یوسف البساطی (سن شرح ۸۲۱ھ)

۱۸۔ شرف الدین علی یزدی (م ۸۲۸ھ)

۱۹۔ کمال الدین حسین خوارزمی (سنہ وفات بحدود ۸۴۰ھ)

۲۰۔ شیخ عفیف الدین عبد اللہ بن محمد بن خلف بن عیسیٰ اسعدی المطرزی (سن شرح ۸۶۰ھ)

۲۱۔ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف المعروف ابن ہشام نحوی (م ۸۶۱ھ)

۲۲۔ جلال الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد المحلی الشافعی (م ۸۶۴ھ) شرح کا نام الانوار المضیئۃ فی مدح خیر البریۃ ہے

۲۳۔ الفاضل مسعود بن محمود بن یحییٰ الحسینی (سن شرح ۸۶۵ھ) نام نزہۃ الطالبین و تحفۃ الراغبین ہے

←

۲۴ - ابوالفضل احمد بن ابوبکر المرعشی (م ۸۷۲ھ)

۲۵ - شیخ علی بن سعد الدین محمد قرہ تنقک البسطامی الشاہرودی (م ۸۷۵ھ)

۲۶ - شیخ نجم الدین محمد بن احمد بن عبداللہ القلقشندی الشافعی (م ۸۷۶ھ)

۲۷ - محمد بادکانی بن جلالی (م بحدود ۹۰۰ھ)

—— ۱۰ ویں صدی ہجری ——

۲۸ - شیخ زین الدین خالد بن عبداللہ ازہری (م ۹۰۵ھ) دو شرحیں تحریر کیں

۲۹ - محمد منصور قادری (زمانہ حیات بحدود ۹۲۰ھ) فارسی میں شرح لکھی

۳۰ - شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن القسطلانی (م ۹۲۳ھ)

۳۱ - قاضی زکریا بن محمد انصاری (م ۹۲۶ھ) شرح کا نام "الزبدۃ الرائقہ فی شرح البردہ الفائقہ" ہے

۳۲ - المولیٰ عبید اللہ بن یعقوب الخفاری (م ۹۳۶ھ)

۳۳ - عصام الدین ابراہیم عرب شاہ الخراسانی (م ۹۴۴ھ) فارسی شرح

۳۴ - خیر الدین خضر بن محمود بن عمر العطوفی (م ۹۴۸ھ)

۳۵ - حسن بن حسین الطالشی (حیات بحدود ۹۵۶ھ) شرح کے علاوہ اس کی تخمیس بھی کی ہے

۳۶ - محی الدین محمد بن مصطفیٰ شیخ زادہ (م ۹۵۱ھ) شرح کا نام "راحۃ الارواح" ہے

۳۷ - شیخ بدر الدین محمد بن محمد الغزی العامری (م ۹۸۴ھ) شرح کا نام "الزبدہ" ہے

۳۸ - شمس الدین ابو عبداللہ محمد حسن القدسی ابرسونی (سن کتابت شرح ۹۹۰ھ)

۳۹ - مظفر بن جعفر الحسینی (م ۹۹۷ھ) فارسی شرح

۴۰ - محمد بن بدر الدین آق حصاری (م ۱۰۰۱ھ) سن شرح ۹۹۸ھ اور شرح کا نام "طراز الحبرہ" ہے

—— ۱۱ ویں صدی ہجری ——

۴۱ - شیخ منور بن اسرائیل (م ۱۶۰۳ء)

۴۲ - احمد بن خفاجی (م ۱۰۰۱ھ)

۴۳ - احمد بن مصطفیٰ لالی دو شرحیں لکھیں ایک عربی میں "خواص البردہ" ہے دوسری ترکی میں جس کا سن تصنیف ۱۰۰۱ھ ہے

۴۴ - نور الدین علی القاری (م ۱۰۱۴ھ)

۴۵ - علی بن محمد القاری الہروی (م ۱۰۱۴ھ) شرح کا نام "زبدہ" ہے

۴۶ - محمد بن علان البالی شمس الدین (م ۱۰۳۴ھ)

۴۷ - الفاضل حسن بن محمد بن حسن الحنفی النخفی (سن تصنیف شرح ماقبل ۱۰۲۶ھ)

۴۸ - شیخ رضی الدین محمد بن یوسف بن ابی اللطیف القدسی والشافعی (م ۱۰۲۸ھ)

۴۹ - مفتی سعد الدین (م ۱۰۴۳ھ)

۵۰ - عبدالواحد بن احمد بن عاشر الانصاری (م ۱۰۴۰ھ)

←

— ۱۴ ویں صدی ہجری —

۷۶ - حسن العدوی الحمزاوی (م ۱۳۰۳ھ) شرح کا نام "النفحات الشاذلیہ" ہے

۷۷ - عثمان توفیق بے (سنہ طبع شرح ۱۳۰۰ھ) ان کی شرح ترکی زبان میں ہے

۷۸ - احمد فتحی پاشا (م ۱۹۱۴ء) ان کی شرح ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی

۷۹ - مولانا نور الحق تارالملک (سنہ طبع ۱۳۱۹ھ) نام "عطر الوردہ" ہے مطبع مجتبائی سے یہ اردو شرح دہلی میں شائع ہوئی

۸۰ - مولوی عبد المالک منشی فاضل سابق ریاست بہاولپور

۸۱ - مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری ان کی شرح کا نام "طیب الوردہ" ہے

۸۲ - مصطفیٰ احمد عارف (سن اشاعت شرح ۱۹۶۲ء) نام "انوار بردہ" ہے

— شارحین غیر معین العہد —

۸۳ - محمد بن عبد الحق البیقی

۸۴ - علی بن ابراہیم بن ادریس الطائی

۸۵ - سعید بن احمد السملالی

۸۶ - عبد اللہ بن علی الحکاشی الطبیبہ

۸۷ - حسن بن محمد النجفی

۸۸ - عبد اللہ بن فخر الدین بن یحییٰ الحسینی الموصلی

۸۹ - موسیٰ بن محمد البتردار

۹۰ - احمد بن الحاج

۹۱ - محمد بن نصیر الخبیصی کرمانی

۹۲ - محمد علی افندی "التوسل" نام سے ترکی شرح مع تخمیس جس پہ چکی ہے

۹۳ - محمد خیری افندی ترکی میں مطبوعہ شرح

۹۴ - امام سید القضاۃ حیدابادی شرح کا نام "عمارتیہ" ہے

۹۵ - ملا محمد الغنی القرابانی

— تخمیس — ۸ ویں صدی ہجری —

۹۶ - محمد بن ابو زید عبد الرحمٰن المراکشی (م ۷۳۹ھ)

۹۷ - بدر الدین احمد بن محمد بن علی الصاحبہ الحموی (م ۷۸۵ھ)

۹۸ - مجد الدین اسماعیل بن ابراہیم محمد الکنانی الحنفی (م ۷۸۲ھ)

۹۹ - فتح الدین ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن الشاہد الشافعی (م ۷۹۳ھ) انہوں نے دو تخمیس لکھیں

۱۰۰ - عبد اللطیف بن احمد الشافعی

— ۹ ویں صدی ہجری —

۱۰۱ - الاحطاری (م ۸۲۸ھ)

۱۰۲- زین الدین طاہر بن حسن بن عمر بن حبیب الحلبی (م ۸۰۸ھ)

۱۰۳- زین الدین ابو سعید شعبان بن محمد بن داؤد بن علی المصری القرشی الآثاری الحنفی الشافعی (م ۸۲۸ھ) تخمیس کا نام العقد فی التمامن ... تخمیس البردہ

۱۰۴- ابو المحاسن تقی الدین ابو بکر بن حجۃ الحموی الازراری (م ۸۳۷ھ) تخمیس کا نام البدر الحبید ہے

۱۰۵- شمس الدین محمد بن خلیل المقری الحلبی المعروف بہ ابن القباقبی (م ۸۴۹ھ)

۱۰۶- امام شہاب الدین احمد بن محمد حجازی (م ۸۷۹ھ)

۱۰۷- محمد بن احمد بن محمد التاتکانی (یا بیارکانی) طوسی (حیات کہ ۹۰۰ھ)

——— ۱۰ ویں صدی ہجری ———

۱۰۸- حسن بن حسین التالشی (م ۹۵۶ھ)

۱۰۹- خلیفہ بن احمد البسطامی (م ۹۶۰ھ)

۱۱۰- سفیان بن علی کرمانی (م ۹۷۲ھ)

۱۱۱- محمد بن احمد بن عبد اللہ بن ماماپہ بن امروک الدمشتاری (م ۹۸۷ھ)

۱۱۲- صدقۃ اللہ القاہری (م ۱۱۰۵ھ) تخمیس کا نام القصیدۃ الوتریہ ہے

——— غیر متعین العہد ———

۱۱۳- محمد بن احمد بن الحبیب القرشی المالکی البخاری

۱۱۴- ناصر الدین محمد بن عبد الصمد الخیری

۱۱۵- محمد الازہاری

۱۱۶- السید شریف افندی احمد بن ترجم

۱۱۷- عبد الرحمن بن احمد بن یوسف بن متقلش

۱۱۸- شمس الدین محمد الغیوی

۱۱۹- شہاب الدین احمد بن منصور بن صارم الدمیاطی المعروف بابن العباس

۱۲۰- الشیخ ابن قطب الدین

۱۲۱- جمال الدین حسن بن احمد صدوی تخمیس کا نام الفرج بعد الشدۃ ہے

۱۲۲- ابو بکر بن رمضان بن موسیٰ

۱۲۳- محمد ملی آفندی

۱۲۴- یحییٰ بن عبد اللہ الدفتری المصری

۱۲۵- محمد بن منصور بن عبادہ

۱۲۶- علاؤ الدین بن علی امین الدین بن سالم الجزری

۱۲۷- شہاب الدین احمد بن محمد الدین سالم الازہری

۱۲۸- محمد الدمیاطی الحنفی

۱۲۹- عبد الرحیم بن عبد الرحمن بن محمد السیوطی الجرجاوی

۱۷- سالم ابوالنجم البولاقی القاہری (تشطیر مطبوعہ ۱۳۰۴ھ)

۱۷- محمد بن ابراہیم بن خلیل الازہری تشطیر کا نام الفیوضات الرحمانیہ ہے

۱- محمد بن موسیٰ النجار تشطیر کا نام الشہباء ہے

۱- داؤد بن حسین البغدادی نقشبندی

- تذییلیہ ———

- محمد امین تذییل کا نام مفرج الشدۃ ہے

۱- احمد بن عبداللہ الدوری الجزائری (م ۹۲۳ھ)

- تراجم ———

۱- ۱۸۲۴ء میں متن مع جرمن ترجمہ WEIN جرمنی سے طبع ہوا

۱۶- ۱۸۴۷ء جرمن ترجمہ

۱۶- ۱۸۶۰ء قصیدہ مع حواشی ویانا سے چھپا

۱- ۱۸۶۹ء فارسی ترجمہ

۱۱- ۱۸۶۰ء متن کے ساتھ ایک ترکی ترجمہ چھپا

۱۰- ۱۸۷۲ء پہلا فرانسیسی ترجمہ چھپا

۱- سلوسٹرڈ ساسی (SYLVESTRE DECACY) نامی فرانسیسی مستشرق نے قصیدہ بردہ کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا

۱- ۱۸۹۴ء رینا بسے (RENA BASSET) نے قصیدہ مع حواشی شائع کیا

۱۰- ۱۸۹۳ء پہلا انگریزی ترجمہ و حواشی شیخ فیض اللہ مبارک لقمان جی نے بمبئی سے شائع کیا

۱۷- ۱۲۹۸ھ لغت تاتاریہ میں ترجمہ

۱۷- ۱۳۱۳ھ جاوا زبان میں ترجمہ و شرح

۱۷- ۱۳۰۴ھ منظوم ترجمہ اردو و فارسی از خانہ بہادر محمد حسین خان مطبوعہ رحمانی پریس دہلی

۱۷- منظوم فارسی ترجمہ مطبوعہ نولکشور از لطف اللہ مہندس

۱۷- اردو ترجمہ مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور ۱۹۳۷ء

۱۷- اردو ترجمہ مع حواشی (قمیش) تاج کمپنی لاہور

۱۰- پنجابی ترجمہ منظوم از شیخ غلام مرتضیٰ (سلسلہ اشاعت ۱۹۵۶ء) لاہور

۱۱- فارسی اردو سرائیکی منظوم ترجمہ "الورع" از مولانا عزیز الدین بہاولپوری

۱۱- اردو ترجمہ مع حواشی نور محمد چشتی

۱- انگریزی میں منظوم ترجمہ از کلوسٹن (CLOUSTON)

...یسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے) مذکورہ بالا فہرست پروفیسر فضل احمد عارف کی شرح "انوار بردہ شرح قصیدہ بردہ" مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء
...ص ۸۳ تا ۱۰۶) سے لی گئی ہے ان شروح و تراجم کے علاوہ بھی اس نوع کی کچھ اور تصنیفات ملتی ہیں جن میں درج ذیل قابل ذکر ہیں

شرح قصیدہ بردہ مع حواشی فضل احمد عارف اس کا نام "برکات بردہ" ہے یہ انوار بردہ کے شارح کی زیر نگرانی چھپی جو لاہور سے ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی

فارسی ترجمہ منظوم مولانا جامی

اردو ترجمہ منظوم محمد فیاض الدین نظامی بزدارگڑھ مع اردو ترجمہ مرقعہ شرح کے ساتھ تاج کمپنی لاہور سے شائع کئے ہیں

نوائے بردہ منظوم اردو ترجمہ علامہ فروغ احمد مطبوعہ ادب اسلامی لاہور

شرح قصیدہ بردہ علامہ نور بخش توکلی

ترجمہ اردو منظوم محمد سعید زعلوی ۵ اور ۶ یکجا لوٹ ... لاہور سے شائع ہوئی

الشوارد الفردہ علی شرح قصیدہ بردہ (پروفیسر سید محمود علی)

طیب الوردۃ فی شرح قصیدۃ البردہ (ابو الحسنات)

حسن الجزیرہ فی شرح قصیدۃ البردہ (ابو البرکات)

کواکب دریہ شرح قصیدہ بردہ (سید شیخ جی) سول ملٹری بک گوجرانوالہ

شرح قصیدہ بردہ (ملک حسن صدیقی) مکتبہ اسلامیہ کراچی

نوائے بردہ (فروغ احمد)

وغیرہ وغیرہ

## ضمیمہ ــــ ۴ میلاد نامے

تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند (جلد اول) سے دینی ادب کے ذیل سے میلاد ناموں کی ایک ذیلی فہرست دی گئی ہے جو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد عصر جدید سے پہلے لکھے گئے یہاں ان میلاد ناموں کو نقل کیا جا رہا ہے اور اس میں کچھ اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

۱۔ سعد البیان (حضرت شاہ احمد سعید دہلوی) تصنیف ۱۲۷۷ھ

۲۔ محامل الانوار فی احوال سید الابرار (مولانا عبد المجید الولی)

۳۔ احوال النبی (مولانا محمد حیات)

۴۔ مولود شریف (شاہ محمد سلامت اللہ لکھنوی)

۵۔ عشق مصطفیٰ (قربان علی سالک)

۶۔ جلاء القلوب بذکر المحبوب (سید احمد خان) تصنیف ۱۲۸۵ھ

۷۔ نظم الدرر فی سلک شق القمر (مولانا عبد الحلیم فرنگی محل) ۱۲۸۵ھ

۸۔ نور الایمان فی آثار حبیب الرحمان (" ) "

۹۔ رسالہ میلاد النبی (مولانا عبد الرزاق فرنگی محل) م ۱۳۰۷ھ

۱۰۔ تنشیط الحشاق فی احوال النبی المشتاق (" ) "

۱۱۔ خدا کی رحمت (مقدم امام شہید م ۱۲۹۶ھ)

۱۲۔ میلاد شریف شہید " "

۱۳۔ مولود شریف بہاریہ " "

۱۴۔ سودائے آخرت (عبد القادر)

۱۵۔ مولود شریف (مولانا حالی) تصنیف ۱۲۸۱ھ

۱۶۔ اسعد المجالس (محمد وجیہ)

۱۷۔ میلاد النبی (مولوی حفاظت حسین) تصنیف ۱۲۸۳ھ

۱۸۔ مولود مرضیہ بہادر (علی بہادر مرزا)

۱۹۔ مولود شریف (باقر علی لکھنوی) تصنیف ۱۲۹۲ھ

۲۰۔ مولود منظوم (فضل رسول) "

۲۱۔ منظر میلاد (وزیر علی عاقل) تصنیف ۱۳۰۰ھ

۲۲۔ خیابان آفرینش (امیر مینائی)

۲۳۔ سرور بشیر (منور حسین بشیر)

۲۴۔ نور محمدی (محمد اسماعیل)

۲۵۔ میلاد و سوانح عمری محمد صلی اللہ علیہ وسلم (حبیب اللہ)

۲۶۔ ریاض الاذکار (رشید الدین رضوی)

۲۷۔ شمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ (جمیل احمد)

۲۸- میلاد محمدی (عبد اللہ مقبول احمدی)

۲۹- الدرر المنتظم فی بیان المحکم (عبد الحق الہ آبادی)

۳۰- فضائل محمدی (عبد الحفیظ)

۳۱- تاریخ احمد (سراج الدین)

۳۱- میلاد سرور انبیاء (سرور علی کافی)

۳۲- ناظر الحبیب فی اسماء الحبیب (ناظر علی)،

۳۳- محفل میلاد (محسن الملک)

۳۵- شمع ہدایت (حیدر علی پروانہ)

۳۶- نبی نامہ (محمد علی خان)

۳۷- مولود نامہ (مظہر الاسلام)

۳۸- انوار احمدی (انوار اللہ خان) تصنیف مجدد ۱۳۱۷ھ - ۱۳۲۳ھ

۳۹- سیرِ مصطفیٰ (شاہ جہاں بیگم بھوپال) تصنیف مجدد ۱۳۱۳ - ۱۳۲۳ھ

۴۰- احسن المیلاد (احسن علی احسن) تصنیف ۱۳۲۸ھ

۴۱- میلاد حمیدی (حمید الدین) تصنیف ۱۳۲۸ھ

۴۲- مولود سلطان الانبیاء (حبیب اللہ) تصنیف ۱۹۱۲ء

۴۳- سچا میلاد شریف (ابو البیان) تصنیف ۱۹۱۵ء

۴۴- محفل نبی (ترجمہ محمد جان شاہ)

۴۵- میلاد مصطفوی (وزیر حسین)

۴۶- ذکر میلاد (تجمل حسین)

۴۷- نشر الطیب (مولانا اشرف علی تھانوی)

۴۸- طریقۂ میلاد "

۴۹- سرچشمۂ رحمت (حبیب الدین)

۵۰- محمدی سرکار (خواجہ حسن نظامی)

۵۱- محمد درشن "

۵۲- اسوۂ رسول "

۵۳- اسوۂ حسنہ (حشمت علی)

۵۴- میلاد محمدی (خواجہ حافظ علی) تصنیف مجدد ۱۹۲۰ - ۱۹۲۵ء

۵۵- فردوس تقی (تقی الدین چشتی) "

۵۶- میلاد حبیب (حبیب حسین) "

۵۷- میلاد نامہ جدید (عبد الرزاق ملیح آبادی) "

۵۸۔ تحفۂ عثمانیہ (محمد عظیم) تصنیف مدور ۱۹۲۰ سے ۱۹۲۵ء

۵۹۔ طریقۂ حسنہ (رحمٰن علی خان) "

۶۰۔ محامد النبیؐ (حامد علی) "

۶۱۔ ولادت سرور عالم (عبدالحلیم شرر) "

۶۲۔ ذکریٰ (ابوالکلام آزاد) "

۶۳۔ ذکر میلاد ( " ) "

۶۴۔ نور ہدایت (ایم اسلم) "

۶۵۔ میلاد سرفرازی (یاور حسین) "

۶۶۔ ذکر حبیب (حبیب الرحمٰن خان شروانی)

۶۷۔ ظہور خاتم الانبیا (محمد ادریس کاندھلوی)

۶۸۔ سبحان المولود (محمد معروف)

۶۹۔ مولود سعیدی (محمد سعید)

۷۰۔ سرور کائنات (اولاد علی)

۷۱۔ میلاد النبیؐ (عبدالسبحان)

۷۲۔ ذکر مبارک (عبدالرحمٰن نگرامی)

۷۳۔ میلاد محمدی (محمد بن ابراہیم)

۷۴۔ اذکار جمیل (علم الدین نیرنگ)

۷۵۔ اعجاز احمدی (جلال الدین)

۷۶۔ حبیب خدا کی عیدی (صفیر محمودی)

۷۷۔ میلاد اکبر (اکبر خان میرٹھی)

۷۸۔ ذکر حبیب (عبدالحلیم صدیقی)

۷۹۔ آفتاب عالم (صادق حسین)

۸۰۔ پیغام رحمت (عبدالمجید)

۸۱۔ مولود طیش (سید چراغ علی طیش)

۸۲۔ زیور ایمان (میلاد برائے خواتین / مولوی محمد علی خان سعید ملکوی)

۸۳۔ میلاد مقبول (کیفی المسلمی الامروہی)

۸۴۔ میلاد گوہر (منشی گوہر علی خان گوہر رامپوری)

۸۵۔ تحفۃ الرسولؐ (شاہ محمد حنیف الدین احمد فریدی آروی)

۸۶۔ مولود سعدی (؟)

۸۸۔ مولود شریف جدید (محمد قمر الدین)

۸۹۔ احیاء القلوب فی مولد المحبوب (مولانا محمد عبد الجلیل بن عبد الحبیب)

۹۰۔ صبح کا ستارہ (مولوی محمد عباس ابن ناصر)

۹۱۔ شمع ہدایت الموسوم صبح کا ستارہ (سید منیر الدین)۔

۹۲۔ ذکر حبیب (علامہ شاہ محمد عبد الحلیم صدیقی قادری)

۹۳۔ گلاب کا پھول (منزیر)

۹۴۔ میلاد پیغمبر (درد کاکوروی)

۹۵۔ سراج منیر فی میلاد سید البشیر و النذیر ؟

۹۶۔ میلاد خلیل (حافظ مولوی ابراہیم علی خان خلیل)

۹۷۔ میلاد سطیر (حمید الدین حمید)

۹۸۔ آمنہ کا لال (راشد الخیری)

۹۹۔ مولود شریف عزیزیہ (حافظ عبد العزیز)

۱۰۰۔ مولود شریف جدید (مولوی احمد خان صوفی)

۱۰۱۔ زیور ایمان مولود شریف برائے خواتین (مولوی انور علی) اس نام سے ایک مولود شریف مصنفہ سعید لکھنوی کا ذکر پہلے آچکا ہے

۱۰۲۔ مولود شریف مرلہ مانڈ جیر (مولوی سعادت اللہ)

۱۰۳۔ مولود شریف مع خصائل چار یار مطبع گلشن احمدی لکھنؤ

۱۰۴۔ شمس الضحیٰ فی میلاد المصطفیٰ (مولوی حبیب اللہ)

۱۰۵۔ مجموعہ میلاد مصطفوی (مشتمل صد رسالہ و دیگر) (سید وزیر حسن رضوی)

۱۰۶۔ خدا کی رحمت (مولوی سعادت اللہ)

۱۰۷۔ مولود شریف برزنجی (محمد عبد الغنی قادری)

۱۰۸۔ راحت القلوب فی مولود المحبوب مع حلیہ شریف منظوم (مولوی عبد السمیع بیدل)[1]

---

۱۔ اس سلسلے میں قاموس الکتب (حصہ اول) مرتبہ انجمن ترقی اردو، پاکستان میں میلاد ناموں کی طویل فہرست بھی قابل ذکر ہے

ضمیمہ ۵

## غیر مسلم شعراء کی نعتیہ شاعری

غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی کی روایت کا آغاز جنوبی ہند ہی سے ہو چکا تھا ۔ اور مسلمان شاعروں کی طرح ہندو
روں نے بھی عقیدت و محبت کے اظہار کے طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و نعت کو بھی اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا ۔ لچھمی نرائن شفیق کا "معراج نامہ" اور
مکھن لال مکھن کا نعتیہ کلام اس اظہار عقیدت کے نمونے ہیں ۔ شفیق نے مثنوی کی ہیئت میں معراج کے واقعات شاعرانہ انداز میں رقم کئے ہیں ۔ بشریٰ القرام اور برجستگی ان کے
ب کی نمایاں خصوصیات ہیں ۔ جبکہ راجہ مکھن لال نے اپنی نعتوں میں عربی فارسی اور قرآن و احادیث کے حوالے دیئے ہیں ۔ خلوص و عقیدت اور حضور اکرم سے نجات و شفاعت طلبی کے مضامین
کے ہاں عام ہیں ۔

ع حمید و احمد و محمود تم ہو یا رسول اللہ ۔ سعید و اسعد و مسعود تم ہو یا رسول اللہ
ہر آن و زماں موجود تم ہو یا رسول اللہ ۔ جل دو جہاں کے مرے مقصود تم ہو یا رسول اللہ ۔[1]

ع سورۂ والشمس ہے تو حق عارض پر گواہ ۔ زلف مشکیں تس پہ جوں واللیل ہے بے اشتباہ
آیہ انا فتحنا فتح ہیں ہے شمع راہ ۔ قاتل حساد دیں تم ہو تیغ لا الٰہ

یا رسول اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے ۔[2]

اسی طرح بعض ہندو شاعروں کے ہاں نعت کے کچھ شعر مل جاتے ہیں ۔ مثلاً بالا پرشاد ربط کا یہ شعر دیکھیئے

ع لکھو پر اگر شمع رسالت کی تکوں میں ۔ خامہ سے نکل ہووے شق القمر آوے ۔[3]

ہندو شاعروں کی نعت گوئی کا حقیقی دور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہوا ۔ عصر جدید میں ہمیں متعدد ایسے غیر مسلم شاعر ملتے ہیں ۔ جنہوں نے مقدار اور معیار
عتبار سے اس روایت کو آگے بڑھایا ۔ اس کے پس منظر میں سیاسی و معاشرتی عوامل ہیں ۔ ایک بڑی وجہ وہ رواداری کی فضا ہے جو جنگ آزادی کے بعد ہندو مسلم قوموں میں
نسبتاً کچھ نمایاں ہوئی تھی ۔ انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں اگرچہ مسلمانوں نے بڑا کردار ادا کیا ۔ مگر بعض جگہوں پر ہندو بھی مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑے ۔ ایک
جد و جہد حصول آزادی کی جنگ ( جو قریب قریب ایک صدی پر پھیلی ہوئی ہے ) میں مقصود و منزل کی ہم آہنگی ہی دونوں قوموں میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے
معاشرت میں اگرچہ ہندو مسلم تعلقات میں ایک کشیدگی ہمیشہ رہی اور دونوں قوموں کے تہذیب و تمدن میں واضح اختلاف رہا ۔ اس کے باوجود اہل فکر و قلم کے حلقوں میں
رواداری کی فضا ملتی ہے ۔ جدید علوم اور برصغیر کی بدلتی ہوئی معاشرت میں مذہبی عصبیتوں کا جوش اور شدت ذرا کم پڑا تو اس رواداری میں اضافہ ہوا ۔
مہ اقبال کی " شیوالہ " " نانک " " رام " اور " سوامی رام تیرتھ " پر لکھی ہوئی نظمیں اسی رواداری کی علامت ہیں ۔ اسی طرح ہندو شاعروں کے ہاں
رسول اکرم اور بزرگان دین کی منقبت کے نمونے نظر آتے ہیں ۔ رواداری اور یگانگت کے اسی جذبے کے فروغ کے لئے بعض ادبی و سیاسی اور مذہبی و ثقافتی
بات میں ایک دوسرے کے مشاہیر کو خراج عقیدت پیش کرنے کا رواج ہوا ۔ ہندو شاعروں کے ہاں نعت گوئی کے ذوق کو اسی ماحول میں جلا ملی ۔
سیاسی و معاشرتی عوامل میں سب سے بڑھ کر رحمۃ للعالمین کی ذات گرامی ہے ۔ جن کی سیرت و کردار اور پیغام نے اہل فکر لوگوں کو خاص طور پر
ثر کیا اور انہوں نے اپنے تاثرات کو قلمبند کرکے اس روایت کو مستحکم کیا ۔ حضور اکرم کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے تاثرات و اشعار اور نظم و نثر میں

---

۱ - اردو کی نعتیہ شاعری ( ڈاکٹر طلحہ برق ) ص ۳۲

۲ - راجہ مکھن لال کا قلمی دیوان کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے ۔ ڈاکٹر اشفاق نے اردو میں نعتیہ شاعری ( ص ۲۴۲ - ۲۴۶ ) میں ان کے نعتیہ کلام کا انتخاب درج کیا ہے ۔ جس میں سے یہ شعر لئے گئے ہیں ۔

۳ - دکن میں اردو ( ہاشمی ) ص ۳۴۴

اُن کی تحریروں کی تدوین جدید سیرت نگاری کا ایک مستقل باب ہے۔ اور اس موضوع پر متعدد مضامین اور کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں۔

نعت کے عصرِ جدید میں پہلے غیر مسلم اہم نعت گو منشی شنکر لال ساقی (م ۱۸۹۰ھ) ہیں۔ انہوں نے جنگِ آزادی سے قبل شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ مگر انہیں ... میں نصیب ہوئی۔ انہوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں نعتیہ اشعار کہے۔ محمد الدین فوق نے "اذانِ بتکدہ" میں ان کا نمونہ کلام دیا ہے چند شعر درج ذیل ہیں ... اُن کے خلوص و عقیدت مندی کے مظہر ہیں۔

ہر اِک لفظ نعتِ احمدی سے دُر ٹپکتا ہے ۔ لکھو جو دائرہ ہووے مہِ کامل کا ہالا ہے

جیتے جی روضۂ اقدس کو نہ آنکھوں دیکھا ۔ روح جنت میں بھی ہوگی تو ترستی ہوگی

نعت لکھتا ہوں مگر شرم مجھے آتی ہے ۔ کیا مری اُن کے مدح خوانوں میں ہستی ہوگی

آیتِ لولاک سے ظاہر تھی عظمت آپ کی ۔ سب سے پہلے تھا یہی نور نہاں قندیل میں

کیا کہوں جلوہ تھا کیا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ ۔ رہ گئی تھی دیکھ کر حیران و ششدر چاندنی [1]

ساقی کے شعروں میں خلوص و عقیدت کا عنصر ہے جو ان کے ذوقِ نعت اور حُبِّ رسولؐ کا ترجمان ہے۔

مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد (م ۱۳۵۹ھ) کے نعتیہ کلام "ہدیۂ شاد" کی اشاعت ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ یہ پہلے معروف ہندو نعت نگار ... انہوں نے کثرت سے نعتِ رسول اکرمؐ کہی۔ ان کا مجموعہ نعت قریباً ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں غزل و قصیدہ اور مخمس کی شکل میں نعتیں ملتی ہیں۔ انہوں نے نعتیہ سلام بھی لکھے جو ان کی بارگاہ رسالت سے خلوص اور وابستگی کے مظہر ہیں۔ شاد کے نعتیہ اشعار جذب و شوق اور حبِّ رسولؐ سے لبریز ہوتے ہیں۔ اور محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کسی غیر مسلم کا کلام ہے۔ چند شعر دیکھیے۔

کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے میں کیا ہوں ۔ پر بندہ ہوں اُس کا جو ہے سلطانِ مدینہ [2]

کافرِ عشقِ محمدؐ ہوں میں شاد ۔ سبحہ سے بڑھ کر مرا زنار ہے [3]

طوافِ روضہ عینِ حج ہے اے شاد ۔ مرا کعبہ مدینے کی گلی ہے [4]

شاد کے کلام میں رسمی اور تقلیدی نعت گوئی کی بجائے حقیقی نعت گوئی کی جھلک ملتی ہے۔ ان کی نعتوں کی بڑی خوبی ان کی تاثیر ہے۔ مختصر بحروں اور سادہ زمینوں میں ان کی یہ نعتیں دیکھیے جو سہلِ ممتنع کے نمونوں میں شمار ہوتی ہیں۔

سازگار اپنا زمانہ ہو گیا ۔ ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا [5]

مدینے کو چلو دربار دیکھو ۔ رسول اللہ کی سرکار دیکھو [6]

محمد پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے ۔ ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے [7]

ان کی نعتوں میں عربی الفاظ و تراکیب بھی ملتی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نعت کی زبان اور اس کے انداز کے جملہ پہلوؤں سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ... شعر دیکھیے۔

اُن کا کہنا ہے وحی ما اوحیٰ ۔ نہ بناوٹ نہ اس میں کوئی قصور [8]

شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ، خیر الوریٰ، نور الہدیٰ ۔ شانِ خدا، فضلِ الٰہ، شاہنشہ، کرسی نشیں

ختم الرسل، ہادیٔ کل، ہیں باعثِ ہر جز و کل ۔ سلطانِ دیں، شمس الیقیں، ہیں رحمۃ اللعالمین [9]

یہ پورا شعر ایک قصیدہ کا ہے جو ۱۲۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ چھوٹی بحر میں یہ قصیدہ شاد کی نعت گوئی کا کمال ہے۔

---

۱- اذانِ بتکدہ (فوق) ص ۳۳ - ۳۵

۲ — ۹ - ہدیۂ شاد (کشن پرشاد شاد) ص ۹۲ / ۱۲۸ / ۱۱۲ / ۳ / ۸۱ / ۱۱۸ / ۱۲۲ /

شاد کے مضامین نعت کا غالب حصہ اظہار عشق و وابستگی رسول اور اوصاف محمدی کے تذکار پر مشتمل ہے۔ کہیں کہیں احد اور احمد بے میم کے مضمون بھی باندھے ہیں جن پر غیر اسلامی عقائد کے اثرات نظر آتے ہیں۔ انہیں اس امر کا بھی شدت سے احساس ہے کہ وہ مسلمان نہیں اگر شعروں میں وہ اپنے کفر کا حوالہ دیتے ہوئے آکرم کی رحمۃ اللعالمینی کے صدقے عفو و بخشش کے طلبگار ہوتے ہیں۔ ایسی جگہوں پر ان کے شعر موثر اور کیف آور ہیں۔

کلام کی کثرت اور کیف کے باعث غیر مسلم نعت نگاروں کے دو تین بڑے شاعروں میں شاد شمار ہوتے ہیں۔ داخلی کیفیات محبت کے ساتھ ساتھ انہوں نے حضرت کے ظاہری جمال کے بارے میں متعدد شعر لکھے ہیں جن میں آپ کے زلف و عارض، خد و خال اور ابرو و قامت کے حسن کو تشبیہ و استعارے کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ ان کے سماجی منصب و مرتبہ اور ان کی نعت گوئی نے غیر مسلم حلقوں میں نعت کی تشہیر و اشاعت کو فروغ بخشا۔

دلو رام کوثری (۱۳۶۵ھ) اس سلسلۂ نعت کے سب سے معروف شاعر ہیں۔ ان کے حب رسول اور شغف نعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ برصغیر کے مشہور صوفی پیر جماعت علی شاہ نے انہیں "حسان الہند" کا خطاب دیا۔

ہے حسان ہند تو میں ود سرا ہوں - نہیں فرق اول میں ثانی میں رکھتا
خدا نے مجھے سونپی محفل عرب کی - مجھے بزم ہندوستانی میں رکھا[۱]

دلو رام کوثری کے موضوعات نعت میں اس امر کا اظہار بکثرت پایا جاتا ہے کہ وہ ہندو ہیں اور ان کا تعلق اس دین و مذہب سے نہیں جسے پیغمبر اسلام نے پیش کیا۔ اس احساس محرومی کے باوجود ان کے لب و لہجہ میں آنحضرت کی رحمۃ اللعالمینی، محبت و شفقت اور آپ کے حلم و درگزر کا مکمل یقین ہے۔ یہ یقین ان کی نعتیہ شاعری میں اتنا راسخ نظر آتا ہے کہ ان کے لب و لہجہ پر ہندو ہونے کا گمان تک نہیں ہوتا۔

کوثری کی نعت پر غزل و تغزل کے اثرات نمایاں ہیں۔ مگر ان کے اسلوب میں داخلیت کے عنصر نے ان کی نعت کو حسن و تاثیر سے بھر دیا ہے۔ عشق محمدی کی سرشاری اور ذوق نعت سے شیفتگی کا اظہار ان کی نعت گوئی کے نمایاں اوصاف ہیں۔ اپنے ہندو ہونے کے ناطے انہوں نے نعت میں نئے نئے مضامین پیدا کیے ہیں۔ درج ذیل شعر دیکھیے۔

کچھ عشق پیمبر میں نہیں شرط مسلمان - ہے کوثری ہندو بھی طلبگار محمد[۲]
کر لے ہندو بیاں اس طرز سے تو وصف احمد کا - مسلماں مان جائیں لوہا سب تیغ مہند کا[۳]
لے کے دلو رام کو حضرت گئے جنت میں جب - غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کے ساتھ ہے[۴]

یہ مضامین و خیالات اردو نعت میں اضافہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ کوثری سے قبل نعت میں اس طرح کے مضامین نہیں نظر آتے۔ نعت میں ندرت و جدت اسلوب کے ساتھ کوثری کی دوسری خصوصیت میں سادگی و سلاست کے عناصر ہیں جنہوں نے ان کی نعتوں میں تاثیر اور کیف کو ابھارا ہے۔ ان کی نعتوں میں قرآن و احادیث کے حوالے اور اسلوب بیان میں فارسی و عربی کے الفاظ و تراکیب رچے بسے نظر آتے ہیں۔ اور کہیں غیریت اور اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے اور اسلام اور پیغمبر اسلام سے ذاتی رغبت و محبت کے سبب تہذیبی و ثقافتی طور پر کوثری ایک مسلمان ہی تھے[۵]۔ ان کی نعتیہ شاعری کی فضا اس حقیقت کی گواہ ہے۔

عرش ملسیانی صاحب دیوان نعت گو ہیں۔ ان کا نعتیہ مجموعہ "آہنگ حجاز" اگرچہ مختصر ہے مگر اختصار کے باوجود نعت گوئی کے جذبہ ذوق کا ترجمان ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے عرش کی نعتیہ شاعری کا ذکر کرتے ہوئے جس پہلو کو خصوصیت سے بیان کیا ہے وہ ہندو مسلم ربط

---

۳ - اذان شاد (ظہیر الدین فوق، مرتبہ) ص ۲۴ / ۱۹ / ۲۰ / ۲۵

۵ - ایک روایت کے مطابق "آخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کوثر علی کوثری ہو گئے" ان کا مزار غالباً مشہور قبرستان میانی صاحب (لاہور) میں ہے۔ ماہنامہ "شام و سحر" لاہور (مارچ ۱۹۷۶ء) ص ۲۳

---

قومی اور اجتماعی حیثیت سے ---- وہ اس وقت کتنی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں ایک پل ایک برزخ ایک حرف ربط کا کام دے رہے ہیں دو بڑی قوتوں، دو بڑی تہذیبوں، دو بڑے مذہبوں کے درمیان۔ وہی خدمت جو ماضی قریب میں اس ملک و وطن کی دو محترم ہستیاں انجام دے چکی ہیں مسز سروجنی نائیڈو اور دوسرے مہاراجہ یمین السلطنت سر کشن پرشاد شاد" یہ ایک حقیقت ہے کہ اپنی نعتوں سے عرش نے مذہبی تعصب سے بالاتر ہو کر معاشرہ میں محبت و رواداری کے جذبے کو فروغ دیا۔

[illegible] صلاحیت اور تخلیقی استعداد نے ان کی نعتوں کو فنی محاسن سے بھر دیا ہے۔ سادگی جذبات نگاری اور اظہار شیفتگی ان کی نعتوں کے نمایاں

شاد کے مضامینِ نعت کا غالب حصہ اظہارِ عشق و وابستگیٔ رسول اور اوصافِ محمدی کے تذکار پر مشتمل ہے۔ کہیں کہیں احد اور احمد بے میم کے مضمون بھی با... ہیں جن پر غیر اسلامی عقائد کے اثرات نظر آتے ہیں۔ انہیں اس امر کا بھی شدت سے احساس ہے کہ وہ مسلمان نہیں اگر شعروں میں وہ اپنے کفر کا حوالہ دیتے ... حضور اکرمؐ کی رحمۃ اللعالمینی کے صدقے عفو و بخشش کے طلبگار ہوتے ہیں۔ ایسی جگہوں پر ان کے شعر موثر اور کیف آور ہیں۔

کلام کی کثرت اور کیف کے باعث غیر مسلم نعت گو شاعروں کے دو تین سرِ فہرست ناموں میں شاد بھی شمار ہوتے ہیں۔ داخلی کیفیاتِ محبت کے ساتھ ساتھ انہو[ں نے] آنحضرت کے ظاہری جمال کے بارے میں متعدد شعر لکھے ہیں جن میں آپ کے زلف و عارض، خد و خال اور ابرو و قامت کے حسن کو تشبیہہ و استعارہ کے رنگ [م]یں پیش کیا ہے۔ ان کے سماجی منصب و مرتبہ اور ان کی نعت گوئی نے غیر مسلم حلقوں میں نعت کی تشہیر و اشاعت کو فروغ بخشا۔

دلّو رام کوثری (۱۳۶۵ھ) اس سلسلۂ نعت کے سب سے معروف شاعر ہیں۔ ان کے حبِ رسول اور شغفِ نعت کا اندازہ اس سے [لگایا جا س]کتا ہے کہ برصغیر کے مشہور صوفی پیر جماعت علی شاہ نے انہیں "حسان الہند" کا خطاب دیا۔

ہے حسانِ ہند تو میں رد سرا ہوں - نہیں فرق اول میں ثانی میں رکھتا
خدا نے مجھے سونپی محفل عرب کی - مجھے بزمِ ہندوستانی میں رکھا[1]

دلّو رام کوثری کے موضوعاتِ نعت میں اس امر کا اظہار بکثرت پایا جاتا ہے کہ وہ ہندو ہیں اور ان کا تعلق اس دین و مذہب سے نہیں جسے پیغمبرِ اسلام [نے پیش] کیا۔ اس احساسِ محرومی کے باوجود ان کے لب و لہجہ میں آنحضرت کی رحمۃ اللعالمینی، محبت و شفقت اور آپ کے حلم و درگزر کا مکمل یقین ہے۔ یہ یقین [ان کی] نعتیہ شاعری میں اتنا راسخ نظر آتا ہے کہ ان کے لب و لہجہ پر ہندو ہونے کا گمان تک نہیں ہوتا۔

کوثری کی نعت پر غزل و تغزل کے اثرات نمایاں ہیں۔ مگر ان کے اسلوب میں داخلیت کے عنصر نے ان کی نعت کو حسن و تاثیر سے معمور کیا ہے۔ عشق و [...] سرشاری اور ذوقِ نعت سے شیفتگی کا اظہار ان کی نعت گوئی کے نمایاں اوصاف ہیں۔ اپنے ہندو ہونے کے ناطے انہوں نے نعت میں نئے نئے مضامین [پیدا کئ]ے ہیں۔ درج ذیل شعر دیکھئے۔

کچھ عشقِ پیمبر میں نہیں شرط مسلماں - ہے کوثری ہندو بھی طلبگارِ محمدؐ[2]
کرے ہندو بیاں اس طرز سے تو وصفِ احمد کا - مسلماں جان جائیں لوگ سب تیغ مہند کا[3]
لے کے دلّو رام کو حضرت گئے جنت میں جب - غل ہوا ہندو بھی محبوبِ خدا کے ساتھ ہے[4]

یہ مضامین و خیالات اردو نعت میں اضافہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ کوثری سے قبل نعت میں اس طرح کے مضامین نہیں نظر آتے۔ ندرت و جد[ت کے ساتھ] اس اسلوب کے ساتھ کوثری کی دوسری خصوصیات میں سادگی و سلاست کے عناصر ہیں جنہوں نے ان کی نعتوں میں تاثیر اور کیف کو ابھارا ہے ان کی نعتوں [مے]ں قرآن و احادیث کے حوالے اور اسلوبِ بیاں میں فارسی و عربی کے الفاظ و تراکیب رچے بسے نظر آتے ہیں۔ اور کہیں غیریت اور اجنبیت کا احساس نہیں [ہوت]ا۔ مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے ذاتی رغبت و محبت کے سبب تہذیبی و ثقافتی طور پر کوثری ایک مسلمان ہی تھے[5] ان [کی] نعتیہ شاعری کی فضا اس حقیقت کی گواہ ہے۔

عرش ملسیانی صاحبِ دیوان نعت گو ہیں۔ ان کا نعتیہ مجموعہ "آہنگِ حجاز" اگرچہ مختصر ہے مگر اختصار کے باوجود نعت گوئی کے بہترین [...] ترجمان ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے عرش کی نعتیہ شاعری کا ذکر کرتے ہوئے جس پہلو کو خصوصیت سے بیان کیا ہے وہ ہندو مسلم اتحاد [...]

---

۱ ـ ۴ ـ اذانِ بتکدہ (محمد الدین فوق، (مرتبہ)) ص ۲۳ / ۱۹ / ۲۰ / ۲۵

۵ - ایک روایت کے مطابق "آخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کوثر علی کوثری ہو گئے ان کا مزار غالباً مشہور قبرستان میانی صاحب (لاہور) میں [...]"
ماہنامہ "شام و سحر" لاہور (مارچ ۸۶ء) ص ۷۳

مجموعی غیر مسلموں کی نعت گوئی اردو نعت کے ایک منفرد اسلوب کی عکاسی ہے ۔ اس کا بڑا حصہ اگرچہ رسمی انداز پر مشتمل ہے مگر مگھند ، ساقی ، منشاد
عرش اور آرزو سہارنپوری وغیرہ کے ہاں حقیقی نعت گوئی کے بعض ایسے نمونے بھی نظر آتے ہیں جو موضوع و اسلوب کی انفرادیت رکھتے ہیں ۔ انہوں نے شان رسالت
کو پرخلوص طریق پر محسوس کیا ہے اور صنف نعت وحبِ رسول کے بارے میں ایسے خیالات و تجربات کا اظہار کیا ہے جو اردو نعت میں ایک مستحسن اضافہ ہیں ۔
مسلموں کی نعت گوئی کا آغاز اگرچہ حضور اکرم کی حیاتِ طیبہ میں ہی ہو چکا تھا (اعشیٰ کے نعتیہ اشعار اس کی اولین مثالوں میں سے ہیں) بلکہ آپ کے بارے میں
ت میں یہودی علماء کے توصیفی و توضیحی فقروں اور شعروں کو اسی عنوان کے تحت جمع کیا جاسکتا ہے ۔ مگر یہ فخر برصغیر کے غیر مسلم شاعروں ہی کو حاصل ہے کہ انہوں
میں نمایاں طور پر اضافہ کیا ۔ اردو میں غیر مسلم شاعروں کی نعت کا جو سیلاب نظر آتا ہے اس کی مثال عربی و فارسی میں نظر نہیں آتی ۔ "اذان بتکدہ"
الدین فوق) ، ہندو شعرا دربار رسالت میں (میاں محمد محفوظ الرحمان) غیر منقوطہ نعتیہ دیوان (دلورام کوثری) بہ یہ شاد (سرکشن پرشاد شاد)
از (عرش ملسیانی) اور ظہور قدسی (آرزو سہارنپوری) اس کا ثبوت ہیں ۔ ان انفرادی مجموعوں اور نعتیہ انتخابات کے علاوہ متعدد مضامین کی شکل میں
شاعروں کے نعتیہ اشعار کا جائزہ ملتا ہے ۔
اردو میں اس نوع کی نعتیہ شاعری میں معیار و مقدار کا جو اضافہ ملتا ہے اس کا سبب برصغیر کی مخصوص معاشرت و ماحول ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے
ہندوستان کی مخلوط فضا میں ہندو اور مسلمانوں کو مذہب و ثقافت کے اختلاف کے باوجود بعض سطحوں پر رواداری کا مظاہرہ کرنا پڑا ۔ کم از کم کلچر کی جغرافیائی
دونوں قوموں میں بھائی چارے کی فضا قائم رکھنے کی ضرورت و اہمیت پر ہمیشہ زور دیا جاتا رہا ہے ۔ شاعرانہ مسلک کے حامل ادیبوں کے ہاں ایک دوسرے
احترام کی فضا ہمیشہ موجود رہی ۔ برصغیر پاک و ہند میں غیر مسلم شاعروں کی نعت گوئی کے محرکات میں احترام کا یہ عنصر خصوصی اہمیت کا حامل ہے ۔ آج
ہندوستان کے نعتیہ شاعروں میں غیر مسلموں کی نعت گوئی اسی احترام و رواداری کا ثبوت ہے ۔
[illegible] رسمی اور معاشرتی سبب کے علاوہ غیر مسلموں میں نعت گوئی کی حقیقی وجہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کی صداقت ہے ۔ آنحضرت کی پر عظمت انقلاب
[illegible] شخصیت ، تاریخ ساز پیغام اور اسوۂ حسنہ کے مثالی نمونہ کے مطالعہ سے غیر مسلم بھی آپ کے کردار و سیرت کے قائل ہوئے ۔ غیر مسلموں کی لکھی ہوئی سیرت
اکرم کی سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں نعتیں اسی جذبہ عقیدت و محبت اور شکر و احسان کی ترجمانی ہیں ۔ بقول ماجد دریا آبادی "جو مسلمان گیارہ سو سال تک
اقتدار کے رتبے پر فائز رہے نا ممکن تھا کہ اس طویل یکجائی اور ہمسائیگی میں غیر مسلم اسلام سے متاثر نہ ہوتے ۔ یہ تاثر مختلف صورتوں میں
ہوا ۔ لاکھوں خوش نصیب آغوش اسلام میں آگئے لاکھوں کے عقائد و افکار میں بنیادی تغیر پیدا ہوا ۔ اور خود ان کے اندر زبردست اصلاحی تحریکیں
[illegible] بے شمار اصحاب ایسے بھی تھے جو اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے بھی رسول پاک صلعم کے بارے میں ویسے ہی محبت افروز جذبات کو اپنے اندر
رہے جیسے مسلمانوں کے سینوں میں ہمیشہ موجزن رہے ۔ اگر یہ نعتیں ناموں کی تصریح کے بغیر شائع کردی جائیں تو کسی کو تمیز نہ ہو سکے کہ یہ غیر مسلموں کی لکھی
ہوئی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " ؎

---

؎ آہنگِ حجاز (عرش ملسیانی) دیباچہ ماجد دریا آبادی ص ۷

ضمیمہ ۷

## خواتین کی نعتیہ شاعری

خواتین کی نعتیہ شاعری کا پہلا اہم نمونہ قبیلہ بنی نجار کی خاتون کے درج ذیل اشعار ہیں جو غلطی سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں

واجمل منک لم ترقط عینی ۔ واحسن منک لم تلد النساء
خلقت مبرأ من کل عیب ۔ کأنک قد خلقت کما تشاء [۱]

آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ، حلیمہ سعدیہ، کے چند اشعار بھی آپ کی مدح میں کہے گئے اولین نمونہ نعت میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ جنہیں خواتین نے لکھا۔ سفر ہجرت مدینہ میں ام معبد کا کہا ہوا سراپائے حضور اکرم بھی نثر میں ہونے کے باوجود نعت کا عمدہ نمونہ ہے۔ آنحضرت کی وفات مبارک پر صحابہ کرام کی طرح صحابیات نے بھی شعروں میں رثائی جذبات و خیالات کا اظہار کیا۔ جناب عائشہ، جناب فاطمہ، جناب صفیہ، جناب عاتکہ کے کہے ہوئے مختصر مرثیے نعت صحابیات کے مطالعہ میں ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ نعت کے موضوع میں وفات رسول اکرم پر مرثیہ کا انسانی اظہار دردانگیز اور موثر ہے۔ عہد مابعد صحابہ میں بھی جن خواتین کے نعتیہ نمونے ملتے ہیں جن میں سعدونہ بنت عصام کا نام قابل ذکر ہے۔ نبہانی نے اپنے نعتیہ انتخاب "المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویہ" میں ان کا نمونہ کلام دیا ہے۔

اردو زبان کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس میں چند شاعرات کے نعتیہ مجموعے بھی ملتے ہیں جہاں تک نعتوں کا تعلق ہے وہ تو سینکڑوں شاعرات نے لکھی ہیں "تذکرہ شاعرات اردو" میں محمد جمیل احمد نے متعدد ایسی شاعرات کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اردو شاعری کے دوسرے موضوعات کے ساتھ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہی ہیں۔

"تذکرہ شاعرات اردو" میں محمد جمیل احمد نے جن شاعرات کا نمونہ کلام پیش کیا ہے ان میں نعت کے کچھ نمونے بھی ملتے ہیں۔ خواتین کی نعت گوئی کے ریکارڈ میں ہمارا پہلا ماخذ یہی کتاب ہے۔ اس میں تیموریہ خاندان کی شہزادی کیفی، عصمت، نواب اختر، آفتاب بیگم یاس، اشرف النساء عزت، حور بیگم قمر، بیگم ڈاکٹر مہر افضال، بیگم عروج، محترمہ سپہر آرا رابعہ خاتون پنہاں، سردار حیدر آبادی، جمال النساء بیگم سلمیٰ، سیدہ جرأت (بنت مظفر خیرآبادی) شمیم جالندھری اور آمنہ خاتون عفت مظفر نگری وہ شاعرات ہیں جن کا کلام نعتیہ عناصر سے بھرپور ہے۔

ان شاعرات کے کلام میں کیفی اور نواب اختر محل (جن کا تعلق تیموریہ خاندان سے تھا) نے قدسی کی فارسی نعت کی تضمین کی اور خمسے کہے۔ اختر محل کے خمسوں میں اپنے گناہوں پر ندامت اور بخشش طلبی کے ذکر کے ساتھ آنحضرت کی محبت کا تذکرہ ہے۔ یہ خمسہ فنی مہارت اور پختگی کلام کا نمونہ ہے۔ بقول عبدالباری آسی "لفظ لفظ سے مشق کلام کا پتہ چلتا ہے"۔ [۲]

---

۱۔ (آپ سے زیادہ دلربا شخصیت پر میری نگاہ کبھی نہیں پڑی آپ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا حسن نگاہ بلند مرتبہ گویا جیسا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کیے گئے۔) ان دونوں اشعار کے الفاظ مختلف روایتوں میں مختلف ہیں لیکن مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ تیسرا مصرعہ اس طرح بھی نقل کیا گیا ہے۔ خلقت مبرأ من کل عیب۔ صاحب نعتیۃ الاماثل نے لکھا ہے کہ ایک خاتون بنی نجار سے حضور اکرم کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے جذبات عقیدت شعر کی صورت میں عرض کروں اجازت پا کر انہوں نے مذکورہ دو شعر پڑھے۔ علامہ نبہانی نے ان اشعار کی حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے نسبت کو مشکوک قرار دیا ہے ممکن ہے غلط فہمی کا سبب یہ ہو کہ حضرت حسان کا ایک ہمزیہ قصیدہ اسی طرح میں موجود ہے جس کا مطلع ہے۔

عفت الدیار ذات الاصابع فالجواء ۔ الی عذرا و منزلہا خلاء

عربی میں نعتیہ کلام (عبداللہ عباس ندوی) ص ۴۲ بار دوم

۲۔ ۶۔ تذکرۂ شاعرات اردو (مؤلفہ محمد جمیل) ص ۱۶۰ ۔ ۱۶۱

بیگم افضال کی نظم "تعمیرِ حرم"[1] بنیان کی "لیلۃ المعراج"[2] شمیم جالندھری کی نظم "میلاد النبی صلعم"[3] نعت گوئی کے عمدہ نمونے
دیگر شاعرات کی نعت گوئی زیادہ تر غزل کی ہیئت میں ہے۔ جمال النساء سلمیٰ (جو امجد حیدرآبادی کی بیوی تھیں) کا مخمس ؎ ہمارا مربی آقا اللہ [illegible]
رسول کا ترجمان ہے۔

بیسویں صدی عیسوی کے بیچ ربع میں نعت گوئی میں زاہدہ خاتون کا نام خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ "آئینۂ حرم" اور "فردوسِ تخیل" زاہدہ کے مجموعے ہیں جن میں دوسرے موضوعات کے ساتھ نعتیہ کلام بھی ہے۔ ان نعتوں میں وہ نظم منفرد ہے جس میں جناب آمنہ کی زبان سے آنحضرت کی نعت بیان ہے۔ شاعرہ نے نظم میں جناب آمنہ کو بسترِ مرگ پر دکھایا ہے۔ موت کے وقت اپنے معصوم اور اکلوتے لختِ جگر کے لئے ایک ماں کے جو احساسات ہو سکتے ہیں انہوں نے اس نعتیہ نظم میں کیف و گداز کے ساتھ ان کو ابھارا ہے۔ اظہارِ غم کے ساتھ ماں کی زبان سے بچے کے عالمِ طفلی میں اوصاف و خصائل کا تذکرہ بھی اس نظم میں شامل ہے۔"[4]

کسی خاتون کی طرف سے نعت کا غالباً پہلا مجموعہ "گلشنِ نعت" ہے جس کی مصنفہ زینت بی بی محجوب ہیں۔ یہ مجموعہ جیسا کہ انہوں نے خود ذکر کیا ہے خواب میں زیارتِ رسول اکرم کے بعد چند دنوں میں مکمل کیا۔ یہ مجموعہ نعت ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوا۔ محجوب کا تعلق ایک دیندار گھرانے سے تھا۔ ان کی نعتوں میں تغزل کے رنگ و اسلوب کا پرتو جھلکتا ہے۔ گلشنِ نعت میں ۳۰ غزلیں اور کچھ قطعہ علاوہ منقبت و تاریخ میں ایک قطعہ دیکھئے۔

؎ تعالیٰ اللہ کہ ذکرِ نعت میں تحریر میں آیا ۔ رسول اللہ نے مجھ کو عالمِ رویا میں فرمایا ۔
عفاک اللہ، عطاک اللہ، جزاک اللہ اے محجوب ۔ یہ تیرا نسخۂ پردرد مجھ کو بھی پسند آیا ۔

نورجہاں بیگم نور کے موضوعاتِ شعر میں اسلامی اور اخلاقی رنگ نمایاں ہے۔ ان کی نظم "قدرت کا پیغام خورشیدِ رسالت کے نام"[5] میں حضورِ اکرم کی بعثت کا مضمون ایک منفرد انداز میں پیش ہوا ہے۔ نور کی دوسری نظموں میں نعتیہ عناصر ملتے ہیں۔ نورجہاں بیگم نور المتخلص بہ نور بدایونی کا شعری مجموعہ "خونابۂ دل" جو ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی ایک مخصوص آہنگ رکھتا ہے۔ اس کتاب کا انتساب "سفرِ گنبد کے مکیں کی جناب میں" [illegible] بدایونی کے خیالات و رجحانات کا عکاس ہے۔ نور کا رنگِ کلام اخلاقی ہے۔ کتاب کے آغاز میں متعدد نعتیں اور نظمیں (درود و سعید، عید ولادت صلعم، رحمۃ للعالمین کی تشریف آوری، سلام، زائرِ طیبہ سے) نور کی نعتیہ شاعری کے ماخذ ہیں۔ یہ نعتیہ حصہ تقریباً ۸۰ صفحات مشتمل ہے۔ زائرِ طیبہ سے، آنحضرت کے حضور، ایک نالۂ فریاد، اور التجا و زاری ہے جس میں نور زائرِ طیبہ کے وسیلے سے دربارِ رسالت مآب سے اپنے احوال پہنچانے کی آرزو مند ہے۔ اخلاص و سوز کے عناصر نے اس نظم کو بہت پر تاثیر بنا دیا ہے۔

آمنہ عروج شروانیہ نے سفرِ حج و زیارت کے احوال کو اپنی نعتیہ شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ان کا شعری مجموعہ "آمنیات" میں دربارِ حبیب، محبتِ رسول کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز میں آیا ہے۔ بقول اشفاق "آمنہ کے کلام کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ جہاں وہ بارگاہِ نبوت کے جلال سے سہمی سہمی با ادب خطاب کے لئے زبان کھولتی ہیں وہاں بیباکانہ عشقِ نبی کا دعویٰ بھی کر جاتی ہیں۔ الفاظ کے استعمال میں احتیاط سے کام ضرور لیا، لیکن مضمون وہی ہے جسے خالص تغزل سے تعبیر کریں گے۔"[6]

"آمنیات" کی نعتوں میں بے قراریٔ شوق، سوز و گداز اور جذب و کیف کے عناصر عام ہیں۔

---

۱ — ۳ ۔ تذکرہ شاعراتِ اردو (مؤلفہ محمد جمیل) ص
۴ ۔ فردوسِ تخیل (زاہدہ خاتون) ص ۲۱۱
۵ ۔ خونابۂ دل (نور بدایونی) ص ۷۷ — ۸۰
۶ ۔ اردو میں نعتیہ شاعری (اشفاق) ص ۶۲۶

"تذکرۂ شاعرات اردو" میں ایک اور نعت گو شاعرہ محترمہ رسول جہاں بیگم بیدل کا ذکر ملتا ہے[۱]۔ ان کا کلام ان کی بہن نور کی طرح اخلاقی اور مذہبی موضوعات لئے ہوئے ہے۔ نعت ان کی شاعری کا خاص موضوع ہے "دریکرب کے جانے والے" ان کا پُر اثر نعتیہ مسدس ہے جو بارہ بندوں پر مشتمل ہے۔ اس میں خلوص و محبت کی فراوانی ہے۔ "بارگاہ رسالت مآب میں ان کا سلام" جو مسدس ہی میں ہے۔ عشق رسول کے والہانہ جذبات لئے ہوئے ہے۔ "داد نسواں" میں انہوں نے ان احسانات لعنت رسالت کا اظہار کیا ہے جو آنحضرت کی ولادت سے عورتوں کو پہنچے۔

نوشابہ خاتون کے مجموعہ کلام "موج تخیل" میں بھی "آرزوئیں" اور "ہدیۂ عقیدت بحضور حبیب خالق اکبر" بھی نعت کے عمدہ نمونے ہیں۔ "بدیہ نعت ۔۔۔۔" میں سلام کے ساتھ حضور اکرم[ؐ] کے اوصاف و تعلیمات کا تذکرہ بھی ہے جو اصلاح کے جذبہ کے تحت لکھا گیا ہے۔ "محمودہ خاتون" کا "دیوان" بھی اسی عصر کی یادگار ہے۔ یہ دیوان دانا پور پٹنہ سے ۱۹۵۵ میں چھپا۔ اسی زمانے میں ہنیت النساء بیگم (بیگم زدر) کا مجموعہ نعت "فکر و ذکر" جو خواتین کی نعت گوئی کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس باب میں عصر حاضر کی یہ پہلی اہم کتاب نعت ہے جس میں شوق کی فراوانی اور حُبِ رسول کا والہانہ پن نمایاں ہے۔ یہ مجموعہ نعتیہ غزلیات پر مشتمل ہے ہنیت کے فن نعت کا کمال یہ ہے کہ ان کی نعتوں میں رنگ تغزل کے غلبہ کی وجہ حقیقی نعت گوئی کا قرینہ ملتا ہے۔ بقول احمد حیدر آبادی "۔۔۔۔ وہ (ہنیت) حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہیں"

ان کے اشعار سے ایک خاص قسم کی ربودگی اور شیفتگی محسوس ہوتی ہے اور شعر متاثر ہو کر کہے گئے ہیں جن کا اثر پڑھنے والوں پر بھی پڑتا ہے۔ بعض اشعار سے میں بھی متاثر ہوا ہوں۔ مثلاً

؎ وقتِ رخصت ہم پہ جو گذری وہ اب تک یاد ہے — چھوڑتے ہی ان کا در تنہا نظر آنے لگے"[۲] یہ شعر مدینہ سے رخصتی کا ہے

رسول کی حاضری اور اس سے متعلقہ کیفیات کا تذکرہ ہنیت کی نعت کا خاص موضوع ہے۔ درج ذیل شعر دیکھئے۔

؎ ہم اور بارگاہ رسالت پناہ میں — مارے خوشی کے آنکھ سے آنسو نکل گئے[۳]

؎ آپ کے شوق میں ہر شوق کو ہم بھول گئے — حرم پاک میں کچھ اور ہی حالت رہے[۴]

؎ حرم میں جا بجا اس شوق میں کئے سجدے — حضور جلوہ نگن لیں یہیں ہوئے ہوں گے[۵]

؎ جب مدینے کی یاد آتی ہے — ہم کو اپنا پتہ نہیں ملتا[۶]

بیگم نصرت عبد الرشید کو دوسری نعت گو شاعرات پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ ان کے دو نعتیہ مجموعے ہیں۔ "دعائے نیم شبی" اور "آہ سحرگاہی" کلام کی مقدار اور موضوعات و ہیئت کے تنوع میں نصرت کا نام نعت گو شاعرات میں سرِفہرست ہے۔ اپنے موضوعات کے بارے میں وہ آپ ہی کہتی ہیں "میں نے اپنے احساسات میں جن نقوش کو نمایاں پایا وہ مسکنِ خدا سے دوری کا الم، دید جمال رسالت کی تشنگی اور غم معیان کا بار گراں ہے"[۷] انہوں نے پنجابی اور سرائیکی اور پوربی میں بھی نعتیں لکھیں۔

نصرت کی نعت گوئی کا آغاز صغر سنی ہی سے ہوا۔ عشق رسول کا جذبہ ان کی واردات قلبی کی آمیزش میں اس طرح اظہار پذیر ہوا ہے کہ ان کی نعتوں میں سوز و گداز اور تاثیر بڑھ گئی ہے۔ "آپ کا انداز بیان درد عشق محمد[ؐ] سے اس حد تک مغلوب ہے کہ آپ کا تمام نعتیہ کلام درد کا مرقع نظر آتا ہے۔ عجز و انکسار، فریاد و خفقان، اشکباری، امید و بیم کی کشمکش، قرب و دوری کا احساس، شدید انتظار، عشقی تصور، دراقدس پر باریابی کی التجائیں، روضہ مبارک کی جالی چومنے کی آرزو، سبز گنبد کے دیدار کی تمنا، کاروان حجاز میں شمولیت کی خواہش، مدینے کے سفر کا شوق

---

۱ ـ تذکرۂ شاعرات اردو (محمد جمیل احمد) ص ۲۸۰ - ۲۹۵

۲ - ۶ - ذکر و فکر (ہنیت) ص ۷ / ۹۲ / ۴۳ / ۳۸ / ۳۷

۷ ـ دعائے نیم شبی (بیگم نصرت عبد الرشید)

نار راہ میں منزلِ مقصود کی تلاش، حدی خوانوں کی ہمنوائی کا ارمان، دورانِ سفر ہر قدم پر سجدہ ریزی کی حسرت، حوصلہ و ضبط کا التزام، لغزشوں کی پردہ پوشی کی توقع اور انجام کار دریائے رحمت میں ڈوب جانے کی امید، آپ کے کلام کے نمایاں پہلو ہیں۔"[1] بعض خواتین نے میلاد نامے بھی لکھے ہیں

عصرِ حاضر کی شاعرات نے دوسرے موضوعات کے ساتھ نعتیہ تخلیقات بھی کی ہیں۔ خورشید آرا بیگم، سعیدہ عروج مظہر، فاطمہ تبسم کے علاوہ ہ صدیقی، ادا جعفری، صالحہ خیری، کشور ناہید، پروین شاکر اور ناہید قاسمی کے ہاں نعت کے موضوع پر منظومات مل جاتی ہیں۔ ان شاعرات نے بلحاظ ر تو نہیں بلحاظ معیار نعت میں خوشگوار اضافے کئے ہیں۔ ان کی نعتیں جدید طرز احساس سے مملو ہیں۔ ان میں فکر و احساس کی تازگی کے ساتھ ہیئتوں کے ے بھی نظر آتے ہیں۔ آزاد اور معرا نظم میں نعت کے کچھ نمونے ان شاعرات کی عطا ہیں[2]

---

۱ - دعائے نیم شبی (بیگم نصرت عبدالرشید) (دیباچہ ارمان عثمانی)

۲ - خواتین کی نعت گوئی کے موضوع پر ابو سلمان شاہجہانپوری کی ایک کتاب زیر طبع ہے۔ جس میں اردو شاعرات کے نعتیہ کلام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مثلاً امیر النساء بیگم شفیق کا میلاد "باغ سرور کائنات" (مطبوعہ کانپور ۱۹۰۵ء) اور شاہجہان بیگم والیۂ نواب بھوپال کا میلاد "تسبیح مصطفےٰ" کے

## ضمیمہ ۷ فلمی و غیر فلمی نعتیہ ریکارڈ اور فلمی طرزوں پر لکھی گئی نعتوں کا جائزہ

حضور اکرمؐ کی محبت اور مدح میں لکھی گئی نعتوں کا ایک بڑا حصہ عوامی انداز کی ان نعتوں پر مشتمل ہے جو ادبی معیار کی حامل تو نہیں مگر میلاد کی محافل میں ان نعتوں کو کثرت سے پڑھا جاتا ہے ان نعتوں کا وہ درجہ و مقام تو نہیں مگر نعت کے اس عوامی ذخیرہ کے جائزے کے بغیر بھی اردو زبان میں لکھی گئی نعتوں کا تذکرہ ادھورا رہے گا

اس انداز کی نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے آغاز میں گراموفون کی ایجاد اور ہندوستان میں آواز کے بعد ناطق فلموں کے بعد جب فلمی گانے معاشرے میں پھیل گئے تو بعض نعت گو شاعروں نے فلمی گانوں کی دھنوں کی مقبولیت سے فائدہ اٹھا کر ان دھنوں میں نعتوں کے بول تحریر کئے اور "نعت بطرز ..." (گانا) کا آغاز ہوا گراموفون کمپنیوں کی کاروباری ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے بھی فلمی گانوں کی طرز پر ہزاروں کی تعداد میں نعتیں لکھی گئیں اور تا حال لکھی جا رہی ہیں۔ اسی انداز میں نعتیہ قوالیوں کی روایت بھی موجود ہے آئے دن اس طرح کی نعتوں کے مختصر کتابچے چھپتے رہتے ہیں جن میں نئی نئی فلموں کے مقبول گانوں کی طرز پر اردو اور پنجابی میں لکھی جانے والی نعتوں کے ساتھ ان کی طرزوں کی نشاندہی کی گئی ہوتی ہے

ایسی نعتیں جمعہ کے علاوہ مذہبی اجتماعات و تقاریب عید میلاد النبیؐ کے جلوس، شب معراج کے جلسوں وغیرہ میں پڑھی جاتی ہیں ماہ رمضان میں سحری کے وقت لوگوں کو جگانے والی پارٹیوں میں بھی یہ نعتیں مقبول و پسندیدہ ہیں ۔ تجارتی ضروریات کے تحت لکھی جانے والی ان نعتوں کا بڑا حصہ موضوع اور پیشکش ہر دو اعتبار سے غیر معیاری ہوتا ہے ان میں نہ صرف یہ کہ غیر مستند واقعات اور روایتیں ہوتی ہیں بلکہ انداز بیان اور ذخیرہ الفاظ بھی فلمی گانوں کا سا ہوتا ہے جو شان رسالتمآبؐ کے انتہائی نامناسب ہے ان میں آنحضرتؐ سے خطاب اور حضورؐ کا ذکر مجازی محبوب کا انداز اور رنگ لئے ہوتا ہے جو احترام نعت کے بھی منافی ہے

مقام و منصب رسالت کے بارے میں افراط و تفریط، مبالغہ جاتی لب و لہجہ، غیر ثقہ روایات، جذبہ محبت رسولؐ کا غیر محتاط انداز بیان، تلفظ و تراکیب کی اغلاط اور فلمی گانوں کی پٹی ہوئی پامال دھنوں کے استعمال کے سبب ان نعتوں کا وہ درجہ و مقام نہیں جو حقیقی نعتیہ کلام کا ہوتا ہے

ان شعرا میں جنہوں نے نعت کے اس عوامی انداز کے پھیلاؤ میں حصہ لیا ہوش لدھیانوی، مسلم اویسی امرتسری، نعیم صابر بخاری، صادق امرتسری، نیاز محمد نیاز، نور محمد حشمت، حافظ محمد ایوب، محمد رفیق، ایوب حمید، محمد اشرف، مولوی غلام محمد اشرف، برکت علی، غلام صابری، قیوری، حافظ محمد حسین وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں جن اشاعتی اداروں نے اس طرح سے ہزاروں نعتیہ کتابچے چھاپے ہیں اور چھاپ رہے ہیں ان میں مکتبہ بشیر احمد تاجر کتب کشمیری بازار، جہانگیر بک ڈپو اردو بازار لاہور، حمید بک ڈپو، ڈھکا بازار لاہور، سیٹھ آدم جی عبداللہ پبلشرز لاہور، شیخ محمد سعید ڈھکا بازار لاہور، ملک آرٹ پبلشرز لاہور، نذر حسین اینڈ سنز لاہور، کتب خانہ مقبول عام فیصل آباد، چشتی کتب خانہ فیصل آباد کے نام قابل ذکر ہیں ان کتابچوں میں اردو، پنجابی اور اردو پنجابی کی ملی جلی نعتیں بھی ملتی ہیں۔

فلمی طرزوں پر لکھی گئی نعتوں، گراموفون ریکارڈوں اور فلمی نعتوں میں سے چند کے حوالے آئندہ صفحات میں دیئے جا رہے ہیں (یہاں صرف ان کی نشاندہی کی جا رہی ہے مکمل متن نہیں دیا جا رہا) گراموفون کمپنیوں کی فہرستوں میں ایسی ہزار نعتیں دیکھی جا سکتی ہیں

←

فلم ستا جیہان میں کے ایل سہگل نے گانے گائے۔ اس معروف گیت کی طرز پر جو نعت لکھی گئی وہ بھی گیت کی طرح بہت مشہور ہوئی دونوں بول دیکھئے

فلمی گیت ۔ غم دیئے مستقل
کتنا نازک ہے دل
یہ نہ جانا ۔ ہائے ہائے یہ ظالم زمانہ

نعت ۔ کا مکھڑا درج ذیل ہے
یا حبیبِ خدا
یا نبی مصطفٰے
نقشہ ثانی ۔ میرے بگڑے ہوئے کو بنانا

اس طرز کی نعتوں میں فلمی دھن اور لے کو ملحوظ رکھا جاتا ہے تاکہ اس کی مقبولیت و پسندیدگی کا فائدہ اٹھایا جا سکے نعت خوانوں کو بھی اس انداز کی نعت خوانی میں کوئی زیادہ دقت پیش نہیں آتی۔ قیام پاکستان سے قبل فرشی لدھیانوی نے فلمی طرزوں پر بہت نعتیں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں چند نعتوں کی طرزیں اور بول درج ذیل ہیں

| فلم | گیت کے بول | نعت کے بول |
|---|---|---|
| پردیسی | پہلے جو محبت میں اقرار کیا ہوتا (خورشید) | گر خواب میں ملنے کا اقرار کیا ہوتا |
| چودھری | بس بس وے ڈھولنا | یثرب کے دلربا |
| محرم | معصوم نظر کا بھولا پن للچا کے لبھانا کیا جانے | مست ہے حسن ساقی ہی راہ میخانہ کیا جانے |
| " | یہ جی چاہتا ہے ہنسیں اور ہنسائیں | یہ جی چاہتا ہے کہ روضے پہ جائیں |
| خاندان | میرے لئے جہان میں چین ہے نہ قرار ہے | جانے ہے اضطراب میں دل ہے تو بے قرار ہے |
| " | تو کون سی بدلی میں میرے چاند ہے آ جا | زلفوں کو ہٹا کر رخ پرنور دکھا جا |
| جھلا جٹ | ککاں دیاں فصلاں پکیاں نیں | یثرب کے سفر کے سامان ہیں ١ |

(٢) علاوہ ازیں فلموں میں بھی گانوں کے ساتھ ساتھ نعتیہ نظر آنے لگیں ہندوستانی فلموں کی اولین معروف نعتیں ولی صاحب کی لکھی ہوئی ہیں آغا حشر کے شاگرد ولی TWIN - HMV اور کولمبیا گراموفون کمپنی کے لئے گیتوں کے ساتھ نعتیں بھی لکھتے رہے اگرچہ وہ شاعر سے زیادہ پروڈیوسر کی حیثیت سے معروف ہیں مگر فلموں میں ان کی درج ذیل نعتیں آج بھی مقبول ہیں

سے آیا ہے بلاوا مجھے دربارِ نبیؐ سے اور سے محمدؐ مصطفٰی کے نام کو وردِ زبان کرلوں ٢

---

١۔ بحوالہ بیاض کلام فرشی لدھیانوی مملوکہ نازل شاہ (فرزند فرشی لدھیانوی)
فرشی لدھیانوی نے اس انداز کے علاوہ بھی نعتیں نیز ملی موضوعات پر اردو اور پنجابی میں نظمیں لکھیں وہ قیام پاکستان سے قبل امرتسر کی معروف شعری، سماجی اور مذہبی شخصیت تھے ان کا انتقال ۱۹۶۸ میں ہوا ۱۹۶۲ء میں ان کی خدمات کی یاد میں 'بزم فرشی' کے نام سے راولپنڈی میں ایک تنظیم کا قیام بھی عمل میں آیا جس کا مقصد فرشی لدھیانوی کے منتشر کلام کی تدوین و اشاعت تھا بحوالہ ماہنامہ 'دنیائے تجارت' راولپنڈی ستمبر ۱۹۶۲ء

٢۔ روزنامہ 'مساوات' لاہور فلم ایڈیشن مضمون مرحومات ولی صاحب اپریل ۷۷ء

۱۔ گراموفون کمپنیوں کی طرف سے نئے نعتیہ ریکارڈوں کے اشتہار بھی دیئے جاتے درج ذیل نعتیہ ریکارڈوں کی فہرست روزنامہ انقلاب کے پرچوں سے تیار کی گئی ہے

| نام کمپنی | گلوکار | نوعیت | حوالہ |
|---|---|---|---|
| جانیوفون ریکارڈ | مسلم پارٹی | میلاد شریف | روزنامہ انقلاب ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء |
| | D.P 708 | سہ حرفی | |
| | مس شمشاد | امت پاک رسول دی ہیں روز محشر بخشا دیں گی | |
| | D.P 711 | وقت صبح دے اے صبا شہر مدینے جایا کر | |
| ٹوئن ریکارڈ | F.T 464 | پیارا پیارا نبی کا جھولنا (نعتیہ نغمہ) | |
| | ماسٹر عبدالرزاق علی گڑھ والے | چسکا جنت کا جہنم کا نہ غم (حقانی قوالی) | |
| ہز ماسٹرز وائس | N 4698 | میرے سر پہ محمد دلدار نبی | روزنامہ انقلاب ۳ نومبر ۱۹۳۶ء |
| | مس اختر جان (لودھیانہ) | کملی والے سب تیرے نواسے | |
| | N 4701 | رات فراق دی مکدی نا ہیں (نعت) | |
| | ماسٹر غلام فرید/ماسٹر ایاز علی | کدی تاں وسو | |
| جانیوفون ریکارڈ | D.P 718 | عاشق ہوں جان و دل سے نعتیہ قوالی | روزنامہ انقلاب ۱۰ نومبر ۱۹۳۶ء |
| | معراج الدین | نعمت حق کے خزانے پر | " |

۲۔ کم و بیش ہر گلوکار نے نعتیں گائی ہیں ذیل میں متحدہ ہندوستان کی مشہور گلوکارہ مس کملا جھریا کے نعتیہ ریکارڈوں کی مختصر سی فہرست دی جا رہی ہے۔

یہ نعتیں غزل اور ٹھمری کے انداز میں ہیں اور اپنے وقت میں بہت مشہور رہی ہیں

مصرع اول —

مجھے روئے زیبا دکھا کملی والے

محمد سا دو عالم کا نگہباں ہو نہیں سکتا

تمہارے دیار کی ہے آس محمد

تورے درشن کے کارن نین جوگی

میں نے کھینچا کر لیا جب تصور بسم اللہ کا

(مس کملا جھریا کیسٹ Vol 2 ۱۹۸۰ رحمت گراموفون فیصل آباد)

۳۔ نعتیں کورس کی شکل میں اور قوالی کے انداز میں بھی ملتی ہیں قوالوں کی بعض پارٹیاں اسی انداز کی نعتیں گانے میں مشہور رہی ہیں ریڈیو کے علاوہ ان کے اکثر کے ریکارڈ کسی زمانے میں مارکیٹ میں بھی دستیاب تھے اور لوگ انہیں بڑی پسندیدگی سے سنتے تھے

ان قوال پارٹیوں میں آغا بشیر، احمد چشتی، عاشق علی، اسماعیل آزاد، دین محمد قوال، کالو قوال وغیرہ کی پارٹیاں بہت معروف ہیں ان کے چند ریکارڈوں کی نشاندہی آئندہ صفحات میں کی جا رہی ہے

←

| | | |
|---|---|---|
| KDA 20020 | مدینے میں جس وقت پہنچے | آغا بشیر قوال و پارٹی |
| | محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ نہ [?] | |
| KDA 20022 | یہ دل عشق احمد | |
| | اللہ کی قدرت کا عنوان | |
| KDA 25002 | نوری نوری چہرہ | احمد چشتی، عاشق علی اور دیگر |
| | امت کے سہارے | |
| GE 23037 | اللہ کے حبیب سا | اسماعیل آزاد قوال |
| KCA 10004 | بات نبیؐ کی مان | |
| KCA 10024 | دعوت نبیؐ | |
| KCA 10032 | عرب کے ایک کملی پوش | |
| KCA 10035 | یثرب کو جانے کے | |
| KCA 10044 | پارے پارے پہ لکھا ہے | |
| KDA 15005 | رسول پاک کو | دین محمد قوال |
| | محمد کے آستانے کی | شمشاد بیگم |
| KDA 10002 | محمدؐ کے صدقے میں | |
| KCA 1510 | پیغام صبا لائی ہے | |
| | محمد مصطفٰے کے نام کر | |
| KDA " KDA 2.000 | اے حبیب عرب اے جان [?] | صالح محمد اشرفی |
| | مرحبا نور خدا | |
| | محمدؐ جب دنیا میں تشریف لائے [?] | |
| KDA 10060 | بہاروں میں محمد ہے | |
| KDA 10035 | طیبہ کو کارواں ہونے کو | عبدالرب محمدی |
| | یا نبیؐ ہجر کے بیمار نے دم توڑ دیا | |
| KDA 100 | تم سے لوگ کہیں محمدؐ [?] | عبدالرحمن کانچ والا |
| KDA 20023 | محمدؐ کا جلوہ خدا کے [?] | نیاز احمد اور پارٹی |
| KDA 20034 | دیار نبیؐ میں دیار نبیؐ ہے [?] | |
| KDA 15002 | مدینہ نہ دیکھا تو کچھ بھی نہ دیکھا | کلن خاں و پارٹی |

| | | |
|---|---|---|
| ماسٹر حبیب قوال نظامی | دامن نبی کا نہ چھوڑو | KCA 10002 |
| | یا نبی کیسے جیو الغرب | KCA 10012 |
| | جمالِ محمدی | KCA 10023 |
| | یا رسولِ خدا | KCA 10031 |

EMI پاکستان لمیٹڈ کی تازہ فہرست (۱۳ دسمبر ۷۶ء) میں گراموفون کمپنیوں کی نعتوں کے ریکارڈوں اور کیسٹوں کی طویل فہرست موجود ہے جس میں عصرِ حاضر کے معروف گلوکاروں اور قوالوں کی گائی ہوئی نعتوں کا ذکر ہے۔

## کتابیات

1- قرآن و حدیث
2- کتب سیرت
3- لغات
4- کتب حوالہ
5- کلیات
6- دواوین
7- مثنویات
8- کتب معاونہ و تحقیقیہ دیوان یا مثنوی [illegible]
9- جرائد کے خصوصی شمارے / عام اشاعتیں
10- فہارس
11- زیر طبع مواد

## گزارشات

1- یہ مقالے کے تمام مراجع و مآخذ کی فہرست نہیں بعض ایسے حوالے جن کا ذکر اس فہرست میں نہیں ان کی نشاندہی متعلقہ صفحات کے حواشی میں کر دی گئی ہے
2- کتب و دواوین وغیرہ کی پیش الفبائی ترتیب سے ہے مگر اندر اس ترتیب کا التزام نہیں

## قرآن و احادیث


۱۔ قرآن مجید

۲۔ تفہیم القرآن (مولانا ابوالاعلیٰ مودودی) ۶ جلدیں مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

۳۔ صحیح البخاری امام بخاری

۴۔ الجامع الصحیح امام مسلم

۵۔ سنن ابی داؤد ابوداؤد

۶۔ سنن نسائی النسائی قاہرہ

۷۔ مسند دارمی الدارمی

۸۔ سنن ابن ماجہ ابن ماجہ قاہرہ

۹۔ صحیح مسلم شریف اردو ترجمہ مولانا عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی (۶ حصے) قرآن محل کراچی

۱۰۔ شمائل ترمذی اردو ترجمہ مولانا زکریا

۱۱۔ ترجمہ مشکوٰۃ شریف (۳ حصے) مکتبہ رحمانیہ لاہور

۱۲۔ ترجمہ بخاری شریف ۳ حصے دینی کتب خانہ لاہور

۱۳۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام ترجمہ حریری ملک برادرز لائلپور ۱۹۷۱ء

۱۴۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف جلد چہارم

۱۵۔ ترمذی شریف مترجم بدیع ۲ جلدیں المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل

۱۶۔ مسند امام احمد بن حنبل امام حنبل بیروت

۱۷۔ موطا امام مالک امام مالک

کتب سیرت

۱۔ سیرت ابن ہشام (دو جلدیں) ترجمہ مولانا عبد الجلیل صدیقی (اشاعت چہارم) شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۶ء

۲۔ سرور دو عالم ابو الاعلیٰ مودودی دو حصے لاہور ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۳۔ رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان منصورپوری تین حصے مکتبہ رحمت دہلی

۴۔ سیرۃ محمدیہ ترجمہ مواہب اللدنیہ (قسطلانی) دو جلدیں عبد الجبار خان آصفی کراچی

۵۔ مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (محمد بن عبد الوہاب) ترجمہ محمد خالد سیف طارق اکیڈمی فیصل آباد طبع اول ۱۳۹۹ھ

۶۔ الشفا قاضی عیاض ترجمہ مکتبہ فضل الدین حسین الدین لاہور

۷۔ شمائل ترمذی ترجمہ مولانا زکریا

۸۔ شواہد النبوت (مولانا جامی) ترجمہ بشیر حسین ناظم مکتبہ نبویہ لاہور بار دوم ۱۹۷۵ء

۹۔ انوار المحمدیہ فی سیرت المصطفویہ محمد ضیاء اللہ قادری قادری کتب خانہ سیالکوٹ ۱۳۹۶ھ

۱۰۔ انوار احمدی مولانا محمد انوار اللہ خان مکتبہ لاہور ۱۹۷۷ء

۱۱۔ خصائص الکبریٰ علامہ سیوطی اردو ترجمہ

۱۲۔ خطیب قرآن مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی سید شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۱۳۔ شمائل رسول یوسف بن اسماعیل النبہانی ترجمہ محمد میاں صدیقی المعارف لاہور

۱۴۔ مواہب اللدنیہ (قسطلانی)

کتب حوالہ —

۱۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند — جناب سید فیاض محمود

۲۔ المجموعة النبہانیہ فی المدائح النبویہ — یوسف اسماعیل نبہانی (چار جلدیں) — بیروت ۱۳۲۰ھ

۳۔ تقویم تاریخی — عبدالقدوس ہاشمی — ادارہ تحقیقات اسلامی کراچی ۱۹۶۵ء

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ — جناب سید فیاض محمود

۵۔ البدایہ والنہایہ — حافظ ابن کثیر — جلد پنجم — المعارف بیروت طبع اول ۱۹۶۶ء

۶۔ الوافی بالوفیات — صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی — جلد اول

۷۔ نعت حضرت رسول اکرمؐ در شعر فارسی — ضیاء الدین دہشیری — تہران ۱۳۹۰ھ

۸۔ المدیح النبوی — محمد یاسین اختر مصباحی — اعظم گڑھ

## کلیات

۱۔ کلیات قلی قطب شاہ (مرتبہ ڈاکٹر زور) مجلس اشاعت دکنی مخطوطات حیدر آباد ۱۹۴۰ء

۲۔ کلیات بحری (مرتبہ حفیظ)

۳۔ کلیات سراج

۴۔ کلیات ولی

۵۔ کلیات میر (مرتبہ عبادت بریلوی) کراچی ۱۹۵۸ء

۶۔ کلیات سودا مرتبہ عبد الباری آسی (دو حصے) نولکشور ۱۹۳۲ء

۷۔ کلیات مومن

۸۔ کلیات مصحفی مرتبہ ڈاکٹر نور الحسن نقوی مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول ۱۹۶۸ء

۹۔ کلیات شبلی معارف پریس اعظم گڑھ طبع سوم ۱۹۴۵ء

۱۰۔ کلیات محسن (محسن کاکوروی) یوسفی پریس فرنگی محل لکھنؤ

۱۱۔ کلیات اقبال (اردو)

۱۲۔ کلیات اقبال (فارسی)

۱۳۔ کلیات میراں شاہ حضرت شاہ میراں شاہ [illegible]

۱۴۔ کلیات شیخ سعدی انتشارات محمد حسن علمی طہران ۱۳۳۸

۱۵۔

## دیوان

۱- دیوان نعت سروری ۔ مفتی غلام سرور لاہوری — لاہور ۱۳۰۱ھ

۲- دیوان حسان بن ثابت (عکس ایڈیشن) امجد اکیڈمی — لاہور ۱۳۹۷ھ

۳- دیوان البرعی فی المدائح الالٰہیۃ والتضرعات الالٰہیۃ و الاستغاثات و المدائح المحمدیہ (عبدالرحیم البرعی) — مصر ۱۳۶۶ھ

۴- دیوان کامل جامی مرتبہ ہاشم رضی — انتشارات پیروز تہران ۱۳۴۱

۵- دیوان نصرت مرتبہ جمیل جالبی — قوسین تعمیر نشر روڈ لاہور ۱۹۷۲ء

۶- دیوان پنجابی نیاز مرتبہ شفیق بریلوی — تنظیم خدام سلسلہ عالیہ نیازیہ کراچی

۷- فروغ نبی دیوان دیدار علی (اردو) — منظور عام پریس لاہور ۱۳۴۸ھ

۸- دیوان سنجیدہ

۹- دیوان سلطنت

۱۰- دیوان تمنا

۱۱- دیوان بیکس جبلپوری

۱۲- دیوان فقیر فقیر حسین فقیر

۱۳- دیوان قصائد نظم طباطبائی — مطبع انتظامی حیدرآباد ۱۳۰۷ھ

۱۴- دیوان گرامی

## مثنویات

۱۔ اردو کی دو قدیم مثنویاں (از اسماعیل امروہی) مرتبہ نائب حسین نقوی مجلس ترقی ادب لاہور اشاعت اول ۱۹۶۹ء

۲۔ قطب مشتری (وجہی ملا اسد اللہ) مرتبہ مولوی عبدالحق انجمن ترقی اردو کراچی طبع ثانی ۱۹۵۳ء

۳۔ من لگن (بحری) مرتبہ محمد سخاوت مرزا انجمن ترقی اردو کراچی [illegible]

۴۔ پھول بن (ابن نشاطی) مرتبہ شیخ چاند ابن حسین انجمن ترقی اردو کراچی

۵۔ علی نامہ مرتبہ و مقدمہ پروفیسر عبدالمجید صدیقی مجلس اشاعت دکنی مخطوطات حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء

۶۔ مخزن اسرار نظامی گنجوی مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۹۲۲ء

۷۔ خسرو شیریں " "

۸۔ لیلیٰ مجنوں " "

۹۔ سکندر نامہ بری " "

۱۰۔ ہفت پیکر " "

۱۱۔ دو اردو مثنویوں کا ارتقا عبدالقادر سروری جمعیت اکیڈمی کراچی ۱۹۶۶ء

۱۲۔ گلشن عشق (نصرتی)

۱۳۔ علی نامہ مرتبہ عبدالحق

۱۴۔ سحر البیان (میر حسن) مرتبہ و مقدمہ احسان الحق اختر لاہور

۱۵۔ حدیقۃ سنائی (مولانا سنائی) نولکشور

۱۶۔ مثنوی مولانا روم تہران

(ب)

| | | |
|---|---|---|
| برقی، محمد الیاس | محمد و صحبہ | تاج اینڈ کمپنی لمیٹڈ |
| بیدم وارثی | دیوان بیدم | امین برادرز کراچی |
| | مصحف بیدم | خورشید بک ڈپو لکھنؤ |
| بشیر نقوی | خزینۂ رحمت | ایجوکیشنل پریس کراچی ۱۹۶۸ء |
| برکت علی صابری | تاجدار مدینہ | کتب خانہ مقبول عام لاہور |
| بیکل اتساہی | چھپاتے نور | جمیل کتب خانہ کانپور |
| | پیام رحمت | مکتبہ امجدی گڑھ |
| بوصیری، امام | قصیدہ بردہ | تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی ۱۹۵۷ء |
| باہو، سلطان | عقل بیدار | کشمیری بازار لاہور |
| بیدل بریلوی، حکیم محمد علی | میلاد شریف | نظامی پریس بریلی ۱۸۹۵ء |
| بدر عروسی، شکیل احمد | سدرۂ قدس | تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور |
| بشیر الدین احمد | سودا کی قصیدہ نگاری | خدمت لمیٹڈ لاہور ۵۶ء |
| بیزار لکھنوی | لعل و الماس | |
| | حرم بالائے حرم | مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی |
| | تماشائے حبیب | ادارہ فروغ اردو لکھنؤ ۱۹۵۰ء |
| | بستان بیزار | کتب خانہ اردو دہلی |
| باقر علی مرزا، مولوی دہلوی | لغت میں لغت حصہ سوم | مطبع مجیدی کانپور ۱۳۴۳ھ ۱۳ء |
| | لغت میں لغت حصہ چہارم | " " |

## ح

| مصنف | کتاب | ناشر |
| --- | --- | --- |
| حالی، مولانا الطاف حسین | مسدس مد و جزر اسلام | تاج اینڈ کمپنی لمیٹڈ لاہور |
| | مقدمہ شعر و شاعری (مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی) | لاہور |
| حافظ لدھیانوی | ثنائے خواجہ ✓ | بار دوم فیصل آباد ۱۹۷۸ء |
| | نشید حضوری ✓ | بار اول لاہور ۱۴۰۰ھ |
| حسن رضا خان بریلوی | ذوق نعت | مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی |
| حسن حسینی، غلام حافظ | دیوان مقبول حبیب (حصہ اول) | دہلی |
| حفیظ تائب | صلوا علیہ و آلہ ✓ | سیرت مشن لاہور ۱۹۷۸ء |
| حمید شاہ صابر بخاری، سید | باغ رسولؐ | مکتبہ بشیر احمد تاجر کتب لاہور |
| | گوشۂ مدینہ | مکتبہ اردو پبلشرز لاہور |
| حفیظ جالندھری | شاہنامۂ اسلام (چار حصے) | ایوان اردو لاہور |
| حمید صدیقی، زائر حرم | گلبانگ حرم | نامی پریس لکھنؤ |

## خ

| مصنف | کتاب | ناشر |
| --- | --- | --- |
| خادم، سید امداد علی | غنچۂ وحدت (حصہ دوم بترآلی) | لاہور ۱۹۲۶ء |
| خالد، عبد العزیز | حمطایا ✓ | مقبول اکیڈمی لاہور |
| | ماذ ماذ ✓ | |
| | منحمنا | |
| | فارقلیط ✓ | |
| خواجہ بک ڈپو لاہور (مرتب) | سوانح خواجہ دل محمد | لاہور |
| خلیل الرحمٰن پیلی بھیتی، حافظ | آئینۂ پیغمبر | نظامی پریس بدایوں ۱۳۳۰ھ |

ڈ

| | | |
|---|---|---|
| ڈاؤدی، خلیل الرحمٰن | اردو کی قدیم منظوم داستانیں | مجلس ترقی ادب لاہور |
| ڈرو ڈاکٹر روی | سرور کا تذکرہ | آئینہ ادب لاہور |

ذ

| | | |
|---|---|---|
| ذکی کاکوروی | تجلیات | نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۷۳ء |
| ذبیح اللہ صفا | گنج سخن حصہ اول و دوم | دانشگاہ تہران ۱۳۳۹ شمسی |
| ذکریا، مولانا | فضائل درود شریف | کلام اکیڈمی کراچی |

ر

| | | |
|---|---|---|
| راغب مراد آبادی | مدحت خیر البشر | سفینہ اکیڈمی کراچی ۱۹۷۹ |
| راسخ عرفانی | حسن کلام | مکتبۂ نور گوجرانوالہ |
| | ذکر خیر | 〃 |
| | غبار حجاز | ۔ |
| رضا، کالیداس گپتا | متعلقات غالب | ورلڈ پبلیکیشنز بمبئی ۱۹۷۸ |
| رحیم امروہوی | گلدستہ منقبت | دولت پور |
| رؤف امروہوی | گوشۂ رحمت | الجمعیۃ پریس دہلی ۱۹۲۸ |

ز

| | | |
|---|---|---|
| زکی مبارک، ڈاکٹر | المدائح النبویہ فی الادب العربی | مصطفی البابی الحلبی قاہرہ ۱۳۵۵ھ |
| زیات، احمد حسن | تاریخ ادب عربی (ترجمہ طاہر سورتی) | شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور |
| زور، ڈاکٹر محی الدین | دکنی ادب کی تاریخ | سندھ اکیڈمی ستمبر ۱۹۶۹ |

ص


| مصنف | کتاب | ناشر |
| --- | --- | --- |
| صائم چشتی | روحِ کائنات | چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۱۹۷۷ |
| | آب خنک شہر | " ۱۹۸۰ |
| صراحت علوی | بہشتی لغت (لغت نما ڈکشنری) | بمبئی ۱۹۷۹ |
| صدیقی، ابواللیث | لکھنؤ کا دبستان شاعری | اردو مرکز لاہور ۱۹۶۷ |
| صفدر حسین سید ڈاکٹر (مرتب) | قندیلِ حرم بیاض یزدانی مرحوم | سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۰ |
| صبا متھراوی | دربارِ رسالت میں | مکتبہ اردو ادب کراچی |
| صوفی حیدر دانش | تصوف اور اردو شاعری | سندھ ساگر اکیڈمی ۱۹۵۸ |
| ضیاء الدین دہشیری | وحدت حلول اتحاد در شعر فارسی | تہران ۱۳۹۵ ھ |


ض


| مصنف | کتاب | ناشر |
| --- | --- | --- |
| ضیاء القادری | نغمۂ ربانی | آستانہ بکڈپو دہلی ۱۹۶۰ |
| | دربارِ نبیؐ | مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ لاہور |


ظ


| مصنف | کتاب | ناشر |
| --- | --- | --- |
| ظفر علی خان | خیالستان | مکتبہ کاروان لاہور |
| | بہارستان | " |
| | ارمغانِ قادیان | " |
| | حبسیات | " |
| ظہور الدین احمد ڈاکٹر | نیا ایرانی ادب | یونیورسٹی بک ایجنسی لاہور ۱۶۷ |
| ظہوری، محمد علی | نوائے ظہوری | گجرات بار سوم ۱۷۷ |

## فہارس


۱۔ قاموس الکتب — جلد اول — انجمن ترقی اردو کراچی

۲۔ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن — فواد الباقی — عکسی ایڈیشن سہیل اکیڈمی لاہور

۳۔ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی — جزء ۶ — لیڈن ۱۹۶۷ء

۴۔ سیرت رسولؐ — مرتبہ شیخ مبارک محمود پانی پتی — نیشنل بک سنٹر پاکستان لاہور ۱۹۷۳ء

۵۔ ماہنامہ "کتاب نما" (مرتبہ سید نصرت حسین) اپریل ۷۶ء — مکتبہ جامعہ ملیہ نیو دہلی

۶۔ تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو — جلد پنجم — حیدر آباد دکن ۱۹۵۹ء

۷۔ وضاحتی فہرست کتب خانہ سالار جنگ — مطبع ابراہیمیہ ۱۹۶۱ء

۸۔ مکمل فہرست ریکارڈ ہز ماسٹرز وائس و کولمبیا (دسمبر ۵۷ء) — کراچی ۵۸

۹۔ Record Catalogue upto Dec 1976 — EMI — کراچی ۷۷ء

۱۰۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو — مرتبہ افسر صدیقی امروہوی — چار جلدیں — انجمن ترقی اردو کراچی

۱۱۔ فہرست دو خزینہ — مطبوعہ دو حصے — گورنمنٹ اسلامیہ کالج فیصل آباد